حیدر علی

نریندر کرشن سنہا

مترجم

اقتدار حسین صدیقی

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

وزارت ترقی انسانی وسائل

حکومت ہند

ویسٹ بلاک۔I، آر۔کے۔پورم، نئی دہلی۔110066

Haider Ali

By : Narinder Krishan Sinha

© قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

سنہ اشاعت:

پہلا اڈیشن : 1974

دوسرا اڈیشن : 1998 تعداد 1100

قیمت: -/72

سلسلۂ مطبوعات: 789

ناشر : ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ویسٹ بلاک-I، آر۔کے۔پورم، نئی دہلی-110066

طابع : جے۔کے۔آفسیٹ پرنٹرس، جامع مسجد، دہلی-۶

پیش لفظ

"ابتدا میں لفظ تھا۔ اور لفظ ہی خدا ہے"

پہلے جمادات تھے۔ ان میں نمو پیدا ہوئی تو نباتات آئے۔ نباتات میں جبلت پیدا ہوئی تو حیوانات پیدا ہوئے۔ ان میں شعور پیدا ہوا تو بنی نوع انسان کا وجود ہوا۔ اسی لیے فرمایا گیا ہے کہ کائنات میں جو سب سے اچھا ہے اس سے انسان کی تخلیق ہوئی۔

انسان اور حیوان میں صرف نطق اور شعور کا فرق ہے۔ یہ شعور ایک جگہ پر ٹھہر نہیں سکتا۔ اگر ٹھہر جائے تو پھر ذہنی ترقی، روحانی ترقی اور انسان کی ترقی رک جائے۔ تحریر کی ایجاد سے پہلے انسان کو ہر بات یاد رکھنا پڑتی تھی، علم سینہ بہ سینہ اگلی نسلوں کو پہنچتا تھا، بہت سا حصہ ضائع ہو جاتا تھا۔ تحریر سے لفظ اور علم کی عمر میں اضافہ ہوا۔ زیادہ لوگ اس میں شریک ہوئے اور انھوں نے نہ صرف علم حاصل کیا بلکہ اس کے ذخیرے میں اضافہ بھی کیا۔

لفظ حقیقت اور صداقت کے اظہار کے لیے تھا، اس لیے مقدس تھا۔ لکھے ہوئے لفظ کی، اور اس کی وجہ سے قلم اور کاغذ کی تقدیس ہوئی۔ بولا ہوا لفظ، آئندہ نسلوں کے لیے محفوظ ہوا تو علم و دانش کے خزانے محفوظ ہو گئے۔ جو کچھ نہ لکھا جا سکا، وہ بالآخر ضائع ہو گیا۔

پہلے کتابیں ہاتھ سے نقل کی جاتی تھیں اور علم سے صرف کچھ لوگوں کے ذہن ہی سیراب ہوتے تھے۔ علم حاصل کرنے کے لیے دور دور کا سفر کرنا پڑتا تھا، جہاں کتب خانے ہوں اور ان کا درس دینے والے عالم ہوں۔ چھاپہ خانے کی ایجاد کے بعد علم کے پھیلاؤ میں وسعت آئی کیونکہ وہ کتابیں جو نادر تھیں اور وہ کتابیں جو مفید تھیں آسانی سے فراہم ہوئیں۔

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کا بنیادی مقصد اچھی کتابیں، کم سے کم قیمت پر مہیا کرنا ہے تاکہ اردو کا دائرہ نہ صرف وسیع ہو بلکہ سارے ملک میں سمجھی جانے والی، بولی جانے والی اور پڑھی جانے والی اس زبان کی ضرورتیں پوری کی جائیں اور نصابی اور غیر نصابی کتابیں آسانی سے مناسب قیمت پر سب تک پہنچیں۔ زبان صرف ادب نہیں، سماجی اور طبعی علوم کی کتابوں کی اہمیت ادبی کتابوں سے کم نہیں، کیونکہ ادب زندگی کا آئینہ ہے، زندگی سماج سے جڑی ہوئی ہے اور سماجی ارتقاء اور ذہنِ انسانی کی نشوونما طبعی، انسانی علوم اور ٹکنالوجی کے بغیر ممکن نہیں۔

اب تک بیورو نے اور اب تشکیل کے بعد قومی اردو کونسل نے مختلف علوم اور فنون کی کتابیں شائع کی ہیں اور ایک مرتّب پروگرام کے تحت بنیادی اہمیت کی کتابیں چھاپنے کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ یہ کتاب اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ امید ہے یہ اہم علمی ضرورت کو پورا کرے گی۔ میں ماہرین سے یہ گذارش بھی کروں گا کہ اگر کوئی بات ان کو نادرست نظر آئے تو ہمیں لکھیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں نظر ثانی کے وقت خامی دور کر دی جائے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ
ڈائریکٹر
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند، نئی دہلی

فہرست مضامین

دیباچہ (پہلا اڈیشن)

دیباچہ (دوسرا اڈیشن)

پیش لفظ (تیسرا اڈیشن اور چوتھا اڈیشن)

	صفحہ
پیدائش و خاندان	۱۹
سیاسی عروج	۲۲
سیاسی عروج سے مسندِ اقتدار تک (۱۷۵۵ء تا ۱۷۶۰ء)	۳۶
شکستیں اور باریابی (۱۷۶۰ء تا ۱۷۶۱ء)	۵۱
فتوحات (۱۷۶۱ء تا ۱۷۶۳ء)	۶۰
مرہٹوں سے تعلقات (۱۷۶۴ء تا ۱۷۶۵ء)	۷۰
مرہٹوں سے تعلقات (۱۷۶۶ء تا ۱۷۶۷ء)	۷۸
انگریزوں سے تعلقات (۱۷۶۰ء تا ۱۷۶۷ء)	۸۵
پہلی میسور، انگریز جنگ (اگست ۱۷۶۷ء تا مارچ ۱۷۶۸ء)	۹۷
پہلی میسور، انگریز جنگ (مارچ ۱۷۶۸ء تا اپریل ۱۷۶۹ء)	۱۰۸
مرہٹوں سے تعلقات (۱۷۶۹ء تا ۱۷۷۰ء)	۱۲۳
مرہٹوں سے تعلقات ۔ چنکرالی کی جنگ (۱۷۷۰ء تا ۱۷۷۱ء)	۱۳۰
مرہٹوں سے تعلقات (۱۷۷۱ء تا ۱۷۷۲ء)	۱۳۷
مرہٹوں سے تعلقات (کورگ کی جنگ) (۱۷۷۲ء تا ۱۷۷۶ء)	۱۴۲
مرہٹوں سے تعلقات (۱۷۷۶ء تا ۱۷۷۸ء)	۱۵۳

صفحہ		باب
۱۶۵	انگریزوں سے تعلقات (۱۷۶۹ء تا ۱۷۷۵ء)	۱۶
۱۷۲	کنارا اور مالابار۔ مغربی ساحل پر یورپی طاقتیں۔ بحری بیڑہ	۱۷
۱۹۳	انگریزوں سے روابط (۱۷۷۵ء تا ۱۷۷۹ء)	۱۸
۲۰۱	حکمت عملی کا پس منظر (۱۷۷۹ء تا ۱۷۸۲ء)	۱۹
۲۱۳	دوسری میسور، انگریز جنگ (پلور کی فتح)	۲۰
۲۲۲	پلور سے پورٹو نوو و تک	۲۱
۲۳۱	پورٹو نوو و سے شولنگھور تک	۲۲
۲۳۷	شولنگھور سے اناگڈی تک	۲۳
۲۴۷	اناگڈی کی جنگ سے حیدر کی وفات تک	۲۴
۲۵۵	حیدر اور فرانسیسی	۲۵
۲۶۶	شہری نظم و نسق	۲۶
۲۹۲	فوجی نظام	۲۷
۳۰۳	حیدر کے عروج کی اہمیت	۲۸
۳۰۹	ضمیمہ الف۔ پیشوا مادھوراؤ اول اور پہلی میسور، انگریز جنگ	
۳۱۵	ضمیمہ ب۔ حیدر اور بمبئی کی حکومت	
۳۱۹	ضمیمہ ج۔ حیدر، کوٹ گفت و شنید	
۳۲۳	ضمیمہ د۔ جنگی قیدیوں سے سلوک	
۳۲۶	ضمیمہ س۔ کتابیات	

دیباچہ (پہلا اڈیشن)

حیدر علی کے بارے میں کتاب لکھنے کا خیال مجھے ۱۹۳۶ء میں آیا۔ پہلے میں نے ولکس کی تمام جلدوں کا مطالعہ نہایت گہرائی سے کیا تاکہ مجھے اپنے مجوزہ کام کی افادیت کے بارے میں پورا یقین ہو سکے۔ مَیں نے محسوس کیا کہ ولکس نے ہم عصر مراٹھی۔ پرتگالی۔ ڈچ اور فرانسیسی ماخذ سے استفادہ نہیں کیا۔ اگرچہ حیدر علی کے بارے میں جو حصّہ ہے وہ بہت اچھا لکھا گیا ہے لیکن وہ دو ماخذ انگریزی اور فارسی پر منحصر ہے۔ مقامی روایت اور زندہ حضرات سے حاصل کردہ معلومات نے ولکس کے بیان میں وہ تاثیر اور ماحول پیدا کر دیا ہے جو بعد کے آنے والا کوئی بھی غیر جانب دار مورخ پیدا نہیں کر سکتا۔ تاہم میں ان ماخذ سے استفادہ کرتے ہوئے حیدر علی پر کتاب لکھنے میں حق بجانب ہوں جو ماخذ ولکس کو دستیاب نہیں تھے۔

یہ کتاب ۱۷۲۱ء سے ۱۷۸۲ء تک میسور کی تاریخ نہیں ہے نہ خصوصیت سے حیدر علی کی سوانح ہی ہے۔ یہ ہندوستانی تاریخ کی اٹھارویں صدی کی ایک عجیب و غریب شخصیت کا سوانحی مطالعہ ہے۔ اگرچہ اس کی ذاتی زندگی کے بارے میں تفصیلات کو نظر انداز نہیں کیا گیا ہے۔ تاہم یہ کتاب بنیادی اعتبار سے اس کی فوجی اور سیاسی سرگرمیوں سے متعلق ہے۔

اس عظیم شخصیت کی زندگی کو تین غیر مساوی حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ۱۷۴۹ء سے ۱۷۶۱ء تک گمنامی سے اقتدار کی منزل تک پہنچنے کی تاریخ ہے۔ ۱۷۶۱ء سے ۱۷۶۵ء تک کا دَور اس جنگجو اور سیاسی مبقر کی زندگی کا مرا مخالفت کا دَور تھا ۱۷۶۹ء تک انگریز مخالف جذبات نے شدت اختیار کر لی تھی اور آخر دم یعنی ۱۷۸۲ء تک انگریز مخالف جذبہ اس پر حاوی رہا اور اس کے خاندان کی حکومت کے دوران بھی انگریز مخالف پہلو خارجہ پالیسی کا اہم جزو تھا۔ اس پہلی جلد

میں جو عوام کے سامنے پیش کی جا رہی ہے ۔ میں نے صرف پہلے دو ادوار سے بحث کی ہے۔ حیدر علی کی زندگی کا جہاں تک تعلق ہے میں تیسرے دَور کو دوسری جلد میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اس دوسری جلد میں میں حیدر علی کے انتظامیہ ۔ فوجی نظام ۔ اس کے دربار میں فرانسیسی اثرات کی نوعیت اور کونسل میں اس کے مذاکرات کے بارے میں بھی لکھوں گا ۔ اس کے سیاسی تدبر کے بارے میں صحیح اندازہ لگانے کے لیے اُس کی اُس برطانیہ مخالف خارجہ پالیسی کی تاریخ کا خاکہ پیش کرنا بھی ضروری ہے جس کا آغاز اس نے کیا تھا اور جو اس کے بیٹے کے دَور میں اختتام پذیر ہوا ۔

اس موضوع پر اپنی تحقیقات کا آغاز کرتے وقت مجھے اس سلسلہ میں پیش آنے والی دُشواریوں کا بخوبی علم تھا ۔ کچھ مواد ایسی زبانوں میں ہے جن سے میں بالکل واقف نہیں ۔ اس کے علاوہ اس کو جمع کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا بھی مسئلہ تھا ۔ بہترین ہندوستانی علمی روایت پر عمل کرتے ہوئے جن اسکالرس نے میری اس تلاش و تحقیق میں مدد کی ان کا ذکر کرنا ضروری ہے ۔ سر جادو ناتھ سرکار نے اپنی چند نادر و نایاب کتابیں بغرض استفادہ عنایت کیں ۔ کچھ مواد جمع کرنے میں مدد کی اور کتاب کے چند ابواب کا طباعت سے پہلے مطالعہ کیا ۔ مدراس یونیورسٹی کے پروفیسر نیل کنٹھ شاستری ایم اے نے میکنزی مجموعہ سے تلگو ۔ تامل اور کناری زبانوں کے مسودات میں حیدر علی سے متعلق مواد جمع کر کے مجھے اس شکل میں دیا کہ میں اس سے بخوبی استفادہ کر سکوں ۔ شیو بلیئر پنڈوار نگا پستور لینکر نے متعلقہ پرتگالی دستاویزات کے جو انھوں نے لزبن اور نوا گوا سے جمع کیے تھے ان کے ریپرنٹ یا نقلیں مجھے روانہ کیں ۔ مَیں نے کتابیات میں ان کی دی ہوئی مدد کی افادیت کا ذکر کیا ہے ۔ ٹراونکور یونیورسٹی کے پرووائس چانسلر سی وی چندر شیکھرن نے ٹراونکور کے ملیاتی ریکارڈ سے ایک اقتباس روانہ کیا ۔ میسور کے پروفیسر وینکٹا سُبھا شاستری ایم ۔ اے ۔ پی ۔ ایچ ۔ ڈی (لندن) ـــــ نے میسور کے چند تاریخی مقامات دکھانے میں میری رہنمائی کر کے مجھے مقامیت کا وہ شعور عطا کیا جو کسی باہر والے کو گزٹیئرس کی مکمل معلومات سے بھی حاصل نہیں ہو سکتا ۔ مَیں گورنمنٹ آف انڈیا کے ریکارڈ کیپر ڈاکٹر ایس این سین کا بھی ممنون ہوں جنھوں نے ہمیشہ میرے کام میں گہری دلچسپی کا اظہار کیا اور ایسے اسکالرس سے میرا تعارف کرایا جو میرے کام میں مددگار ثابت ہو سکتے تھے ۔ انڈین ہسٹوریکل ریکارڈس کمیشن کے جلسوں سے بھی مجھے فائدہ پہنچا ہے ۔

مدراس کے ریکارڈس کا مطالعہ کرنے کے سلسلہ میں مجھے جو مدد ملی میں اس کے لیے مدراس ریکارڈ آفس کے کیوریٹر ڈاکٹر بی۔ ایس۔ بالیگا اور ان کے اسٹاف کا بھی شکر گذار ہوں۔ آرٹس میں پوسٹ گریجویٹ ٹیچنگ کونسل کے صدر ڈاکٹر ایس پی مکرجی نے میرے کام میں ہمدردانہ دلچسپی دکھلائی اور کلکتہ یونیورسٹی لائبریری نے میرے لیے انگلینڈ اور ہندوستان کے دوسرے حصّوں سے قیمتی دستاویزات کی نقلیں فراہم کیں۔ اِس سلسلہ میں میں لائبریرین ڈاکٹر نہار رنجن رائے کا شکر گذار ہوں جن کی وجہ سے انگلینڈ سے مجھے ریکارڈس کی کاپیاں جلد فراہم ہوسکیں۔ میں ڈپٹی لائبریرین مسٹر بی این بینرجی کی فیاضانہ عنایت کا بھی شکر گذار ہوں۔ پریسیڈنسی کالج کے میرے دوست ڈاکٹر ایس۔ سی سین گپتا نے بڑی مہربانی سے میرے مسودات کا مطالعہ کیا اور ان میں کچھ اصلاحات کا مشورہ دیا۔ میرے ایک دوسرے دوست مسٹر انل چندر بینرجی نے کام کے آغاز یعنی ۱۹۳۶ء سے کتاب کے پریس جانے تک بہت سے طریقوں سے میری مدد کی۔

این۔ کے۔ سنہا
سینٹ ہاؤس کلکتہ
۲۵ اکتوبر ۱۹۴۱ء

دیباچہ (دُوسرا اڈیشن)

میں چند الفاظ وضاحت اور معذرت کے طور پر لکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔ میں نے پہلے اڈیشن کے وقت وعدہ کیا تھا کہ دوسری جلد میں باقی ماندہ تاریخ کو پیش کرکے کام کو تکمیل تک پہنچا دوں گا۔ لیکن اب پہلے اڈیشن میں ہی اضافے کر دیے گئے ہیں۔ ۱۷۶۹ء سے ۱۷۸۲ء تک کے دَور کا بھی احاطہ کر لیا گیا ہے۔ حیدر علی کے انتظامیہ۔ فوجی نظام اور باقی ماندہ موضوعات بھی اس اڈیشن میں شامل کر دیے گئے ہیں۔ ناگزیر حالات کی وجہ سے باقی ماندہ ابواب (باب ۱۹ و ۲۸ اور ضمیمے الف' ب' ج' د) کے لیے مواد جمع کرنے میں تاخیر ہوئی۔ اِن ابواب کے لکھے جانے سے پہلے ہی پہلا اڈیشن تقریباً فروخت ہو چکا تھا۔ ناشر نے اس طرف میری توجہ دلائی کہ دو الگ الگ جلدیں شائع کرنے میں کافی خرچ ہوگا۔ پہلے اڈیشن کی طباعت سے اب تک کتابوں کی طباعت کی لاگت تین گنا زیادہ ہو گئی ہے۔ اِس لیے میں نے اس کا مشورہ قبول کرتے ہوئے موجودہ کتاب میں ہی غیر مطبوعہ ابواب کو بھی شامل کر دیا ہے۔ چھوٹے ٹائپ استعمال کرکے اور گھنی لکھائی سے ایک ہی جلد کو مناسب قیمت پر پیش کرنے کے قابل بنایا گیا۔

میں مسٹر کے زچریہ کا شکر گذار ہوں جنھوں نے اضافہ شدہ ابواب کے پہلے مسودے کو پڑھا اور مواد کی ترتیب میں اصلاحیں کرکے میری مدد کی۔ مگر ان کے پڑھے ہوئے صفحات میں درج خیالات و بیانات کے وہ ذمہ دار نہیں ہیں۔ ڈاکٹر وی۔ جی ڈِگی نے بمبئی گورنمنٹ ریکارڈ آفس سے ریکارڈس کی تفصیلی فہرست بھیج کر مجھے ان سے استفادہ کرنے کا موقع دیا۔ مسٹر این۔ سی۔ سنہا نیشنل آرکائیوز آف اِنڈیا نے چند دستاویزات کی نقلیں فراہم کیں اور نیشنل آرکائیوز کے ہی سنیئر سپرنٹنڈنٹ نے میسور کے اِنتظامیہ سے متعلق وِلکس کی رپورٹ برائے استفادہ عنایت کی۔

این کے۔ سنہا

کلکتہ۔ یکم فروری ۱۹۴۹ء

پیش لفظ (تیسرا ایڈیشن)

اس ایڈیشن میں کچھ واقعات کی تصحیح کردی گئی ہے لیکن کوئی چیز دوبارہ نہیں لکھی گئی۔

این ۔ کے ۔ سنہا
۱۰ر نومبر ۱۹۵۹ء

پیش لفظ (چوتھا ایڈیشن)

اس ترمیم شدہ چوتھے اڈیشن میں انگریزی۔ فرانسیسی۔ ڈچ۔ پرتگالی۔ مراٹھی۔ تامل۔ تلگو۔ کناری اور فارسی زبانوں میں تمام دستیاب ماخذ سے استفادہ کیا گیا ہے۔ یہ کتاب ۱۷۴۹ء سے ۱۷۸۲ء کے دوران جنوبی ہند میں ہوئی سیاسی اقتدار کی جنگ کا پورا نقشہ پیش کرتی ہے اور بڑی کامیابی کے ساتھ انگلو مراٹھا۔ ارکاٹ و حیدرآباد اور میسور کے درمیان پیچیدہ گتھی کو سلجھاتی ہے۔ اس کتاب میں پہلی بار حیدر علی کے انتظامیہ۔ فوجی نظام اور فرانسیسیوں۔ ڈچ اور پرتگالیوں کے ساتھ اس کے تعلقات کے بارے میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

این ۔ کے ۔ سنہا
کلکتہ، یکم فروری ۱۹۶۹ء

باب ۱

پیدائش و خاندان

۱۷۲۱ء یا ۱۷۲۲ء میں حیدر علی کی ولادت بدلی کوٹ[۱] کے مقام پر ہوئی جو اس کے باپ کی جاگیر میں تھا۔ اس کے باپ فتح محمد کافی اہم آدمی تھے۔ حیدر کے جد اعلیٰ ولی محمد دہلی سے آکر گلبرگہ میں آباد ہو گئے تھے جو نظام کی سلطنت میں واقع تھا۔ خاندانی روایات کے مطابق اگرچہ ان کا شجرہ نسب قبیلۂ قریش سے جا ملتا تھا۔ تاہم ہندوستان میں انھیں کوئی مرتبہ حاصل نہیں تھا۔ حیدر کے دادا محمد علی جو سرا میں سکونت پذیر ہو گئے تھے، کھیتی باڑی کرتے تھے اور کھیت اور باغات پٹے پر لیتے تھے۔ ایک بار انھوں نے اپنے بیٹوں سے۔ جو دنیاوی جاہ و عزت کے خواہشمند تھے کہا تھا کہ "ہمارے آبا و اجداد نیک اور متقی لوگ تھے۔ وہ اگر چاہتے تو دنیاوی حشمت و جاہ حاصل کر سکتے تھے مگر انھوں نے اپنے آپ کو دنیاوی علائق سے بچائے رکھا"[۲] فتح محمد محمد علی کے چوتھے فرزند تھے۔ انھوں نے اور ان کے بھائیوں نے پیشۂ سپہگری اختیار کیا اور لومڑی کی طرح گوشۂ گمنامی میں پڑے رہنے پر قناعت نہیں کی۔[۳] اس کے باوجود فتح محمد کو خاطر خواہ مقام حاصل کرنے میں کافی دقت لگا۔ وہ ایک حوصلہ مند سپاہی تھے۔ چنانچہ یکے بعد دیگرے مختلف امراء کے یہاں قسمت آزمائی کرتے رہے۔ اگرچہ مختلف سرداروں کے تحت

---

(۱) نشان حیدری مخطوطہ ورق ۶ الف کے مطابق حیدر علی کی ولادت وہ بالاپور کے مقام پر ہوئی تھی۔

(۲) 〃 〃 مترجمہ لس ص ۵، مخطوطہ ورق ۵ الف۔

(۳) ایضاً

ان کی ملازمت کے زمانے کے تعین میں اختلاف رائے ہے لیکن اتنا بلا خوفِ تردید کہا جا سکتا ہے کہ انھوں نے کچھ دنوں ارکاٹ اور میسور میں ملازمت کی اور سرا کے حاکم نواب درگاہ قلی خاں کی ملازمت میں بحیثیت چار سو پیادہ اور سو سواروں کے افسر کے نمایاں مقام حاصل کیا۔ درگاہ قلی خاں کی موت کے بعد فتح محمد نے اس کے بیٹے عبدالرسول کے ساتھ خود کو وابستہ کر لیا اور سنہ ۱۷۲۰ء میں سرا کے صوبے دار طاہر خاں اور عبدالرسول خاں کے درمیان جنگ میں کام آئے۔

فتح محمد کا خاندان جو دود بالاپور میں سکونت پذیر تھا درگاہ قلی کے ایک اور بیٹے عباس قلی کے ظلم و ستم کا نشانہ بن گیا۔ اس نے حیدر اور اس کے بڑے بھائی شہباز کو ان کے خاندان سے مزید روپیہ حاصل کرنے کے لیے سخت اذیتیں دیں اور آخر کار ان کو قید کر دیا۔ فتح محمد کی بیوہ نے حیدر صاحب[1] کو جو اس کے مرحوم خاوند کا بھتیجا تھا اور اس وقت ریاست میسور میں دو سو پیادہ اور سو سواروں کے افسر کے عہدہ پر فائز تھا کسی نہ کسی طرح اپنی بپتا کہلا بھیجی۔ اس نے میسور کے حاکم کی خدمت میں مدد کی درخواست کی۔ والیِ میسور نے سرا کے حاکم کو خط لکھا اور اس نے عباس قلی کو ڈرا دھمکا کر حیدر علی کے خاندان کو آزاد کرا لیا۔ فتح محمد کا خاندان جو اس وقت تک تقریباً بالکل مفلس ہو گیا تھا حکومت میسور سے تحفظ کا طالب ہوا۔ حیدر صاحب نے اس مصیبت زدہ خاندان کو پناہ دی اور اس کی بھرپور اعانت کی۔ اپنے چچا زاد بھائی شہباز کو اس کے سن بلوغ کو پہنچنے پر ریاست میسور کے "دلوائی" (دیوان) ننجاراج کے یہاں ملازمت دلوا دی۔ اس کا اپنا بیٹا علی صاحب اس وقت مدا گیری میں تعینات تھا اور تین سو پیادہ اور ستر سواروں کا افسر تھا۔ حیدر صاحب کی وفات کے بعد اس کا دستہ ریاست میسور کے مستقبل کے حکمران کے بڑے بھائی شہباز کی ماتحتی میں دے دیا گیا۔

حیدر علی کی ناخواندگی کا سبب خاندان کے نامساعد حالات بتائے جاتے ہیں۔ دس سال تک

---

(۱) حیدر کی ماں ایک نو آباد کار تاجر کی بیٹی تھی۔ یہ نوایت یا نو آباد کاران عربوں کی اولاد تھے جو آٹھویں اور سولہویں صدی کے درمیان جنوبی ہند میں آ کر بس گئے تھے۔ ولکس کے بیان کے مطابق فتح محمد کی بیوہ اپنے بھائی ابراہیم صاحب سے تحفظ کی طالب ہوئی۔ وہ اس وقت حکومت میسور کا ملازم تھا اور بنگلور میں مقیم تھا۔ بعد میں ابراہیم ہی کی بدولت شہباز کو میسور میں ملازمت ملی۔ بہرکیف ولکس ایک حیدر نائک کا بھی ذکر کرتا ہے اور اس کو حیدر علی کا ایک دور کا عزیز بھی بتاتا ہے۔ اس کے بیان کے مطابق حیدر نائک نے سنہ ۱۰۲۳ء میں دیو راج کی ریاست میسور پر غاصبانہ تسلط حاصل کرنے میں مدد کی تھی۔

وہ خاندان کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ بھٹکتا رہا۔ جہاں کہیں بھی اس کے عزیز و رشتہ دار جاتے وہ ان کے ساتھ پناہ لیتا۔ اگرچہ مسلمانوں میں عام طور سے بچوں کی تعلیم کا رواج تھا۔ اس کی ناخواندگی کا سبب یا تو اس کے خاندان کے ناسازگار حالات تھے یا اس کی اپنی کاہلی۔ لیکن غالباً دوسری وجہ ہی اس محرومی کی ذمہ دار تھی۔ حیدر علی کے علم سے بے بہرہ رہ جانے کی وضاحت ان کے انگریزی کے ابتدائی تذکروں میں اس طرح کی گئی ہے۔(۱)

جیسے جیسے اس کی عمر بڑھتی گئی اس کی دل چسپی شکار میں بڑھتی گئی۔ کہا جاتا ہے کہ حیدر علی ابتدا میں فوجی زندگی کی پابندیوں سے بھاگتا تھا۔ اس نے ۱۷۴۹ء میں "دیوان ہالی" کے مقام پر اپنے بھائی کے دستہ میں بطور ایک رضاکار سوار کے پہلی بار فوجی خدمت انجام دی۔ حسین علی کرمانی کا بیان ہے کہ حکومت میسور کی ملازمت میں آنے سے پہلے کچھ دنوں شہباز نے عبدالوہاب خاں کی ماتحتی میں چتور میں فوجی خدمات انجام دیں اور وہیں حیدر علی نے اپنے بھائی کے تحت دو سو سواروں کے دستہ کے سالار کی حیثیت میں فوجی تربیت حاصل کی۔ اسی دوران "دیوان ہالی" میں نشانہ بازی کے ایک مقابلہ میں حیدر علی نے نمایاں کامیابی حاصل کی۔ اس کی مہارت سے ریاست میسور کا "سرداد ھیکاری" ننجاراج اتنا متاثر ہوا کہ اس کو پچاس سوار اور دو سو پیادہ کا افسر مقرر کر دیا۔ اس تقرر کے بعد حیدر علی اور اس کی ترقی کی وہ تمام منزلیں روشن ہو جاتی ہیں جن سے گذر کر وہ دنیاوی عزت و جاہ کی آخری منزل سے ہم کنار ہوا۔*

اس میں کوئی شک نہیں کہ حیدر علی کے والدین اور اس کے خاندان کی حالت بہت سقیم تھی۔ اپنے کردار کی تعمیر میں نہ تو اس کو اپنی خاندانی وجاہت کی مدد ملی اور نہ دولت کی۔ بہرحال ہم جب اس کے ابتدائی حالات کی ناسازگاری اور ناموافق حالات اور بعد ازاں اس کی صلاحیت، لیاقت اور مستقبل کے واقعات و کوائف کا جنھوں نے اس کو عزت و عظمت کی شہرت دوام بخشی، موازنہ کرتے ہیں تو ہم کو اس فاطمی خلیفہ کی یاد آتی ہے جس نے اپنے حسب و نسب کے متعلق ایک نامناسب سوال کا جواب تلوار کھینچ کر اس طرح دیا تھا کہ "یہ میرا نسب ہے" اور پھر اپنے سپاہیوں کی جانب مٹھی بھر طلائی سکے پھینک کر کہا تھا "یہ میرے عزیز اور بچے ہیں۔"

---

(۱) اورمے مخطوط جلد ۷۷، ص ص ۱۳۲ - ۱۳۱

* حیدر علی کی ابتدائی زندگی کے مذکورہ بالا حالات "نشانِ حیدری" کے فارسی مخطوط پر مبنی ہیں۔ علاوہ ازیں ترک والاجاہی "کناری زبان میں تحریر شدہ "حیدر نامہ" اورمے مخطوط (جلد ۴۸) اور وِلکس کی تصنیف سے بھی مدد لی گئی ہے۔

باب ۲
سیاسی عروج
(۱۷۳۹ء تا ۱۷۵۵ء)

دوسری عظیم شخصیات کی طرح حیدر علی کا عروج بھی مناسب مواقع کے ساتھ ساتھ اس کی اپنی جرأت، دلیری اور بلند حوصلگی کا مرہونِ منت ہے۔ ۱۷۵۰ء اور ۱۷۶۰ء کی دہائی میں اس کے کردار کے تدریجی ارتقا کے گہرے مطالعے سے یہ لازمی اور منطقی نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ اس نے اپنی زندگی کے منصوبے انتہائی ترتیب و تنظیم کے ساتھ بنائے تھے اور وہ منصوبے مختلف ادوار میں بحسن و خوبی روبہ عمل آتے رہے۔ یہ کہنا مشکل معلوم ہوتا ہے کہ کہاں تک حالات اس کی ترقی میں مددگار ثابت ہوئے اور کہاں تک اس کی اپنی دُور اندیشی۔ تاہم اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس نے اپنی بلند ہمتی اور مستعدی کے سبب ہمیشہ مواقع و حالات سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔

ریاست میسور کے نظم و نسق کی باگ ڈور دو بھائیوں دیوراج اور ننجاراج کے ہاتھوں میں تھی۔ ریاستی امور پر ان کا تسلط تقریباً مکمل تھا اگرچہ انھوں نے تختِ شاہی کی ظاہری تزئین و زیبائش کے لیے مہاراجہ کو راج گدی پر برقرار رکھا تھا۔ حکمران راجہ چِکا کرشناراج کی حیثیت نہ صرف توہین آمیز تھی بلکہ ہر وقت اس کی زندگی تلوار کی نوک پر رکھی رہتی تھی۔ وہ محض ایک کٹھ پتلی حکمران تھا جس کی آڑ لے کر کوئی بھی سازشی سیاسی چالبازیوں کا کھیل کھیل سکتا تھا۔ دیوراج ریاست کا دلوائی یا سپہ سالار تھا اور ننجاراج سرواد ھیکاری کے اعلیٰ منصب پر فائز ریاستی مالیات اور محاصل کا نگران تھا لیکن ۱۷۴۳ء میں درازیٔ سن اور ضعیفی کی وجہ سے دیوراج نے اپنے بھائی کو دُور دراز فوجی مہمات کی ذمہ داری سونپ دی اور خود اس کی غیر حاضری میں عارضی طور سے مالیاتی امور اور محاصل کی نگرانی اپنے کاندھوں

لے لی۔ اس اشتراک اقتدار کا نتیجہ یہ ہوا کہ نظم و نسق میں پراگندگی اور انتشار برپا ہوا۔ یہ صورت دونوں کے مفاد کے خلاف تھی۔ کیونکہ ان دونوں کے درمیان اختلاف کی صورت میں دوسرے اس سے فائدہ اٹھا سکتے تھے اور یہی آگے چل کر ہوا بھی۔

میسور مشرقی اور مغربی ساحل کے سنگم پر ایک دُور دراز گوشے میں واقع ایک چھوٹی سی ریاست تھی۔ عام حالات میں اس کا اس عہد کے سیاسی حالات میں کوئی مقام نہ ہوتا۔ وہ مغلوں اور مرہٹوں کے کشمکش و کشاکش سے بھی بہت دُور تھی۔ لیکن ایک زمانے میں جنجی، کولار، ہوسکوٹ، بنگلور، سرا، بلاری، دھارواڑ کے قلعہ جات اور خاص میسور کا سطح مرتفع شیواجی کے قبضہ میں رہ چکے تھے۔ اس کے بیٹے اور جانشین ساہو کے کچھ درباری سیاستدانوں کی رائے تھی کہ مرہٹہ راج کی توسیع شمال کی بجائے جنوب میں کی جانی چاہیے چنانچہ سیاسی روایات کے مطابق ریاست میسور مرہٹہ راج کے حلقۂ اثر میں سمجھی جانے لگی تھی۔ مرہٹے چاہتے تو کرشنا کے جنوب میں واقع تمام علاقے بہ آسانی فتح کر لیتے۔ کڈاپہ، کرنول، سرا، سوانور کے سردار اور ریاستہائے میسور، ارکاٹ، تنجور، ٹراونکور، کوچین اور کالی کٹ کے حکمران مرہٹہ طاقت کا ذرہ برابر بھی مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ مگر شمال اپنے تاریخی پس منظر اور مغلیہ جاہ و جلال کے باعث ان کے لیے زیادہ کشش رکھتا تھا اور جنوب نسبتاً ایک غیر معروف راہ کے مترادف تھا جس میں ان کو کوئی کشش نظر نہیں آتی تھی۔ بالاجی باجی راؤ اور ساہو کی طرح سردار باجی راؤ کے خیال میں بھی مرہٹہ شہنشاہیت کی شاہراہ شمال کی جانب جاتی تھی۔ مرہٹہ شہنشاہیت کی تاریخ کے ایک طالب علم کو جو چیز متاثر کرتی ہے وہ ان کی کرشنا سے اٹک تک کی طول طویل مگر غیر واضح فتوحات ہیں۔ زوال پذیر مغل سلطنت کو ختم کرنے کے جوش میں انھوں نے جو حکمت عملی اختیار کی وہ یقینی طور پر جنوب کی تاریخ پر اثر انداز نہیں ہو سکتی تھی۔ ہو سکتا ہے جیسا کہ گرانٹ ڈف لکھتا ہے کہ باجی راؤ نے یہ سمجھا ہو کہ غارتگری اور لوٹ مار کی قوت صرف وہیں ابھر سکتی ہے جہاں انتشار و پراگندگی برپا ہو۔ چنانچہ اسی کے مطابق باجی راؤ کی قیادت میں مرہٹہ شہنشاہیت نے شمال کا رُخ اختیار کیا اور میسور اس فتنے سے بچ گیا۔

۱۷۳۱ء میں معاہدۂ وارنا کے مطابق ساہو اور اس کے چچا زاد بھائی سمبھوجی والیٔ کوہلاپور کے درمیان یہ طے پایا کہ تنگ بھدرا اور رامیشورم کے درمیان واقع علاقہ کو ریاست کوہلاپور کی توسیع کا میدان سمجھا جائے گا۔ یہ علاقہ شمال سے بالکل منقطع تھا اور ساہو نے مفتوحہ علاقے میں نصف کا حق اپنے لیے محفوظ کر لیا تھا۔ ریاست کوہلاپور چونکہ طاقتور ریاست نہ تھی اس لیے ریاست میسور کو اس کی

طرف سے کوئی خطرہ نہیں تھا مگر بالاجی باجی راؤ کے زیر قیادت جنوب میں توسیع مملکت کی پالیسی کو نہ صرف پیشوا کی حمایت حاصل ہوئی بلکہ اس کے چچازاد بھائی سداسیو راؤ بھاؤ کی بھی پُرزور تائید ملی۔[1]

مرہٹوں نے شمال میں اپنے توسیعی منصوبے کو ترک کیے بغیر بیک وقت جنوب میں بھی پیش قدمی شروع کر دی۔ ۱۷۵۳ء سے ریاست میسور کے لیے مرہٹوں کا خطرہ حقیقت بن گیا۔ بالاجی باجی راؤ کے "دورِ پیشوائی" میں مرہٹوں کے حملے جو مذکورہ بالا سال میں شروع ہوئے تھے۔ ۱۷۵۴ء، ۱۷۵۷ء اور ۱۷۵۹ء میں بھی جاری رہے۔ دوسری جانب نظام الملک نے بھی اورنگ زیب کی علاقائی میراث کے حقدار ہونے کا دعویٰ کیا اور ریاست میسور کو مغل سلطنت کا ایک حصہ تصور کیا۔ نظری طور پر اورنگ زیب کی سلطنت مغربی ساحل پر گوا کی شمالی حدود تک اور اندرون ملک بمبئی و کرناٹک کی حدود میں بلگاؤں اور دریائے تُنگ بھدرا تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے بعد مغرب سے مشرق کی جانب گذرنے والی سرحد میسور کے درمیان سے جنوب مشرقی سمت میں ہوتی ہوئی اس علاقہ سے گذرتی تھی جو ہمیشہ متنازعہ اور تغیّر پذیر علاقہ تھا اور تنجور کے شمال میں دریائے کولیرون پر جاکر ختم ہوئی تھی۔[2] نظام اس تمام علاقے پر اپنے اقتدار اعلیٰ کا دعویٰ کرتا تھا۔ دوسری طرف دریائے تُنگ بھدرا کے جنوب تک واقع ان تمام ریاستوں اور علاقوں سے جو کبھی اورنگ زیب کے زیرِ اطاعت تھے، مرہٹے چوتھ وصول کرنے کے حق کا دعویٰ رکھتے تھے۔ اس طرح ریاست میسور پیشوا اور نظام کی رقابت کی شکار گاہ بن گئی۔ مرہٹے اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہ کر سکتے تھے کہ تُنگ بھدرا کے شمال میں واقع کچھ اہم قلعے کسی وقت شیواجی کے قبضہ میں رہ چکے تھے۔

مرہٹوں سے خطرہ کے پیش نظر قدرتی طور پر یہ توقع کی جا سکتی تھی کہ دیوراج اور ننجاراج نظام پر زیادہ سے زیادہ بھروسہ کریں گے۔ نظام الملک کے بیٹے ناصر جنگ نے ۱۷۴۶ء میں میسور سے خراج وصول کیا تھا۔ میسور کی حکومت نے نظام الملک کی موت کے بعد جانشینی کی جنگ میں ناصر جنگ کی حمایت کی تھی لیکن دسمبر ۱۷۵۰ء میں ناصر جنگ اور جنوری ۱۷۵۱ء میں اس کا جانشین مظفر جنگ قتل

(۱) S. P. D. جلد ۲۸ خطوط ۲۶۲ و ۶۵

مرار راؤ نے سداسیو راؤ بھاؤ کے نام اپنے خط میں اپنے بھائی یعنی پیشوا کی عقلمندی کی تحسین کی ہے کہ اس نے بڑی دانشمندی سے کرناٹک کے پورے علاقے کو بابوجی نائک سے خود فتح کرنے کے لیے حاصل کر لیا۔ ساتھ ہی اس نے پیشوا کو جنوب میں توسیعی منصوبہ میں اپنی مکمل حمایت کا یقین بھی دلایا ہے۔

(۲) سرکار، مختصر تاریخ اورنگ زیب ص ۴۷۶

کر دیے گئے۔ بعد میں نظام کا اقتدار جنرل بُسی اور اُس کے تربیت یافتہ دستوں کی اعانت ہی کی بدولت قائم ہو سکا۔ جنرل بُسی جولائی ۱۷۵۸ء تک واپس نہیں بلایا گیا اور وہیں مقیم رہا۔ بہرکیف حکومت میسور مرہٹوں کے مقابلے اور اپنے دفاع کے لیے نظام کی مدد حاصل کرنے میں ناکام رہی۔ سرنگاپٹم کی دولت کی شہرت صلابت جنگ کے درباریوں نے بہت سُن رکھی تھی اور انھوں نے صلابت جنگ کو میسور کو تاراج کرنے کے منصوبے پر مجبور کر دیا اور بُسی نے اپنی حیثیت بچانے کے لیے اِس سے چشم پوشی کی — چنانچہ انھوں نے ۱۷۵۵ء میں میسور پر حملہ کیا اور ۵۶ لاکھ کا خراج اس پر عائد کر دیا

ننجاراج کی ہوس اقتدار نے میسور کی سیاسیات میں ایک اور پیچیدگی پیدا کر دی۔ فرانسیسی اور انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی اس وقت آپس میں برسرِ پیکار تھیں اور حیدر آباد کی صوبے داری اور ارکاٹ کی نوابی کے لیے حریف امیدواروں کی حمایت کر رہی تھیں۔ فرانسیسی اس کشاکش میں کامیاب رہے۔ اور انھوں نے حیدر آباد میں اپنے امیدوار مظفر جنگ اور اس کے قتل کے بعد صلابت جنگ سندِ اقتدار پر بٹھا دیا۔ ارکاٹ میں بھی انھیں کامیابی حاصل ہوئی اور انھوں نے نواب ارکاٹ انور الدین کو قتل کر دیا اور اس کے بڑے بیٹے محفوظ خاں کو قیدی بنا لیا۔ مقتول نواب کا دوسرا بیٹا محمد علی ترچناپلی بھاگ گیا مگر فرانسیسیوں اور اس کے امیدوار چندا صاحب نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑا اور ترچناپلی میں اس کا محاصرہ کر لیا۔ لیکن ترچناپلی کی جنگ طول پکڑ گئی۔ محمد علی کے مشورے پر کلائیو نے ارکاٹ پر قبضہ کر لیا اور پچاس دن تک چندا صاحب کے بھیجے ہوئے دستوں کے حملے کے باوجود اس پر قابض رہا۔ اس طرح بقول مرارراؤ اس نے یہ ثابت کر دیا کہ انگریز بھی لڑ سکتے ہیں۔ اس سب کے باوجود مالی وسائل کی کمی کی وجہ سے محمد علی کے لیے امکانات کچھ زیادہ روشن نہیں ہوئے۔ اس کی اپنی افواج کی تنخواہیں بقایا تھیں اور وہ ان کی بغاوت روکنے کی ذرا بھی استطاعت نہیں رکھتا تھا۔ کلائیو کے قبضۂ ارکاٹ سے قبل اس نے ننجاراج سے بھی امداد کی درخواست کی تھی۔ حیدر علی کا سوانح نگار محمد علی کی حالت کو "اس چراغ سے مشابہ قرار دیتا ہے جو صبح کی آمد پر بھڑک کر بجھ جاتا ہے۔"

ان حالات میں کوئی بھی دانش مند آدمی اس کی مدد کو نہیں آ سکتا تھا چہ جائیکہ ریاست میسور کا سرواد ھیکاری جو بُری طرح سے مرہٹوں اور نظام کی جانب سے خطروں میں گھرا تھا۔ تاہم ترچناپلی اور اس کے ملحقہ علاقوں کا خاتمہ حریص ننجاراج کے لیے ایک ایسا لقمہ تھا جسے وہ حلق سے اُتارے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ اورمے نے پانچ سال بعد لکھا تھا کہ "محمد علی کی یہ خصوصیت تھی کہ مصیبت و آفت کے زمانے میں وہ کوئی بھی رعایت کر سکتا تھا جیسا کہ اس نے میسور کے ساتھ کی تھی۔ مگر ذرا سے بہتر حالات

اور خوش حالی سے ہی اس کے اکتساب و حصول کی خواہش زور پکڑ جاتی تھی"۔ دیوراج نے جو زیادہ تجربہ کار اور نسبتاً کم خود رائے تھا ننجاراج کو باز رکھنے کی کوشش بھی کی مگر ننجاراج باز نہ آیا۔ وہ بیس ہزار فوج کے ساتھ اس مہم میں شریک ہوا اور تین سال ضائع کرنے کے بعد کسی معاوضہ یا تلافی نقصان کے وعدہ کے بغیر واپس آنے پر مجبور ہوا۔ یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ اس بے سود مہم پر کتنا روپیہ صرف ہوا۔ مگر موٹے طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے ترچناپلی میں تین چار کروڑ روپیہ ضرور خرچ کیا ہوگا(۱) ریاست میسور جس کی کافی ساکھ تھی اب اس مہم کے نتیجہ میں بالکل دیوالیہ ہوگئی۔ محمد علی کی مالی امداد، مرہٹہ شریک کار مرار راؤ کو ادا کردہ رقم، تین سال تک بیس ہزار فوج کے اخراجات، محمد علی کے ساتھیوں جیسے تنجور کے سردار اور پڈاکوٹائی پالیگر وغیرہ کو توڑنے کے سلسلے میں خرچ کی گئی رقم یہ سب ملا کر کافی بڑی رقم ہوگی۔ ۱۷۵۳ء میں تنجور کے حکمران نے اس وقت جبکہ ننجاراج محمد علی کی سازش سے باخبر ہو کر فرانسیسیوں کا حلیف بن چکا تھا۔ لکھا تھا کہ "ننجاراج بہت مالدار ہے اور اس کے نزدیک دولت کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ وہ کثیر دولت خرچ کر کے لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے"۔ ہوسکتا ہے کہ ننجاراج اپنی پیشکش سے لوگوں کو مبہوت کر دیتا ہو مگر ترچناپلی میں اس کی خود رائی اس کے اپنے زوال اور حیدر علی کے عروج کا پیش خیمہ بنی تھی۔ ترچناپلی کی مہم کے مصارف اور مرہٹوں کے دربار اور صلابت جنگ کے ایک بار کے مطالبات نے ریاست میسور کو اس قابل نہ چھوڑا تھا کہ وہ اپنے معاہدے کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکتی۔ وہ نہ تو افواج کی تنخواہ کی ادائیگی کر سکتی تھی اور نہ اپنے اخراجات پورے کر سکتی تھی۔

---

(۱) آنندرنگا پلائی کی یادداشت جلد ۹ ص ص ۷۰-۳۶۹

"ترچی پر قابض ہونے کی کوشش میں نندراج نے شاہی خزانہ سے تین کروڑ روپیہ خرچ کیا"۔

ص ۳۳۹۔ "راجہ کی اجازت کے بغیر نندراج نے چار کروڑ روپیہ صرف کر دیا"۔

کرمانی کا تخمینہ کہ ۸۰ لاکھ پگوڈا اس مہم پر صرف ہوئے اس کے مترجم کے نزدیک مبالغہ آرائی ہے اور اس لیے قابل قبول نہیں۔ لیکن ولکس کا تخمینہ ہے کہ ترچناپلی کی اس مہم میں صرف انگریزوں کو ۳۵ لاکھ پگوڈا کا خسارہ اٹھانا پڑا۔ کرمانی کا تخمینہ تو پھر بھی بہت کم ہے۔

"کیفیات حیدر" (میکنزی مخطوطہ) کے مطابق تین کروڑ کنٹری ورہا صرف ہوئے۔ یہ تخمینہ مبالغہ آمیز معلوم ہوتا ہے۔

ایک کنٹری پگوڈا = تین روپیے

ایک بکری پگوڈا = چار روپیے

نتیجہ یہ ہوا کہ ہر طرف انتشار پھیل گیا اور اس طرح حیدر علی کو پہلا موقع فراہم ہوگیا۔

۱۷۴۹ء اور ۱۷۵۰ء کے دوران میسور کے پانچ ہزار سوار اور دس ہزار پیادے برکی وینکٹ راؤ کے زیر قیادت ناصر جنگ کے دربار میں خدمات انجام دے رہے تھے۔ شہباز اور حیدر بھی وینکٹ راؤ کے دستوں میں شامل تھے۔ اِس وقت حیدر علی پانچ سو بندوقچیوں اور پانچ سواروں کا افسر تھا۔(۱) اس کے علاوہ اس کے تحت کچھ بے قاعدہ فوجی دستے بھی تھے۔ اسی دوران نواب کڈاپہ نے ناصر جنگ کو قتل کر دیا اور میسور کی افواج وطن واپس آگئیں۔ لیکن حیدر علی کے بیدری بندوقچیوں نے اِس افراتفری سے پورا فائدہ اٹھایا جو نواب کے قتل سے برپا ہوئی تھی۔ انھوں نے طلائی سکوں سے لدے بہت سے اُونٹ پکڑ لیے اور دیوان ہالی میں حیدر کی رہائش گاہ پر لے آئے۔ ''نشان حیدری'' کا مصنف بیان کرتا ہے کہ:

> ''وطن واپس جاتے ہوئے راستہ میں حیدر نے ان تین چار اُونٹوں پر قبضہ کر لیا جو شاہی خزانے سے لدے ہوئے تھے اور جن کو باغی پکڑ کرلے جا رہے تھے۔ حیدر نے دولت پر قبضہ کر لیا اور اُسے اپنے خزانے میں داخل کر لیا۔''

حیدر علی کی اچانک ثروت و امارت کا اصل سبب یہ دولت تھی۔ اس دَور میں لُوٹ مار جنگی مہمات کا ایک عام حِصّہ تھی اور صرف حیدر علی ہی تنہا ایسا شخص نہ تھا جس نے اس سے فائدہ اُٹھایا ہو۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ''اس مالِ غنیمت میں فرانسیسیوں کو اِس قدر دولت ملی تھی کہ مشیر کار مملکت سے لے کر کلرک تک، فوجی افسروں سے لے کر عام آدمی تک کو حِصّہ ملا تھا اور وہ افسر جنھوں نے بعد میں فوجی ملازمت اختیار کی تھی ان خوشگوار دنوں کو یاد کر کے کفِ افسوس ملا کرتے تھے جبکہ صرف ایک علمبردار کو ساٹھ ہزار روپیہ بطور مالِ غنیمت ملا تھا۔ سونے کی اتنی بڑی مقدار پانڈیچری میں کبھی نہیں دیکھی گئی۔ یہ دولت پلاسی کی جنگ میں حاصل شدہ مالِ غنیمت سے کسی طرح کم نہیں تھی۔''(۲)

مالِ غنیمت کی اہمیت کے پیشِ نظر حیدر علی نے ایک منظم منصوبہ بنایا جس کے تحت اُس نے لُوٹ مار کرنے والے سپاہیوں سے اپنے مفادات کے لیے کام لیا۔ ولکس کا بیان ہے کہ اس افراتفری میں جس کا اختتام ناصر جنگ کے قتل پر ہوا حیدر علی کے سپاہی پانچ سو بندوقیں اور تین سو گھوڑے جو

---

(۱) پارکنسن، اورمے مخطوطہ جلد ۲۔

(۲) آنند رنگا پلائی کی یادداشت جلد ۷، مقدمہ ص ا

بسا اوقات میدان جنگ میں ہاتھ لگے یا رات کی تاریکی میں اِدھر اُدھر سے حاصل کیے گئے۔ دیوان ہالی میں حیدر علی کی رہائش گاہ پر رے جانے میں کامیاب ہو گئے[1]۔ اس دولت سے اس کی حوصلہ مندی کی ابتدا ضرور ہوئی ہوگی لیکن اس سے بھی زیادہ اہم سبب فرانسیسیوں کی جنگی صلاحیتوں کے بارے میں اس کی بلند رائے تھی جو ان کے ساتھ پہلی بار دوچار ہونے میں اس نے قائم کی ہوگی[2]۔ اب تک انگریزوں نے کوئی ایسا کارنامہ نہیں انجام دیا تھا جو اسے متاثر کر سکتا۔ جیسے کہ آنند رنگا پلائی کا بیان ہے کہ "ان کی مثال اس گیدڑ کی سی تھی جس نے شیر کی نقل کرنے کی کوشش میں اپنی دھاری دار کھال جلائی ہو اور کرب کے عالم میں فنا ہو گیا ہو"[3] میسور واپس آنے پر حیدر علی نے بھاگے ہوئے فرانسیسی سپاہیوں کی مدد سے اپنے سپاہیوں کی تربیت شروع کی۔ اس نے پانچ سو سپاہیوں اور دو سو سواروں کی ایک چھوٹی سی فوج تیار کرلی۔ اس کے سپاہی ان یوروپی بندوقوں سے لیس تھے جو وقتاً فوقتاً اس کے ہاتھ لگ گئی تھیں[4]۔ ان نئے اسلحہ جات کی نمائش سے ننجاراج بہت متاثر ہوا۔ حیدر علی اپنے ان اسلحہ جات جنھیں وہ ناقابل تسخیر سمجھتا تھا، ننجاراج کے ہمراہ ترچناپلی کی احمقانہ مہم میں شریک ہو گیا۔

ترچناپلی حیدر علی کے لیے بہت اہم تربیت گاہ ثابت ہوئی۔ وہاں مسلسل کشاکش و کشمکش کے دوران اس کی شخصیت میں پختگی آئی۔ اس کا مشاہدہ تیز ہوا، اُس کی سوجھ بوجھ بڑھی اور اُس کے کردار میں نکھار آیا۔ جنگ جوئی کے فن کا تجربہ اس نے وہیں حاصل کیا۔ اپنے پختہ شعور، واضح بصیرت اور مستقل مزاجی کی بدولت اس نے مغربی نظام یورش و طریقۂ دفاع کو بخوبی سمجھ لیا۔ اپنا پارٹ ادا کرنے کے لیے اس کو ایسی تربیت گاہ کی شدید ضرورت تھی۔ افواج میسور کی قیادت اتنی ناکارہ تھی کہ ننجاراج کی فوج نے دشمن سے بچاؤ کی خاطر اپنے رات کے سفر میں دس ہزار مشعلیں جلا رکھی تھیں گویا کہ وہ کسی برات کے جلوس میں جا رہے ہوں۔

---

(۱) ولکس جلد ۱ ص ۲۷۰

(۲) باورنگ اپنی کتاب "حیدر علی اور ٹیپو سلطان" (ص ۲۵) میں بیان کرتا ہے کہ حیدر علی میسور جاتے ہوئے پانڈیچری بھی گیا۔ جہاں وہ فرانسیسی افواج کی حسن تربیت اور فرانسیسی انجنیروں کی مہارت سے مزید متاثر ہوا۔ مگر باورنگ کے اس بیان کی تائید دوسرے ہم عصر مورخین کے بیانات سے نہیں ہوتی ہے۔

(۳) آنند رنگا پلائی کی یادداشت جلد ۷

(۴) پارکنسن، اورمے مخطوطہ جلد ۲،

فروری ۱۷۵۲ء سے دسمبر ۱۷۵۲ء تک میسور اور انگریز ایک دوسرے کے حلیف تھے مگر چند اصحاب کے ہتھیار ڈال دینے اور اس کے قتل کے بعد محمد علی نے میسور کو صرف سرنگم کا جزیرہ دیا تھا اور ترچناپلی حوالے کرنے کے بجائے صرف بہانے سازی کرتا رہا۔ اس طرح سے "ترچناپلی کے فریب" کا پردہ پوری طرح چاک ہو گیا۔ انگریزوں نے بھی اپنے کو اس فریب سے وابستہ کر لیا تھا اور اپنی عذر خواہی یوں کرتے رہے کہ وہ محض امدادی فوج کی حیثیت رکھتے تھے۔ اس طرح ننجاراج فرانسیسیوں کا حلیف بننے پر مجبور ہو گیا جو انگریزوں اور محمد علی دونوں کے دشمن تھے۔ میسور اور انگریزوں کی دوستی کے اس مختصر سے عرصہ میں حیدر علی نے کلائیو کی ذکاوت اور جرأت اور لارنس کی صلاحیت و مستعدی کو اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا وہ ان کے کئی جارحانہ اور دفاعی حملوں کا عینی گواہ تھا جو اس شخص کے لیے انمول سبق کی حیثیت رکھتے تھے جو اپنے فوجی سالاروں کی بزدلی اور غلطیوں کے دیکھنے کا عادی رہ چکا ہو۔

اس وقت تک حیدر علی ایک غیر معروف شخص تھا جس کے کارنامے ہندوستانی اور انگریز وقائع نویسوں کے نزدیک اتنی اہمیت نہ رکھتے تھے کہ وہ ان کو ضبط تحریر میں لاتے۔ کرمانی کے یہاں مبالغہ بہت ہے پھر بھی ہم اس کے بیانات سے اتّفاق کر سکتے ہیں کہ وہ فرانسیسیوں اور چند اصحاب پر شب خون مارنے کی کئی مہموں میں شریک ہوا اور لوٹ مار کرنے والے سپاہی جو اس کے دستوں کے ساتھ متعلق تھے فرانسیسی کمپنیوں سے ہتھیار، خیمے اور مویشی پکڑ لائے تھے اور شب خون کی ایک مہم میں تو وہ دو توپیں بھی چھین لائے تھے۔

اس عہد کی سیاست جو دوستی اور ملک گیری کی ہوس کا ایک عجیب امتزاج تھی اُن روابط کا سبب بنی جو حیدر علی، محمد علی اور مرار راؤ گھورپڑے کے درمیان قائم ہوئے۔ اگرچہ بعد میں یہی دونوں حیدر علی کے سب سے بڑے حریف اور دشمن ثابت ہوئے ہمیں ایک ہم عصر فارسی مخطوطہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حیدر علی کبھی کبھی ننجاراج کے ساتھ محمد علی کے دربار میں حاضری دیتا تھا اور تسلیمات بجا لانے کے بعد ایک گوشہ میں جا کھڑا ہوتا تھا۔ لیکن نواب ارکاٹ نے اس کی صلاحیتوں کو پہچان لیا تھا اور کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنے حلیف سے حیدر کو مزید ترقی دینے کی سفارش بھی کی تھی[۱]۔ حیدر علی ایک بہترین مردم شناس شخص تھا اور اس نے لازمی طور پر خان کے بارے میں اپنی کوئی رائے ضرور قائم کی ہوگی مگر اس نے اس کا اظہار نہیں کیا۔ جب وہ ترقی کر کے اس منزل پر پہنچا جہاں وہ محمد علی کا حریف ہونے

---

(۱) برٹش میوزیم ۵۰۰ ۱۸۹۵ ورق ۷

کا دعویٰ کر سکتا تھا تب اس کے قریبی روابط سے حاصل کی ہوئی معلومات حالات کا صحیح اندازہ لگانے میں ضرور کار آمد ثابت ہوئی ہوں گی۔

گوٹی کا مرہٹہ سردار مرار راؤ چھ ہزار سپاہیوں کے دستے کے ساتھ ترچناپلی آیا تھا۔ اس کی فوج میسور اور ارکاٹ کی افواج کے بالکل برعکس تھی۔ پوری فوج ایک خاندان معلوم ہوتی تھی۔ وہ مالِ غنیمت کی جائز اور منصفانہ تقسیم کے ذریعے اپنے سپاہیوں میں لوٹ مار اور مالِ غنیمت حاصل کرنے کا جوش و ولولہ قائم رکھتا تھا۔ اِسی لیے وہ اپنی مہمات کی تکالیف سے بھی پیار کرتے تھے اور حرفِ شکایت صرف اس وقت زبان پر لاتے تھے جب کرنے کے لیے ان کے پاس کچھ نہیں ہوتا تھا۔ افسروں کے انتخاب میں اس کی صلاحیت و لیاقت کے جوہر اور بھی نمایاں نظر آتے تھے۔ اس کی فوج میں سو سواروں کا ہر افسر پوری فوج کی قیادت کی صلاحیت رکھتا تھا مگر اس کے باوجود وہ اپنے اپنے عہدوں پر مکمل قانع تھے اور پوری ہم آہنگی کے ساتھ وہ سب کے سب ایک دوسرے سے تعاون کرتے اور اپنے سالارِ اعلیٰ کی مکمل اطاعت کرتے تھے۔ مستعدی، چالبازی اور گھوڑوں اور شہسواروں کے انتظام و انصرام کی مہارت مرہٹوں کی عام خصوصیات تھیں ہی، ان کے علاوہ ان کی یہ بھی خوبی تھی کہ وہ یورپیوں کے خلاف نبرد آزمائی میں بڑی حد تک آتشی اسلحہ کے خوف پر قابو پا چکے تھے۔ مگر اس سے زیادہ ایک اور چیز غیر معمولی تھی۔ وہ میدانِ جنگ میں انتہائی خطرناک گولہ باری کا مقابلہ بڑی پامردی سے کر سکتے تھے جبکہ دوسرے تمام ہندوستانی اس دہشتناک منظر سے اسی طرح خوف کا شکار ہو جاتے تھے جیسے کبھی ان کے اجداد اپنے خلاف پہلی بار بندوقوں کے باقاعدہ استعمال سے خوفزدہ ہوئے ہوں گے۔"(۱) یہ کرائے کا ممتاز سردار جس کو میسور سے روپیہ ملتا تھا پہلے انگریزوں اور محمد علی کی طرف سے لڑا اور بعد میں فرانسیسیوں کی طرف سے۔ بہت سی شب خون اور سامانِ رسد لانے والے قافلوں کا راستہ کاٹنے کی مہموں میں حیدر علی اس کا ساتھی اور شریکِ کار تھا۔ لیکن بعد کے حالات سے بہت کم یہ معلوم ہوتا ہے کہ حیدر علی نے مرہٹہ یورش کی کامیابی کا راز ترچناپلی کے دورانِ قیام سمجھا ہو۔ شاید وہ اپنی افواج کی بدنظمی اور سستی کے مقابلے میں مغربی افواج کی چستی، جنگی مہارت، منظم تربیت اور حالات کے مطابق طریقۂ کار اختیار کرنے کی صلاحیت سے اس قدر مبہوت ہو گیا تھا کہ وہ اور کسی طریقۂ جنگ کا مطالعہ کر ہی نہ سکتا تھا۔ ترچناپلی میں اس نے ایک یوروپی طاقت کے

---

(۱) اورمے جلد اوّل ص ص ۳۶۴ - ۳۶۳

خلاف جنگ کے خطرات اور مشکلات کو تو بخوبی سمجھ لیا تھا۔ لیکن بدقسمتی سے وہ اس دوسرے طریقۂ جنگ کو سمجھنے میں ناکام رہا جس نے بعد میں اس کے لیے بڑی مشکلات پیدا کیں۔ ہم مرار راؤ سے اس کے روابط کی صحیح حقیقت کا کسی طرح پتہ نہیں لگا سکتے تاہم اگر کناری تاریخی دستاویز "حیدر نامہ" پر اعتماد کریں تو اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے تعلقات کسی طرح دوستانہ نہیں تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک بہت عمدہ توپ جس کا نام وشنو چکر تھا حیدر کے ہاتھ لگی تھی جسے اُس کو مرار راؤ کے احتجاج پر واپس کرنا پڑا تھا۔ حیدر نے مرار راؤ سے اس نقصان کا بدلہ لینے کی قسم کھا رکھی تھی۔(۱)

۱۷۵۳ء کے دوران ننجاراج نے محمد علی اور انگریزوں سے ترچناپلی چھیننے کی کوششیں برابر جاری رکھیں۔ ان کوششوں میں فرانسیسیوں کا تعاون اکتوبر ۱۷۵۴ء تک حاصل رہا جب تک کہ انھوں نے ہتھیار نہیں ڈال دیے۔ مرار راؤ کا تعاون صرف جولائی ۱۷۵۳ء تک ہی رہا جب وہ گوٹی واپس لوٹ گیا۔ ترچناپلی کے گرد و نواح کے ان حملوں میں میسور فوج کے دو افسر بہت پیش پیش رہے۔ ان میں سے ایک ہری سنگھ تھا اور دوسرا حیدر علی۔ جلد ہی یہ دونوں حریف ایک دوسرے کے جانی دشمن بن گئے۔

پہلی بار دسمبر ۱۷۵۲ء میں جب انگریزوں اور ننجاراج کے درمیان عداوت پیدا ہوئی تو کپتان ڈالٹن نے ترچناپلی کے قریب ایک چوکی قائم کرنی چاہی تاکہ سرنگم میں ننجاراج کو پریشان کرسکے لیکن ڈالٹن اپنی فوج کے ایک حصہ کے اچانک خوف زدہ اور پریشان ہو جانے کے سبب اپنے منصوبہ میں کامیاب نہیں ہوسکا اور میسور کی شہسوار فوج کے راجپوت جمعدار ہری سنگھ نے اس افراتفری کا خوب فائدہ اٹھایا اور شیر کی طرح "بھگوڑوں پر حملہ آور ہوا اور نواب کے پندرہ سپاہیوں کے سوا تمام کو کاٹ کر پھینک دیا"۔(۲)

"ترچناپلی کے فریب" کا پردہ چاک ہونے کے بعد اور ننجاراج اور انگریزوں کے درمیان دشمنی کی آگ بھڑکنے سے قبل حیدر علی نے ننجاراج کی ایک شاندار خدمت انجام دی۔ کپتان ڈالٹن کو میجر لارنس نے مشورہ دیا تھا کہ ننجاراج اور مرار راؤ کے ساتھ اپنی ملاقاتوں میں وہ ان دونوں کو گرفتار کرلے۔ اِل کا بیان ہے کہ "دشمن کے ان لوگوں کو پکڑ کر ایک بڑے خطرے کا پہلے ہی سے دفعیہ کیا جا

---

(۱) حیدر نامہ نقل کردہ در میسور آرکیالوجیکل رپورٹ

(۲) اورمے جلد ۱ ص ۲۷۱

سکتا تھا۔(۱) جب خود انگریز ایسا منصوبہ بنا سکتے تھے تو محمد علی جو خود اپنے اخلاقی اصولوں کا پکا نہ تھا ان کے منصوبے کی پُرزور اور فوری تائید ضرور کرتا۔ کہا جاتا ہے کہ محمد علی نے ننجاراج کو مشورہ دیا تھا کہ وہ اپنے بڑے بڑے سرداروں کے ہمراہ جا کر بذاتِ خود قلعہ کا قبضہ لے لے۔ وہ قلعہ کے پہلے دروازے میں داخل ہو چکا تھا تب حیدر علی نے ننجاراج سے اپنے ان خدشات کا اظہار کیا کہ قلعے میں یوں داخل ہونا مناسب نہ ہوگا اور ہو سکتا ہے کہ یہ محض ان کو پھانس لینے کا ایک جال ہو۔(۲) اس بات پر ننجاراج نے قلعے میں صرف سات سو آدمیوں کا ایک دستہ بھیجنے پر اکتفا کیا۔ یہ فرض کرنا قطعی غیر فطری نہ ہوگا کہ ننجاراج کے دماغ میں انگریزوں کی ایمانداری اور ان کی یقین دہانیوں کی سچائی کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کا ذمہ دار حیدر علی تھا۔ ننجاراج کے لیے جو ترچناپلی کے دوبارہ حصول کے لیے بے حد کوشاں تھا حیدر علی کی بروقت تنبیہ انتہائی ضروری تھی۔ اور جب اس کا ابتدائی جوش و خروش کچھ ٹھنڈا پڑا تو اس نے خود بھی حیدر علی کی تنبیہ و احتیاط کی صداقت جان لی ہوگی۔

۱۰ مئی ۱۷۵۳ء کو میجر لارنس نے ترچناپلی سے جزیرہ سرنگم پہنچ جانے اور جنگ کرنے کی ایک اور کوشش کی۔ ان کے جنگی اقدامات میں ہری سنگھ اپنی شجاعت و بہادری کے لیے مشہور تھا اُس نے اپنی شہسوار فوج کے ساتھ خود ہاتھ میں تلوار لے کر برطانوی فوج کے بائیں بازو پر باز کی طرح حملہ کیا اور اس کو درہم برہم کر دیا۔(۳)

۱۳ فروری ۱۷۵۴ء کو بارہ ہزار مرہٹہ اور میسور سوار، چھ ہزار پیادہ اور چار سو فرانسیسی سپاہیوں نے سات توپوں کے ساتھ ایک برطانوی دستہ پر حملہ کر دیا جو بالیگر ٹونڈیمن (موجودہ پڈوکوٹی علاقہ) کے جنگلات میں ہو کر ترچناپلی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ہری سنگھ نے حملے کی قیادت کی اور بڑھنے والے دستوں کا صفایا کر دیا۔ جب لڑائی کا ہنگامہ ختم ہوا تو دیکھا گیا کہ حیدر جس کے ساتھ اُس کے بیدری بندوقچی ہمیشہ رہتے تھے تمام بندوقوں اور گولہ بارود کی تمام گاڑیوں پر قبضہ کر چکا ہے۔ مگر ہری سنگھ نے دعویٰ کیا کہ یہ اس کی اپنی گاڑیاں اور بندوقیں ہیں جن کو وہ خود ساتھ لایا تھا اور حقیقت بھی یہی تھی۔ غالباً اس حملے کی کامیابی کا سہرا ہری سنگھ کے سر تھا مگر توپیں اس کے

---

(۱) حیدر نامہ

(۲) ایضاً ص ۴۴۳

حریف کے قبضہ میں تھیں اور طویل طویل بحث کے بعد آخر کار اس کو ایک توپ دے دی گئی اور حیدر علی کے قبضہ میں بقیہ تین توپیں فتح کے شاندار انعام کے طور پر رہنے دی گئیں۔ اگرچہ یہ فتح اُس کی نہیں تھی"۔(۱)

۱۴ اگست ۱۷۵۳ء کو ایک کافی بڑا برطانوی اور تجوری فوجی دستہ ترچناپلی کے محافظ فوج کی مدد کے لیے جا رہا تھا۔ فرانسیسی اور میسوری افواج نے اس پر حملہ کیا۔ ان کا حملہ کچھ ایسا کارگر ثابت نہ ہوا لیکن برطانوی موخرالجیش نے جنگ کی افراتفری میں غلطی سے سامان رسد کے دستہ کا تحفظ نظر انداز کر دیا۔ حیدر نے اس کا اندازہ کر لیا اور اپنے ایک دستہ کے ساتھ قافلہ کے عقب پر باز کی طرح گرا اور ۳۵ گاڑیوں پر قبضہ کر لیا۔ ان میں کچھ گاڑیاں اسلحہ جات اور بارود سے لدی تھیں اور کچھ پر برطانوی افسروں کا سامان لدا تھا۔(۲)

ہری سنگھ اپنی بہادری اور بے خوف شجاعت کے لیے مشہور تھا۔ لیکن حیدر علی اپنی شخصی شجاعت و جرأت کے علاوہ ٹھنڈے مزاج اور دُور اندیشی کے لیے بھی شہرت رکھتا تھا۔ مزید برآں ہر حملہ حیدر علی کے اپنے وسائل میں زیادہ سے زیادہ اضافہ کرتا جاتا تھا جبکہ ہری سنگھ کے حصہ میں صرف اپنے آقا کی خدمتگذاری کے جوش و خروش کی نیک نامی آتی تھی۔ ہمیں اورمے کا بیان بھی اپنے ذہن میں رکھنا چاہیے جو کہتا ہے کہ ترچناپلی میں حیدر علی میسور فوج کا بہترین افسر تھا۔ ڈوپلے نے حیدر علی کی ترچناپلی کی مہم میں دانائی، دُور اندیشی اور جوش و ولولہ کے اعتراف کے طور پر اس کو ایک تحفہ بھی بھیجا تھا۔(۳) ہری سنگھ اپنی ترقی پر شرمساری و خجالت محسوس کر سکتا تھا کیونکہ اس کا تمام تر عروج چاپلوسی اور خوشامد کا مرہون منت تھا جبکہ حیدر علی اپنے قیام ترچناپلی کو اطمینان اور سکون کی نگاہ سے دیکھ سکتا تھا۔ جہاں اس نے نہ صرف ننجاراج کے دل میں اپنے لیے ایک خاص جگہ بنالی تھی بلکہ فرانسیسیوں کی نگاہ میں بھی خاصی وقعت پیدا کر لی تھی جن کی مدد کے بغیر وہ اپنے حوصلہ مندانہ منصوبوں میں کامیابی حاصل نہیں کر سکتا تھا۔

میسور پر صلابت جنگ نے جنرل بسی کی قیادت میں حملہ کر دیا اور دیوراج ننجاراج کو واپس

---

(۱) ولکس جلد ۱ ص ۳۲۲

(۲) اورمے جلد ۱ ص ۳۶۹

(۳) پرتگیزی دستاویز ۳

بُلانے پر مجبور ہو گیا۔ ننجاراج نے ۹ اپریل ۱۷۵۵ء کو سرنگم کو فرانسیسیوں کے حوالے کیا اور وطن کے لیے روانہ ہو گیا۔ اس کی اپنی افواج کی تنخواہ نو ماہ سے باقی تھی چنانچہ وہ مالی مشکلات کی بنا پر اپنی ایک تہائی فوج کو برطرف کر دینے پر مجبور ہو گیا۔ ننجاراج کی مالی پریشانیاں اتنی بڑھ گئی تھیں کہ اس کے نمائندوں نے فرانسیسیوں کے مالی مطالبات کی ادائیگی کے سلسلہ میں جولائی ۱۷۵۳ء میں "قیمتی پتھروں سے مزین ایک گھڑی جس کی قیمت پانچ لاکھ روپیہ تھی، خود ننجاراج کا قیمتی جواہرات سے مزین طرّہ، اس کا سرپیچ، گوشوارہ اور سونے چاندی کی زنجیریں جن کی قیمت ایک لاکھ روپیہ ہوتی تھی فرانسیسیوں کو پیش کیں۔"(۱)

ترچناپلی کے قیام کے آخر میں حیدرعلی سرکاری طور پر ۱۵ سو سواروں، تین ہزار باقاعدہ پیادہ سپاہی، دو ہزار توپچیوں اور چار توپوں کا افسر تھا۔ اس مہم کے بعد وہ ڈنڈی گل کا فوج دار مقرر کیا گیا اور اس نے ننجاراج کے برطرف شدہ بہترین سپاہیوں کو اپنے دستوں میں شامل کر لیا۔ جب وہ ڈنڈی گل پہنچا تو اس کی ماتحتی میں پانچ ہزار باقاعدہ پیادہ سپاہی، ڈھائی ہزار سوار، دو ہزار ہرکارے اور چھ توپیں تھیں۔(۲)

ڈنڈی گل کو میسور کے اتم پلائم کے پالیگار برکی وینکٹ راؤ نے ۱۷۴۵ء میں فتح کیا تھا۔ ڈنڈی گل کا قلعہ ترچناپلی سے جنوب مغرب میں ۶۵ میل کی دُوری پر اور مدورا سے ۴۵ میل کی دُوری پر شمال مغرب میں ایک پہاڑی پر واقع تھا۔ اس وقت مدورا ٹنے ویلی علاقے میں ایک انگریزی فوج محمد علی کا تسلط قائم کرنے کے لیے کوشاں تھی۔ محمد علی کے بھڑکانے پر کنی وڈی، پلنی اور ویروپکشی کے پالیگاروں نے جو میسور ریاست کے ماتحت تھے اپنا خراج روک رکھا تھا۔(۳) چنانچہ ریاست میسور نے یہ مناسب سمجھا کہ اس علاقہ میں ایک ایسے شخص کو مقرر کرے جو ان باغی پالیگاروں کو قابو میں رکھ سکے

---

(۱) آنند رنگا پلائی کی یادداشت جلد ۹ مقدمہ

جب ننجاراج، محمد علی اور انگریزوں سے مایوس و پریشان ہو کر فرانسیسیوں کا حلیف بن گیا تو ڈوپلے نے اپنی سیاسی ذہانت سے کام لیتے ہوئے اس سے یہ معاہدہ کر لیا تھا کہ ترچناپلی پر اس کا قبضہ اسی شرط پر ہوگا کہ وہ ان فرانسیسی دستوں کے اخراجات ادا کرنے کا ذمہ دار ہوگا جو اس کی امداد کر رہے ہیں اور اس کے علاوہ سالانہ تین لاکھ روپیہ بھی ادا کرے گا۔

(۲) ولکس جلد ۱ ص ۳۵۲

(۳) کیفیات حیدر مخطوطہ ص ۳۲

اور مدورا میں انگریزوں کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھ سکے۔ ساتھ ہی اگر ممکن ہو تو مدورا کے جمعداروں اور ٹنے ویلی کے پالیگاروں کے ساتھ ان کے اشتراک و تعاون کے منصوبوں کو ناکام بنا سکے۔ اس لیے یہ ضروری تھا کہ ڈنڈی گل کا فوجدار اپنے وسائل کے لحاظ سے ایک طاقتور اور مضبوط شخص ہو۔ اِس عہدہ کے لیے حیدر علی کا انتخاب ہوا اور اس طرح ایک حوصلہ مند اور بلند عزائم رکھنے والے شخص کو پہلی بار آزاد کمان کا موقعہ نصیب ہوا۔

باب ۳

سیاسی عروج سے مسندِ اقتدار تک

۱۷۵۵ء تا ۱۷۶۰ء

ڈنڈی گل کے نئے فوجدار کے سامنے پہلا مسئلہ باغی اور سرکش پالیگاروں کی سرکوبی کرنے کا تھا جن کی قیادت پلنی اور ویرپکشی کے پالیگار امّی نائک اور اپّی نائک کر رہے تھے۔[۱] ڈنڈی گل جاتے ہوئے جب حیدرعلی ان کے علاقے میں پہنچا تو ان کے خراج میں کمی کرانے کے سلسلہ میں اپنی مدد کی پیشکش کی۔ اس طرح ان کے تئیں اپنی دوستی کا اظہار کرکے وہ ان کے علاقے سے بحفاظت تمام گذر گیا اور ڈنڈی گل پہنچ کر اُس نے ان پر یورش کے منصوبے مرتب کیے۔ اس کے دائرۂ اختیار میں چھبیس پلایام یا جاگیریں تھیں۔[۲] اگر تمام پالیگار متحد ہو جاتے تو میدان میں مجموعی طور سے تیس ہزار فوجیں اتار سکتے تھے اور بہ آسانی حیدر کو مغلوب کر سکتے تھے۔ مگر یہ سرکش پالیگار متحد نہ ہو سکے۔ اور غیر معمولی سرعت کے ساتھ انھوں نے حیدر کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے۔

ڈنڈی گل سے مغرب میں دس میل کی دُوری پر کنّی وڈی واقع ہے۔ یہ مقام پلنی کے پہاڑی سلسلوں کے بالکل قریب واقع ہے۔ اگر کنّی وڈی کے پالیگار میدانی علاقوں میں شکست کھا جاتے تو وہ ان پہاڑیوں میں پناہ لے سکتے تھے۔ حیدر نے دو ماہ کی مدّت میں کنّی وڈی کے قلعے کے اردگرد واقع جنگلوں اور دوسری تمام رکاوٹوں کو صاف کر دیا۔ وہاں کے پالیگار کی حالت اِتنی شکستہ ہو گئی کہ اُس نے مجبور ہو کر تین لاکھ چکرن ادا کرنے کا وعدہ کیا اور ستر ہزار فوراً ادا بھی کر دیے۔[۳] مگر چونکہ وہ معاہدہ کی

---

(۱) حیدرنامہ

(۲) ڈبلو فرانسس، گزیٹیر آف مدورا ڈسٹرکٹ جلد ۱ ص ۱۸۳

(۳) مدورا گزیٹیر جلد ۱ ص ۲۳۶ — ایک چکرن ۱¼ روپیے کے برابر ہوتا تھا

بقایا رقم کا انتظام نہ کر سکا اس لیے حیدر نے اس کی جاگیر ضبط کر لی اور اس کو گرفتار کر کے بنگلور بھیج دیا۔

پلنی میں حیدر نے ہر قیمتی شے پر قبضہ کر لیا اور پالیگار کو جو بھاگ گیا تھا ایک لاکھ پچیس ہزار ہُن کا جرمانہ ادا کرنے پر مجبور کر دیا۔ ویرو پکشی جو پلنی سے مشرق میں ۱۳ میل کے فاصلے پر واقع ایک دُشوار گزار علاقہ تھا۔ مگر اس کا پالیگار مدافعت کی ہمت ہی نہیں رکھتا تھا۔ جب حیدر علی اس علاقہ میں پہنچا صرف دو پالیگار جاگیریں ضبط کی گئی تھیں۔ اس نے سوائے پانچ پالیگار جاگیروں کے بقیہ تمام جاگیریں ضبط کر لیں (۱)

ڈنڈی گل میں حیدر اپنی فوج اور دولت بڑھانے میں مصروف تھا۔ ولکس ایک عینی شاہد کی گواہی کی بنیاد پر کہتا ہے کہ حیدر فوجیوں کی جھوٹی تعداد دکھانے میں مہارت رکھتا تھا۔ ایک موقعہ پر صرف سرسٹھ سپاہی زخمی ہوئے تھے مگر اس نے اپنی ہوشیاری سے سات سو سپاہیوں کے لیے معاوضہ حاصل کر لیا اور اس طرح اس نے سرنگاپٹم سے آئے ہوئے ایک نگراں افسر کو بہت آسانی سے بیوقوف بنا دیا۔ اس نے انتشار اور بدنظمی کی مبالغہ آمیز رپورٹیں بھیجیں اور اس کے نتیجہ میں اس کو اپنی فوج بڑھانے کی اجازت مل گئی اور ایک سرسری جائزے میں اس کی اٹھارہ ہزار فوج کو صرف دس ہزار فوج مان لیا گیا (۲) بیان کیا جاتا ہے (اگرچہ اس میں کسی حد تک مبالغہ ہے) کہ اس نے پالیگاروں کے خلاف اپنے اقدامات کے نتیجہ کے طور پر بیس لاکھ روپیہ جمع کر لیا تھا (۳) وہ سیاست کے ڈرامہ میں محض ایک تماشائی کی طرح رہنے پر قانع نہیں تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنے توپ خانے، اسلحہ خانے اور تجربہ گاہ کی تنظیم کے لیے ماہر فرانسیسی انجینئروں کی خدمات حاصل کر رکھی تھیں۔ ۱۷۵۵-۵۶ء کے دوران وہ اپنے انھیں منصوبوں میں مشغول رہا۔

برکت اللہ کی سرکردگی میں مدورا کے جمعداروں نے اور ٹنے ویلی کے پالیگاروں نے حیدر علی سے انگریزوں اور محمد علی کے خلاف مدد کی درخواست کی جو مدورا کو فتح کرنے کی کوششیں کر رہے تھے۔ انھوں نے اس کے عوض شولاونڈم کے ضلع سے دستبردار ہونے کی بھی پیشکش کی۔ اس ضلع میں ایک انتہائی مستحکم درّہ تھا اور ٹنے ویلی اور مدورا کے درمیان واحد شاہراہ اس سے ہو کر گزرتی تھی۔ مگر حیدر علی اس پیشکش

---

(۱) مدورا گزیٹیر جلد ۱ ص ۶۹

(۲) ولکس ص ص ۵۴ - ۳۵۴

(۳) حیدر نامہ

کو قبول نہیں کر سکا کیونکہ ۱۷۵۸ء میں وہ عارضی طور پر واپس بلالیا گیا تھا۔ ۱۷۵۸ء میں مدورا نے انگریزوں کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے۔ ماہ نومبر میں حیدر علی واپس ڈنڈی گل پہنچا اور بغیر کسی مزاحمت کے شولاونڈم کے قلعے پر قبضہ کر لیا اور مدورا کے ضلعے میں داخل ہو گیا۔ وہ شہر پناہ تک جا پہنچا مگر اس کو امید سے زیادہ مضبوط و مستحکم پایا۔ اس نے قرب و جوار کے علاقوں کو خوب تاراج کیا اور وہاں سے حاصل کردہ مویشی اور دوسرے مال غنیمت ڈنڈی گل بھیج دیے۔ مہر علی کے جنرل یوسف خاں جس نے کرناٹک کی جنگوں میں سب سے زیادہ بہادر ہندوستانی سپاہی کی حیثیت سے شہرت حاصل کی تھی حیدر علی کے خلاف پیش قدمی کی۔ حیدر نے درّہ ناتم کے دہانے پر اپنے ایک فوجی دستے کے ساتھ دشمن کی پیش قدمی کو روکنے کے لیے اپنی کمین گاہ بنائی۔ الگر ملائس اور سرو ملائس کی پہاڑیوں کے سلسلہ کے درمیان یہ درّہ اورمے کے بیان کے مطابق دکن کے سارے سطح مرتفع کے درّوں میں دشوار گذار ترین تھا۔ یوسف خاں نے انتہائی شدید حملہ کیا اور اس کی عمدہ تربیت یافتہ افواج اور طاقتور توپوں نے حیدر کے دستوں میں کھلبلی مچا دی۔ حیدر شکست کھا کر پیچھے ہٹ آیا اور اپنے دستوں کو اکٹھا کر کے ڈنڈی گل لَوٹ گیا۔

جب حیدر ڈنڈی گل میں اپنے پاؤں جما رہا تھا میسور میں حالات نے کچھ ایسی کروٹ لی کہ اس کی ترقی کے کچھ اور مواقع فراہم ہو گئے۔ پیشوا بالاجی باجی راؤ نے پہلی بار ۱۷۵۳ء میں میسور پر حملہ کیا تھا۔ سرنگاپٹم پر حملے سے اس کو باز رکھنے کے لیے اُس کو تیس لاکھ نقد ادا کیے گئے اور مستقبل میں باقاعدہ پابندی سے ادائیگی کا وعدہ کیا گیا۔ اس مہم میں پیشوا کے ساتھ ساتھ اس کا بھائی سداشیو راؤ بھاؤ بھی شریک ہوا تھا۔

۱۷۵۵ء کی ابتدا میں صلابت جنگ اور بُسی میسور آئے۔ نظام کی فوجوں کی سُست رفتاری کہاوت بن چکی تھی۔ دیوراج کا خیال تھا کہ اگر اس کا بھائی ترچنا پلی سے وقت کے اندر آ گیا تو وہ دشمن پر کاری ضرب لگا سکے گا مگر صلابت اور بُسی نے بہت سرعت سے پیش قدمی کی اور حقیقت میں بُسی کی تیز رفتاری نے تہلکہ مچا دیا۔ کنی گل کا قلعہ جس نے یکہ و تنہا مزاحمت کی تھی بہت تیزی سے فتح کر لیا گیا۔ دیوراج کو ۲۶ لاکھ روپیہ ادا کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ ہندو مندروں کے طلائی و نقرئی ظروف، جواہرات اور راجہ اور اس کے خاندان کے نجی زیورات بیچ دیے گئے تاہم ایک تہائی رقم ہی جمع ہو سکی۔ بقیہ رقم کے لیے دیوراج نے ساہوکاروں اور مہاجنوں کی ضمانت دی لیکن چونکہ ادائیگی نہیں ہو سکی تھی اس لیے ساہوکاروں میں غاصب حکومت کی ساکھ جاتی رہی۔ بُسی نے پیشوا کو جس کی افواج

اس وقت دھارواڑ ہبلی اور لنڈگل کے علاقے میں مصروف کار تھیں، اس بات پر آمادہ کر لیا کہ میسور سے اس وقت مطالبات نہ کیے جائیں چنانچہ وہ بدنور باسوا پٹنہ اور چتل ورگ پر مرہٹوں کے دعووں کو طے کرنے کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے ریاست میسور کے شمال مغرب کے کئی اور علاقوں پر بھی قبضہ کر لیا۔(۱)

ترچناپلی میں ننجاراج کی شرمناک شکست، نظام اور پیشوا کی غاصبانہ دست اندازی کو رد کرنے میں غاصبوں کی ناکامی اور ان کی ساکھ کی کمی نے شاید بادشاہ کو جو ان کے جوئے کے نیچے تلملا رہا تھا ان کے خلاف سازش کرنے کی جرأت دی۔ راجہ، اس کی ماں اور "پردھانی پنڈت" وینکٹ اپٹی ایتن جو خود بھی کبھی "سرو ادھیکاری" رہ چکا تھا، تینوں نے ارادہ کیا کہ ننجاراج کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا جائے اور وینکٹ اپٹی ایتن کو پھر سے اس کے پرانے عہدے پر فائز کر دیا جائے۔ سازش کی خبر ہو گئی اور ننجاراج نے چار ہزار فوج جمع کر کے محل پر حملہ کرنا چاہا مگر دیوراج نے اس کو ٹھنڈا کیا اور ننجاراج نے محل پر پہرہ لگانے پر ہی اکتفا کر لی تاہم وینکٹ اپٹی ایتن کا گھر لوٹ لیا گیا اور اس کو اور اس کی بیوی کو مانولی ورگ میں قید کر دیا گیا۔ اس کے بیٹے اور داماد کو گرفتار کر کے کبل درگ بھیج دیا گیا۔ اس طرح سے سازش کا بروقت خاتمہ ہو گیا۔(۲) یہ واقعہ ۱۷۵۵ء کے ماہ اکتوبر و نومبر میں پیش آیا مگر راجہ بہرصورت غاصبوں سے نجات پانا چاہتا تھا۔ اس واقعہ کے کئی مہینے بعد انھوں نے سنا کہ راجہ حیدر کے بڑے بھائی شہباز اور حیدر کے متصدی کھانڈے راؤ(۳) سے سازباز کر رہا ہے۔ اس خبر کے ملتے ہی دیوراج اور ننجاراج نے قلعہ کے دروازے بند کرنے کے احکام جاری کر دیے۔ انھوں نے دوسری صبح راجہ کو قتل کر دینے کا فیصلہ کر لیا مگر راجہ اپنے براہ راست ماتحت فوجیوں کے ساتھ جن کی مجموعی تعداد صرف ایک ہزار تھی، ننگی تلواریں لے کر نکل پڑا۔ ننجاراج کے بہت سے فوجیوں کو جان سے مار ڈالا اور بقیہ کو تتر بتر کر دیا۔ راجہ کے محل واپس جانے کے بعد ننجاراج نے محل کی دیواروں پر نصب تمام توپوں سے گولہ باری شروع کر دی اور بہت سے مرد عورتوں اور بادشاہ کے ذاتی خدمتگاروں کو جن کی تعداد سو تک پہنچتی تھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے بعد ننجاراج اور

---

(۱) ایس پی ڈی جلد ۲، خطوط نمبر ۱۱ تا ۱۴۔ ۱۷۵۴ء و ۱۷۵۶ء کے درمیان سرکاری رپورٹیں نہیں آ رہی تھیں کیونکہ پیشوا خود موقع پر موجود تھا۔

(۲) آنند رنگا پلائی کی یادداشت جلد نہم ص ص ۳۹۸، ۳۷۰، ۳۶۹

(۳) " " " " دہم ص ۱۸۱

دیوراج محل میں داخل ہوئے اور راجہ کے باقی ماندہ تمام لوگوں کو گرفتار کرلیا۔" انھوں نے راجہ کو بھی قتل کرنے کا ارادہ کرلیا مگر کرشنا راجہ وادیار کی بیوی جس نے راجہ کی پرورش کی تھی سامنے آگئی اور قسم دلائی کہ وہ پہلے اُسے قتل کریں۔ بہت بات چیت کے بعد انھوں نے راجہ اور اس کے خاندان کو قید کردینے کا فیصلہ کیا۔" بالاجی باجی راؤ کے وکیل نے راجہ کے ساتھ کیے گئے اس سلوک کے خلاف سخت احتجاج کیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے اُونٹ سوار ہرکاروں کے ذریعے پیشوا کو ایک خط بھی لکھا تھا۔[1] یہ واقعہ اگست ۱۷۵۶ء کا ہے لیکن بالاجی اپریل ۱۷۵۷ء سے پہلے میسور نہ آسکا۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دیوراج اور ننجاراج دونوں ہی راجہ کو تشدد و جبر سے ہٹا دینے کے حامی تھے۔ ولکس کے اس بیان کی تصدیق کہ دیوراج نے ننجاراج کی تشدد پسند کارروائیوں کی مخالفت کی تھی آنند رنگا پلائی کی یادداشت کے اس اندراج سے نہیں ہوتی جو میسور کے وکیل کی فراہم کردہ معلومات پر مبنی ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ دونوں بھائیوں میں اختلافات موجود تھے۔ یہ دونوں خودرائے شخصیتیں جلد یا بدیر الگ الگ ہونے والی تھیں۔ دیوراج بوڑھا ہوگیا تھا اور وہ ننجاراج کے عجلت پسندی کے داؤں پیچ ناپسند کرتا تھا۔[2] وہ اختلافات جو ترچنا پلی کی مہم میں دونوں کے درمیان اُبھرے ۱۷۵۷ء تک بہت شدید ہوگئے۔ دیوراج مکمل طور پر پیچھے ہٹ آنے کے حق میں تھا چنانچہ فروری ۱۷۵۷ء کو وہ اپنے خاندان، اپنے ذاتی سپاہیوں سمیت جو ایک ہزار سوار اور دو ہزار پیادوں پر مشتمل تھے سیتا منگلم لوٹ آیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سیتا منگلم سے اس نے متعدد اضلاع کے عاملوں کو جو حیدر علی کی ماتحتی میں تھے یہ احکام جاری کیے کہ آئندہ سے مالگزاری کی رقم اسے ادا کی جائے۔ اس واقعہ کی وجہ سے حیدر علی ۱۷۵۷ء میں ڈنڈی گل سے واپس لوٹ آیا۔

فروری ۱۷۵۷ء میں ننجاراج ریاست میسور کا بلا شرکت غیرے مالک تھا۔ اس کو یقین تھا کہ راجہ اب کسی طرح قید سے آزاد نہیں ہوسکتا اور بڑا غاصب یعنی دیوراج راہ سے ہٹ چکا ہے۔ ننجاراج اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے کے لیے صرف بیرونی حملوں سے تھوڑی سی مہلت چاہتا تھا لیکن یہ مہلت اُسے نہ مل سکی۔ مارچ ۱۷۵۷ء میں مرہٹہ ریاست میسور میں گھس آئے اور انھوں نے سرنگاپٹم میں ننجاراج کا محاصرہ کرلیا۔ سدا سیوراؤ بھاؤ نے اپنے تیس توپوں پر مشتمل توپ خانے

---

(۱) آنند رنگا پلائی کی یادداشت جلد دہم ص ۱۸۱

(۲) حیدر نامہ کے بیان کے مطابق خزانے کے سلسلہ میں ان کی دونوں کی غلط فہمی آپس کے اختلاف اور باہمی جھگڑے کی وجہ بنی تھی۔

کا دہانہ کھول دیا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک گولے نے رنگا سوامی کے مندر کے اوپری حصے کو نقصان پہنچایا اور توپ خانے میں ایک توپ کے پھٹ جانے سے خود محاصرین کے کئی آدمی مارے گئے۔ دونوں ہی فریق قہر ربانی سے ڈرے اور صلح کرنے پر تیار ہو گئے۔ ننجا راج نے ۲۲ لاکھ ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ سداشیو راؤ نے محاصرہ اٹھا لیا تاہم میسور کا غاصب حکمران صرف ۶ لاکھ نقد ادا کر سکا۔ بقیہ رقم کی ادائیگی کی ضمانت کے طور پر ۱۳ تعلقے حملہ آور کے حوالے کرنے پڑے۔[1]

مرہٹوں کی واپسی کے بعد حیدر ڈنڈی گل سے سرنگا پٹم پہنچا۔ اس نے اپنے حاکم کو مشورہ دیا کہ موسم برسات کے آتے ہی مرہٹہ کارندوں اور مرہٹہ فوجوں کو جنھوں نے ان اضلاع پر قبضہ کر رکھا ہے نکال باہر کرے۔ اس زمانے میں دریا باڑھ پر ہوں گے اور مرہٹے اس وقت تک کرشنا اور تنگ بھدرا نہ پار کر سکیں گے جب تک کہ پانی کی سطح کم نہ ہو جائے اور اسے اتنا وقت مل جائے گا کہ وہ ڈنڈی گل سے امدادی کمک لا سکے۔[2]

حیدر علی کے ڈنڈی گل سے سرنگا پٹم کو روانہ ہونے سے پہلے مالا بار کی مشرقی سرحد پر واقع ریاست پالگھاٹ کے حاکم نے جو اس وقت کالی کٹ کے زمورن سے نبرد آزما تھا حیدر کے پاس مدد کی درخواست بھیجی۔ حیدر نے اپنے برادر نسبتی مخدوم علی کو پانچ ہزار پیادہ، دو ہزار سوار اور پانچ توپوں کے ساتھ روانہ کر دیا تھا۔ مخدوم نے ساحل سمندر تک پیش قدمی کی۔ کالی کٹ کے زمورن نے قسطوں پر ۱۲ لاکھ تاوانِ جنگ ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ مخدوم نے فوجی قبضہ قائم رکھنے کے لیے ایک فوج وہاں چھوڑ دی۔ مالا بار کے سرداروں نے اس سے نجات پانے کے لیے اپنے نمائندوں کے ذریعے دیوراج کو واجب الادا بقایا ادا کرنے کی پیشکش کی۔ دوسری طرف حیدر نے دیوراج کی خدمت میں حاضری دی اور اس کو اپنے ان اضلاع کو واپس کرنے پر راضی کر لیا جن پر اس نے قبضہ کر لیا تھا۔ علاوہ ازیں دیوراج نے مالا بار کی مہم کے اخراجات کے طور پر تین لاکھ روپے ادا کرنے کا بھی اقرار کر لیا۔ اس کے عوض حیدر مالا بار سے وصول ہونے والے تاوانِ جنگ کی رقم پر اپنے حق سے دستبردار ہو گیا اور دیوراج نے ہری سنگھ کو رقم وصول کرنے کے لیے بھیج دیا۔[3] مالا بار کی اس مہم سے حیدر کو یہ اندازہ ہو گیا کہ منتشر و پراگندہ

---

(۱) حیدر نامہ کے مطابق یہ تعلقے حسب ذیل تھے: (۱) ناگ منگلا (۲) کڈابا (۳) بن ورا (۴) چن راپٹنہ (۵) کیکری (۶) ہرن ہالی (۷) کدرر (۸) ترکیر (۹) بلور (۱۰) چک ناٹکن ہالی (۱۱) ہونادلی (۱۲) ہالی برورگ (۱۳) رندکیر

(۲) وِلکس جلد اوّل ص ص ۶۰ — ۳۵۹

(۳) حیدر نامہ اور ولکس

مالا بار کو فتح کرنا کتنا آسان تھا۔ مخدوم علی کی اس قراولی مہم سے حاصل کردہ معلومات سے حیدر نے بعد میں بڑا فائدہ اٹھایا۔

میسور کی حکومت دیوالیہ ہو چکی تھی۔ کئی ماہ سے فوجوں کی تنخواہ نہیں ادا ہوئی تھی جس کے نتیجے میں ایک فوجی بغاوت بھی ہوئی جو خالص ہندوستانی طرز کی تھی۔ سپاہی دھرنا دے کر بیٹھ گئے۔ اور ننجاراج کے محلات میں کھانا پانی جانے سے روک دیا۔ جب یہ خبر حیدر کو ڈنڈی گل پہنچی تو وہ بذاتِ خود دیوراج کے پاس سیتا منگلم گیا۔ اس کو ہر ممکن دلیل سے یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ اپنے بھائی سے ملاپ کرلے ورنہ دوسری صورت میں حکومت کمل طور پر ختم ہو جائے گی۔ اس وقت دیوراج سخت بیمار تھا اور اس کو استسقا کا عارضہ تھا۔ اگرچہ دونوں بھائیوں میں اعلانیہ صلح صفائی ہوگئی مگر جلد ہی دیوراج مرگیا۔ حیدر کے اصرار پر ننجاراج نے راجہ کی بالادستی پھر سے تسلیم کرلی اور اپنے سابقہ توہین آمیز سلوک کے لیے معذرت چاہی۔ سپاہی اپنی تنخواہوں کا مطالبہ کر رہے تھے۔ ننجاراج نے حیدر اور اس کے نائب کھانڈے راؤ سے درخواست کی کہ وہ سپاہیوں کے ساتھ صلح و صفائی کرادیں۔ حیدر نے "راجہ کے احکام کے پاس و ادب کا مسلسل مظاہرہ کرتے ہوئے رقم کی بجائے وہ تمام سرکاری جائداد تقسیم کردی جو کہ قابلِ تقسیم تھی اور جس میں راجہ کے ہاتھی اور گھوڑے تک شامل تھے۔" اس نے محاسبوں کو مجبور کیا کہ وہ صحیح حسابات پیش کریں اور اس طرح اس نے بہت سے سپاہیوں کو برطرف کردیا۔ اس کے بعد اس نے ان کے سرغنوں کو گرفتار کرلیا اور ان کی تمام جائداد ضبط کرلی[1]۔ ان تمام معاملات میں حیدر ہی سب کے لیے سب کچھ تھا۔ ننجاراج اپنے بھائی کی موت سے پہلے اس سے میل ملاپ ہو جانے کے لیے حیدر کا ممنون تھا۔ راجہ کے نزدیک حیدر ننجاراج کے خلاف اس کا یکہ و تنہا محافظ تھا جس کی زیادتیوں کو وہ کبھی نہیں بھول سکتا تھا —— سپاہیوں کا خیال تھا کہ ان کی تنخواہوں کی ادائیگی اسی کی سعی و کوشش کی بدولت ہو سکی تھی۔ حیدر کو اپنی مستحکم و مضبوط حیثیت کا احساس تھا مگر اس وقت اپنے آپ کو وہ اتنا طاقتور نہیں سمجھتا تھا کہ اس مرحلے پر ننجاراج کو اقتدار سے بے دخل کرسکے۔ اس کو اس معاملے میں جلد بازی نہیں کرنی تھی۔

---

(۱) کرمانی نے یہ واقعہ بہت ہی مختلف انداز میں بیان کیا ہے۔ حیدر نامہ میں اس کے متعلق کوئی تسلی بخش اور تفصیلی بیان نہیں ملتا۔ سٹو کا اور می مخطوطہ ایک روایت بیان کرتا ہے جو صریحاً جھوٹ ہے۔ پرکنس نے بھی اس مقام پر زبردست ٹھوکر کھائی ہے چنانچہ مجھے اس سلسلے میں صرف ولکس کے بیان پر ہی بھروسہ کرنا پڑا ہے۔

پورے میسور میں تنہا ہری سنگھ حیدر کے مقابلے میں بہتر سپاہی سمجھا جاتا تھا۔ حیدر انتقام کی نہ بجھنے والی پیاس رکھتا تھا اور اپنی توہین، ذاتی گزند اور رقابت کو کبھی نہیں بھول سکتا تھا ــــ ہری سنگھ نے اعلانیہ اس کی سپاہیانہ صلاحیتوں کا مذاق اڑایا تھا۔ اس کا سرپرست و مربی دیوراج مرچکا تھا۔ ان حالات میں وہ میسور کی فوجی ملازمت پر قائم رہنے کے بارے میں انہیں سوچ سکتا تھا۔ حیدر نے مخدوم صاحب کو ایک ہزار سوار اور دو ہزار پیادہ فوج کے ساتھ بظاہر ڈنڈی گل کی جانب بھیجا مگر اصل مقصد ہری سنگھ پر اچانک حملہ کر کے ختم کر دینا تھا۔ اس وقت ہری سنگھ مالابار سے تاوان جنگ وصول کرنے کی مہم میں ناکام رہنے کے بعد کوئمبٹور لوٹ آیا تھا اور اس کی فوج تازہ دم ہونے کے لیے سستا رہی تھی۔ اچانک اس پر حملہ ہوا اور وہ اپنے بیشتر ساتھیوں کے ساتھ میدانِ جنگ میں کام آیا۔ ولکس کا بیان ہے کہ "مالِ غنیمت کے طور پر تین سو گھوڑے، ایک ہزار توڑے دار بندوقیں اور تین توپیں راجدھانی لائی گئیں۔ تین توپیں اور پندرہ خوبصورت گھوڑے سجے سجائے راجہ کو پیش کیے گئے اور بقیہ پر حیدر نے قبضہ کر لیا۔"(۱)

دیوراج نے مالابار میں حیدر کے اخراجات کے سلسلے میں تین لاکھ ادا کرنے کا وعدہ کر لیا تھا۔ ننجاراج نے اس دعویٰ کو تسلیم کر لیا چنانچہ اس کو کوئمبٹور کے محاصل میں سے ایک حصہ دے دیا گیا۔ حالیہ انتشار میں اس کی خدمات کے عوض اور اس کی وفاداری اور جوشِ عمل کے اعتراف کے طور پر اس کو بنگلور کا قلعہ اور ضلع جاگیر میں عطا کیا گیا۔(۲)

لیکن حیدر کے لیے اب مرہٹوں سے نپٹنا ضروری تھا۔ اس کے مشورے پر ہی مرہٹہ ایجنٹوں کو ان کے حوالے کیے ہوئے اضلاع سے نکال دیا گیا تھا۔ گوٹی کا سردار مرار راؤ اپنے اس حصے سے صرف غیر مطمئن ہی نہیں تھا جو اس کو جنوب میں مرہٹہ توسیع پسند پالیسی کے نتیجے میں ملا تھا بلکہ اپنے آقا کی طرف اس کا رویہ سرد مہری کا ہو گیا تھا۔ حتیٰ کہ اس کی ہمدردیاں پیشوا کے خلاف

---

(۱) جلد اوّل ص ۳۶۹۔ کرمانی کا بیان بہت الجھا ہوا ہے تاہم وہ اتنا تسلیم کرتا ہے کہ خوابیدہ فوج پر اچانک حملہ کیا گیا اور ان کو تلوار کی نوک پر رکھ لیا گیا۔ حیدر نے حاصل شدہ اسلحہ، سامان رسد، نقد رقم و ظروف گھوڑے اور دوسری اشیاء میں سے بیشتر حصہ اپنے پاس رکھ لیا۔

(۲) ولکس جلد اوّل ص ۳۰۹، ہالی کرنیس کا بشپ بیان کرتا ہے کہ حیدر علی کو بنگلور میسور کے محاصرہ سے کچھ پہلے ہی دیا گیا تھا تاکہ ننجاراج کے خلاف اس کی سرگرمی کو دور تیز کیا جاسکے۔

بننے والے متحدہ محاذ کے ساتھ تھیں جو کڈپہ، سوانور اور دوسرے علاقوں کے سرداروں پر مشتمل تھا۔ بلونت راؤ مہنڈیل جو پونا کی حکومت کی جانب سے ریاست میسور سے بقایا وصول کرنے کے لیے متعین ہوا تھا اس مخالف محاذ کے ساتھ جنگ میں مصروف تھا۔ وہ کڈپہ کے نواب عبدالمجید خاں کو ۲۵ دسمبر ۱۷۵۷ء کو شکست دینے میں کامیاب ہو گیا۔(۱) مگر اس کے چچازاد بھائی اور جانشین عبدالنبی نے جنگ جاری رکھی اور طویل مدت تک مرہٹوں کو مصروف پیکار رکھا۔ اسی دوران ایک دفاعی اور جارحانہ اتحاد مرار راؤ گھورپڑے کے ساتھ ۱۱ مئی ۱۷۵۸ء کو عمل میں آیا۔(۲) ظاہر ہے کہ ان تمام شورشوں کے ختم ہونے کے بعد بلونت راؤ مہنڈیل کو میسور کے معاملات کی جانب متوجہ ہونا پڑا تھا۔ پیشوا نے بلونت راؤ کو مطلع کیا تھا کہ گوپال راؤ پٹوردھن اور طہار راؤ راستی کو ہدایات بھیجی جا چکی ہیں کہ وہ بھی میسور کے خلاف پیش قدمی کریں اور اس کو اس مہم میں پوری مدد دیں۔(۳) لیکن بلونت راؤ کو کڈپہ کے ضلعے میں فروری ۱۷۵۹ء تک رکنا پڑا۔ گوپال راؤ کی ماتحت فوج گوداوری کے نزدیک پیشوا کے فرزند وشواس راؤ کی نگرانی میں بھرتی کی گئی تھی۔ بلونت راؤ کے نام پیشوا کے ایک اصلی خط کی بنیاد پر پیشوا کے اصل منصوبے کے بارے میں گرانٹ ڈف لکھتا ہے کہ اس خط میں بلونت راؤ کو ہدایت کی گئی تھی کہ "جتنی تیزی سے ممکن ہو سکے وہ اس جگہ یعنی بندور تک کوچ کرتا ہوا پہنچ جائے۔ یہ سارا علاقہ گوپال راؤ کے آنے سے پہلے اس کے ہاتھوں میں آجائے گا اور تب دونوں مل کر چیتل ورگ پر حملہ کرینگے۔"(۴) گرانٹ ڈف اپنے تبصرہ میں لکھتا ہے کہ اگر یہ منصوبہ قابلِ عمل ہوتا تو غالباً حیدر علی کو ابھرنے کا موقعہ نہ ملا ہوتا لیکن بلونت راؤ فروری تک پالیگاروں کے خلاف لڑائی میں مشغول رہا جس کے بعد اس کو شمال کی جانب روانہ ہونا پڑا کیونکہ حیدر آباد میں کچھ پیچیدگیاں پیدا ہو گئی تھیں چنانچہ میسور والوں کو ایک اچھا وقفہ مل گیا اور حیدر علی نے اس سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ اس نے اپنے اقتدار کو مستحکم کیا۔ ہری سنگھ کو ختم کیا اور میسور کے تمام معاملات میں اس کو بالادستی حاصل ہو گئی۔

اپریل ۱۷۵۹ء کے لگ بھگ مرہٹے گوپال راؤ پٹوردھن اور آنند راؤ راستی کی قیادت میں میسور

---

(۱) S.P.D جلد ۲۸ خط نمبر ۱۴۶

(۲) 〃 〃 〃 〃 ۱۸۵

(۳) 〃 〃 〃 〃 ۲۰۵

(۴) گرانٹ ڈف، تاریخ مرہٹہ جلد ۲

پر حملہ آور ہوئے۔ میسور کے راجہ سے انھوں نے اپنی بقایا رقم کی ادائیگی کا مطالبہ کیا۔ اس وقت کے مرہٹہ خبر ناموں میں حیدر علی کا تذکرہ اکثر ملتا ہے۔ بہ ہر حال مرہٹوں نے سخت رویہ اختیار کیا۔ انھوں نے راجہ میسور کو الٹی میٹم دیا کہ اگر ان کی بقایا رقم کی ادائیگی نہ کی گئی تو وہ چھتیس گھنٹوں کے اندر اندر میسور کے علاقوں پر حملہ کر دیں گے۔(۱) اس بات کا سب کو علم تھا کہ حیدر علی نے مطالبہ کی نامنظوری کا مشورہ دیا تھا۔ مرہٹہ سرداروں نے لکھا کہ "ہم حیدر کو بنگلور میں داخل ہونے دیں گے اور تب اپنی توپیں نصب کریں گے اور پھر دیکھیں گے کہ وہ کیسے ان کا مقابلہ کر سکتا ہے"(۲) انھوں نے بنگلور کی جانب ستمبر ۱۷۵۹ء میں اپنا کوچ شروع کیا اور بنگلور، ——— کولار، دیوان ہالی اور ہوسکوٹے پر قبضہ کر لیا ——— حتیٰ کہ چناپٹنہ جو سرنگاپٹم سے لگ بھگ ۴۰ میل دور تھا ان کے قبضہ میں آ گیا۔ بنگلور میں سری نواس راؤ برکی کا انھوں نے محاصرہ کر لیا اور جلد ہی محصور فوجیوں نے محسوس کر لیا کہ ان کو فاقوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ سری نواس راؤ نے سرنگاپٹم میں اپنے باپ برکی وینکٹ راؤ سے مدد کی درخواست کی۔ چناپٹنہ پر قبضہ کر کے حیدر علی نے بنگلور کو کمک پہنچائی۔

فوج کی تنخواہ کی کچھ رقم ابھی تک واجب الادا تھی میسور کے بڑے بڑے سپہ سالاروں میں سے بیشتر اس وقت مرہٹوں کے خلاف پیش قدمی کرنے کے لیے تیار نہیں تھے جب تک کہ بقیہ تنخواہ کی ادائیگی نہ ہو جائے۔ حیدر نے پیشکش کی کہ وہ اپنی نجی ذمہ داری پر اس رقم کی ادائیگی کرا دے گا جو بہت زیادہ نہیں تھی اور اس کو میدانِ جنگ کی افواج کا سالار نامزد کر دیا گیا جس سے پرانے سالاروں کو صدمہ ہوا اور انھوں نے اپنے عہدوں سے استیعفادے دیا۔ اس نے مدور اور ملاولی میں معقول دستے مقرر کیے جنھوں نے پایۂ تخت کی طرف آنے والے تمام راستوں کی ناکہ بندی کر دی۔ مدور کا فوجی سالار لطیف علی بیگ چناپٹنہ کی دیواروں پر سیڑھی لگا کر اس پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا(۳) حیدر نے اپنی فوج کو ایک جگہ اکٹھا کیا اور گوپال راؤ بنگلور کا محاصرہ اٹھا لینے پر مجبور ہو گیا(۴) اُس نے

---

(۱) S.P.D جلد ۲۸ خط نمبر ۲۲۶

(۲) " " " ۲۲۹

(۳) " " " ۲۴۲

(۴) " " " ۲۵۶

حیدر کے مقابلے کے لیے کوُچ کیا جس نے اپنے پڑاؤ کو بہت مضبوط کرلیا تھا۔ حیدر نے ایک ایسے پہاڑی خطّے میں اپنا پڑاؤ کیا تھا جو سواروں کے لیے ناقابل گذر تھا۔ اس نے دن کے اوقات میں کبھی باہر آنے کا خطرہ نہیں مُول لیا اور صرف شب خون پر اکتفا کیا۔ اس کے رات کے حملے برابر جاری رہے۔[1] یہ سلسلہ دو ماہ سے زیادہ جاری رہا۔ حیدر مرہٹوں کو کھُلے میدان میں شکست دینے کی امید بھی نہیں کرسکتا تھا لیکن اس نے سوچا کہ اگر وہ دفاع پر جما رہے تو اُن کو تھکا سکتا ہے اور اس طرح شاید انھیں واپسی پر مجبوُر ہونا پڑے۔ اس کی کوئی شہادت نہیں ملتی کہ وہ کھُلے میدان میں فتحیاب ہوا۔ مورخہ ۱۹ اگست ۱۷۶۵ء کے ایک خط میں[2] ہم کو پتہ چلتا ہے کہ گوپال راؤ اور ملہار راؤ نے سرنگاپٹم میں اپنے وکیل کو لکھا کہ ان کو پیشوا کی جانب سے ایک مراسلہ موصول ہوا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ حوالہ شدہ علاقوں کے بدلے نقد رقم قبول کرنے کے لیے راضی نہیں ہے جو میسور کا راجہ ادا کرنا چاہتا ہے لیکن انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر راجہ ان کی تجویز قبول کرلے تو انھوں نے جو وعدہ کرلیا ہے وہ اس کی پابندی کریں گے لیکن درحقیقت حیدر نے یہ کیا کہ مہینوں کی لڑائی بھڑائی کے بعد ان شرائط کو مان لیا۔ یہ بات اس کی فتحیابی کی طرف اشارہ نہیں کرتی بلکہ اُس کی اِس خواہش کی دلالت کرتی ہے کہ وہ ریاستی معاملات میں اِتنی پیچیدگی اور گڑبڑ پیدا کردینا چاہتا تھا کہ وہ سلطنت کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لے سکے جو آہستہ آہستہ ننجاراج کے ہاتھوں سے پھسلتی جارہی تھی۔ مرہٹے حاصل کردہ اضلاع پر اپنے حق سے دستبردار ہوگئے اور ماضی و حال کے تمام دعووں اور حقوق کے عوض انھوں نے بتیس ۳۲ لاکھ روپیہ وصول کرلیا۔ ریاست کے تمام افراد سے جبری طور پر چندہ لیا گیا۔ اور اس طرح سولہ لاکھ روپیہ ان کو نقد ادا کیا گیا۔ بقیہ کے لیے حیدر نے اپنی ذاتی ضمانت دی اور اس کی اتنی ساکھ تھی کہ مرہٹہ ساہوکار اس کی یقین دہانی پر پیشگی دینے پر راضی ہوگئے۔[3] حیدر نے تیرہ ۱۳ حوالہ شدہ اضلاع کو اپنے براہِ راست انتظام میں لے لیا تاکہ ان کے محاصل سے وہ ساہوکاروں کا قرض ادا کرسکے۔ "حیدر نائک نے تمھیں اپنی عزّت آبرو کھونے پر مجبوُر کردیا۔" پیشوا نے گوپال راؤ سے کہا تھا۔[4] گوپال راؤ کو اس بات سے اِتفاق نہیں تھا۔ اُس کا کہنا تھا کہ حیدر علی شدید مشکلات کا

---

(۱) S. P. D. جلد ۲۸ خط نمبر ۲۵۴

(۲) 〃 〃 〃 ۲۲۵

(۳) کیفیات حیدر۔ میکنزی مخطوطہ ص ۳۳ کا بیان ہے کہ کھانڈے راؤ اُس کا متصدی اور دیوتا جی ایک بڑا ساہوکار اُس کے ضامن تھے۔

(۴) لیکھ سنگرہ خط نمبر ۲۳

ساماں کیے بغیر اتنی بڑی رقم کا انتظام نہیں کر سکتا تھا۔ یہ بیان صحیح معلوم ہوتا ہے لیکن بنگلور کو کمک اور چناپٹن کی فتحیابی سے حیدر علی نے بھرپور فائدہ اٹھایا اور اس کا ایک فاتح کی حیثیت سے خیر مقدم کیا گیا جس نے عزت کے ساتھ امن قائم کر دیا تھا۔

حیدر کو بڑی بڑی جاگیریں اور مرہٹوں کو بڑی رقوم کی ادائیگی نے ریاست کو اس قابل نہ چھوڑا تھا کہ وہ روزمرہ کے عام اخراجات کی متحمل ہو سکے۔ افواج کی تنخواہ پھر باقی رہنے لگی۔ حیدر اس دوران عملی طور سے سپہ سالار اعظم بن چکا تھا۔ راجہ اس توہین اور ہتک کو نہیں بھول سکتا تھا جو اسے ننجاراج کے ہاتھوں اٹھانا پڑی تھی اور مرحوم ڈوڈ یوراجہ کے جانشین، صاحب ریاست نے کھانڈے راؤ کے ذریعے حیدر کے ساتھ مل کر سازش کی۔ ایک بار پھر دھرنے کا پرانا ہتھیار استعمال کیا گیا۔

جیساکہ ولکس نے بیان کیا ہے کہ منصوبہ بہت سادہ سا تھا۔ کھانڈے راؤ نے چند فوجی افسروں سے جو اپنی تنخواہوں کی ادائیگی چاہتے تھے یہ کہا کہ وہ اس سلسلے میں حیدر علی سے رجوع کریں۔ اس نے کہا کہ وہ صرف اپنے ماتحت افواج کی تنخواہوں کا ذمہ دار ہے اور ان کی باقاعدہ ادائیگی کی جا رہی ہے۔ تب فوج نے اس سے درخواست کی کہ وہ اپنے ذاتی اثر و رسوخ کو کام میں لاتے ہوئے ننجاراج سے درخواست کرے کہ وہ فوجوں کی تنخواہ ادا کر دے۔ انھوں نے بار بار اپنی درخواست دہرائی اور آخر میں اصرار کیا کہ وہ ان کے سربراہ کی حیثیت سے جائے اور ننجاراج کی قیامگاہ پر دھرنا دے۔ حیدر نے ظاہری طور پر بہت ہچکچاہٹ کے بعد ان کی درخواست مان لی۔ ننجاراج اس واقعہ کی حقیقت کو بخوبی سمجھ گیا اور منصوبے کی گہرائی سے اسی وقت واقف ہو گیا۔ جیسے ہی اس نے حیدر کو اپنے دروازے پر دیکھا اس نے حیدر سے ایک نجی ملاقات کی اور غالباً اس میں اس کی سبکدوشی اور اس کے بعد کی زندگی کی تفصیلات طے کی گئیں۔ اس کے بعد اس نے فوجوں سے یہ بتایا کہ اس نے انتظام و انصرام کی خرابی کے تحت یہ فیصلہ کیا ہے کہ ننجاراج سبکدوش ہو جائے اور اپنے عہدے سے استعفا دے دے۔ ان کو بادشاہ کے پاس جانا چاہیئے۔ تب حیدر ان کو محل کی طرف لے گیا۔

راجہ جو کہ تمام حالات سے پوری طرح باخبر تھا اپنی افواج کے تمام مطالبات ماننے پر راضی ہو گیا بشرطیکہ حیدر ننجاراج سے اپنے تمام تعلقات توڑ لے۔ حیدر پھر بظاہر ہچکچاتے ہوئے راضی ہو گیا۔ بقایا کی ادائیگی اور آئندہ فوجوں کو باقاعدہ تنخواہوں کی ادائیگی کے سلسلے میں حیدر علی کو مزید علاقے دیے گئے اور اس طرح نصف سلطنت سے زیادہ علاقہ اس کے براہِ راست قبضہ میں آگیا۔ ننجاراج کو ایک جاگیر دی گئی جس کی آمدنی تین لاکھ پگوڈا تھی اور اس کو ایک ہزار سوار اور

تین ہزار پیادے رکھنے کی اجازت بھی دی گئی لیکن اپنی جاگیر کو جاتے ہوئے وہ میسور میں ٹھہرا اور پھر وہاں سے واپس لوٹا۔ راجدھانی سے آتنا قریب اس کا قیام غیر مناسب معلوم ہوا۔ لہٰذا راجہ کی کونسل نے ——— (حیدر اور کھانڈے راؤ کے مشورے سے) یہ فیصلہ کیا کہ اس کو کوئی بھی فوج رکھنے کی ضرورت نہیں ہے اور اس کی جاگیر ایک لاکھ پگوڈا کی کر دی جائے اور حکم دیا گیا کہ وہ فوراً میسور چھوڑ دے۔ ننجاراج نے اس کی تعمیل سے اِنکار کر دیا چنانچہ حیدر کو حکم دیا گیا کہ وہ میسور کا محاصرہ کر لے۔ ولکس ایک خُفیہ دستاویز کا حوالہ دیتا ہے جس کے تحت یہ طے کیا گیا تھا کہ محاصرہ کو خوب طُول دیا جائے تاکہ اس کو آئندہ مداخلت کی راہ ہموار کرنے کا ذریعہ بنایا جا سکے کیونکہ بقول ولکس ایسا نہیں لگتا کہ حیدر اپنے ترچناپلی کے طویل قیام میں کوئی اور فائدہ اٹھا سکا ہو۔ ممکن ہے اس بیان میں کچھ صداقت ہو لیکن ولکس اس حقیقت کو نظر انداز کرتا ہے کہ ناامیدی کی قوت انسان سے حیرت انگیز کام کرا سکتی ہے۔ ترچناپلی کا اناڑی حملہ آور ننجاراج ایک ایسے احسان فراموش شخص کے خلاف آخری لڑائی لڑ رہا تھا جو اپنے عروج کے لیے قدم قدم پر اس کی ذاتی مہر و عنایت کا مرہون منت تھا۔ ایک پرتگیزی مصنّف ننجاراج کی ناقابلِ یقین بہادری اور اس کی سفید فام افواج کی بے پناہ شجاعت کا حوالہ دیتا ہے۔ حیدر کامیاب نہیں ہو سکتا تھا اگر ننجاراج کے سفید فام دستے کے سالارِ اعلیٰ بے نٹوڈی کمپوس (BENTO-DE-COMPOS) نے اپنے اس عہد سے غدّاری نہ کی ہوتی جو اس نے مریم کے مجسمہ کے سامنے کیا تھا۔(۱) وہ حیدر کے ساتھ مل گیا اور ننجاراج کو دُشمن کے سامنے جھکنا پڑا لیکن یہ توقع کے مطابق ہی ہوا تھا۔ یہ یورپی قسمت آزما جنھوں نے اٹھارویں صدی میں ہندوستانی تاریخ میں ایک اہم رول ادا کیا تھا انھوں نے غدّاری کو اپنے پیشے کا جزُ بنائے رکھا تھا۔ جس کسی نے بھی اپنے دفاع کا منصوبہ ان شریف ذاتوں کے تعاون کے بھروسہ

---

(۱) ایس این سین: حیدر علی کا ایک پرتگالی تذکرہ۔ کلکتہ ریویو دسمبر ۱۹۴۷ء ہو پسور لکر دستاویز!!:

PEIXOTO کہتا ہے "دوسرے راجہ کے ساتھ دو یوروپی افسر تھے۔ ایک MANUEL ALVEES جس کے پاس چھ سو دستار بند سپاہ تھی جن میں سے ایک سو پچاس یوروپی تھے جو سب کے سب پرتگالی تھے اور دوسرے افسر کا نام BENTO DOS COMPOS تھا جو اسی طرح کے چار سو سپاہ رکھتا تھا۔"

حیدر نے PEIXOTO سے چاہا کہ وہ دونوں یوروپی افسروں کو اس کی حمایت پر آمادہ کرے لیکن مینوئل ابوس بنٹوڈی کمپوس کی طرح راضی نہیں ہوا اور اس وقت تک دوسرے راجہ کے ساتھ رہا جب تک کہ قلعہ کو ناگزیر طور پر چھوڑ نہیں دیا گیا کیونکہ قلعے کے نیچے بارود کی سُرنگیں بچھا دی گئی تھیں۔

پر بنایا اُس نے گویا ریت پر اپنا محل کھڑا کیا۔ ہتھیار ڈال دینے کے بعد ننجاراج کو کونور جانے کی اجازت دے دی گئی۔ ننجاراج کی جاگیر حیدر کے حوالے پہلے ہی کر دی گئی تھی لیکن اس نے اس پر قناعت نہ کی اور میسور کا محاصرہ اور اپنے دفاعی اخراجات کے طور پر مزید علاقوں کا مطالبہ کیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی کھانڈے راؤ نے مخالفت کی مگر وہاں حیدر کو روکنے والا کوئی نہ تھا چنانچہ اس کے علاقہ میں چار اضلاع کا اور اضافہ کر دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس واقعہ سے حیدر اور اس کے اب تک کے حامی کھانڈے راؤ کے تعلقات میں سرد مہری پیدا ہو گئی۔

کھانڈے راؤ نے حیدر کے محاسب کی حیثیت سے اپنی زندگی کا آغاز کیا تھا۔ بیدر کے سپاہیوں کی تنظیم کے سلسلے میں حیدر اس کا شرمندۂ احسان تھا کہ جس کی بدولت وہ اپنی فوجی مہمات میں اس کے لیے اس قدر نفع بخش ثابت ہوا تھا۔ جب حیدر ڈنڈی گل میں تھا تو کھانڈے راؤ نے ہی سرنگاپٹم میں اس کی نمائندگی کی تھی اور آقا کی خدمت کے جوش میں کوئی اس کا ہمسر نہ تھا۔ وہ حیدر اور شاہی خاندان کے درمیان ایک کڑی بن گیا تھا اور اسی کی چستی و چالاکی اور بصیرت و دُور اندیشی نے اس منصوبہ کو جنم دیا جس کے نتیجے میں ننجاراج کی سبکدوشی اور اس کی جگہ حیدر کی تقرری عمل میں آئی۔ اپنی خدمات کے صلے کے طور پر اس کو ریاست کے اس حصّے کا پردھان یا دیوان مقرر کر دیا گیا جو اس وقت تک حیدر کے حوالے نہیں کیا گیا تھا۔ ساتھ ساتھ وہ حیدر کو دیے گئے علاقے کا بھی دیوان بنا رہا۔ اپنی اس دوہری حیثیت میں وہ ساری مملکت کے مالی انتظامیہ پر اپنا تسلّط قائم کر سکتا تھا۔ حیدر کے روز بروز بڑھتے ہوئے مطالبات نے کھانڈے راؤ کے ذہن میں تنفر کا احساس پیدا کر دیا تھا۔ صاحبِ ریاست ملکہ اور کمٹھ چٹی راجہ بھی یہ محسوس کرنے لگے تھے کہ وہ آسمان سے گر کر کھجور میں اٹک گئے ہیں۔ حیدر فوج کا سپہ سالار اور نصف سے زائد سلطنت کا مالک تھا اور اس نے راجہ کو اسی طرح تاج و تخت کی زینت بنائے رکھا جیسے اس سے پہلے ننجاراج نے بنا رکھا تھا۔

جب ہم حیدر کے عروج کی تاریخ کا گہری نظر سے مطالعہ کرتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ حیدر ایک ہیرو کی فیاضانہ اور بہادرانہ روح سے محروم تھا جو خطرات کو دعوت دیتا ہے، شہرت کو رجھاتا، حیلہ و فریب کو کسرِ شان سمجھتا ہے اور دوسروں کی اطاعت و فرمانبرداری کو للکارتا ہے۔ وہ اپنے مقاصد کے مسلسل و مستحکم حصول کے لیے زیادہ ممتاز نظر آتا ہے، اس کا ایک وصف یہ بھی تھا کہ وہ ذرائع کی لچک کا قائل تھا اور اپنے حوصلہ و امنگ کی خاطر اپنے جذبات کو دبانا جانتا تھا۔ اس کے کردار کی ایک نمایاں خصوصیت یہ نظر آتی ہے کہ وہ بے رحم انتقام اور سنگدل کینہ پروری کے جذبات رکھتے

تھا اور سمجھتا تھا کہ مکمل احسان ناشناسی مفید ثابت ہوتی ہے اور احسان شناسی مہنگی پڑتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی بہت سی تدبیروں اور چالوں میں فخر، گھمنڈ اور وصف و خوبی کی کشاکش ملتی ہو لیکن کوئی بھی اس کی اس صلاحیت کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس نے مقاصد کو ہمیشہ صحیح اولیت و فوقیت دی جو اس کی مصلحت بینی کے ساتھ مل کر اس کو ہمیشہ ایک کامیابی سے دوسری کامیابی کی طرف لے گئی۔ اس نے بڑی مستعدی اور چالاکی سے حیلہ، فریب اور طاقت کو پہلے اپنے اقتدار کو قائم کرنے اور پھر اس کو مستحکم کرنے میں استعمال کیا۔

باب ۴

شکستیں اور بازیابی

۱۷۶۰ء سے ۱۷۶۱ء

حیدر کا غاصبانہ تسلط مکمل ہو چکا تھا۔ اِس لیے قدرتی بات تھی کہ راجہ کی وفادار جماعت کا حیدر کے اقتدار کو ختم کرنے کی کوشش کرنا ایک فطری امر تھا۔ حیدر کے دیوان ہونے کی حیثیت سے کھانڈے راؤ سے یہ امید کی جاتی تھی کہ وہ ایسی سازشوں کی طرف سے چوکنا رہے گا اور اس کا ساتھ دے گا چنانچہ سب سے پہلے انھوں نے کھانڈے راؤ کو اپنا ہم نوا بنا لیا۔ شاہی جماعت کے سربرآوردہ افراد میں پردھان وینکٹ پتیا، خزانہ کے افسر اول وینکٹ پتیا ثانی، ویرتا چتی اور انیہ شاستری شامل تھے[1] بے دست و پا راجہ اور راج ماتا کے مشورے سے انھوں نے یہ منصوبہ بنایا تھا کہ حیدر کو سلطنت سے نکال باہر کیا جائے اور اس کے خطرے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے۔ کھانڈے راؤ کو توڑ لیا گیا اور وہ اپنے سرپرست سے منہ موڑ کر اُس کے نکالنے میں عملاً شریک ہو گیا۔ کھانڈے راؤ کی بے وفائی پر دلچسپ تبصرہ کرتے ہوئے کرمانی لکھتا ہے کہ "ایک چھوٹے تالاب کا پانی بہت جلد بدبودار ہو جاتا ہے۔" سازشیوں نے مرہٹہ سردار وساجی پنڈت[2] کے ساتھ بھی مفاہمت کر لی

(۱) حیدر نامہ

(۲) S.P.D جلد ۲۸ خط نمبر ۲۶۶ وساجی کرشنا نے بالکو باتا نیا کو لکھا تھا " میسور کے حکمران گوپال راؤ کے ساتھ کیے گئے معاہدے کے مطابق دو سال کا خراج دینا منظور کر لیا ہے اور اس کے علاوہ وہ تین لاکھ چارہ کے اخراجات کے لیے بھی دے گا اس نے وہ علاقے بھی واپس کر دیے ہیں جن پر اُس نے قبضہ کر لیا تھا اور مزید برآں وہ سرکار یعنی پونا حکومت کا حامی ہو گیا ہے۔"

اور یہ طے پایا کہ حیدر پر ایک ساتھ حملہ کیا جائے۔ حیدر علی کی بیشتر افواج فرانسیسیوں کی امداد کے لیے مخدوم علی کے ساتھ گئی ہوئی تھیں۔ حتیٰ کہ اسماعیل صاحب اور پیکسوٹو بھی دوسرے لشکر کے ساتھ انیکل کی طرف روانہ ہو چکے تھے جہاں سے ان کا ارادہ ارکاٹ کی جانب کوچ کرنے کا تھا۔ اس کے پاس صرف دو یا تین رسالے پیادہ فوج کے رہ گئے تھے جو تقریباً پندرہ سو افراد پر مشتمل تھے۔ چار سو گھوڑے اس کے اپنے خاص اصطبل کے تھے اور ایک ہزار غیر مسلح پیادے باقی بچے تھے۔ حیدر پر حملہ کرنے کی تاریخ ۱۲ اگست ۱۷۶۰ء مقرر کی گئی تھی۔ مقررہ دن صبح کے وقت فصیلوں سے حیدر پر گولہ باری شروع ہو گئی۔ وہ جدید "دریا دولت باغ" میں خیمہ زن تھا۔ حیدر کے لیے یہ سب کچھ اچانک اور غیر متوقع تھا۔ دریا کے شمالی کنارے پر کھانڈے راؤ کے بھیجے ہوئے دستوں نے حیدر کے پیادہ اور سوار دستوں کا صفایا کر دیا۔ مرہٹے وقت پر نہیں آسکے۔ کھانڈے راؤ نے اپنے آخری حملے سے پہلے ان کی آمد کا انتظار کرنے کا فیصلہ کیا۔ وساجی دس ہزار افواج اور دس توپوں کے ساتھ آرہا تھا۔ حیدر اور کھانڈے راؤ کے درمیان پیغامات کا تبادلہ ہوا، شاید ایک دوسرے کو بہلانے کے لیے۔ حیدر نے کسی نہ کسی طرح دن گذارا اور رات ہوتے ہی بھاگ نکلا۔ اُس نے دریا کے کنارے سارے ملاحوں کو ان کے نوکروں سمیت پکڑ لیا تھا۔ وہ اپنے خاندان والوں کو چھوڑ کر اور اپنے ساتھ صرف دو تین سو بہترین شہ سواروں اور چاندی سونے کے تھیلوں کو لے کر بھاگ کھڑا ہوا۔ خوش قسمتی سے دریا کے شمالی ساحل پر اس کو اُترنے کی ایک ایسی جگہ مل گئی جہاں پہرے دار نہیں تھے۔ اس کی ایک امکانی توجیہہ یہی کی جا سکتی ہے کہ کھانڈے راؤ اس کو جان سے نہیں مارنا چاہتا تھا بلکہ اس کو فرار ہونے کے تمام مواقع دینا چاہتا تھا۔ ولکس کہتا ہے کہ نیکی کا یہ برتاؤ سیاسی لحاظ سے ناعاقبت اندیشی پر مبنی تھا۔[1] مینوئل الوس جو کہ حیدر کی ملازمت میں تھا مارا گیا اور دوسرے یوروپیوں نے برہمن سے اپنی وفاداریاں وابستہ کر لیں۔[2] حیدر علی کھانڈے راؤ کو اچھی طرح جانتا تھا اور اس کو یقین تھا کہ وہ اس کے خاندان کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا۔

حیدر پہلے انیکل گیا جہاں اسماعیل ایک سوار دستے پر مقرر تھا۔ اسماعیل کو فوراً بنگلور بھیجا گیا تاکہ وہاں کے کمان دار اور ایک پُرانے ساتھی کبیر بیگ کی وفاداری کا پتہ لگایا جا سکے۔ اسماعیل

---

(۱) ولکس جلد اوّل ص ۴۱۸

(۲) پیکسوٹو کتاب اوّل

کی یقین دہانیوں کی بنیاد پر حیدر علی انیکل کے دستے کے ساتھ تیزی سے روانہ ہوا اور ۱۲ تاریخ کی شام کو وہاں پہنچا۔ اس کے ناقابل تسخیر حوصلے اور پھرتی نے حیدر کو بچالیا لیکن بنگلور، انیکل، ڈنڈی گل اور بارہ محل کے سوا اس کے پاس اور کچھ نہیں بچا تھا۔ اس کو ازسرِ نو اپنی زندگی شروع کرنا تھی وساجی پنڈت اپنی فوجوں کے ساتھ اس دوران کھانڈے راؤ سے آملا تھا۔ حیدر زیادہ سے زیادہ یہ امید کرسکتا تھا کہ وہ بنگلور میں اس وقت تک اپنا دفاع کرسکے جب تک کہ مخدوم علی اپنے دستوں کے ساتھ اس سے آملنے میں کامیاب نہ ہوجائے۔ بنگلور کے تاجروں کو سمجھا بجھا کر اور ڈرا دھمکا کر حیدر اُن سے چار لاکھ روپیہ بطور قرض حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ یہاں پر یہ بات کہہ دینی چاہیئے کہ بعد میں حیدر نے یہ رقم ادا کردی[1] وہ ہمیشہ ساہوکاروں اور مہاجنوں سے اچھے تعلقات قائم رکھنے کا قائل تھا۔ یہی ایک ایسی تجارتی جماعت تھی جس کے نزدیک ہر حوصلہ مند سیاستدان کو ہر وقت یہاں تک کہ ناسازگار حالات میں بھی اپنی ساکھ قائم رکھنی پڑتی تھی ورنہ بحرانی حالات میں اس کو مشکلات پر قابو پانا بہت مشکل ہوجاتا۔

حیدر نے فرانسیسیوں کے ساتھ ایک معاہدہ ۴ جون ۱۷۶۰ء کو اس نیت سے کیا کہ انگریزوں کو ملک سے باہر نکالا جائے[2] راستہ صاف کرنے کی خاطر اس نے ضلع بارہ محل پر قبضہ کرلیا جو کہ کڈاپہ کے نواب کی ملکیت میں تھا۔ اس نے انیکل کو بھی اس کے پالیگار سے چھین لیا۔ تیاگر کا قلعہ فرانسیسیوں نے اس کے حوالے کردیا تاکہ وہاں فوج رکھی جاسکے اور دونوں کے درمیان رسل ورسائل کا سلسلہ قائم رہے۔ حیدر کی ہدایات کے مطابق جب مخدوم تیزی سے واپس ہوا تو اس نے تیاگر، کرشناگری، رایاکوٹائے اور انیکل کا راستہ اختیار کیا[3] لیکن موخرالذکر مقام پر وہ مرہٹوں اور راجہ کی فوجوں کے بیچ محصور ہوکر رہ گیا۔ کرمانی کہتا ہے کہ اگرچہ مرہٹے بھیڑ کا دل رکھتے تھے (یعنی بزدل و ڈرپوک تھے) مگر وہ ٹڈیوں کی طرح بے شمار تھے اور مخدوم کے گرد مکھیوں کی طرح پھیل گئے[4] بنگلور کی جانب پیش قدمی کرنے کے بجائے اُسے انچٹی کی طرف پسپا ہونا پڑا۔ حیدر نے

---

(۱) اورمے مخطوط جلد ۳۲ جان اسٹریچی کا ایک خط

(۲) آنند رنگا پلائی کی یادداشت جلد ۱۲ اورمے جلد دوم ص ۶۴۴ معاہدہ پر دستخط ۲۷ تاریخ کو ہوئے۔

(۳) مخدوم تیاگر سے ۱۶ ستمبر ۱۷۶۰ء کو روانہ ہوا تھا، اورمے جلد دوم ص ۶۸۶

(۴) نشان حیدری، مائلس ص ۸۲

بنگلور سے اس قدر فوج جتنی وہ بنگلور کی دفاعی طاقت کو نقصان پہنچائے بغیر بھیج سکتا تھا فوراً مخالف افواج کا گھیرا توڑنے کے لیے بھیج دی۔ حیدر کی امدادی فوج کی تعداد چودہ سو پیادہ، تین سو سوار اور ڈھائی سو توڑے دار بندوقچیوں پر مشتمل تھی جن کے پاس بارود و گولے تھے۔ اس کے علاوہ نفری سے لدے بارہ اُونٹ، چار سو افراد سامان رسد کے ساتھ اور پانچ سو مزدور سڑکوں کو ہموار کرنے کے لیے بھی تھے۔[1] اس فوج کی قیادت میر فیض اللہ کے سپرد تھی جو مرحوم نواب سرا کا داماد تھا اور جو ناسازگار حالات میں بنگلور میں آکر حیدر سے مل گیا تھا۔ فیض اللہ کی امدادی فوج مرہٹہ افواج کی سخت گولہ باری میں سے ہوکر گذری۔ یہ کمک کلا منگلم پہنچی مگر مخدوم جو ایک دن پہلے مرہٹوں کے ہاتھوں سخت شکست سے بال بال بچا تھا اس وقت انچٹی پہنچ چکا تھا۔ مرہٹوں نے فیض اللہ کو ایک کھلے میدان میں لڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔ فیض اللہ کے لشکر نے اپنے نو سو پیادے اور ایک سو تیس سوار کھو دیے تھے جو یا تو جنگ میں مارے گئے یا زخمی ہو گئے تھے یا قیدی بنائے گئے تھے۔ مگر مرہٹے مال غنیمت کی تقسیم پر آپس میں لڑ پڑے۔ کچھ قیدی افراتفری کی اس حالت میں قید سے نکل بھاگنے اور اپنی فوج سے جا ملنے میں کامیاب ہو گئے۔ مخدوم کا یہ کہنا غالباً حق بجانب تھا کہ "مرہٹے سپاہی سے زیادہ چور ہیں"[2]

تاہم حیدر اس وقت بالکل بے یار و مددگار تھا۔ امدادی کمک بُری طرح شکست کھا چکی تھی اور مخدوم محصور تھا۔ حیدر کا مستقبل تاریک ہوتا نظر آ رہا تھا۔ مرہٹوں سے صلح کی گفت و شنید بہت دنوں سے چل رہی تھی۔ اچانک مرہٹے بہت ہی زیادہ صلح جُو نظر آنے لگے اور وہ اس وقت اس شرط پر اپنی فوجوں کی واپسی پر راضی ہو گئے کہ حیدر ان کو صلح کے معاوضے میں پانچ لاکھ روپیہ دے اور بارہ محل سے دستبردار ہو جائے۔ قسمت نے جس طرح پلٹا کھایا تھا وہ اس وقت حیدر کے لیے ناقابل فہم تھا مگر اس نے مستعدی سے اس موقعہ سے فائدہ اٹھایا۔ ارکاٹ کے نواب نے بھی مرہٹوں کو ایک گراں قدر رقم ادا کی۔ اگرچہ ایسا لگتا ہے کہ وساجی نے اپنے آپ کو حیدر علی اور محمد علی کے ہاتھ بیچ دیا تھا مگر اس کی واپسی درحقیقت شمالی ہند میں مرہٹوں کے نازک حالات کی بنا پر ہوئی تھی جن کے سبب بعد میں ۱۴ر جنوری ۱۷۶۱ء کو انھیں پانی پت میں شکست کھانی پڑی۔ اس وقت کے حالات میں وساجی کو بہتر سے بہتر ممکن شرائط پر صلح کرنی پڑی۔ ۱۴ر جنوری ۱۷۶۱ء کو پانڈیچری کو کوٹنے کے

---

(۱) پیکسوٹو کتاب اوّل

(۲) " " "

حوالے کرنا پڑا۔ ایلین اور ہیوگل کے زیر قیادت تین سو فرانسیسی سپاہیوں نے حیدر علی کی ملازمت اختیار کرلی[۱]۔ پانی پت میں مرہٹوں کی شکست کی اطلاع جب حیدر کو ملی تو اس نے بارہ محل کے اضلاع حوالے کرنے سے انکار کردیا۔ کرشنا گری کے فوجدار سے جب قلعہ کو حوالے کرنے کے لیے کہا گیا تو اس نے جواب دیا کہ وہ محض ایک حکم کی بنیاد پر علاقوں اور قلعوں کی دستبرداری کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ جب مرہٹوں نے معتبر تصدیق کے لیے اصرار کیا تو حیدر نے دوبارہ حکم دینے یا دستخط کرنے سے انکار کردیا[۲]۔

مخدوم علی کے دستوں کے آملنے سے حیدر کو بہ لحاظ تعداد کھانڈے راؤ پر برتری حاصل ہوگئی لیکن فوج کا ایک کافی بڑا حصہ سیلم اور کوئمبٹور بھیج دیا تاکہ کھانڈے راؤ کے نمائندوں سے ان علاقوں کو واپس لیا جاسکے۔ مقابلے کی صورت میں جو کہ ناگزیر معلوم ہوتا تھا اس کو محض ان علاقوں کے وسائل پر ہی بھروسہ کرنا تھا چنانچہ یہ ضروری تھا کہ اس لشکر کی پیش قدمیوں کی پوری طرح حفاظت کی جائے۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے اس نے سوسیل کے مقام پر دریائے کاویری کو عبور کیا۔ وہاں کھانڈے راؤ اپنی افواج کے ساتھ موجود تھا لیکن حیدر جسے اپنی صلاحیتوں پر بہت زیادہ بھروسہ تھا پھر سپاہیوں کی تعداد کے اعتبار سے کم تر ہوگیا تھا۔ کھانڈے راؤ نے "حیدر کے پیادہ سواروں کو اپنا رُخ بدلنے پر مجبور کردیا اور ابھی وہ اس مرحلے ہی میں تھے کہ اس نے ان پر گولہ باری شروع کردی۔ اس موقعہ پر اس کو کافی کامیابی ہوئی اور حیدر کو شدید نقصانات اٹھا کر پسپا ہونا پڑا لیکن اس پسپائی کے باوجود اُس کی فوج خاصی منظم تھی[۳]" حیدر تب اچانک بہت انکسار کے ساتھ کونور میں ننجاراج کے سامنے

---

(۱) فوجی مشورے جلد ۱۴ الف ۱۷۶۱ء ص ۱۵

(۲) نشان حیدری مائلس ص ۸۹

(۳) ولکس جلد اوّل ص ۴۲۶ نانجین گڑھ میں کھانڈے راؤ کی اس فتح کے بارے میں مجھے نہ تو کسی مرہٹہ وقائع میں کچھ مل سکا اور نہ ہی پیکسوٹو یا نورنہ کے ہمعصر پرتگالی بیانات میں۔ یہاں تک ہمعصر انگریزی دستاویزات بھی اس سلسلے میں خاموش ہیں۔ فارسی روزنامچے حیدر کی ہلکی سے ہلکی شکست کا بھی ذکر کرنے کے عادی نہیں ہیں بلکہ وہ تو بعض اوقات شکستوں کو بھی فتح کے روپ میں پیش کرتے ہیں لیکن کھلے میدان میں ہزیمت۔ جیسا کہ ولکس بیان کرتا ہے۔ غالباً ممکن تھی ورنہ کونور میں ننجاراج کے سامنے ہم حیدر کی اچانک حاضری کی کوئی تعبیر نہیں کرسکتے۔

حاضر ہوا۔ اس کی رائے یقیناً ننجاراج کی فہم و فراست کے بارے میں اچھی نہیں تھی ورنہ اس کو سمجھنا چاہیئے تھا کہ ایسی تصنع آمیز اداکاری کارگر نہیں ہوگی لیکن ہوا کچھ ایسا ہی۔ حیدر نے اپنے گذشتہ بُرے کاموں پر اپنے شدید پچھتاوے کا مظاہرہ کیا اور اپنے مصائب کے لیے اپنی احسان ناشناسی کو اس طرح ذمہ دار ٹھہرایا کہ ننجاراج جس کو ہمیشہ یہ فخر رہا تھا کہ حیدر کا عروج اسی کی دین ہے پوری طرح سے دھوکہ کھا گیا۔ اس وقت یہ فیصلہ ہوا کہ ننجاراج سرو ادھیکاری کے فرائض انجام دے گا اور حیدر دلوائی کا منصب سنبھالے گا۔ اس نے اپنی نجی فوج جو پندرہ سو سپاہیوں اور تین توپوں پر مشتمل تھی حیدر کو مستعار دے دی[1] لیکن اس سے زیادہ جو چیز اہم تھی وہ یہ کہ حیدر کو اس کے نام اور اس کی ساکھ سے فائدہ اٹھانے کا موقع مل گیا۔ ننجاراج کے نام نے تو کرامت ہی دکھا دی برطانوی دستاویزات اس عجیب و غریب اتحاد کو یوں بیان کرتی ہیں: —— "حالات کی یکسانی نے میسور کی سلطنت میں ایک غیر معمولی اتحاد پیدا کر دیا۔ پہلے کبھی حیدر نائک کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے ننجاراج کو سرنگاپٹم سے بھاگنا پڑا تھا۔ موجودہ وزیر اعظم نے بہت تاخیر سے حیدر نائک کو ہٹا کر خود اس کی جگہ لی تھی۔ اب ننجاراج اور حیدر نائک دونوں نے اپنے مفادات کے تحت اتحاد کیا تھا تاکہ وہ راجہ کو مجبور کر سکیں کہ وہ کھانڈے راؤ کو ان کے غیظ و غضب کی بھینٹ چڑھا دے"[2] کٹملاا ودی میں حیدر کی فوجوں اور ننجاراج کی نجی سپاہیوں کا اجتماع ہوا۔ شاہی فوج نے کھانڈے راؤ کی قیادت میں پیش قدمی کی۔ وہ یوروپی بندوقوں سے مسلح چار ہزار سپاہیوں اور تین ہزار سواروں پر اور پچاس یوروپی سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ چھ میدانی توپ خانے، ضروری سامان رسد اور دو سو سوار بھی ساتھ تھے۔ اگر اس اصول کو مان لیا جائے کہ جنگ میں بہ لحاظ تعداد بڑی فوج چھوٹی فوج کو شکست دیتی ہے تو اس بار حیدر کی ہار یقینی تھی لیکن حیدر نے وہ چال چلی کہ کھانڈے راؤ جیسا چالاک بھی اتنی آسانی سے دھوکہ کھا گیا کہ اس کی تفصیل بیان کرنا ضروری ہے۔ فن جنگ کے ایک ماہر نے کہا ہے کہ جنگ میں اخلاقی اور مادی اسباب میں تین اور ایک کی نسبت ہوتی ہے — کھانڈے راؤ جس فوج کو اتحاد کے ایک دھاگے میں پروئے ہوئے تھا اس کا ایک بڑا حصہ بھگوڑوں پر مشتمل تھا چنانچہ وہ ان کی وفاداری اور اس کی پائیداری پر بہت زیادہ بھروسہ نہیں کر سکتا تھا۔

---

(۱) پرتگالی دستاویز حصہ III نورونہ کا بیان

(۲) فوجی مشورے جلد ۱۴ الف ۱۷۶۱ ص ۱۷

صرف اتنی معمولی سی اخلاقی بات تدبیر جنگ کی وضاحت بخوبی کردیتی ہے لیکن حیدر اپنے سپاہیوں پر بے جھجک بھروسہ کرسکتا تھا کیونکہ وہ نامساعد حالات میں اس کے جھنڈے تلے آئے تھے۔ اس نے کھانڈے راؤ کے بعض افسروں میں عدم اعتماد کی فضا سے بھرپور فائدہ اُٹھایا چنانچہ اُس نے کچھ جوابی نوعیت کے خطوط لکھے جن میں بڑے انعام و اکرام دینے کے وعدے کیے گئے بشرطیکہ وہ اس رات اپنے کمان دار اور قائد کھانڈے راؤ کو قتل کردیں۔ پیغام رساں جان بوجھ کر چھاؤنی کے نگرانوں کے ہاتھ لگ گیا اور کھانڈے راؤ کے پاس لایا گیا۔ کھانڈے راؤ نے اپنے افسروں اور حیدر علی کے درمیان سازشی خطوط کے تبادلہ کا شک کیا اور اپنی فوج کو چھوڑ کر وہ چُپ چاپ سرنگاپٹم روانہ ہوگیا۔[1] تمام فوج اور افسروں کو اپنے سردار و قائد کے یُوں اچانک فرار کی خبر سُن کر بڑا تعجب ہوا۔ ایک افراتفری مچ گئی اور جس کا جدھر سر سمایا بھاگ کھڑا ہوا۔ حیدر کو پل پل کی خبر مل رہی تھی چنانچہ اس نے لشکر پر آگے پیچھے سے ایک شدید حملہ کیا اور وہ اتنا کامیاب رہا کہ صبح کے سات بجے تک تمام فوج، اس کی توپوں، سامان رسد اور اسباب پر اس کا قبضہ تھا۔ صرف چند تیز رفتار سوار ہی اپنی جان بچاکر بھاگ سکے۔ شکست خوردہ سپاہیوں میں سے بیشتر کو اپنی فوج میں شامل کرکے اُس نے خود کو اور بھی مستحکم کرلیا۔ ایک ہمعصر پرتگالی دستاویز میں اس واقعہ کو تھوڑی سی ردوبدل کے ساتھ یُوں بیان کیا گیا ہے: "چونکہ فوج میں کالوس (چھوٹے افسروں) کی اکثریت مسلمان تھی، ہوشیار باغی نے اپنے تحائف اور دعووں سے ان کو بہ آسانی توڑ لیا چنانچہ وہ اپنے ہتھیار، توپ خانہ اور تمام دوسرا سازوسامان چھوڑ کر اندھادُھند بھاگ کھڑے ہوئے اور اس طرح چالباز باغی مسلمان کو فتح نصیب ہوگئی۔"(۲)

حیدر وہاں چار پانچ دن تک مقیم رہا۔ کھانڈے راؤ اپنے باقی ماندہ سپاہیوں کے ساتھ سرنگاپٹم جارہا تھا جہاں میسور دروازے کے پاس بہت سے بھگوڑے سپاہی جمع ہوگئے تھے ان غیر منظم ٹکڑیوں پر حیدر نے اچانک ایک شب خون مارا اور جتنا ان کو نقصان پہنچا سکتا تھا پہنچاکر واپس آگیا۔ حیدر ایک طویل محاصرہ کرنے کے قابل نہیں تھا۔ اس نے وقتی طور پر سرنگاپٹم کو تنہا چھوڑ دینا مناسب سمجھا اور یہ بہتر جانا کہ پہلے ان علاقوں کو دوبارہ حاصل کرے جو ابھی تک کھانڈے راؤ

---

(۱) پرتگالی دستاویز حصہ III نورونہ کا بیان

(۲) " " " II

کے لوگوں کے قبضے میں تھے۔ یہ علاقے ست گوڈ، ایرود، سنکری درگ، پلنی اور دھرلوپرم تھے۔ اس کے بعد اس نے سرنگاپٹم پر چڑھائی کی۔ راستے ہیں وہ میسور میں داخل ہوا اور ننجاراج کو وہاں چھوڑ دیا۔ اس کے بعد اس نے سرنگاپٹم کے محاصرے کا انتظام کیا لیکن اس کی کوئی بھی ترکیب کارگر ہونی ناممکن تھی کیونکہ ایسی جگہ کے محاصرے کے لیے نہ تو فوج کافی تھی اور نہ آلات حرب ہی [1]۔ محاصرے کی تیاریاں ہونے کے چند دن بعد ہی راجہ نے سمجھوتے کے لیے شرائط پیش کیں۔ بدقسمتی اور ناکامیوں کی وجہ سے کھانڈے راؤ کی ساکھ جاتی رہی تھی۔ سرنگاپٹم میں اقامت پذیر غیر ملکی افسر اور دوسرے کارندے جوکہ حیدر اور ننجاراج کے ہمنوا تھے برابر کوشاں تھے کہ راجہ اور حیدر کے درمیان پھر سے مصالحت ہو جائے اس کے لیے وہ کھانڈے راؤ کو بھی بھینٹ چڑھانے کے لیے تیار تھے [2]۔ حیدر کا سوانح نگار لکھتا ہے کہ حیدر نے محل کی بیگمات کو خوفزدہ کرنے کے لیے محل پر چند گولے پھینک دیے۔ جیسے ہی یہ گولے زنانے حصے پر لگے ایک زبردست شور و غل ہوا اور تمام عورتیں روتی چیختی اور دُہائی دیتی ہوئی راجہ کے پاس گئیں۔ عورتوں کی آہ و زاری نے اس کے ہوش و حواس گم کر دیے اور اُس نے حیدر کے پاس خوفزدہ ہو کر پیغام بھیجا [3]۔ حیدر کی شرائط کا مطلب تھا مکمل دستبرداری۔ راجہ نے کھانڈے راؤ کو بھی حیدر کے حوالے کرنا تھا۔ تین لاکھ سالانہ آمدنی کا علاقہ راجہ کو اور ایک لاکھ کا ننجاراج کو دیا گیا۔ بقیہ علاقے کے انتظام و انصرام کی ذمہ داری حیدر کی تھی۔ راجہ کی دستکشی کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ حیدر ننجاراج کو کبھی بھی دلوائی کے اختیارات نہیں سونپے گا چنانچہ حیدر نے، جو اس وقت تک ہمیشہ وعدے کی پابندی کرتا تھا جب تک اس کے مفاد میں ہو، ننجاراج کو میسور میں ہی رکھا اور اس طرح پرانا غاصب گمنامی کے گڑھے میں جا گرا۔ حیدر سے یہ درخواست کی گئی تھی کہ وہ کھانڈے راؤ کو کوئی نقصان نہ پہنچائے [4] اور اس نے ازراہ شفقت کہا تھا کہ وہ اُسے حرم کی پالتو چڑیا کی طرح رکھے گا۔ حیدر مبہم بیانات کا بڑا ماہر تھا۔ پیکسوٹو کہتا ہے کہ "تب ایک بڑی آزمائش شروع ہوئی

---

(۱) پیکسوٹو کتاب اوّل

(۲) یہ بات کچھ کم اہم نہیں ہے کہ راجہ کی دستبرداری کی شرائط کی گفت و شنید کرنے کے عوض پردھان وینکٹ پتیا کو انعام میں کوئی گل تعلقہ دیا گیا تھا (حیدر نامہ)

(۳) نشان حیدری مخطوطہ ورق ۲۲، ۲۳ الف

(۴) " " ورق ۲۴

جس میں ایک بھی شخص سزا سے نہ بچ سکا جس نے اس کے خلاف ذرا سا بھی کچھ کیا تھا ان تمام تحقیقات کے دوران ایک محافظ کے زیر نگرانی کھانڈے راؤ برابر اس کی مدد اور مقصد براری کرتا رہا۔ کیونکہ وہ خواہشات ایسے شخص کی تھیں جس پر اس کی زندگی کا انحصار تھا۔ جب یہ سب ہوگیا تو اس کو ایک پنجرہ میں بند کر کے بنگلور بھیج دیا گیا جہاں وہ ایک سال سے زیادہ اپنی موت کے وقت تک رہا۔(۱)

حیدر سنگدل، بیدرد اور بے رحم تھا۔ کھانڈے راؤ اس کو تباہی کے بالکل قریب لے جا چکا تھا۔ اس تصادم میں فتح اصل میں اس کی قسمت، اس کی بے جھجک بہادری اور جرأت کی بدولت ہوئی لیکن یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوتی ہے کہ اس کا سوانح نگار غصّے بھرے لہجے میں بار بار اس برہمن کے پاجی پن اور ناشکری کا ذکر کرتا ہے۔ اس کے بیان کے مطابق وہ ایک بجا طور سے ایک کتے کی موت مرگیا جبکہ سوانح نگار حیدر کو ناسپاسی و احسان فراموشی کا بدلہ لینے والا بتاتا ہے۔ اسی سلسلے میں حیدر کے عیش و طرب کے لمحات کے ہم نشین لیلین خاں کا ایک فقرہ دہرانا مناسب ہوگا۔ ایک بار حیدر نمک حرامی کے خلاف ایک ہجویہ گفتگو کر رہا تھا۔ اسی وقت اس نے لیلین خاں کو دیکھا اس نے کہا "میری طرف آپ کیوں دیکھ رہے ہیں اس موضوع پر آپ کو نجاراج سے مشورہ کرنا چاہیئے"(۲) کھانڈے راؤ اور حیدر دونوں ایک ہی جیسے احسان ناشناس تھے۔ فرق صرف یہ تھا کہ کھانڈے راؤ ناکام رہا جبکہ حیدر کامیاب۔ آخر کار کھانڈے راؤ کی شکست کے بعد حیدر سلطنتِ خداداد میں اپنے کو محفوظ سمجھ سکتا تھا (وہ میسور کی ریاست کو سلطنتِ خداداد کہتا تھا)۔

کھانڈے راؤ کے انجام سے ہمیں ہمدردی ہوتی ہے۔ وہ یقیناً ایک باصلاحیت شخص تھا۔ وہ ایک لائق منتظم اور قابل ماہر مالیات تھا اور کسی فوجی تربیت کے بغیر اس نے فوجی معاملات کی خاصی سوجھ بوجھ حاصل کر لی تھی لیکن وہ غیر متزلزل قوت و مضبوطی اور عزم آہنی کی اُن صلاحیتوں سے محروم تھا جن سے اس کا حریف مالا مال تھا۔

---

(۱) پیکسوڈ کتاب اوّل

(۲) وِلکس جلد اوّل، ص ۳۲۲

باب ۵

فتوحات

۱۷۶۱ء سے ۱۷۶۳ء

نظام صلابت جنگ ایک احمق انسان تھا ۔ اس کا بھائی بصالت جنگ کچھ دنوں اس کا دیوان رہا لیکن اس کے دوسرے بھائی نظام علی نے جو ایک کامیاب سازشی تھا اس کو نکال باہر کیا اور بصالت حیدر آباد سے اپنے مرکز حکومت ادونی چلا گیا۔ صلابت جنگ نظام علی کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بن کر رہ گیا ۔ جولائی ۱۷۶۱ء میں اس کو قید کر دیا گیا اور پندرہ ماہ بعد اس کو قتل کر کے خود نظام علی تخت شاہی کا مالک بن بیٹھا۔ فطری طور پر بصالت جنگ بھی جنوب میں اپنے اقتدار اعلیٰ اور خود مختاری کے خواب دیکھ رہا تھا مگر جنوب اور جنوب مشرق میں مرہٹہ علاقوں کی ایک پٹی ہونے کے سبب اس کے توسیع پسندی کے خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتے تھے ۔ ۱۷۶۱ء میں اس کو ایک کھلا میدان مل گیا ۔ ادگیر اور پانی پت کی مہموں کی وجہ سے مرہٹوں کی توجہ دوسرے علاقوں کی جانب مبذول ہو گئی تھی اور وہ مرہٹہ افواج جن کو جنوب میں ہونا چاہیئے تھا یا تو شمال کی جانب بھیج دی گئی تھیں یا اپنے اپنے مرکز پر مقیم تھیں تاکہ جنوب کی طرف افغانوں کی اچانک یورش کی مدافعت میں ان کو استعمال کیا جا سکے ۔ بصالت نے اپنے اِردگِرد واقع بکھری ہوئی ریاستوں کے آسان اور قابل الحاق علاقوں کو اپنے دائرۂ اختیار میں لانا شروع کر دیا۔"(۱)

اس نے سرا اور اس کے ماتحت علاقوں، ہوسکوٹ اور دوسرے قلعوں کو جو کبھی مرہٹوں کے قبضے میں رہے تھے اپنے دائرۂ اقتدار میں لانے کا فیصلہ کیا لیکن بصالت جنگ کی صلاحیتیں اور

---

(۱) ولکس جلد اول ص ۳۳۷

اس کے وسائل اس کے حوصلے اور امنگوں کا ساتھ نہیں دے رہے تھے چنانچہ جب اس نے سرا کو بہت مستحکم پایا اور اس پر قبضہ کرنا مشکل سمجھا تو اس کو چھوڑ کر آگے بڑھ گیا اور ہوسکوٹ کا محاصرہ کر لیا جس کے بارے میں اس کا خیال تھا کہ وہ اس کو فتح کر سکے گا۔ اس وقت ہوسکوٹ گنذری پت کے ماتحت سات سو سپاہیوں کی حفاظت میں تھا۔[1] اس نے دو ماہ تک محاصرہ کی سختیاں جھیلیں لیکن تب بھی اس کے جلد فتح ہونے کے کوئی آثار نہیں تھے۔ دوسری جانب بصالت کے وسائل ختم ہونے کے قریب تھے۔ ہوسکوٹ بنگلور سے صرف ۱۸ میل دور تھا۔ حیدر اس تمام صورتِ حال کا جائزہ لے رہا تھا اور اچھی طرح جان گیا تھا کہ بصالت کی حالت کتنی شکستہ ہو گئی تھی۔ اس نے فیض اللہ کو بصالت کی چھاؤنی بھیجا اور بصالت کو اس شرط پر تین لاکھ روپے دینے کی پیشکش کی کہ اسے سرا کے نواب کا خطاب دیا جائے گا۔ یہ خطاب وہ مرہٹوں سے بھی حاصل کرنے کی امید رکھتا تھا[2] حیدر نے اس بات کی قطعی فکر نہ کی کہ بصالت جنگ سرا اور اس کے ماتحت علاقوں کو کاغذی طور پر بھی دینے کا حق رکھتا ہے یا نہیں۔ سندیں تیار کی گئیں اور حیدر علی خاں بہادر سرا کا نواب بن گیا دی لاتور کا بیان ہے کہ بصالت جنگ نے سرا کے محاصرے سے پہلے ہی یہ معاہدہ ہو گیا تھا کہ تمام توپ خانہ، گولہ بارود اور جو چیز بھی قلعے سے لے جائی جا سکے وہ سب بصالت جنگ کا حصہ ہوں گی اور حیدر کو صرف علاقے پر قبضہ ملے گا۔[3]

اکتوبر ۱۷۶۱ء میں حیدر اپنی افواج کے ساتھ ہوسکوٹ آیا اور بصالت جنگ کی خدمت میں کورنش بجا لایا۔ قلعے پر جلد ہی قبضہ ہو گیا۔ پھر حیدر نے ڈوڈ بالا پور کی طرف کوچ کیا جو سرا کا ایک ماتحت علاقہ تھا اور جہاں عباس قلی خاں مقیم تھا۔ یہ وہی عباس قلی خاں تھا جس نے بتیس سال پہلے حیدر کے خاندان کو اس کے ناسازگار حالات میں ستایا تھا۔[4] حیدر کے انتقام کی آگ اس قدر شدید تھی گویا اُسے کوئی تازہ صدمہ پہنچا ہو۔ مگر عباس قلی خاں کو اس کا پہلے ہی سے خدشہ تھا لہٰذا وہ اپنے حرم کی خواتین اور ضروری اسباب کے ساتھ ارکاٹ بھاگ گیا۔

---

(۱) نشانِ حیدری اور مخطوط جلد ۲۔

(۲) نوروز کا بیان ہے کہ حیدر نے میر فیض اللہ خاں کے باپ اور شہزادہ مذکور کے مقرب خاص میر محمدی خاں کی معرفت یہ معاملہ کر لیا تھا کہ وہ سرا کی حکومت و انتظام کے عوض ۵ لاکھ روپے فوراً اور پھر سالانہ ۲ لاکھ خراج کے طور پر ادا کرتا رہے گا۔

(۳) دی لاتور ص ۱۵ (۴) پہلا باب دیکھو

بصالت و حیدر کی متحدہ افواج تب سرا کے محاصرے کے لیے روانہ ہوئیں۔ یوروپی توپچیوں اور بہترین توپ خانے کی بدولت حیدر کو سرا پر قبضہ کرنے میں ذرا بھی مشکل پیش نہیں آئی۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے کامیاب سرنگیں بچھا کر دو برج اڑا دیے اور اس طرح محصورین کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا(۱) سرا مرہٹوں کی رسد کی ذخیرہ گاہ اور کرناٹک کی مہمات کے لیے فوجی رسدگاہ تھی۔ اس نے ان تمام چیزوں پر قبضہ کر لیا اور اپنے استعمال میں لایا۔ بنا کسی تاخیر اور کسی کے علم میں لائے بغیر اس نے توپ خانے، تمام بھاری سامان اور دوسرے ضروری اسباب کو جن کو وہ اپنے لیے مخصوص کرنا چاہتا تھا زمین میں دفن کر دیا اور چار پانچ ٹوٹی پھوٹی توپیں جن کے دہانے ناکارہ تھے کچھ بیکار اور پرانے ذخیرۂ بارود کے ساتھ اوپر چھوڑ دیں اور بصالت جنگ کو قلعے پر قبضے کی خبر کے ساتھ مبارکباد کا خط بھیجا۔(۲) بصالت اس طرح بیوقوف بن گیا اور ۱۷۶۲ء کی ابتدا میں وہ ادونی کی طرف لوٹ گیا۔

اب حیدر سرا کا حاکم مطلق تھا۔ اس نے یکے بعد دیگرے اس کے ماتحت علاقوں کو فتح کرنا شروع کر دیا لیکن یہ کام آسان نہ تھا۔ ڈوڈ بالاپور سے چودہ میل مشرق میں واقع چک بالاپور کے پالیگار نے شدید مزاحمت کی۔ تین ماہ کے عرصے میں حیدر کے ایک ہزار آدمی مارے گئے(۳) گوٹی کے مرار راؤ نے جس کا علاقہ حیدر کے نئے مقبوضات کے شمال مشرق میں واقع تھا محصور پالیگار کے حق میں حیدر کی توجہ ہٹانے کی کوشش کی۔ حیدر کے پاس کافی افواج تھیں وہ بیک وقت چک بالاپور کا محاصرہ بھی جاری رکھ سکتا تھا اور مرار راؤ کو میدانِ جنگ میں شکست بھی دے سکتا تھا۔ مرار راؤ نے سوا راؤ گھورپڑے اور کھانڈے راؤ گھورپڑے کو ڈھائی ہزار سپاہ کے ساتھ بھیجا۔ چک بالاپور سے چار میل کے فاصلے پر ان کا مقابلہ میسور کے ایک دستے سے ہوا جو تین ہزار پیادہ اور بارہ سو سواروں پر مشتمل تھا اور شکست کھا کر ان کو پیچھے ہٹنا پڑا(۴) توجہ ہٹانے کی ایک اور کوشش کی گئی مگر وہ بھی ناکام رہی۔ مرار راؤ کی فوجوں کو ایک بار پھر شکست ہوئی لیکن حیدر کو یہ اندازہ

---

(۱) محاصرہ ایک ماہ جاری رہا (نشان حیدری)

(۲) نشان حیدری مخطوطہ ورق ۲۷-۲۶

(۳) اورمے مخطوطہ جلد ۲،

(۴) اورمے مخطوطہ جلد ۲، ایس پی ڈی جلد ۳، خط نمبر ،

ہو گیا کہ محاصرہ جاری رکھنے کی صورت میں فتح اس کو بہت مہنگی پڑے گی۔ لہٰذا اس نے فیصلہ کر لیا کہ پالیگار سے سات لاکھ روپیہ پر صلح کرے جو کہ تین قسطوں میں ادا کیا جائے گا۔(۱) پہلی قسط ادا کر دی گئی چنانچہ حیدر دیوان ہالی لوٹ آیا۔ پالیگار نے مرار راؤ کے پانچ سو مرہٹوں کو قلعے میں تعینات کیا اور خود نندی ورگ کے قلعے میں چلا گیا جو تین میل کے فاصلے پر واقع ایک ناقابل تسخیر قلعہ تھا۔ اس طرح حیدر کو فریب دیا گیا جس پر وہ بہت غضبناک ہوا۔ وہ دیوان ہالی سے تیزی سے روانہ ہوا اور دس دن کی جان توڑ کوشش کے بعد چک بالا پور پر قابض ہو گیا۔ اس نے نندی ورگ پر براہِ راست تو حملہ نہیں کیا لیکن یہ انتظام کیا کہ چک بالا پور، دیوان ہالی اور بنگلور کی محافظ فوجیں اس کے ملحقہ علاقوں کو تاخت و تاراج کریں اور اس تک رسد نہ پہنچنے دیں۔ مرار راؤ کو سامان رسد بہم پہنچانے سے روکنے کے لیے حیدر نے اُس پر جارحانہ حملہ کر دیا۔ کرمانی بیان کرتا ہے "مرار راؤ کی فوجیں اس طرح بکھر گئی تھیں جیسے کسی پھٹے ہوئے بورے سے اناج کے دانے گر کر بکھر جائیں۔ وہ پانی تک نہ پی سکیں یہاں تک کہ وہ گوٹی کی حدود میں داخل ہو گئیں۔" حیدر نے مرہٹوں کو پینو کونڈا میں جا لیا اور ان کو شکست دی۔ مرار راؤ کے کئی اہم افسر گرفتار کر لیے گئے۔ اُن میں کھانڈے راؤ گھورپڑے بھی تھا۔ حیدر نے پینو گونڈا کے ساتھ ساتھ مدک سرا پر بھی قبضہ کر لیا۔(۲) "حیدر نے مرار راؤ کے علاقے کے اس حصے کو فتح کر لیا جو اس کے نئے مقبوضہ سرا کے لیے بہت مفید تھا اور جس کی سالانہ آمدنی تین لاکھ پگوڈا تھی۔"(۳) چک بالا پور کا پالیگار جب نندی ورگ میں بھوکوں مرنے لگا تو اُس نے اطاعت قبول کر لی۔ پالیگار کے ساتھ حیدر کا رویّہ اتنا سخت تھا جس کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ پالیگار نے نہ صرف اس کی شدید مزاحمت کی تھی بلکہ ایک بار تو اس نے حیدر کو اپنی چال کا شکار بنا لیا تھا چنانچہ حیدر نے اس کو ایک طرح سے اپنے ذاتی انتقام کے لیے چُن لیا اور اس کو ایک قابلِ عبرت سزا دی۔ اُس نے اس کو قیدی بنا کر بنگلور بھیج دیا اور اُس کے دو بیٹوں کو جبراً مسلمان بنا لیا۔(۵)

---

(۱) نشانِ حیدری، اورمے مخطوطہ جلد ۲۔

(۲) نشانِ حیدری مخطوطہ F ص ۲۷، و ۲۷ الف

(۳) ایس پی ڈی جلد ۳۷ خط نمبر ۲۰، اورمے مخطوطہ جلد ۲۔

(۴) اورمے مخطوطہ، جلد ۲۔

(۵) نشانِ حیدری

رائے ورگ کے پالیگار نے برضا و رغبت اس کی اطاعت قبول کرلی چنانچہ اس کے عوض وہ ہمیشہ حیدر کا منظورِ نظر رہا۔ اپنی خوشی اور رضامندی سے اطاعت و فرمانبرداری قبول کرنے والوں کے ساتھ حیدر کے فیاضانہ سلوک کا اثر ہوئے بغیر نہیں رہا۔ ہم کو یہ معلوم ہوا ہے کہ مالابار کی مہم کے وقت رائے ورگ کے پالیگار کے ساتھ حیدر کے حسن سلوک نے زمورن کو حیدر کی اطاعت کی ترغیب دی تھی۔ ہرپن ہلی کے مطالبہ کرنے پر سردار نے بھی بخوشی اطاعت قبول کرلی۔ چتل ورگ کے پالیگار نے اتنی مستعدی نہیں دکھائی اور تھوڑی سی حیل حجت کی چنانچہ حیدر کی سوار فوج نے اس کے علاقے کو تاراج کردیا۔ مجبوراً اس کو مقررہ خراج کے سوا تین لاکھ روپے کا جرمانہ ادا کرنے کا اقرار کرنا پڑا۔ کرمانی کا بیان ہے کہ "چتل ورگ کے پالیگار نے بغاوت کی نقاب اتار کر سرِ تسلیم خم کردیا اور اطاعت گزاروں کے زمرے میں داخل ہوگیا۔ اس نے بطور پیشکش دو لاکھ اور بطور نذر ایک لاکھ روپے ادا کیے۔"

اس کے بعد حیدر کو اپنی ترقی کا سنہری موقع نصیب ہوا۔ چتل ورگ کے پالیگار نے اس سے ایک ایسے نوجوان کو متعارف کرایا جس نے بتایا کہ وہ بدنور کے سردار باسویا نائک جس کا انتقال ۱۷۵۴ء میں ہوگیا تھا، کا متبنّیٰ چین بسویا ہے وہ اس وقت محض نو سال کا تھا۔ چنانچہ مرحوم حکمران کی بیوہ کی اتالیقی میں دے دیا گیا تھا لیکن اس کے بہی خواہوں کو رانی کے قبضے سے اس لیے نکالنا پڑا کہ وہ اس کی جان کی دشمن ہوگئی تھی اور اس کی جگہ اپنے بھائی کو حکمراں بنانا چاہتی تھی[1] حفاظت کی خاطر اس کو چتل ورگ بھیج دیا گیا تھا۔ حیدر سے یہ درخواست کی گئی کہ وہ اس کے معاملے

---

(۱) اورمے مخطوطہ، جلد ۲، پیکسوتو کہتا ہے کہ "چین بسویا کو قتل کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ قاتلوں کو کم عمر شہزادے پر رحم آگیا اور انھوں نے اس کو جنگل میں چھوڑ دیا اور وہ چتل ورگ چلا آیا۔"

وِلکس کا بیان یہ ہے کہ "رانی کے نمبیا نامی ایک شخص سے شرمناک تعلقات قائم ہوگئے تھے اور اس کی بنا پر وہ خاصی بدنام ہوگئی تھی۔ نوجوان شہزادے نے اس پر رانی سے اپنی ناگواری کا اظہار کیا۔ عاشق و معشوق نے ایک جلاد کو اس بات پر آمادہ کرلیا کہ وہ مالش کرتے وقت شہزادے کی گردن توڑ دے اور اس کو ختم کردے اور اس کی جگہ پر انھوں نے ایک شیرخوار متبنّیٰ کو منتخب کرلیا۔ چین بسویا نے بعد میں بتایا کہ اس کے نجات دہندہ نے پانچ سال تک اس کو اپنے گھر چھپائے رکھا تھا" میرے بیان کی بنیاد اورمے مخطوطہ جلد ۲، ہے۔ وِلکس کی کہانی میں بازاری گپ کی رنگ آمیزی ملتی ہے۔ اگرچہ ایک میکنزی مخطوطہ (مقامی دستاویزات جلد ۴۴) سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

کو اپنے ہاتھ میں لے لے اور وہ فوراً تیار ہو گیا۔ یہ شرط قرار پائی گئی کہ حیدر اپنی خدمات کے عوض میں ۴۰ لاکھ روپے پائے گا۔ اس وقت حیدر نے اپنے ارادوں کو بڑی دانشمندی سے پردۂ راز میں رکھا تھا۔ ہر مرحلے پر حیدر نے چین بسوّیا کے نام سے ہی فرامین جاری کیے۔ لوگ انتہائی مسرت سے اس کے استقبال کو آئے۔ یہ کم و بیش ایک فاتحانہ جلوس بن گیا تھا۔ سنتا پڈنور، شموگہ، کمسی اور اننت پور کی راہ سے فوج نے کوچ کیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ کمسی میں حیدر نے آنجہانی راجہ کے وزیر اعظم لنگانا کو مقید پایا اور اس کو آزاد کر دیا۔ اس نے حیدر کو ایک ایسے راستے سے لے جانے کی پیشکش کی جس میں قلعے کی بیرونی دفاعی فصیل سے بچا جا سکتا تھا۔ ہر پڑاؤ پر حیدر کو توڑنے کے لیے رانی کی پیشکش بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ اس نے اٹھارہ لاکھ پگوڈا دینے کا وعدہ کیا۔ جیسے ہی فوجیں بڈنور پہنچیں رانی اپنے بھائی کے ساتھ بلاّل رائے ورگ کی طرف فرار ہو گئی جو جنوب میں ستر میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ دفاعی اقدامات بہر کیف خاصے مستحکم تھے۔ غالباً لنگانا کی ہدایت کے مطابق کچھ دستوں کو ان کی مدافعت کے لیے چھوڑا اور بیشتر فوجوں کو قلعے کے عقب میں اس دریا کے گھاٹ پر بھیج دیا جو شہر سے ہو کر گذرتا تھا۔ اس جانب بڈنور کی کافی فوجیں نہیں تھیں جو ان کی کارگر مدافعت کر سکتیں چنانچہ ہر شخص بھاگ نکلا۔ کہا جاتا ہے کہ رانی کے حکم کے مطابق محل میں آگ لگا دی گئی مگر حیدر اسے بجھانے میں کامیاب ہو گیا۔ حیدر کی آمد پر بڈنور کے بہت سے سپاہی گھاٹ کے نشیبی علاقوں کی طرف بھاگ نکلے۔ کہا جاتا ہے کہ حیدر نے بڈنور میں بے پناہ مالِ غنیمت پایا۔ حیدر نے بڈنور میں حفاظتی دستے متعین کیے مگر تمام اہم اور مضبوط مقامات پر میسور کے فوجیوں کو تعینات کیا۔ اب تک چین بسوّیا کے ساتھ تمام شاہی لوازمات اور تکلفات برتے گئے تھے اور بلاشبہ اس کی موجودگی نے رانی کے حامیوں کی مدافعت کو کمزور کر دیا تھا۔ چیتل ورگ کا پالیگار جو حیدر کے ساتھ آیا تھا چین بسوّیا کا بڑا سرگرم حامی تھا۔ پیکسوٹو لکھتا ہے کہ "قرب و جوار کے لوگ اور تاجر اس کی خدمت میں اس طرح حاضر ہوتے تھے جیسے کہ وہ اپنے بادشاہ کے پاس آئے ہوں لیکن نواب کا ان چیزوں سے دستکش ہونے کا کوئی ارادہ نہیں تھا جو وہ اپنے لیے چاہتا تھا کیونکہ اُس کا خیال تھا کہ اگر اتفاق سے قسمت نے اس کا ساتھ نہ دیا تو اس کے لیے یہی جگہ سب سے زیادہ محفوظ پناہ گاہ ہوگی۔"(۱) حیدر نے یکے بعد دیگرے باسورج ورگ، ہنّاور اور منگلور پر قبضہ کر لیا۔ اُس

---

(۱) پیکسوٹو کتاب دوم

نے بلال رائے ورگ پر بھی قبضہ کرلیا جہاں رانی نے پناہ لی تھی۔ بلال رائے ورگ کی فتح حیدر کی جنگی مہارت کا بہترین مظاہرہ تھا۔ حیدر نے قلعے کی محافظ فوج کو پیغامات بھیجے کہ ان کا آقا وہاں پہنچ گیا ہے۔ وہ اس کے خلاف آخر کیوں بغاوت پر آمادہ ہیں؟ چنانچہ محافظ فوج نے اس بنا پر رانی اور اس کے بھائی کو چھوڑ دیا۔[1] پیکسوٹو کو اس بات پر بڑی حیرت تھی کہ اتنی آسانی سے حیدر نے بڈنور کیسے فتح کرلیا۔ وہ کہتا ہے کہ "اگر قلعہ ان لوگوں کے ہاتھوں میں ہوتا جو اس کی حفاظت کرنا جانتے ہوتے تو ایسی ایسی چار فوجیں بھی اس کو نہیں لے سکتی تھیں"۔[2]

جب بڈنور کی فتح مکمل ہو گئی تب حیدر نے سوچا کہ اب وہ بڑی آسانی سے چین بسویا کے دعووں کو رد کرکے اس کو فریبی ثابت کرسکتا ہے اور اپنا اقتدار منوا سکتا ہے۔ تمام اہم مقامات اس کے اپنے آدمیوں کے ہاتھوں میں تھے۔ چین بسویا کے حق میں عوامی جذبات کچھ بھی ہوتے وہ بآسانی کچلے جا سکتے تھے۔ اس سلسلے میں میچاند (MICHAND) ایک ایسی کہانی بیان کرتا ہے جو مختصر طور پر پارکنسن نے بھی بیان کی ہے: یہ نوجوان جس کی عمر صرف سولہ سال کی تھی اور جو اپنی جوانی میں حسن و عشق کے فریب کا مارا تھا۔ اس کو بچپن میں جس وادی میں چھپا دیا گیا تھا وہیں وہ ایک عورت کے عشق میں گرفتار ہو گیا تھا۔ یہ جذبۂ عشق اس کی تنہائی سے لے کر دربار کے جاہ و جلال اور شور و شغب تک اس کے ساتھ رہا تھا اور وہ عورت جو اس کے اس جذبۂ بے اختیار کا مرکز تھی اُس کے ساتھ بڈنور آگئی تھی۔ حیدر نے جب اس عورت کو دیکھا تو وہ اُس شہزادے کا رقیب بن گیا جس کو اس نے اس کی سلطنت دلوائی تھی۔ وہ اس عورت کو اپنی فتوحات کی قیمت کے طور پر لینا چاہتا تھا۔ نوجوان راجہ نے جو اس وقت عمر کی اس منزل میں تھا جہاں عورت کے دل کو تاج پر ترجیح دی جاتی ہے انکار کر دینے کی جسارت کرکے پھر اپنے تاج کو کھو دینے کا خطرہ مول لے لیا۔ حیدر برافروختہ ہو گیا اور اس نے زبردستی راجہ کی نوجوان محبوبہ کو چھین لیا۔ اِس پہلی بے انصافی کے بعد دوسری بے انصافی ہوئی۔ حیدر اپنی سلطنت کا بلا شرکت غیرے مالک بنے رہنا چاہتا تھا۔ راجہ کو زبردستی اس کے محل سے مدا گیری بھیج دیا گیا۔[3] اس میں کوئی شک نہیں کہ حیدر بے حد جذباتی تھا۔ غالباً چین بسویا

(۱) اورمے مخطوطہ جلد ۲، (۲) پیکسوٹو کتاب دوم

(۳) میچاد، باب دوم ص ۱۴۱ - ۲۴۲ ——— پارکنسن کا بیان یہ ہے کہ "وہ ایک خوبصورت عورت سے بے پناہ پیار کرتا تھا۔ حیدر نے اس کو لانے کے لیے چند آدمی بھیجے اور یہ بات راجہ تک پہنچ گئی تو ان کو بہت ذلت سے نکال دیا گیا۔ حیدر نے ایک مہم پے جانے کا بہانہ کرکے راجہ کو قید کرنے کا حکم دے دیا۔"

کے ساتھ رقابت کا واقعہ صحیح ہے لیکن یہ یقین کرنا بھی مشکل ہے کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو حیدر بدنور کے بے دست و پا شہزادے کے حوالے کر کے خود مال غنیمت لے کر قانع ہو رہتا۔ کنارا کے بارے میں یہ کہنا صحیح ہوگا کہ وہ "سونے کی زمین" تھی جیسا کہ پرتگالیوں نے ایک بار اپنی اس خطے کی کوٹھی کو کہا تھا۔ ایک بار اسے دیکھنے کے بعد حیدر اس کو چھوڑنے والا نہ تھا۔ دوسرے تمام سیاستدانوں کی طرح حیدر سخاوت جیسی صفت سے محروم تھا۔ چین بسوتیا' ریاست کی مالک بیوہ رانی اور اس کے بھائی اور دوسرے حریف کم عمر بادشاہ کو مدا گیری بھیج دیا گیا اور مال غنیمت کے نشے میں سرشار حیدر نے اس طرح سے اپنے اقتدار کا اعلان کیا جیسے اس نے اپنی سلطنت کے کسی حصے میں نہیں کیا تھا۔ دوسری تمام جگہوں پر اس نے میسور کے بادشاہ کے نام سے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی تھی مگر بدنور کو اس نے اپنی سلطنت گردانا تھا۔ بدنور کا نام حیدر نگر رکھا گیا اور وہ اس کی راجدھانی قرار پایا۔ یہاں اس نے پہلی بار سکے کے اجراء کے اپنے حق کو استعمال کیا اور اپنا سب سے پہلا سکہ "بہادری پگوڈا" کے نام سے جاری کیا۔ اس نے انتہائی احتیاط سے کام لیتے ہوئے اپنے دستخط کے ابتدائی حروف ہی ظاہر کیے تھے۔ اس نے اپنے سکوں پر ہندو دیوی دیوتاؤں کی تصویریں بھی نقش کرائی تھیں جو ایک مسلمان کی جانب سے یقیناً رواداری کا ایک بہترین مظاہرہ تھا۔[1] لیکن چین بسوتیا کا اخراج اور جن حالات میں وہ عمل میں آیا لوگوں کو یقیناً ناگوار ہوا ہوگا اور انھوں نے محسوس کیا ہوگا کہ ان کے ساتھ فریب کیا گیا ہے۔ کئی سازشیں کی گئیں جن کی پاداش میں حیدر نے تقریباً ایک ہزار آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔[2] چنانچہ اس کے بعد بدنور سب سے زیادہ پُرامن مقبوضہ ثابت ہوا لیکن چونکہ اس پر مرہٹہ حملوں کا خطرہ بڑھ گیا تھا اور ۱۷۶۴ء میں مادھوراؤ کے پہلے حملے سے اس کی کمزوری ظاہر ہو چکی تھی اس لیے حیدر نے حیدر نگر کو اپنا صدر مقام نہیں بنایا اور بدنور کی ریاست اُس کی وسیع سلطنت کا ایک دُور دراز سرحدی مگر اہم حصہ بن کر رہا۔ اس صوبے کا گورنر دینکٹ اپتیہ کو بنایا گیا تھا اور حیدر نگر ٹکسال کی حیثیت سے برقرار رہا۔ یہ صوبہ مشرق میں چتل ورگ کی حدود میں بیس میل

---

(۱) سکے کا پہلا سید صا رُخ : دانے دار حصے میں حیدر کے دستخط کے ابتدائی حرُوف
سکے کی پُشت : پاروتی کے بائیں زانو پر بیٹھی ہوئی سیتا' دیوتا کے دائیں ہاتھوں میں سے ایک میں ایک ترشول اور بائیں ہاتھوں میں سے ایک میں ایک ہرن دکھایا گیا ہے۔

(۲) اورمے مخطوطہ جلد ۲۔

کی مسافت تک پھیلا کرے تک اور ساحل سمندر پر سیاہ دری کے نشیب میں میر جان سے منگلور تک پھیلا ہوا تھا۔ اگلے سال سندا کی فتح کے بعد اس صوبے کی حدود گوا کے جنوب میں واقع ایک چھوٹی سی فصیل دار راس تک وسیع ہو گئی تھیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حیدر بدنور کی نعمت غیر مترقبہ کو اپنے مستقبل کی عظمت و توقیر کا سنگِ بنیاد گردانتا تھا۔ ولکس کے اندازے کے مطابق صرف بدنور کے مال غنیمت کی شکل میں حیدر کو ایک کروڑ بیس لاکھ پونڈ ہاتھ لگے تھے۔ اپنی ۱۷۶۳ء کی ہدایات میں اورنا کے مارکوئیس نے بدنور میں جمع شدہ بے پناہ دولت کا حوالہ دیا ہے۔ اس نے لکھا ہے: "چاول کی تجارت جس پر تمام مالابار اور مسقط کے کچھ حصوں کا دارومدار ہے اس علاقے کی دولت کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ بادشاہ اس کو سمیٹ سمیٹ کر رکھتا ہے اور اپنے ہمعصروں میں وہ سب سے زیادہ دولتمند ہے۔ یہ دولت سوائے ذخیرہ اندوزی کے اور کسی کام نہیں آتی ہے"(۱) ڈی لاتور (DE LA TOAR) کی پرواز فکر بڑی اونچی ہے لیکن اس کے مبالغہ آرائی کے رجحان کی رعایت کرنے کے بعد بھی اس کے بیان سے ہم بآسانی یہ سمجھ سکتے ہیں کہ بدنور کی لوٹ مار سے ہمعصروں کے ذہنوں پر کیا اثرات مرتب ہوئے ہوں گے۔ حیدر کے ساتھ مہم میں شریک ہونے والے فرانسیسیوں کا بیان ہے کہ حیدر نے اپنے سامنے موتی جواہرات اور قیمتی پتھروں کو غلے کے باٹوں سے تولنے کا حکم دیا تھا۔ جب سونے کے زیورات اور ڈھلے ہوئے ڈلوں کے ڈھیر لگائے گئے تو وہ گھوڑے پر سوار شخص کی اونچائی سے بھی اوپر نکل گئے تھے"(۲)

دسمبر ۱۷۶۳ء میں فیض اللہ کو سندا بھیجا گیا۔ وہاں کا بادشاہ سوائے امادی سداسیو ایک کمزور اور امن پسند حکمران تھا۔ روایت ہے کہ اس نے اپنے باپ سے سلطنت کے ساتھ ساتھ بزدلی اور بہت سے عیب بھی ورثہ میں پائے تھے۔ وہ اتنا کاہل اور سست تھا کہ کوئی کارگزار مزاحمت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ سندا کے زیریں علاقے میں واقع سیوسوار کی جانب بھاگ نکلا جو ساحل سمندر پر کاروار سے آٹھ میل شمال میں تھا۔ اس نے پناہ اور ایک مقررہ وظیفہ کے عوض اپنا گھاٹ کا زیریں علاقہ پرتگالیوں کے حوالے کر دیا۔ پرتگالیوں نے پونڈا، اکن کونا اور راس راس پر قبضہ جما لیا(۳)

---

(۱) ایس این سین "تاریخ ہند کے مطالعات (اورنا کے مارکوئیس کی ہدایات)

(۲) ڈی لاتور ص ۵۸

(۳) پرتگالی مخطوطہ نمبر ۲ اور LXXXI

فیض اللہ نے سیو سوار، سدا سیوگاڈ اور انکولا پر قبضہ کر لیا۔ اس علاقے کے سوا جو پرتگالیوں کے قبضے میں تھا۔ سندا کے تمام علاقے اب حیدر کے مقبوضات کا ایک حصہ بن گئے تھے۔ فریر کے بیان کے مطابق ۱۷۶۳ء میں یہ تخمینہ لگایا گیا تھا کہ سندا راجہ کے سیاہ مرچ کے علاقوں کا سالانہ محصول تیس۳ لاکھ پگوڈا تک پہنچتا تھا۔

باب ۶
مرہٹوں سے تعلقات
۱۷۶۴ء سے ۱۷۶۵ء

پانی پت کی تیسری جنگ مرہٹہ زوال کا نقطۂ آغاز تصور کیا جاتا ہے مگر ہم اس جنگ کے اثرات کو شمالی ہند کی سیاسیات کے ہی سلسلے میں دیکھنے کے زیادہ عادی رہے ہیں تاہم یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ اس جنگ کی بازگشت دُور دُور تک سُنی گئی تھی اور جنوب میں مرہٹوں کے معاملات پر اس کا کافی اثر پڑا تھا اور مرہٹوں کے مفاد کو خاصا دھکا لگا تھا۔

پانی پت کے المیہ نے تنگ بھدرا کے جنوب میں واقع علاقوں پر سے مرہٹہ دباؤ کو کم کر دیا تھا اور حیدر کو مکمل آزادی مل گئی تھی کہ وہ اپنے توسیعی منصوبے کو آگے بڑھاتا رہے۔ ۱۷۶۴ء میں ایک بار پھر مرہٹوں نے اس جانب پیش قدمی شروع کی مگر اس اثنا میں حیدر نے نہ صرف ریاست میسور میں اپنی طاقت مضبوط کر لی تھی بلکہ بدنور، کرنول اور کرپا کو اپنے زیر اثر لانے کی بھی بھرپور کوشش کی تاکہ وہ اس طرح ایک دفاعی فصیل قائم کر لے۔ اس نے تنگ بھدرا کی سرحد پر قناعت نہیں کی بلکہ دریا کے شمال مغرب میں مزید پیش قدمی کی۔ مرہٹوں کے موجودہ عارضی بحران سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اُس نے دھاروار اور بنکاپور پر بھی قبضہ کر لیا۔ حکمت عملی میں بھی وہ پوری طرح کامیاب رہا تھا کیونکہ نظام کو اس نے اپنا طرف دار بنا لیا تھا (۱)

مرہٹوں کی خوش قسمتی سے تنگ بھدرا کی دوسری جانب ایک مرہٹہ سردار یعنی گوپی کا مرار راؤ حیدر کی راہ کا سب سے بڑا کانٹا ثابت ہوا اور اس نے حیدر کے خلاف اس کے برابر نہ ہونے کے

---

(۱) ایس پی ڈی جلد ۳۰، خط نمبر ۲۳۰

باوجود لڑائی جاری رکھی۔ عملی لحاظ سے وہ تن تنہا لڑ رہا تھا۔ سائٹھے کی تصنیف باکھر کے مطالعے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ مادھوراؤ نے اپنی پہلی مہم کے دوران مرارراؤ کی خدمات کا اعتراف کیا تھا اور اس کی درخواست پر اس نے مرارراؤ کو "سیناپتی" کے خطاب سے نوازا تھا۔(۱)

سوانور کے حکمران پر جو کہ ایک ماتحت مرہٹہ حلیف تھا حال ہی میں حیدر نے غلبہ حاصل کیا تھا۔ پہلا موقع پاتے ہی اس نے دریائے کرشنا عبور کیا اور وہ پیشوا سے جا ملا۔ مورخہ ۱۷ اپریل ۱۷۶۴ء کو لکھے گئے مرہٹہ خط سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ "خاری فوجیں پڑاؤ کرتی ہوئی یہاں پہنچیں۔ سوانکور بچا لیا گیا تھا ورنہ میر فیض اللہ اپنی دس ہزار افواج کے ساتھ ہنگل کی طرف کوچ کر چکا ہوتا۔ وہ سوانکور کو ختم کرنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن پیشوا بالعجلت تمام پہنچ گیا۔" (۲)

مادھوراؤ تمام پیشواؤں میں سب سے عظیم پیشوا تھا۔ اس کو حیدر کا سب سے بڑا دشمن گردانا جانا چاہیئے جس سے حیدر کو میدانِ جنگ میں مقابلہ کرنا پڑا۔ بلاشبہ حیدر کو اسمتھ اور سرآئرکوٹ کے ہاتھوں ہزیمت اٹھانی پڑی تھی مگر ان تمام شکستوں کے اثرات ایک تنگ حلقے تک محدود رہے تھے مگر مادھوراؤ نے اس کو میدانِ جنگ میں شکستیں دی تھیں اور ہر حملہ میں بیش قیمت علاقوں کو واپس لے لیا تھا۔ انگریزوں کے ساتھ جنگوں میں ہمیشہ حیدر کا پلہ بھاری رہا تھا مگر مادھوراؤ کے ساتھ اس کی نبرد آزمائیوں میں ہمیشہ مادھوراؤ کا پلہ بھاری رہا۔ مادھوراؤ کے خلاف حیدر کی جنگی کارروائیوں کا نتیجہ تباہی کی شکل میں نکلا اور اس کی دفاعی قوت بھی بہت مضمحل ہو گئی — پیلسوٹو لکھتا ہے کہ مرہٹوں کی قیادت بہت عمدہ اور ان کا استقلال بہت عظیم تھا۔ اگرچہ شدید شکستوں کے سبب مرہٹوں کا فوجی نظام کمزور ہو چکا تھا تاہم یہ نوجوان پیشوا بہادر، عزم کا پکا، باوقار صاحب اور مستعد تھا اور دشمن کی قوت ارادی کو مفلوج کر کے ان کو شدید شکستیں دینے کی صلاحیت رکھتا تھا جہاں وہ بنفس نفیس موجود ہوتا کامیابی مرہٹوں کے قدم چومتی تھی۔ وہ اگرچہ ہمیشہ جارحانہ حملے کرتا تھا تاہم اس کے اقدامات مصلحت اندیشی اور بہتر طریقۂ کار سے خالی نہیں ہوتے تھے۔ مرہٹوں کی "دھوکہ دینے، اچانک حملہ کرنے اور پھر مغلوب کرنے کی" تدبیر مادھوراؤ کی قیادت میں سب سے بہتر طریقہ پر بروئے کار لائی جا رہی تھی۔ حیدر مرہٹوں کے اُمنڈتے ہوئے سیلاب کا

---

(۱) راج واڑے جلد ۱۴

(۲) ایس پی ڈی جلد ۳۷، خط نمبر ۴۰۔ کرمانی کے بیان کے مطابق سوانور کے حاکم نے بدنور کی رانی کی مدد کی تھی۔

مقابلہ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا۔ اس کے انتہائی خطرناک دشمن کی قبل از وقت موت کی وجہ سے حیدر مکمل تباہی سے بچ گیا اور کرناٹک میں مرہٹوں کی طاقت کمزور ہو گئی۔

مادھوراؤ سوانور پہنچا تو پٹھان سردار نے تقریباً دو ہزار سواروں اور ایک ہزار پیادوں کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا۔ اس کے بعد اس نے سوانور سے تنگ بھدرا کے کناروں کی طرف کوچ کیا۔ اسی دوران حیدر ۲۵ ہزار افواج کے ساتھ جو سوار، پیادوں اور توپ خانے پر مشتمل تھیں ہری ہر پہنچ گیا۔ سوانور سے ۲۶ میل جنوب اور دھاروار سے ۷ میل دور جنوب مشرق میں واقع راٹ ہالی کے مقام پر ایک مقابلہ ہوا۔ ایک صبح گوپال راؤ اور وٹھل شیودیو اپنے لشکر گاہ سے نکل کر آگے بڑھے (۱) حیدر نے یہ دیکھ کر کہ ان کی فوج تعداد کے لحاظ سے بہت کم ہے ان کے خلاف کوچ کیا اور پانچ میل آگے اور بڑھ آیا۔ اُسے امید تھی کہ وہ ان کو مغلوب کرے گا۔ اس کے سامنے سے پیچھے ہٹنے والی مرہٹہ فوج کی تعداد چار ہزار سے زیادہ نہیں تھی۔ حیدر آہستہ آہستہ آگے بڑھا۔ ان پر تیر اندازی کی اور جب وہ بھاگے تو ان کا تعاقب کیا۔ وہ پیچھے ہٹتے گئے اور وہ ان کا تعاقب کرتا رہا۔ یہاں تک اچانک اُس کے سامنے ۵۰ ہزار مرہٹہ فوج آن کھڑی ہوئی۔ حیدر نے فیض اللہ کو فوری حکم بھیجا کہ وہ بھاری توپ خانے کے ساتھ فوراً پیش قدمی کرے۔ وہ ایک معاون ندی کے کنارے خیمہ زن ہوا جو اس وقت خشک تھی۔ مرہٹہ توپوں کی جنگ ساڑھے چار گھنٹے تک جاری رہی حیدر کے پاس چالیس توپیں تھیں مگر ان میں سے بیشتر تین چار پونڈ کے گولے ہی پھینک سکتی تھیں۔ مرہٹوں نے عملاً میسور کے لشکر گاہ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ فیض اللہ صرف تین ہزار سپاہیوں کے ساتھ ان کی صفوں کو توڑ کر حیدر سے جا ملنے میں کامیاب ہو گیا۔ اگرچہ اس کا شدید نقصان ہوا مگر غروب آفتاب سے کچھ پہلے وہ گھیرے سے اس وقت بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ جب مرہٹوں نے گولہ باری بند کر دی تھی تو میسور فوج میں مرنے والوں کی تعداد ایک ہزار سے اوپر اور زخمیوں کی تعداد ایک ہزار تک تھی۔ اس معرکہ کی تاریخ پیکسوٹو کے بیان کے مطابق ۳ مئی ۱۷۶۴ء تھی (۲)

حیدر نے اپنے پڑاؤ کے اردگرد توپیں نصب کر دیں اور مرہٹوں کا انتظار کرنے لگا۔ اس نے ان سے دو معرکے لڑے مگر طرفین میں سے کسی کو کوئی غلبہ حاصل نہ ہوا۔ مادھوراؤ نے میسوری لشکر گاہ

---

(۱) ایس پی ڈی جلد ۲۷ خط نمبر ۳۲ (سدھا بیاکھ کا دوسرا دن تھا)

(۲) پیکسوٹو جلد ۲

کو تباہ کرنے کی ایک کوشش کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے حیدر کو لکھا کہ "اس نے اس کا نام پونا میں سُنا ہے جہاں اس کے بہت سے بہادرانہ کارناموں کا تذکرہ کیا گیا اور اس کی تلاش میں اور اس سے لڑنے آیا تھا کیونکہ اس کے باپ نے تمام اچھے سپاہیوں سے دوستی کرنے کا مشورہ دیا تھا اور یہی اس کی اپنی تمنا ہے لیکن چونکہ وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ جو کچھ کہا گیا ہے وہ سب صحیح بھی ہے وہ خود اس کی آزمائش کرنے کو آیا تھا اور اب اسے توقع ہے کہ نواب اپنی خندقوں کو چھوڑ کر اپنے پڑاؤ میں آجائے گا جہاں وہ اسے تیار پائے گا اور اگر ایسا نہ ہوا تو وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہوگا کہ حیدر ایک سپاہی نہیں ہے اور جو کچھ اس کے بارے میں کہا گیا تھا وہ قصہ کہانی کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ دوسرے دن وہ اس کے پڑاؤ اور توپ خانے کا معائنہ کرے گا اور اپنی اس خوشی کا اظہار کرے گا جس کو لے کر وہ اس سے ملنے اور نبرد آزمائی کے لیے پونا سے روانہ ہوا تھا" (۱) حیدر اس پر بہت ہنسا مگر جب مرہٹہ لشکر گاہ سے اس کے جاسوسوں نے اطلاع دی کہ مادھوراؤ سنجیدہ تھا اور اس نے تمام مرہٹہ سرداروں کو قسم کی توثیق کے لیے پان کھانے کا حکم دیا تھا تو آدھی رات کے بعد وہ اناوٹی کے خندق سے محصور قلعے کی طرف روانہ ہوا اور اس دن صبح سات بجے وہاں پہنچ گیا چونکہ قلعے کے اردگرد کئی پہاڑیاں تھیں اور حیدر نے سڑکوں کی نگرانی کے لیے اپنے آدمیوں کو تعینات کر دیا تھا اس لیے مرہٹے اس تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ اب حیدر یہ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ وقت کی کمی کے سبب مرہٹے اسے زیادہ نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے کیونکہ موسم برسات شروع ہونے والا تھا۔ موسم برسات کے آنے کے خیال سے مادھوراؤ نے اپنے لشکر کو سوانور اور دوسرے قلعوں میں گوپال راؤ اور سیاجی پنت کی نگرانی میں تقسیم کر دیا۔ حیدر نے اپنی پیادہ فوج کے لیے کئی بیرکیں بنوائیں۔ وہ اتنی بڑی تھیں کہ ان میں سپاہی جمع ہو سکتے تھے اور اگر ضرورت پڑے تو باہر نکلے بغیر اور اپنے ہتھیاروں کو بھیگنے دیے بغیر گولیاں بھی برسا سکتے تھے۔ اس نے دوسری اور احتیاطی تدبیریں بھی اختیار کی تھیں (۲)

جون کے اختتام کے قریب بلکہ مہم جوئی کے موسم کے آغاز کے فوراً بعد حیدر اناوٹی سے روانہ ہوا اور بنکاپور میں خیمہ زن ہوا۔ اس نے گوپال راؤ کی الگ تھلگ فوج پر حملہ کرنے اور سوانور کو دھمکی دینے اور خوفزدہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ پیکسوٹو کا بیان ہے کہ اس مہم کے دوران حیدر نے

---

(۱) پیکسوٹو II پیراگراف ۱۰۰

(۲) 〃 〃 〃 ۱۰۱

اپنے کچھ سواروں کو بھیجا کہ وہ مرہٹوں کے سامنے ظاہر ہوں اور پھر سامنے سے ہٹ کر کمین گاہوں میں چھپ جائیں مگر اس طرح مرہٹوں پر چڑھائی کرنے اور انھیں کی چال انھیں کے خلاف استعمال کرنے کی کوشش مکمل طور پر ناکام رہی۔ پیکسوٹو بیان کرتا ہے کہ "ہم وہاں صبح سات بجے سے لے کر سہ پہر کے تین بجے تک رہے مگر مرہٹوں کو کسی طرح ورغلایا نہیں جا سکا"۔(۱) حیدر پھر اناوٹی واپس چلا گیا اور تب پیشوا پہلے مدصول اور پھر دھارواڑ کا محاصرہ کرنے کے لیے آزاد تھا۔ دھارواڑ میں حیدر کی ایک محافظ فوج فیض اللہ کے بھائی کی زیر قیادت موجود تھی۔ خود فیض اللہ بھی نو ہزار سپاہیوں اور سات توپوں کے ساتھ اس قلعے کے پندرہ کوس کے فاصلے پر پہنچ چکا تھا۔ قلعے اور اس کی فوج کے درمیان گوپال راؤ اور راستے کی قیادت میں مرہٹہ فوج موجود تھی۔ آخر کار اس نے یہ مناسب سمجھا کہ پیچھے ہٹ جائے اور نومبر کی ابتدا میں قلعے پر قبضہ ہو گیا۔(۲)

اب مادھو راؤ نے اناوٹی پر حملہ کرنے کے لیے پیش قدمی کی اور ۱۶ نومبر ۱۷۶۴ء کو (۲۹ نومبر بمطابق مرہٹی اخبارات) اس کے قریب خیمہ زن ہوا۔ حیدر نے ہر سردار کو لشکر گاہ میں ایک خاص جگہ پر متعین کر دیا اور ہر شخص کو یہ جتا دیا کہ سخت مصیبت کے وقت بھی کسی مدد کا طالب نہیں ہوگا کسی بھی شخص کو موت کے ڈر سے اور اپنے خاندان اور گھر کی تباہی کے خوف سے اپنی جگہ چھوڑنے کی اجازت نہیں تھی۔ کسی دوسرے کی اعانت اور مدد کرنے کے لیے بھی کسی کو اپنی جگہ نہیں چھوڑنی تھی۔" ان تمام احتیاطی تدابیر میں کوئی بھی تدبیر کافی نہیں تھی کیونکہ مرہٹوں کا عزم مصمم اور استقلال مستحکم تھا۔

حیدر نے اپنی لشکر گاہ سے دور ایک مضبوط پشتہ تعمیر کرایا تھا جس پر ۲۴ اور ۱۸ پونڈ کے گولے پھینکنے والی آٹھ توپیں نصب تھیں۔ اس کا نگران میر فیض اللہ تھا اور اس کا یہ فرض تھا کہ وہ ان کا دفاع کرے گا۔ اس کے ساتھ پرتگالی کمان دار جوزف مینیز بھی تھا۔ مرہٹہ پڑاؤ چھ میل کے

---

(۱) پیکسوٹو III پیراگراف ۲

اتھاسک لیکھ سنگرہ' II: "حیدر پندرہ ہزار گردیز اور چھ ہزار سواروں کے ساتھ ہنگل آیا۔ پھر اچانک بنکاپور روانہ ہو گیا اور وہاں ساڑھے چار گھنٹے آرام کیا اور فجر صادق کے وقت وہ سوانور اور بنکاپور کے درمیان واقع ایک چشمہ پر پہنچا۔ وہاں وہ چھپ گیا اور کچھ سپاہیوں کو کنارے پر رہنے دیا لیکن گوپال راؤ پٹوردھن باہر نہیں نکلا۔"

(۲) ایس پی ڈی جلد ۳۷، خط نمبر ۱۵

فاصلے پر تھا۔ ہر صبح مرہٹے اپنی لشکر گاہ سے باہر نکلتے، بکھرے ہوئے اور منتشر دستوں کی شکل میں ایک آدھی جھڑپیں کرتے اور پھر حیدر کی فوج کے کسی بازو پر سخت حملے کرتے۔ حیدر چھ سات دن تک تو پیش قدمی کرتا رہا۔ پھر اس نے پیش قدمی بالکل بند کر دی۔ مرہٹے اور قریب سے قریب تر آتے گئے۔ یہاں تک کہ یکم دسمبر کو ایک خوفناک جنگ ہوئی جس میں حیدر کو بھاری شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اس دن وہ ایک جنگی چال سے دھوکہ کھا گیا حالانکہ اس جیسے تجربہ کار سپہ سالار کو اس چال کو جان لینا چاہیئے تھا۔ مرہٹے صبح سویرے اپنے شہ سوار توپ خانے کے ساتھ باہر نکلے۔ ان کا توپ خانہ ۴۵ توپوں پر مشتمل تھا۔ جنگل کے سرے پر واقع میسور کی ایک سرحدی چوکی کے قریب ایک پہاڑی پر آٹھ توپیں نصب کر دی گئیں۔ بظاہر مرہٹوں کے لیے یہ خطرناک صورت حال تھی کیونکہ اِکا دُکا کے سوا مرہٹے شہسوار جنگل میں نہیں داخل ہو سکتے تھے۔ چونکہ ان کی توپوں سے شدید نقصان پہنچ رہا تھا۔ اس لیے حیدر نے یہ حکم جاری کیا کہ ان توپوں پر قبضہ کر لیا جائے اور اسماعیل خاں نے ان پر بڑی آسانی سے قبضہ کر لیا۔ تب حیدر نے حاجی محمد خاں کو یہ حکم دیا کہ وہ اس پہاڑی پر رہے جس پر توپیں نصب تھیں اور مرہٹوں کی یلغار کے خلاف اس کا دفاع کرے کیونکہ مرہٹے نہ صرف کھوئی ہوئی توپوں کی واپسی کے لیے حملہ کریں گے بلکہ اس جگہ کو بھی حاصل کرنے کی کوشش کریں گے جہاں سے وہ نکال دیے گئے تھے۔ لیکن ان فوجی دستوں نے جنھوں نے توپوں پر قبضہ کیا تھا اب مرہٹہ سواروں سے مغلوب ہو چکے تھے اور پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ اس پر حیدر نے ان کی مدد کے لیے دو ہزار سپاہیوں کی ایک کمک بھیجی لیکن اسماعیل خاں اور اس کے بہت سے سپاہی کاٹ کر پھینک دیے گئے۔ "چار میدانی توپیں ہاتھ سے نکل گئی تھیں اور نواب خود بھی دو جگہ زخمی ہو گیا۔ اگرچہ زخم زیادہ خطرناک نہیں تھے۔ اس خیال سے کہ کوئی اس کو پہچان نہ سکے اور پکڑ نہ سکے اور وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو جائے اس نے اپنے تمام کپڑے اتار دیے اور بھیس بدل کر وہ اپنے خیمے میں بحفاظت پہنچ گیا۔"[1] مرہٹوں کا تخمینہ یہ تھا کہ ہزار اور پندرہ سو کے درمیان گردی سپاہی مارے گئے اور چھ توپوں پر قبضہ ہو گیا۔ یہ ایک عظیم فتح تھی۔ یہ معرکہ دوپہر سے لے کر رات کے دو بجے تک جاری رہا۔[2]

---

(۱) پیکسوٹو III پیراگراف ۲۱

(۲) ایس پی ڈی جلد ۲۷ خط نمبر ۵۵

اس لڑائی کے فوراً بعد صلح کی گفت وشنید شروع ہوئی مگر وہ ناکام ثابت ہوئی۔ ۲۶ دسمبر کو حیدر نے دریا کے کنارے پر واقع مرہٹوں کی ایک چوکی پر حملہ کیا۔ وہ ان کو کناروں سے ہٹانے میں کامیاب ہوگیا۔ کچھ دنوں تک دونوں جانب سے ہلکی ہلکی جھڑپیں ہوتی رہیں۔ ۱۱ فروری کو مرہٹوں نے اپنے خیمے اکھاڑ دیے اور بدنور کی طرف کوچ کر دیا۔ حیدر بدنور کی جانب جتنی سرعت سے جا سکتا تھا روانہ ہوگیا۔ اس کا پہلا پڑاؤ شکار پور میں ہوا جہاں مرہٹوں سے اس نے دو دو ہاتھ کیے۔ وہ مسلسل پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ وہ اننت پور پہنچا اور پھر وہاں سے بدنور پہنچا۔ اس دوران پیشوا ہونالی پر بغیر ایک گولی چلائے قبضہ کرنے میں کامیاب ہوگیا اور کسی پر تین دن کے محاصرے کے بعد قبضہ ہوگیا۔ فیض اللہ خاں نے بہرحال اننت پور میں سخت مزاحمت کی لیکن ۲۷ فروری ۱۷۶۵ء کو وہ اننت پور سے مورن گری چلا گیا جو بدنور کے دروازے کے باہر تھی اور جہاں پشتے اور خندقیں تعمیر کی گئیں (۱)

جنوری ۱۷۶۵ء کے آخر میں رگھوناتھ راؤ مرہٹہ لشکر میں آکر شامل ہوا۔ حیدر اس وقت صلح کرنے کے لیے کوشاں تھا اور اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے جس کا اُسے سامنا تھا صلح کی شرائط بڑی نرم تھیں۔ مادھوراؤ نے نانا فرنویس کو لکھا تھا: "بدنور کے علاقے میں دو تین جگہوں پر قبضہ کرنے کے بعد میں نے اننت پور میں مورچے تعمیر کیے۔ اننت پور پر قبضے کے بعد میرا ارادہ مزید پیش قدمی کرنے اور بدنور کو فتح کرنے کا تھا۔ حیدر نے اپنے وکیل کو بھیجا اور بڑی گرم جوشی سے اپنی گفت وشنید شروع کی۔ رگھوناتھ راؤ کی رائے میں صلح کی بات چیت کو زیادہ طول نہیں دینا چاہیے تھا چنانچہ میں نے نیک صلح کرلی۔" (۲)

صلح کی شرائط یہ تھیں:

۱۔ حیدر بطور خراج ۸ لاکھ روپیہ ادا کرے۔

۲۔ وہ بنکاپور، ہری ہر کے تعلقوں کو حوالے کر دے اور گوپال راؤ کے بھائی کو رہا کر دے۔

۳۔ وہ مرار راؤ اور سوانور کے حکمراں علاقے واپس کر دے۔ (۳)

---

(۱) پیکسوٹو ■ پیراگراف ۴۳

(۲) ایس پی ڈی جلد ۳۷، خط نمبر ۹۳ مورخہ ۳ مارچ ۱۷۶۵ء

(۳) 〃 〃 〃 〃 نمبر ۹۰، ۹۱، ۹۲، مورخہ ۱۲ اور ۱۳ مارچ ۱۷۶۵ء

کہا جاتا ہے کہ یہ انتہائی نرم شرطیں رگھوناتھ راؤ کی خواہش کی بنا پر پیش کی گئی تھیں تاکہ وہ اپنے نجی اقتدار کے حصول کے لیے حیدر کی مدد حاصل کر سکے۔ جب ہم رگھوناتھ راؤ کے بعد کے کردار کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ بیان کچھ غلط نہیں لگتا ہے۔ مادھو راؤ اس وقت اس قابل تھا کہ حیدر سے دہ سرا، چتل ورگ، رائے ورگ اور ہرپن ہالی کی واپسی کا مطالبہ کر سکتا۔ اگر وہ مزید پیش قدمی کرتا تو غالباً بدنور پر بھی قبضہ کر لیتا۔ اگرچہ اس نے حیدر کے زیر اثر علاقے پر مزید کوئی پابندی نہیں لگائی تاہم وہ اُسے تنگ بھدرا اور کرشنا کے درمیانی علاقے سے نکالنے میں کامیاب ہو گیا۔ مرار راؤ اور سوانور کے حکمراں کی طاقت اور اقتدار کی بحالی کے بعد مرہٹہ جارحانہ حملے تنگ بھدرا کے جنوب میں کسی وقت بھی پھر سے شروع کیے جا سکتے تھے۔

باب ۷

مرہٹوں سے تعلقات

۱۷۶۶ء سے ۱۷۶۷ء

جیسا کہ پچھلے باب میں ہم نے دیکھا مارچ ۱۷۶۵ء میں مادھوراؤ حیدر کے ساتھ صلح کرنے اور اپنی پہلی مہم ختم کرنے کے لیے تیار ہو گیا تھا۔ گفت و شنید کے دوران مادھوراؤ نے اس بات کا مطالبہ کیا کہ ہری ہر اور باسوپٹنا کو بھی ان علاقوں کی فہرست میں شامل کیا جائے جو حیدر کو حوالے کرنے ہیں۔ تنگ بھدرا کی دوسری جانب واقع ان دو سرحدی چوکیوں کو اپنے قبضے میں لانے کی خواہش اس بنا پر تھی کہ بدنور پر قبضہ کرنے کا منصوبہ بنایا گیا تھا اور باسوپٹنا جس کی اہم چوکی تھی۔ چنانچہ حیدر کو یہ واضح اشارہ مل گیا کہ پیشوا اپنی پہلی فرصت میں اس کے خلاف جارحانہ کارروائی کرے گا لیکن حیدر نے رگھوناتھ راؤ کو اپنا ہمنوا بنالیا اور پیشوا کو اس پر راضی کر لیا گیا کہ وہ بنکاپور کے علاقے کو حوالے کرنے، گوٹی اور سوانور کے سرداروں کے مقبوضات کی واپسی اور بطور تاوان ۲۰ لاکھ روپے کی ادائیگی پر اکتفا کرے۔[1] لیکن حیدر کو یہ بخوبی اندازہ ہو گیا تھا کہ مرہٹوں کا خطرہ کچھ جلد ہی سر پر منڈلانے لگے گا اور وہ یہ بھی اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کے مرہٹہ حریف کس قدر طاقتور ہیں!

حیدر مرہٹوں کے خلاف نظام یا انگریزوں سے مدد لے سکتا تھا مگر بقول کھرے اس کی حکمت عملی بیجاپور، گولکنڈہ اور مغلوں کے سلسلے میں شیواجی کی طرح تھی۔[2] وہ ان سب کے علاقوں پر نظر رکھتا تھا۔ اس لیے وہ اسے اپنے مفاد میں نہیں سمجھتا تھا کہ وہ ان میں سے کسی کے ساتھ کوئی

---

(۱) ایس پی ڈی جلد ۳۷ خط نمبر ۶۰، ۶۱، ۶۲

(۲) لیکھ سنگرہ جلد سوم مقدمہ (Introduction)

معاہدہ کرے۔ کم ازکم وہ انگریزوں سے تو کوئی معاہدہ کرنے کے لیے تیار ہی نہ تھا۔ مدراس کے گورنر نے ویرلسٹ کو لکھا تھا کہ "یا تو ہم حیدر کو اپنا دوست بنالیں یا اس کو ایک دشمن سمجھ کر تباہ کردیں لیکن اسے دوست بنانے کے سلسلے میں اب تک تمام کوششیں عملاً بیکار ثابت ہوئی ہیں"۔[1] اس اثنا میں پیشوا نظام کو حیدر کے خلاف ایک جارحانہ پیش قدمی کرنے کے منصوبے میں شامل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ پیشوا کے ساتھ اتحاد کی ترغیب پہلے نظام علی کو جانوجی بھونسلے کے خلاف دی گئی تھی جس کو اس علاقے کے ایک خاصے بڑے حصّے سے دست بردار ہونے پر مجبور کردیا گیا تھا جو اس نے رکشاس بھون میں اپنی دہری غداری کے سبب حاصل کیا تھا۔ نظام کو اس کے عوض علاقے کا ایک حصّہ ملا تھا جس کی سالانہ آمدنی ۱۰ لاکھ روپے تھی (اور یہ نظام کو اس لیے دی گئی تھی تاکہ دونوں میں پائدار امن اور پکی دوستی قائم ہو جائے اور یہ اصل میں حیدر کے خلاف مشترکہ حملوں کا پیش خیمہ تھا)۔[2]

اس دوران حیدر ناراض اور غیر مطمئن مرہٹوں سے یہ ساز باز کررہا تھا کہ وہ پیشوا کے اپنے علاقے میں اس کے لیے مشکلات پیدا کردیں۔ وہ اس وقت آصف جاہ نظام الملک کے نقشِ قدم پر چل رہا تھا جس نے اسی قسم کی حکمت عملی باجی راؤ کے خلاف استعمال کی تھی۔ پیشوا کے بہترین جاسوسی نظام کی بدولت اسے یہ اطلاع مل گئی تھی کہ بابوجی نائک حیدر سے خط وکتابت کررہا تھا اور اس نے اُسے تحائف بھی بھیجے تھے۔ نائک سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ وہ اپنے زیر اختیار قلعوں کو حوالے کردے۔ وہ شولاپور میں محصور ہوگیا لیکن اطاعت قبول کرنے اور اپنے مقبوضات کو سپرد کرنے پر مجبور ہوگیا اور اس کے عوض اسے ایک لاکھ کے نجی وظیفے پر قناعت کرنی پڑی۔[3] مرہٹوں کی جلدی پیش قدمی کے خطرے کو سر پر منڈلاتے دیکھ کر حیدر نے بلاری، چتل ورگ، رائے ورگ اور ہرپن ہالی اور دوسرے مقامات کے سرداروں سے جنگی محصول کا مطالبہ کیا۔[4]

---

(۱) سلیکٹ کمیٹی کی روئداد مورخہ ۱۶ر جنوری ۱۷۶۶ء ص ۸۔

(۲) کھرے، اتہاسک لیکھ سنگرہ جلد سوم خط نمبر ۷۰۲، مورخہ ۲۰ ستمبر ہم کو یہ بتاتا ہے کہ پیشوا اور نظام کے درمیان یہ سمجھوتہ ہو چکا تھا کہ کوئی بڑی مہم شروع کرنے سے پہلے وہ ایک دوسرے کو اس کی اطلاع کردیا کریں گے۔

(۳) ایس پی ڈی، جلد ۳۷ خط نمبر ۹۹ اور ۱۱۷

(۴) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

نومبر ۱۷۶۶ء میں حیدر کے خلاف مہم شروع ہونے سے پہلے نظام علی نے انگریزوں سے ایک معاہدہ اتحاد کیا تھا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے "اپنی فوج کے ایک حصّے کا یہ فرض منصبی قرار دیا تھا کہ وہ عزت مآب کی حکومت کے تمام معاملات کی نگرانی و نگہداشت کرے اور جہاں جس سدھار کی ضرورت ہو وہ سدھار کرے۔"(۱) اس معاہدے کے ہوتے ہی برطانوی نمائندے کو اطلاع دی گئی کہ نظام کو حیدر کے خلاف انگریز سپاہ کی مدد درکار ہے اور چونکہ اس کا ایک ماہ کے اندر اندر میدان جنگ میں نبرد آزمائی کرنے کا ارادہ ہے اس لیے اُسے یہ امید ہے کہ دسمبر کے خاتمے تک برطانوی افواج اس کی مدد کے لیے پہنچ جائیں گی۔ انگریزوں نے اسے یقین دہانی کرائی تھی کہ ان کے بس میں جو کچھ ہے وہ اس کے لیے کریں گے۔(۲)

اس طرح حیدر کے خلاف انگریزوں کی مدد حاصل کرنے میں نظام کی کیا غرض پوشیدہ تھی جبکہ مرہٹے اُس کے پہلے ہی سے حلیف بن چکے تھے ؟ ایک دوسرے سلسلے میں یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ " نظام کسی کے ساتھ اپنے تعلقات نہیں توڑے گا۔ تمام طاقتوں سے گفت و شنید جاری رکھنا نظام کی پُرانی حکمت عملی رہی ہے لیکن آخر میں کیا ہوتا یہ قسمت پر منحصر ہوتا ہے۔ چاہے کسی جانب سے گفت و شنید شروع ہو وہ ان کو مکمل طور سے ختم نہیں کرتا ہے۔"(۳) لیکن اس معاملے میں اس کے مقاصد کی اتنی آسان اور سیدھی تشریح نامناسب لگتی ہے۔ گرانٹ ڈف کا بیان ہے کہ انگریزوں کی مدد کے بغیر حیدر کے مقبوضات کی تقسیم کے سلسلے میں مرہٹے اپنی شرائط منوانے کی بالادستی قائم رکھیں گے۔ اب نظام علی کو یہ امید تھی کہ انگریزوں کی مدد کی بدولت وہ اس قابل ہوگا کہ خود اپنی شرائط منوا سکے لیکن بہرصورت مادھوراؤ کو اتنی آسانی سے مات نہیں دی جاسکتی تھی۔

اپنے حلیف کا انتظار کیے بغیر مادھوراؤ نے جنوری ۱۷۶۶ء میں کرشنا عبور کیا۔ حیدر کو پہلی مہم کا یہ تجربہ تھا کہ مرہٹہ سردار کے ساتھ ٹھنی ہوئی لڑائی لڑنا نامناسب ہوگا۔ اس نے بنگلور، بدنور اور سرا کی قلعہ بندی کی اور خود سرنگاپٹم میں اپنی افواج کے ساتھ جما رہا۔ مرہٹوں کی پیش قدمی کے راستوں پر پانی کے تمام ذخیروں میں زہر ملا دیا گیا اور غلہ یا تو جلا دیا گیا یا زمین میں دبا دیا گیا۔ ولکس لکھتا ہے کہ

(۱) سلیکٹ کمیٹی کی روئداد مورخہ ۱۶ر جنوری ۱۷۶۷ء ص ۵۸

(۲) " " " " " " "

(۳) ایس پی ڈی جلد ۳۱، خط نمبر ۱۳۵

"ایک منظم فوج کے خلاف اس کا یہ منصوبہ چاہے جتنا کارگر ہوتا مگر مرہٹوں کی کثیر التعداد فوج کے خلاف یہ محض ایک خیالی چیز ثابت ہوئی کیونکہ ان کی تعداد تقریباً زمین کے ہر حصے کو ڈھانپ لیتی تھی اور سچ مچ مسلمانوں کی شاعرانہ مثال ٹڈی دل کا صحیح مظاہرہ تھا۔ ایسا منصوبہ ایسی عظیم فوج کو پریشان تو کر سکتا تھا مگر ان کے بڑھتے قدموں کو نہیں روک سکتا تھا۔" مادھوراؤ فروری میں رائے درگ پہنچا اور نیم رگستانی علاقے سے گذرتا ہوا سرا جا پہنچا۔ (۱) مرہٹوں نے ۲۵ میل کا محاذ بنا لیا تھا کیونکہ وہ متوازی صفوں میں آگے بڑھ رہے تھے۔ وہ چارہ گھر کی چھتوں، پتیوں اور جڑوں سے حاصل کر رہے تھے اور خشک ندیوں کی تہوں کو کھود کر اپنے لیے پانی حاصل کر سکتے تھے۔ ایک ماہ کے عرصے میں پیشوا نے گوا لی، بلاری، سدنور، ادونی، کرنول، گنگاگری، چتل درگ، دیودرگ اور رائے درگ سے ہنڈی کی شکل میں ۲۵ لاکھ روپے حاصل کر لیے۔ انتظامیہ کے اخراجات اس کے علاوہ نقد کی شکل میں الگ ادا کیے گئے تھے۔ (۲)

حیدر کا نسبتی بھائی میر رضا جو کہ سرا میں تھا قلعے سے باہر آیا اور اس ارادے سے میدان میں خیمہ زن ہوا کہ وہ ڈٹ کر لڑائی لڑے گا۔ اس کو شکست ہوئی اور وہ فصیل کے اندر پناہ لینے پر مجبور ہو گیا۔ مرہٹوں نے میر رضا کے دو سو گھوڑے پکڑ لیے۔ اس کے تقریباً تین سو آدمی زخمی ہو گئے اور چالیس پچاس آدمی مارے گئے۔ مرہٹوں نے سات توپوں میں سے جنھیں وہ قلعے سے باہر لایا تھا پانچ توپیں بھی چھین لی تھیں۔ سرا میں رسد کی کافی مقدار تھی اور تقریباً بارہ ہزار چیدہ سپاہیوں سے وہ لیس تھا۔ لیکن جب پیشوا کا توپ خانہ اور آگے بڑھا تو میر رضا نے دور اندیشی کو بہادری پر ترجیح دیتے ہوئے مرہٹوں سے جا ملنے کی پیشکش کی۔ پیشوا کی طرف سے گوپال راؤ پٹوردھن نے ثالث اور ضامن کے فرائض انجام دیے میر رضا کو اس کا آبائی علاقہ گرم کنڈا اس شرط پر دیا گیا کہ وہ مرہٹوں کی فوجی خدمات کے لیے دو ہزار آدمی تیار رکھے۔ یہ فروری ۱۷۶۷ء کے ابتدا میں طے ہوا۔ (۳) مارچ کی ابتدا میں پیشوا نے مدگیری کے ناقابل تسخیر قلعے پر قبضہ کر لیا۔ اگرچہ حیدر کو یہ یقین تھا کہ وہ قلعے کا دفاع کر سکے گا مگر حملے کے دوسرے دن فصیل منہدم ہو گئی اور قلعے والے صلح کی گفت و شنید کرنے پر مجبور ہو گئے۔ بدنور کا حکمران اور اس کی رانی قلعے میں قید پائے گئے۔ (۴) پیشوا نے ان کو آزاد کر دیا اور ان کے ساتھ بڑی عزت سے پیش آیا۔ (۵)

(۱) ولکس، تاریخ میسور جلد اول ص ۳۰۲ (۲) کھرے، لیکھ سنگرہ جلد دوم مقدمہ

(۳) ایس پی ڈی جلد ۳۰ خط نمبر ۱۴۰، لیکھ سنگرہ خط نمبر ۸۰۰

(۴) دیکھیے ص ۴۳

(۵) ایس پی ڈی جلد ۳۰ خط نمبر ۲۰۸، بمبئی یادداشتیں ص ۱۴۲

اس نے اپنی پیش قدمی جاری رکھی اور چتارائے ورگ، مدک سرا، ڈوڈ بالاپور، چک بالاپور، دیوان بالی، ہوسکوٹ اور کولار پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوگیا۔

ان مسلسل و پیہم حملوں نے اور نظام کی آمد نے حیدر کو صلح جوئی پر مجبور کردیا۔ پیشوا نظام کی مداخلت سے پہلے صلح کرنے کا خواہشمند تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ پیشوا نے نظام سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ وہ رکن الدولہ اور شیر جنگ کو آگے بھیج دے اور کچھ ابتدائی انتظامات پر اصرار کیا اور اس سے مطالبہ کیا کہ دونوں لشکر گاہوں کے درمیان کم سے کم چالیس میل کا فاصلہ رکھا جائے۔(۱)

حیدر اس اتحاد کے امکان اور دونوں کے درمیان گفت و شنید کی خبر سُن کر ڈر گیا۔ اس نے اپنی مخصوص سیاسی حکمت عملی کے ساتھ گوپال راؤ کے ذریعے پیشوا کو یہ تجویز بھیجی کہ محمد علی اور انگریزوں کے خلاف ایک مشترکہ مہم کی جائے۔ مادھوراؤ اس کی چال سمجھ گیا اور اس نے کہلا بھیجا کہ نظام اور اس کے ذریعے انگریز اس کے دوست ہیں۔ وہ خود بنگلور کی طرف پیش قدمی کرے گا اور نظام سرنگاپٹم پر قبضہ کرے گا۔(۲)

حیدر کے لیے سر جھکا دینے کے سوا اور کوئی دوسرا راستہ نہیں رہ گیا تھا۔ اس کو اکتیس[۳۱] لاکھ روپے بطور خراج ادا کرنے کا اقرار کرنا پڑا۔ سرا، چک بالاپور اور کولار اس کو واپس دے دیے گئے۔ لیکن مدگیری، چتارائے ورگ، ڈوڈ بالاپور، ہوسکوٹ اور دوسرے دو پرگنوں پر مرہٹوں نے اپنا تسلط قائم رکھا۔ گنیش گڈ، نند اگنڈی، گوڈی باندا، کوٹی کونڈا اور تام گنڈلو بھی حیدر کو واپس مل گئے۔(۳)

اس طرح نظام بجا طور پر بے وقوف بن گیا۔ پیکسوٹو لکھتا ہے کہ "حالیہ صلح کو نظام نے سخت ناپسند کیا اور مادھوراؤ سے یہ پوچھا کہ کس چیز نے اُسے ایسی صلح کرنے اور واپسی پر مجبور کردیا تھا۔ اُس نے جواب دیا کہ اُسے اس کا خراج مل گیا ہے اور اس نے صلح کرلی اور اُسے پونا واپس لوٹنے میں یوں ہی کافی دیر ہوچکی تھی چنانچہ اس نے واپسی کا فیصلہ کرلیا کیونکہ نواب کا یہ عزم تھا کہ وہ سرنگاپٹم کے جزیرے کو ایک میدان جنگ بنادے گا لیکن معاملات اِتنی جلدی اور اِتنی آسانی سے نہیں طے ہونے والے تھے جیسا کہ نظام علی کا خیال تھا۔ اس کے علاوہ اس کا یہ طریقہ نہیں تھا کہ ان سے جنگ جاری رکھی

---

(۱) لیکھ سنگرہ جلد سوم خط نمبر ۲۰۰۔ پیشوا کا کہنا تھا کہ نظام کی آمد سے پہلے صلح مکمل کرلی جائے۔

(۲) " " خط نمبر ۲۰۱۔

(۳) ایس پی ڈی جلد ۳۷، لیکھ سنگرہ جلد سوم خط نمبر ۲۱۲، و ۲۱۸۔

جائے جو خراج ادا کر دیتے ہیں"۔(۱) نظام علی کو یہ توقع تھی کہ کامیابی کے پھل سے حصہ اسے بھی ملے گا۔ لیکن اس کو اپنی چال میں مات ہو گئی تھی۔

مادھوراؤ کی اس دوسری مہم کے سلسلے میں کئی واقعات غور طلب ہیں۔ میر رضا مرہٹوں سے غالباً اس لیے جا ملا تھا کہ ان کے خلاف ناکامی کی بنا پر اس کا نسبتی بھائی اس کی بے عزتی کرے گا اور اُسے ذلیل کرے گا۔ مادھوراؤ نے جو کچھ ہو سکا اس کو خوش رکھنے کی کوشش کی مگر چِنّا رائے درگ کے قریب ایک ایسا واقعہ ہوا جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرہٹہ لشکرگاہ میں میر رضا کتنی بے چینی میں مبتلا تھا اور کس قدر اضطراب کا سامنا کر رہا تھا۔ چِنّا رائے درگ میں ایک رات کچھ بدمعاشوں نے اُس کے خیمے کو لُوٹ لیا اور وہ اُس کے زنانے حصے تک گھُس گئے۔ کچھ گردی اور پنڈاری سپاہی جو میر رضا سے خوش نہ تھے مرار راؤ کے خیمہ میں گئے اور وہاں کے کچھ لوگوں کے ساتھ مل کر اس کو لُوٹنے کا منصوبہ بنایا۔۔۔ مرہٹہ اخبارات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جب اس کی خبر پیشوا کو ملی تو وہ غصہ ور شیو دیوتا کی طرح نظر آنے لگا۔ ان لیٹروں میں سے چالیس پچاس لیٹروں کے ہاتھ کاٹ ڈالے گئے۔ پیشوا بنفسِ نفیس میر رضا کے خیمے میں گیا اور اس نے ملبوسات، ظروف، مٹھائیاں، گھوڑے، خیمے کو سجانے کا سامان، نقدی اور زیورات بھی بھیجے۔ میر رضا کے تعلقات مرار راؤ سے کچھ اچھے نہ تھے اور اُسے شک تھا کہ اس واقعہ کی ذمہ داری اسی پر ہے لیکن تفتیش سے یہ حقیقت کھلی کہ نہ تو حکومت کے سپاہی اور نہ ہی کسی اہم سردار کے سپاہیوں کا اس نامناسب واقعہ میں کوئی ہاتھ تھا۔ پیشوا کی طرف سے بطور تلافی ایک لاکھ روپیہ اسے دیا گیا۔(۲) لیکن مرار راؤ اور میر رضا کے درمیان تلخ تعلقات کی وجہ سے پیشوا میر رضا کے شبہات پوری طرح سے دُور نہ کر سکا۔

اس مہم کے سلسلے میں مادھوراؤ کے کیا مقاصد تھے اور حیدر کہاں تک ان میں رکاوٹ ڈالنے میں کامیاب ہوا؟ وِلکس کہتا ہے کہ "مرہٹوں کے سامنے ہمیشہ دو مقاصد رہتے تھے: اتحاد کے زمانے میں دوسروں کے ساتھ مل کر لوٹنا اور اس کے بعد بلا شرکت فتح۔ مرہٹہ سرداروں نے ہمیشہ یہ اظہار کیا کہ وہ حیدر کی غاصبانہ تسلّط کا مکمل خاتمہ چاہتے ہیں"۔(۳) چنانچہ اس کے خیال کے مطابق پیشوا ایک

---

(۱) پیکسوتو جلد پنجم: پیراگراف ۱۶

(۲) لیکھ سنگرہ جلد سوم خط نمبر ۶۹۲ مورخہ ۸ر مارچ

(۳) وِلکس تاریخ میسور جلد اوّل ص ۳۰۰ و ۳۰۱

سچے مرہٹے کی طرح اپنے حلیف کو محض لُوٹ مار کی توقع دلانے میں کامیاب ہوا تھا اور اس کے سوا اور وہ کسی چیز میں کامیاب نہیں ہوا۔ اس لحاظ سے حیدر کو کامیاب گردانا چاہیئے لیکن اس بات کی کوئی شہادت نہیں ملتی ہے کہ مادھوراؤ درحقیقت حیدر کی قوت بالکل ختم کر دینے کی فکر میں تھا۔ اِس قِسم کا رویّہ اس کی تیسری مہم کا محرک ضرور بنا تھا دُوسری مہم میں قطعی نہیں تھا۔ اس مہم میں یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ابھی اپنی راہ تلاش کر رہا تھا۔ اس صورت میں نظام جیسے ناقابل اعتبار حلیف کے لیے اس قسم کا کوئی منصوبہ بنانے کا کوئی امکان ہی نہیں تھا۔ مرہٹہ پڑاؤ سے یکے بعد دیگرے لکھے جانے والے خطوط سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے کہ پیشوا حیدر سے صرف خراج وصول کرنے کے لیے کوشاں تھا۔ حیدر کے نمائندے کریم خاں نے دسمبر جنوری میں صرف بارہ لاکھ کی پیشکش کی تھی۔ پھر بعد میں اس میں اضافہ کرکے رقم اکیس لاکھ کر دی تھی۔ پہلے پیشوا کا مطالبہ ستر لاکھ کا تھا۔ مارچ میں اس میں کمی ہوئی اور صرف چالیس لاکھ رہ گیا۔ بنیادی طور پر پیشوا کا منصوبہ یہ تھا کہ حیدر مرہٹہ راج اور اس کے ماتحت حکمرانوں کے تمام علاقے ریاست سنڈا سمیت واپس کر دے۔ اس کے علاوہ اس کو ۵۰ لاکھ کے خراج کی بھی اُمید تھی[1]۔ نظام کی خارجہ پالیسی میں تبدیلی کے سبب اس کے جنگی مقاصد میں تبدیلی ناگزیر تھی۔

---

(۱) لیکھ سنگرہ جلد سوم، خط نمبر ۶۵۰

باب ۸

انگریزوں سے تعلقات

۱۷۶۰ء تا ۱۷۶۷ء

۱۷۶۰ء کی ابتدا میں حیدر علی میسور کا حاکم مطلق بن چکا تھا۔ انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان ہفت سالہ جنگ جو یوروپ میں بھڑک رہی تھی اس کے اثرات ہندوستان میں مرتب ہو رہے تھے۔ پانڈیچری میں سخت مشکلات میں گھرا ہوا لالی سر پر منڈلانے والی آفت کو ٹالنے کے لیے ہر طریقہ اختیار کر رہا تھا۔ اس نے حیدر سے گفت و شنید کی اور وہ چار ہزار میسوری فوج کی خدمات دینے پر تیار ہو گیا جن کے بارے میں یہ توقع کی جاتی تھی کہ وہ محصور شہر کے لیے سامان رسد لے کر آئیں گی۔ میسور فوج کا اہم حصہ تو تیاگر میں رہا اور سامان رسد جمع کرتا رہا اور ایک حصہ پانڈیچری پہنچ گیا لیکن ۱۸ر جولائی ۱۷۶۰ء کو فوج کا وہ اہم حصہ میجر مور کو ایک سخت شکست دینے کے بعد سامان رسد سمیت پانڈیچری پہنچ گیا۔ اس مقابلے میں انگریزوں کے ۲۵ آدمی مارے گئے یا زخمی ہوئے۔[1] حیدر کا فرانسیسیوں سے اتحاد ذاتی مفاد کے اصول پر مبنی تھا کیونکہ انھوں نے اس کے غاصبانہ قبضہ کی حمایت کی تھی۔[2] اینگلو فرانسیسی جنگ کے خوشگوار اختتام کی صورت میں اسے یہ توقع تھی کہ وہ کرناٹک میں ترچناپلی، مدورا، ٹنے ویلی اور چند دوسرے مقامات حاصل کر سکے گا۔ اگرچہ فرانسیسیوں کے لیے آثار تاریک تھے تاہم حیدر ان کی مدد کے لیے آمادہ ہو گیا تھا اور وہ یقیناً اینگلو فرانسیسی جنگ کو ایک مختلف موڑ دے سکتا تھا اگر اسی دوران میسور میں شاہی جماعت نے جس کی قیادت کھانڈے راؤ

---

(۱) انگلستان کے مراسلات مورخہ ۱۳ر جولائی ۱۷۶۰ء پیراگراف ۱۴، ۱۵ اور ۳۰

(۲) فوجی مشاورتیں جلد ۱۳ ب، ص ۱۶۰۷ ص ۱۱۲۷

کے ہاتھ میں تھی اور جو اس وقت تک حیدر کا پرجوش اور سچا ہمنوا تھا' اس کو طاقت سے محروم کرنے کی کوشش نہ کی ہوتی۔ انھوں نے ۱۲ اگست ۱۷۶۰ء کو وساجی پنڈت کی زیر قیادت مرہٹہ فوج کی مدد سے حیدر پر اچانک حملہ کر دیا اور حیدر کو بنگلور بھاگنا پڑا۔(۱) وہ مئی ۱۷۶۱ء تک کھانڈے راؤ کی میدانی افواج کو مغلوب اور اپنے مقام کو حاصل نہیں کر سکا۔(۲) اسی اثنا میں انگریزوں نے فرانسیسیوں کا قضیہ بڑی آسانی سے تمام کر دیا۔

فرانسیسیوں کو مؤثر امداد دینے سے حیدر کو روکنے کے لیے تنجور سے یوسف خاں کو یہ ہدایت کی گئی کہ وہ ریاست میسور کے قریبی علاقوں پر حملے کرتا رہے اور کپتان رچرڈ اسمتھ نے ترچناپلی کی محافظ فوج کے کچھ دستوں کے ساتھ حملہ کیا اور ایک میسوری مقبوضہ کرور پر قبضہ کر لیا۔ انگریزوں نے تو یہاں تک سوچا تھا کہ کچھ مرہٹہ سوار دستوں کو ملازمت میں رکھ کر ان کو میسور کے علاقوں میں تخریب کے لیے بھیجا جائے اور اس طرح حیدر کو مجبور کیا جائے کہ وہ پانڈیچری سے اپنی فوجوں کو واپس بلائے(۳) مگر یہ صرف روپے کی کمی کے سبب نہیں ہو سکا۔(۴) اسی وقت وہ باہمی کشاکش شروع ہو گئی جس میں وقتی طور پر کھانڈے راؤ کو حیدر پر عارضی برتری حاصل رہی۔ کھانڈے راؤ نے مدراس کے پریسیڈنٹ اور نواب ارکاٹ کو دوستانہ خطوط لکھے اور ان کو یہ اطلاع دی کہ حیدر ایک باغی ہے اور اسی نے فرانسیسیوں کی مدد کے لیے مخدوم علی کی زیر قیادت فوجیں بھیجی ہیں۔(۵) ان حالات میں حیدر کو مخدوم کی فوج واپس بلانی ہی پڑی۔ میسور کے راجہ نے ترچناپلی کے رچرڈ اسمتھ کو یہ اطلاع دی کہ وہ انگریزوں سے ایک معاہدہ کرنے کے لیے تیار ہے۔ اپنی حکومت کی جانب سے کپتان اسمتھ کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ اس سلسلے میں گفتگو کا سلسلہ شروع کرے لیکن چونکہ ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ فرانسیسیوں کو کچلنے کے لیے ان کو وقت مل جائے چنانچہ اس کو یہ ہدایت کی گئی تھی کہ" وہ اس مقصد کے حصول کے پیش نظر اور حالات کے مطابق میسور کے راجہ یا چندر کو صلح کی تجاویز ہی پیش کرتا رہے اور وہ کوئی

---

(۱) فوجی مشاورتیں جلد ۱۳ الف ۲۷۶ ص ۷۷۸

(۲) دیکھو ص ۲۳، ۲۴

(۳) انگلستان کے مراسلات ۳۰ نومبر ۱۷۶۰ء پیرا ۱۳

(۴) " " " ۳۱ جولائی ۱۷۶۰ء پیرا ۱۵

(۵) " " " مورخہ ۳ نومبر ۱۷۶۰ء پیرا ۱۳

باقاعدہ معاہدہ نہ کرے جس کو ہمارے پاس منظوری کے لیے بھیجنا ضروری ہے۔"[1]

مرہٹوں اور کھانڈے راؤ کی جانب سے حیدر پر اس قدر دباؤ پڑ رہا تھا کہ اس کی تباہی سامنے نظر آنے لگی مگر اچانک غیر متوقع طور پر مرہٹے بارہ محل اور تین لاکھ نقد کے عوض واپسی پر رضامند ہو گئے۔ مرہٹے پانڈیچری کے فرانسیسیوں کی بھی مدد کر سکتے تھے اور فرانسیسیوں نے اس کے عوض ۲۰ لاکھ دینے کی پیش کش کی جس میں سے ۵ لاکھ کی فوری ادائیگی کا وعدہ کیا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ جنجی بھی حوالے کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ نواب ارکاٹ نے مرہٹوں سے دس لاکھ پر صلح کر لی تھی جس میں سے پانچ لاکھ کی ادائیگی بیس[2] دن کے اندر اور بقیہ کی تین ماہ کے اندر ہونی تھی[2]۔ ۱۶ جنوری ۱۷۶۱ء کو پانڈیچری نے گوٹ کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے۔ ایلین اور ہیوگل کی قیادت میں تین سو فرانسیسی سپاہیوں نے حیدر علی کے پاس ملازمت کر لی[3]۔

مرہٹوں کی مدد سے محروم ہونے کے بعد میسور کا راجہ انگریزوں کی مدد کے لیے کوشاں ہوا۔ حیدر کی بڑھتی ہوئی طاقت اور ننجاراج سے اس کے اتحاد کو مد نظر رکھتے ہوئے کھانڈے راؤ فطری طور پر انگریزوں کی دوستی کا خواہاں تھا۔ ایک وقت میں انگریزوں نے یہ سوچا تھا کہ ایک لاکھ پگوڈا کے عوض کرور واپس کر دے۔[4] لیکن انھیں اب اپنی مضبوطی کا احساس تھا اور وہ کوئی ایسی تجویز سوچنے کے حق میں نہیں تھے۔ راجہ میسور کے بخشی نے (جو انگریزی سرحد کے قریب تھا) رچرڈ اسمتھ کو بتایا کہ حیدر انگریزوں کا بھی دشمن تھا اور اس کے آقا کا بھی دشمن تھا اور یہ بھی بتایا کہ "راجہ انگریزوں کی دوستی کا شدید خواہشمند تھا اور اسے کسی بھی لمحے ایک معاہدۂ اتحاد کرنے کا اختیار کلی مل جائے گا۔" اسمتھ نے لکھا کہ "اسے حکم ملا ہے کہ اگر میں اسے حیدر کی مزاحمت کے لیے کہوں تو وہ مجھ سے آملے اور اس کا مجھے اس نے یقین دلایا ہے اور احکامات کو بجالانے کے اپنے ارادے سے باخبر کیا ہے۔" اسمتھ نے کونسل اور صدر کو یہ مزید لکھا تھا کہ "راجہ ایک کمزور آدمی ہے۔ انگریزوں کی دوستی کی یقین دہانی ممکن ہے اسے حیدر نایک کی مزاحمت جاری رکھنے میں ثابت قدم رکھے۔"[5] نواب ارکاٹ نے

(۱) فوجی مشاورتیں جلد ۳ ب مورخہ ۸ دسمبر ۱۷۶۰ء ص ۱۱۳۲

(۲) " " جلد ۱۴ الف ۱۷۶۱ء ص ۳۲

(۳) انگلستان کے مراسلات مورخہ ۴ فروری ۱۷۶۱ء پیرا ۲۵، فوجی مشاورتیں جلد ۱۴ الف ۱۷۶۱ء ص ۱۵

(۴) فوجی مشاورتیں جلد ۱۴ الف ۱۷۶۱ء ص ۲۵

(۵) " " " " " پیرا ۱۰۲

بھی یہ تجویز رکھی کہ کچھ فوجی دستے راجہ میسور کے پاس بھیجے جائیں تاکہ وہ حیدر کو زیر کر سکے[۱]۔ لیکن بورڈ نے فیصلہ کیا کہ "فرانسیسی کمپنی کے دکن میں فوجیں بھیجنے کی وجہ سے جو فوجی نقصانات ہوئے ہیں اور جو مصارف برداشت کرنے پڑے ہیں وہ ہمارے لیے ایک تنبیہ ہے کہ ہم اپنے صدر مقام سے اتنی زیادہ دُور فوجیں بھیج کر اپنی کمپنی کو اسی قسم کی مشکلات میں مبتلا نہ کریں"۔[۲]

کھانڈے راؤ پر حیدر کی فتح کے بعد راجہ میسور کو ملکی انتظام سے تقریباً الگ کر دیا گیا اور کھانڈے راؤ تقریباً ایک قیدی بن کر رہ گیا۔ اس پورے معاملے نے بڑی تلخی پیدا کر دی۔ اگرچہ انگریزوں نے راجہ میسور سے صرف آخر میں بات چیت توڑنے کے لیے ہی شروع کی تھی تاہم حیدر یہ بالکل نہیں بھول سکا کہ اس کے معاملات کے انتہائی سنگین اور نازک موقع پر انگریز اس کے جان لیوا دشمنوں سے اسی طرح ساز باز کر رہے تھے، جیسے خود اس نے ان کے دشمنوں سے اتحاد کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس دوران اس کو عام پیرایۂ بیان میں لکھے جانے والے خطوط کا اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔[۳]

اِن حالات میں یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ حیدر کی فوج میں فرانسیسی اثر بڑھتا ہی رہا۔ کرنل دومیو اور دی لاتور (جس کو جنگی افسر کے نام سے یاد کیا گیا ہے) کی قیادت میں سات آٹھ فرانسیسی افسر حیدر کے پاس ملازمت کرنے کی غرض سے منگلور آئے۔[۴] حیدر کے بارے میں یہ مشہور ہو گیا تھا کہ وہ فرانسیسیوں سے بہت قریب تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس نے ہندوستان میں فرانسیسی قوم کے بکھرے ہوئے شیرازہ کو ایک لڑی میں پرونے کی کوشش کی تھی اور ان کو ہر طرح کے تحفظ کی ضمانت دی تھی۔ مورخہ ۱۰ جولائی ۱۷۶۲ء کی ایک تحریری یادداشت جو اصل میں ایک معقول فوج بھیجنے کی درخواست تھی انگریزوں کے اس کھلے دشمن کی جانب سے مبینہ خطرہ پر زور رہے اور اس کی فرانسیسیوں کی دوستی پر خطرے کا اظہار کرتی ہے۔ نواب ارکاٹ نے اس خبر پر اپنے خدشات کا اظہار کیا تھا کہ حیدر اس کے حدود ریاست میں داخل ہونے کے ارادے رکھتا ہے لیکن وہ اپنی تنبیہ اتنی بار[۵] دہرا چکا تھا کہ اس کا پریسیڈنٹ کونسل پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا اور وہ لوگ اس

(۱) فوجی مشاورتیں جلد ۱۵ ص ۴۵۱

(۲) 〃 〃 〃 〃

(۳) 〃 〃 جلد ۱۴ الف ص ۱۰۲

(۴) 〃 〃 جلد ۱۶ ۱۷۶۳ء ص ۱

(۵) 〃 〃 〃 〃 ص ۳، ایضاً جلد ۱۰ الف ص ۱۸۷، ایضاً جلد ۱۸ ب ص ۳۴۴

کے خوف پر مبنی تھے جو اُن کے خیال میں نواب اپنے مفاد کے لیے پیدا کرتا رہتا تھا۔

جب مدراس کی حکومت اور میسور کے حاکم ایک دوسرے کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھ رہے تھے تو بمبئی کے لوگوں نے جو تجارت کی طرف زیادہ مائل تھے حیدر سے دوسروں کے مقابلے میں سیاہ مرچ کی خرید و فروخت کے ترجیحی اور بلا شرکت غیرے حقوق حاصل کر لیے تھے اور انھوں نے تو مدراس والوں کے سامنے یہاں تک تجویز رکھی تھی کہ چونکہ نواب ارکاٹ اور حیدر کے درمیان اختلافات ہیں لہٰذا ان کو دُور کرنے کے لیے پریسیڈنٹ اور کونسل کو کوشش کرنی چاہیئے[1] ان کے تعلقات حیدر سے اتنے دوستانہ تھے کہ انھوں نے مادھوراؤ کی مہم (۶۵-۱۷۶۴ء) کے وقت حیدر کی فوری درخواست پر عظیم پیشوا کو ناراض کرنے کا خطرہ مول لیتے ہوئے حیدر کو توپیں، بارود اور آتشیں اسلحہ جات فراہم کیے تھے۔ ان کی دلیل یہ تھی کہ وہ اسے پسند نہیں کریں گے کہ حیدر کے ہاتھ سے بدنور اور سنڈا کے علاقے نکل جائیں جہاں حیدر نے ان کو بہت گراں قدر مراعات عطا کر رکھی تھیں[2]۔

اس عہد میں جنوبی ہند کی تاریخ کی ایک نمایاں خصوصیت حیدر علی اور محمد علی کے درمیان پائی جانے والی دشمنی تھی۔ ان کی باہمی منافرت جو یقیناً بہت گہری رہی ہوگی لیکن اس کے علاوہ اور بھی بہت سے اختلافی معاملات تھے۔ ڈنڈی گل، کرور، کوڈوموڈی، اُتم پلیتم، پلنی، ویروپکشی اور پلاپٹی کے اضلاع کے ساتھ سرحدی جھگڑے لگے تھے۔ ۱۶۸۲ء اور ۱۷۳۰ء کے درمیان یہ اضلاع ترچناپلی کے ماتحت رہے تھے۔ ترچناپلی کی رانی میناکشی کی حکومت کے آخر میں کرور اور کوڈوموڈی کو میسوریوں نے چھین لیا تھا۔ ان کو پھر چاندا صاحب نے واپس لے لیا تھا۔ جب چاندا صاحب گرفتار ہوا اور قتل کر دیا گیا تو ڈنڈی گل میں متعین دُس کے ایک فوجدار نے ایک معقول رقم اور دوسرے تحائف کے عوض ان علاقوں کو میسوریوں کے حوالے کر دیا۔ محمد علی کا اس وجہ سے یہ خیال تھا کہ ان علاقوں پر اس کا پورا حق ہے اور اس لیے میسوریوں کو انھیں اُس کے سپرد کر دینا چاہیئے[3]۔ ۱۷۶۰ء میں جب حیدر نے فرانسیسیوں کی مدد کی تو اسمتھ نے کرور پر قبضہ کر لیا اور یہ محمد علی کے حوالے کیے جانے والا تھا۔ حیدر اس پر راضی تھا کہ مل پڈی جس پر اس نے

---

(۱) فوجی مشاورتیں جلد ۱۸ ب ص ۵۹۸ مورخہ ۱۴ اگست ۱۷۶۳ء

(۲) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

(۳) 〃 〃 جلد ۲۳ الف ص ۶۱۴

قبضہ کر لیا تھا واپس کر دے اور اس کے عوض اسے کرور مل جائے مگر اس کی یہ تجویز ٹھکرا دی گئی ۔ اس کو یہ بتایا گیا کہ " کرور پر ہم نے اس وقت قبضہ کیا تھا جب اس نے فرانسیسیوں کی مدد کی تھی اور ہماری قومی جنگ میں وہ ایک فریق بن گیا تھا ۔ اس کی امداد کی بنا پر فرانسیسی پانڈیچری میں زیادہ دیر تک جمے رہے ورنہ وہ اتنی دیر تک مدافعت نہیں کر سکتے تھے چنانچہ یہ بات بالکل معقول ہے کہ ہم کرور پر فتح کے انعام کے طور پر قبضہ رکھیں کیونکہ اسے ہم نے اپنے دشمنوں یا ان کے تحادیوں سے جیتا ہے جنھوں نے ہمارے خلاف بلا کسی وجہ کے ہتھیار اٹھائے تھے چونکہ معاہدہ صلح نے ہمیں فرانسیسیوں کے قدیم کارخانے واپس کرنے پر مجبور کر دیا تھا لیکن دوسرے تمام مقبوضات پر ہمارا حق ہے کہ انھیں اپنے قبضے میں رکھیں کیونکہ ان کو ہم نے فتح کے بدلے میں پایا ہے اور فتح حاصل کرنے کے لیے ہم نے کثیر رقم خرچ کی ہے چونکہ نواب نے ہمارے اخراجات میں ہاتھ بٹایا تھا اس لیے یہ انصاف کی بات ہے کہ ہمارے زور بازو سے حاصل شدہ فائدوں میں اس کا بھی حصہ ہو اور اسی بنا پر کرور اس کے حوالے کر دیا گیا ۔ نواب حقیقتاً دوسرے اسباب کی بنا پر بھی اس کا مطالبہ کر سکتا تھا ۔"(۱) نواب ارکاٹ نے کڈپہ کے علاقے پر بھی اپنا دعویٰ کیا تھا جس کو حیدر اپنے مفتوحہ علاقوں میں شامل کر رہا تھا ۔

ان علاقائی جھگڑوں کے علاوہ دشمنی کے اور بھی اسباب تھے ۔ ویلور میں انگریز سپاہیوں کی چھاؤنی تھی جس کو حیدر سخت ناپسند کرتا تھا کیونکہ اس کو سخت خطرناک تصور کرتا تھا ۔(۲) حیدر نے چاندا صاحب کے بیٹے راجہ صاحب کو جو محمد علی کا جانی دشمن تھا اپنی ملازمت میں رکھ چھوڑا تھا ۔ اس نے اس کے بڑے بھائی محفوظ خاں کو پناہ دے رکھی تھی اور اس صورت حال میں وہ محمد علی کا امکانی دشمن ثابت ہو سکتا تھا ۔ بہر حال یہ تمام چیزیں بھی جنگ کا سبب نہ بن سکتیں اگر انگریزوں کی حکمت عملی کا اناڑی پن نہ ہوتا ۔ حیدر نے خود وضاحت کی تھی کہ صورت حال اتنی خراب نہیں تھی ۔ اس نے لکھا تھا " محفوظ خاں کے آنے پر گورنر کس سبب سے ناراض ہے ؟ اگر میرے اور گورنر کے درمیان پکی دوستی قائم ہو جائے تو میں مناسب جواب دینا جانتا ہوں ۔"(۳)

---

(۱) فوجی مشاورتیں جلد ۲۴ ص ۶۴

(۲) " " جلد ۲۴ ص ۱۰

(۳) " " جلد ۲۵ ۱۷۶۶ء ص ۳۸۴

بمبئی کے پریسیڈنٹ اور کونسل نے فورٹ سینٹ جارج کی حکومت کو مورخہ ۴ر اپریل ۱۷۶۶ء کو اطلاع دی کہ حیدر نے علاقہ مالابار کی اپنی آخری مہم میں ان چند حکمرانوں پر بھی حملہ کیا تھا جن کے ساتھ بمبئی کی حکومت کے دوستانہ تعلقات تھے۔ انھوں نے اس کے موجودہ رویّے سے یہ اندازہ لگایا تھا کہ ممکن ہے ان کی اس سے اَن بن ہو جائے چنانچہ انھوں نے درخواست کی تھی کہ ایسی صورت میں میسور کے خلاف ان کے اقدامات کی مدد کے لیے مدراس کی حکومت تیار رہے[1] جواب میں مدراس کی حکومت نے ان کو مشورہ دیا کہ وہ حیدر کے ساتھ تعلقات کی بہتری کی کوشش کرے کیونکہ وہ اس بات کا فائدہ اٹھانے کی کوشش کررہے ہیں کہ سرکار کے علاقوں کو صوبہ میں شامل کر لیا جائے جنھوں نے حیدر سے اس لیے مدد چاہی ہے کہ وہ ہم کو وہاں سے نکال باہر کریں۔" اس لیے اگر حیدر کے خلاف دشمنی بھڑک اٹھی تو وہ یقیناً نظام علی سے اتحاد کرے گا اور یہ صورت نظام کو ان کی شرائط منوانے میں مانع ہوگی[2] یہ واقعہ مئی ۱۷۶۶ء کا ہے۔ جولائی میں حیدر نے اپنے وکیل کے ذریعے ایک پیشکش کی۔ جس میں انگریزوں کے ساتھ انتہائی مخلصانہ دوستی قائم کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ اس نے اپنی پیشکش کا اظہار ان الفاظ میں کیا: "میرے پاس ایک عظیم لشکر ہے اور انگریزوں کے پاس بھی اسی قدر ہے۔ اگر دونوں متحد ہو جائیں تو مغل اور مرہٹے کچھ بھی نہیں کر سکیں گے۔ اگر اس جانب ضرورت پڑی تو میری افواج ان کی امداد کو جائیں گی اور اگر میری طرف ضرورت پڑی تو ان کی فوجیں میری مدد کو آئیں گی۔ یہ بات گورنر تک پہنچادو۔ اگر کونسل کے اراکین اس سے اتفاق کریں تو وہ ایک مناسب آدمی سات اراکین کونسل کا مہر شدہ خط دے کر میرے پاس بھیجیں کیونکہ اس قسم کے معاہدے خط و کتابت کے ذریعے انجام نہیں پاتے"۔[3] مدراس کی حکومت نے مدراس کونسل کے ایک رکن بورشیئر (BOURCHIER) کو محمد علی خاں کے ساتھ بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ نواب کی جانب سے حیدر علی کے نام ایک خط تحریر کیا گیا جس کا مضمون یہ تھا: "یہ بہت مناسب بات ہوگی کہ پائیں گھاٹ کے حکمراں اور بالاگھاٹ کے حکمراں کے درمیان مخلصانہ دوستی اور اتحاد قائم ہو"۔[4] بورشیئر کو یہ ہدایت بھی کی گئی تھی کہ وہ حیدر کے اصل

(۱) فوجی مشاورتیں جلد ۲۴ ۱۷۶۶ء ص ۲۱۳

(۲) انگلستان کے مراسلات مورخہ ۲۲ر جنوری ۱۷۶۶ء پیرا ۶۰

(۳) فوجی مشاورتیں جلد ۲۴ ۱۷۶۶ء ص ۲۱۳

(۴) ״ ״ ״ ״ ״ ص ۳۰۶

ارادوں، اس کی جمع کردہ افواج کی تعداد اور تیاریوں کی تفصیلات بھی فراہم کرے۔ یہ طے شدہ بات ہے کہ انگریزوں کو اس مجوزہ پیش کش کی حقیقت پر ذرا بھی یقین نہیں تھا۔ ایک دفاعی معاہدہ کے سلسلے میں بورشیئر کو یہ بتایا گیا تھا کہ عام شرائط کے سوا کچھ مخصوص قسم کی شرائط نہیں ہونی چاہئیں۔ بس یہ معاہدہ ہونا چاہیے کہ ان کے دوست دشمن یکساں ہوں گے اور یہ طے ہونا چاہیے کہ انگریز اس کو مدد دیں گے۔ بشرطیکہ اُن کے علاقوں کا امن اس کی اجازت دے۔[1]

لیکن حیدر نظام علی سے بھی گفت وشنید کر رہا تھا مگر باضابطہ ملاقات کی جگہ اور وقت کی اطلاع بورشیئر کو نہ مل سکی۔ اس کو حیدر سے نجی ملاقات کیے بغیر واپس مدراس جانا پڑا۔ مدراس کے پریسیڈنٹ اور کونسل کو یہ خدشہ لاحق ہو گیا کہ غالباً حیدر اور نظام علی کے درمیان کرناٹک پر حملہ کرنے کے سلسلے میں کوئی معاہدہ ہو گیا ہے۔ ذلت آمیز حرکت یعنی ان کے خطوط کا جواب دیے بغیر حیدر کی کوئمبٹور کو واپسی نے مدراس کے لوگوں کو نظام کے ساتھ صلح کی سلسلہ جنبانی تیز کرنے کے لیے اور ترغیب دی۔[2] ان کو امید تھی کہ وہ حیدر پر ایک اچانک حملہ کریں گے۔ برطانوی سفیر کے ساتھ یہ سلوک اگست کی ابتدا میں ہوا اور نظام سے کیلیاڈ (CALLIAUD) کے معاہدے پر ۱۲ر نومبر کو دستخط ہوئے۔[3]

۱۸ر نومبر کو مدراس کے پریسیڈنٹ اور کونسل نے بمبئی اور تیلی چری کو حسب ذیل مضمون کے خطوط لکھے: "ہو سکتا ہے کہ میسور کی حکومت کو اس کی قدیم اور مناسب حدود کے اندر محدود رکھنے کے لیے ہم کو (نظام کی) مدد کرنی پڑے۔ اس کو ایک اچھا موقع تصور کریں گے کیونکہ اس صورت میں ہم

(۱) فوجی مشاورتیں جلد ۲۴ سنہ ۱۷۶۹ء ص ۴۳۶، جیمس بورشیئر کے لیے ہدایات پیرا ۹

(۲) انگلستان کے مراسلات ۲۲ر فروری سنہ ۱۷۶۶ء پیرا ص ۴۷

(۳) مدراسی فوج کی تاریخ جلد اوّل ص ۱۱

اس معاہدہ کے نتیجہ میں ملنے والے فوجی فوائد کی طرف ولسن ہماری توجہ مبذول کراتا ہے: "حیدر کے خلاف ۱۷۶۶ء میں نظام کے ساتھ مدراس کے معاہدۂ اتحاد پر عام طور پر نکتہ چینی کی گئی ہے لیکن اس سے بلاواسطہ طور پر زبردست فوجی اہمیت کے فائدے حاصل ہوئے۔ اس وقت تک فوج کی مختلف بٹالین ایک بریگیڈ میں نہیں تشکیل دی گئی تھیں۔ حقیقت میں وہ ہمیشہ بٹالین کی شکل میں بھی نہیں منظم کی گئی تھیں بلکہ وہ بازو (WINGS) اور کمپنی کی شکل میں جدا جدا تھیں۔ کرنل اسمتھ کے تحت جو انگریزی فوج کے ساتھ نظام کے ساتھ گیا تھا ان کی بٹالینوں کی شکل میں تنظیم کی گئی اور ان کے بریگیڈ بنا دیے گئے اور ان کو دیسی اور یورپی منتخب اور چیدہ افسروں کی ماتحتی میں دیا گیا۔ اس طرح سے یہ فوجی تنظیم ایک مدت تک رکھی گئی اور اس کی حیثیت بطور فوجی دستوں کے برقرار رہی اور بعد اس کے اچھے اثرات مرتب ہوئے۔

ایک ایسے شخص کے حوصلہ مندانہ منصوبوں کا سدباب کرسکیں گے جس کے تشدد، جس کی بے پناہ فتوحات، دولت اور طاقت نے نواب کے علاقوں کے امن کے لیے خطرہ پیدا کردیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مسٹر بورشیئر کو جو گفت وشنید کے لیے گئے تھے باریاب ہونے کی اجازت نہ دینے سے ہمیں یہ اچھی طرح معلوم ہوگیا ہے کہ وہ ہم سے اتحاد اور دوستی کا کتنا کم خواہاں تھا اور ہمیں یہ بھی اچھی طرح سے معلوم ہے کہ انتہائی اقدامات کے سوا اور کوئی چیز اس کو عقل کی بات سمجھنے پر مجبور نہیں کرسکتی۔"(۱)

نظام اور انگریزوں کے درمیان ہونے والے اتحاد کے نتیجے میں ایک مشترکہ حملے کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے حیدر نے اپنے وکیل کو ایک خط کے ساتھ واپس بھیجا اور مسٹر بورشیئر سے ملاقات نہ کرسکے لیکن اپنے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ اتحاد و دوستی کی شرائط پر پھر بات کرنا چاہتا ہے لیکن مدراس کی حکومت نے اپنے اصل مقصد کو ممکنہ حد تک خفیہ رکھنے کا تہیہ کرلیا تھا۔ پریسیڈنٹ نے وکیل کو مطلع کیا کہ برطانوی حکومت کا ہمیشہ یہ نظریہ اور کوشش رہی ہے کہ وہ ہر حکومت سے دوستانہ تعلقات رکھے لیکن اس کے آقا کے مشتبہ رویے پر وہ چوکس ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور جس کے سبب ان کو مختلف علاقوں سے اپنی فوجیں بلانے کے اخراجات اٹھانے پڑے لیکن اب بہ ہر حال وہ اس بات پر خوش ہیں وہ صلح کی طرف قدم بڑھانے کے لیے تیار ہے۔"(۲)

یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ بمبئی کی حکومت کی جانب سے مورخہ ۱۱ر جولائی ۱۷۶۶ء کو حیدر علی اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے درمیان امن و دوستی کے معاملے کی تجویز سچ مچ پیش کی گئی جس کے تحت انھیں "راس راموس سے پینی ساؤتھ (انتہائی جنوب) تک" وہ تمام مراعات حاصل ہوں گی جو سابق حکمرانوں کے وقت میں حاصل تھیں اور اس علاقے کی چھاؤنیوں میں ان کو کسی قسم کی رکاوٹ و پریشانی نہیں ہوگی۔ تجارت و پیشہ کے تمام معاملات میں انگریزوں کو ترجیح حاصل ہوگی۔ معاہدے کی بارھویں دفعہ کے تحت یہ طے پایا تھا کہ حیدر کسی ایسی طاقت کے ساتھ معاہدہ نہیں کرے گا جو کمپنی کے مفاد کے لیے مضر ثابت ہو اور نہ وہ کسی دوسرے علاقے خصوصاً نواب ارکاٹ اور راجہ ٹراونکور کے علاقوں پر حملہ کرے گا۔ حیدر نے اس دفعہ کو نظر انداز کردیا اور اپنی جانب سے ان الفاظ میں یہ مطالبہ کیا: "جب بھی عزت مآب کمپنی کو فوجوں کی ضرورت ہوگی میں ان کو دس ہزار

---

(۱) فوجی مشاورتیں جلد ۲۴ ص ۶۱۵

(۲) " " " ص ۶۴۹

سے پندرہ ہزار فوج سرکار سے فراہم کروں گا اور اگر سرکار کو اسی قسم کی ضرورت ہوگی تو وہ بھی اسی قسم کی مدد اسے فراہم کریں گے کیونکہ یہی ہماری دوستی کا تقاضا ہے اور یہی ہمارے دشمنوں کو خوفزدہ کرنے کا سبب ہوگا[1]۔ یہاں بھی ہم ایک دفاعی معاہدے کی یکساں تجاویز دیکھتے ہیں۔

یہ بمبئی کی تجویز بھی انھیں وجوہ کی بنا پر ناکام رہی جن کے سبب مدراس اور میسور کے درمیان معاہدہ نہ ہو سکا تھا اور اس کے بعد برطانوی حکمت عملی حیدر دشمنی کا رُخ اختیار کرتی گئی۔ مدراس کی حکومت نے اس مجوزہ معاہدے پر اعتراض کیا کیونکہ وہ نظام سے کیے گئے ان کے معاہدے سے متصادم ہوتا تھا۔ اس تمام معاملے کا سب سے عجیب پہلو انگریزوں کا وہ احمقانہ خیال تھا جس کا اظہار ان کے اس خط میں ہوتا ہے جو مدراس سے بمبئی کو لکھا گیا تھا: "ہم اپنے کو یہ تسلی دیتے رہتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ بھی اسی روشنی میں معاہدہ کرے گا جس میں اس نے پہلے فرانسیسیوں سے کیا تھا جنھوں نے میسور کی مہموں میں صوبہ کی خدمت کی تھی تاہم حیدر علی نے پانڈیچری سے اپنی دوستی جاری رکھی"[2]

نظام نے اپنی برطانوی امدادی فوج کے ساتھ میسور کے علاقے میں پیش قدمی شروع کی۔ اس کا حلیف مادھوراؤ پہلے ہی سے میسور کے دوسرے حصوں کو تاراج کر رہا تھا۔ تاہم حیدر نے نظام کو ہمنوا بنانے کی اپنی کوششیں ترک نہیں کیں۔ محفوظ خاں کو نظام کے پاس ۵۰ ہزار گھوڑا اور کچھ ہاتھی بطور تحائف دے کر بھیجا گیا۔ انورالدین کا دیوان سوتا پت راؤ بھی نظام کے ساتھ تھا۔ سربرآوردہ درباریوں میں رکن جنگ نے انگریزوں سے معاہدے پر اپنی مبینہ ناپسندیدگی کا اظہار کیا[3]۔ حیدر علی کی ان ترغیب دلانے والی پیشکشوں اور اس کے ان تین دوستوں کے اثر نے مذبذب نظام کو مخالفانہ رویّہ کے بجائے میسور کے لیے دوستانہ رویّہ اپنانے پر آمادہ کر دیا۔

انگریز تب ایک ایسی دلدل میں پھنس گئے تھے جس سے نکلنا ان کے لیے ناممکن نظر آ رہا تھا۔ صورت حال کی مشکلات کا عکس اس خط میں جھلکتا ہے جو نظام کے ہمراہ جانے والے انگریز لشکر کے قائد اسمتھ کے نام لکھا گیا تھا۔ مدراس کی کونسل اور پریسیڈنٹ نے لکھا تھا کہ "اگر تمام دلائل بیکار جائیں اور جو کچھ تم کر سکتے ہو وہ بھی کارآمد نہ ثابت ہو اور نظام حیدرآباد واپس ہونے کا فیصلہ ہی

---

(۱) فوجی مشاورتیں جلد ۲۶ الف ص ۱۴–۲۹

(۲) 〃 〃 〃 〃 〃 〃

(۳) 〃 〃 〃 〃 ص ۹۵–۱۰۴

کر چکا ہو تو تم یہ درخواست کرنا کہ عزت مآب کے لیے اگر پوری فوج کے ساتھ رکنا ممکن نہ ہو تو ایک حصہ ہی چھوڑ دیں تاکہ وہ ہمارے ساتھ مل کر کام کر سکے اور مرہٹوں کی مدد سے ہم اپنی مجوزہ مہم کا مقصد حاصل کر سکیں بشرطیکہ تم مرہٹوں کی جانب سے یہ بات پہلے ہی جان لو کہ وہ کسی ایسی تجویز کو آسانی سے قبول کر لیں گے۔ اگر وہ تمہاری امید کے خلاف فوج کا کوئی حصہ نہ چھوڑے تو غالباً اس کو اس بات پر کوئی اعتراض نہ ہوگا کہ حیدر علی کے خلاف ہم مادھوراؤ کے ساتھ ایک دوسرے کی امداد کا کوئی معاہدہ کر لیں۔ اس تجویز کو بہرصورت احتیاط اور ہوشیاری سے پیش کرنے کی ضرورت ہے اور اگر تم دیکھو کہ اس کی بنا پر رقابت کا جذبہ پیدا ہو رہا ہے یا تمہارے ارادوں پر عدم اعتماد کا خدشہ ہے تو مضبوط یقین دہانیوں کے ذریعے انھیں دُور کرنے کی کوشش کرو کہ ہمارا یہ قطعی منشا نہیں اور ہم کسی صورت میں صوبے سے اپنے تعلقات کو نظر انداز نہیں کر سکتے ہیں۔" (۱)

مدراس حکومت کی حکمت عملی کی مکمل ناکامی اس وقت بالکل واضح ہو گئی جب لفٹیننٹ ٹاڈ نے جو مادھوراؤ کے لشکرگاہ میں بھیجا گیا تھا اپنی روداد پیش کی۔ اس نے لکھا تھا کہ "مجھے اس وقت شرم محسوس ہوتی ہے جب میں اس حقارت اور ذلت کے بارے میں سوچتا ہوں جو مجھے میرے مرتبہ کی بدولت ان لوگوں کو ملی جن کی میں نمائندگی کر رہا تھا۔ اس کے باوجود میں نے اپنے غصّے کو دبائے رکھا اور جہاں تک ممکن ہو سکا میں نے اپنی ناپسندیدگی اور نفرت کو دبائے رکھا۔" (۲) مادھوراؤ نے حیدر کے ساتھ ایک الگ معاہدہ کیا اور واپس چلا گیا۔ مدراس کی حکومت نے حیدر کو ناراض کر دیا تھا اور پھر نظام کے ساتھ چھوڑنے اور مرہٹوں کے ہاتھوں ذلت اٹھانے کے بعد وہ نہ صرف اپنے کو سب سے کٹا ہوا پا رہے تھے بلکہ حیدر اور نظام کے اتحاد کا بھی ان کو سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ اس حکمت عملی کا پس منظر جو تمام صورت حال کی وضاحت کرتا ہے ایک ناقابل یقین اناڑی پن کی کہانی سناتا ہے۔ وہ اس اُمید پر اپنی بغلیں بجاتے رہے تھے کہ وہ "میسور کی حکومت کو اس کی قدیم اور مناسب حدود میں محدود کر دیں گے اور ایک ایسے شخص کے منصوبوں کا سدِباب کر دیں گے جو کرناٹک کے امن و سکون کے لیے خطرناک تھا۔" (۳) لیکن وہ محسوس کر رہے تھے کہ قبل اس کے کہ وہ کوئی دفاعی منصوبہ مکمل

---

(۱) فوجی مشاورتیں جلد ۲۹ الف ص ۲۴۳ پیرا ۵

(۲) " " " ص ۳۸۱

(۳) انگلستان کے مراسلات مورخہ ۲۲ فروری ۱۷۶۹ء پیرا ۷۵

کرسکیں اور ضروری و مناسب سامان رسد کے انتظامات کرسکیں ان کو حیدر اور نظام کے مشترکہ اتحاد کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔ ان کے کھوکھلے معاہدے اور حکمت عملی کے جوابی منصوبے حیدر نے مکمل طور پر بیکار کرکے رکھ دیے تھے اور ان کو مضحکہ خیز چیز بنادیا تھا۔ اس سلسلے میں کورٹ آف ڈائرکٹرس کا حسب ذیل بیان قابلِ ذکر ہے:

"متواتر کئی برسوں کے تجربے کے بعد ہماری یہ رائے ہے اور جس کی تائید تمہاری طرف سے بھی ہوئی ہے کہ ایک ایسی فوج کا برقرار رکھنا جو صوبۂ دکن کی مدد کرسکے کرناٹک کو خطرے میں ڈال دے گا اور ہم کو دُور دراز علاقوں میں بہت ہی مہنگی جنگ میں مُبتلا کردے گا۔ ہمیں سرکار کا عطیّہ ان شرائط پر نہ قبول کرنا چاہیئے تھا جو اس فوج سے بہتر فوج کے بھیجنے کا مطالبہ کرتی ہیں جس کے بارے میں ۱۷۶۳ء میں تمہارا خیال تھا کہ وہ تمہارے اپنے تحفظ کے لیے خطرناک ثابت ہوگی۔ تم اس اقدام کو بنگال کی کمیٹی کی جانب سے آنے والے مشورے کی بناء پر صحیح قرار دیتے ہو حالانکہ یہ مشورہ ہماری فوج کی اتنی بڑی تقسیم کی اجازت کبھی نہیں دیتا ہے۔ رہا مرہٹوں کو روکنے کا جواز' سو تمہارے سارے اقدام اس کی نفی کرتے ہیں۔

"۱۷۶۶ء میں بمبئی بھیجے جانے والے اپنے خط مورخہ ۲۴ جون میں تم نے خود حیدر سے دشمنی مول لینے کی مخالفت کی تھی جس کی طاقت کو تم مرہٹوں کے لیے ایک رکاوٹ سمجھتے ہو۔ سال ختم ہونے سے پہلے حیدر کی طاقت کے بارے میں تم یہ کہنے لگتے ہو کہ وہ صوبہ کے ساتھ اتحاد کی کوشش میں لگی ہے اور اس کی طاقت کی کمزوری تمہارا بنیادی مقصد بن کر رہ جاتا ہے۔

"مرہٹوں کی طاقت کے بارے میں یہ بہت کہا جا چکا ہے کہ اس کو روکا جائے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ بات کسی حد تک ضروری اور مناسب ہو مگر انگریز ایسٹ انڈیا کمپنی کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ ہندوستان میں ایک ثالث کا رول ادا کرے۔ اگر یہ تمہارے ناعاقبت اندیش اقدامات نہ ہوتے تو ملکی طاقتیں ایک دوسرے کے خلاف توازن قائم کرلیتیں اور اپنے جھگڑوں میں پھنس کر وہ تم کو امن و سکون سے رہنے دیتیں۔" (۱)

---

(۱) کمپنی کا فورٹ سینٹ جارج کو عام خط مورخہ ۱۳ مئی ۱۷۶۸ء

باب ۹

پہلی میسور۔انگریز جنگ

(اگست ۱۷۶۷ء سے مارچ ۱۷۶۹ء)

حیدر اور نظام نے نواب ارکاٹ کے علاقے میں جنگ چھیڑ دی۔ مدراس پریسیڈنسی کا سب سے بڑا فوجی افسر کرنل اسمتھ تھا۔ وہ ملاپٹی کے قریب پڑاؤ ڈالے پڑا تھا۔ ۱۴ر اگست کے قریب وہ جنوب کی سمت قریب گیارہ میل آگے بڑھا۔ انگریزوں کی خبر رسانی کا نظام اتنا ناقص تھا کہ ۲۵ر اگست تک حیدر اور نظام کے بارے میں اسے کچھ بھی یقینی طور پر نہیں معلوم ہو سکا اور جب اسے علم ہوا تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کیونکہ حیدر کے سوار انگریز لشکرگاہ کے لیے چارہ کا انتظام کرنے والی گاڑیوں کو بھگا لے گئے تھے اور مخدوم صاحب کی زیر کمان حیدر کے چار ہزار سوار قرب و جوار کے علاقوں میں لوٹ مار کر رہے تھے۔ اسمتھ کو یہ بھی خبر ملی کہ نظام اور حیدر کاویری پٹنم کا محاصرہ کیے ہوئے ہیں اور حیدر کے کچھ سوار دستے سنگر پیٹھ کے راستے کرناٹک میں گھس گئے ہیں۔ انگریز اپنی چھوٹی سی فوج سے کاویری پٹنم کو بچانے کی کوشش بھی کرنے کے قابل نہیں تھے کیونکہ وہ پہلے ہی سے سامان رسد اور دوسری ضروریات کے شدید محتاج تھے۔ محافظ فوج کو اس کے حال پر چھوڑ کر کہ وہ جن بہتر شرائط پر ممکن ہو صلح کر لیں، انگریزی فوج نے جنوب مشرق میں ۱۶ میل کوچ کیا۔ وہ جلد سے جلد ترونا ملالی پہنچنا چاہتی تھی جہاں اسمتھ کو یہ امید تھی کہ وڈ کی ترچنا پلی سے متوقع فوج اس سے آ ملے گی۔ اسمتھ کے زیر کمان انگریزی فوج کی تعداد بہت کم تھی اس میں صرف چھ سو یورپی اور چھ ڈویژن دیسی سپاہیوں کی تھیں۔ حیدر کی فوج دو سو دس یورپی، آٹھ سو بہترین مغل سوار، بارہ ہزار دوسرے سواروں، پانچ ہزار دستی بم پھینکنے والے سپاہیوں، یورپی دستی بندوقوں سے لیس آٹھ ہزار سپاہیوں، ایک ہزار بندوق بردار اور چار ہزار توڑے دار بندوقوں

پر مشتمل تھی۔ اس کے اٹھارہ ہزار پیادوں میں ۱۲ ہزار یقیناً بہت عمدہ تھے۔ اس کے پاس تمام قسم کی اٹھارہ توپیں تھیں۔ نظام کے پاس ۲۵ سے ۳۰ ہزار سوار، دس ہزار پیادے اور ساٹھ توپیں تھیں۔[1]

۳۰ راگست کو اسمتھ سنگر پیٹہ روانہ ہوا۔ تمام راستہ جنگلوں سے ڈھکا ہوا تھا اور توپوں کی نقل و حرکت کے لیے بہت خراب تھا۔ اس سفر کے دوران وہ دو بار پونیتر سے ہو کر گذرا۔ حیدر کے سواروں نے تعاقب کیا مگر وہ نظروں سے اوجھل رہے۔ ۳۱ راگست کو ۶ بجے صبح کے قریب اسمتھ سنگر پیٹہ کے درے سے گذرا۔ حیدر کے سواروں نے حملہ کیا مگر انگریزوں کی شدید گولہ باری کے سبب وہ پیچھے ہٹ گئے۔ اس سلسلے میں ایک انگریز سپاہی کا تبصرہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "مجھے بڑی مشکل سے یہ یقین آتا تھا کہ اتنے گھنے جنگل میں کوئی سوار فوج پیادہ فوج پر حملہ بھی کر سکتی ہے۔ جنگل میں بعض بعض جگہ ہم قطاروں کی شکل ہی میں آگے بڑھ سکتے تھے اور اتنا ہی نہیں ان میں سے بہت سے ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل گھسٹ گھسٹ کر اس ڈھلوان اور ناہموار پہاڑی پر آگے بڑھے تھے۔ ان کی جنگی صلاحیتیں ہم سے بہت مختلف ہیں"۔[2]

چنگاما کی جنگ: حیدر کا منصوبہ یہ تھا کہ چنگاما کے قریب مختصر سی انگریزی فوج کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ اسمتھ ایک خاص ترتیب سے آگے بڑھ رہا تھا۔ مقدمۃ الجیش کی کمان میں کیپٹن کالورٹ کی بٹالین میجر بجور کے ساتھ تھی۔ ان کے عقب میں نواب ارکاٹ کے تقریباً ایک ہزار سوار چل رہے تھے۔ ان کے کچھ پیچھے سامان لشکر تھا۔ اس سامان کے دائیں جانب کک کی بٹالین قطاروں کی شکل میں آگے بڑھ رہی تھی اور اس کی بائیں طرف کوبی کا دستہ اسی طرح رواں دواں تھا اور سب کے عقب میں میجر تھامس فٹز جرالڈ اور مختلف دستوں کے دستی بموں سے لیس سپاہی تھے۔ حیدر نے نظام کی فوج کے ایک سالار راجہ رام چندر راؤ کو پانچ ہزار تین سو سوار اور کچھ پیادوں کے ساتھ اس راستے کے بالکل متصل واقع ایک گاؤں اور پہاڑی پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجا جس سے انگریزی فوج گزرنے والی تھی۔ حیدر کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ انگریزی فوج کو سامنے سے روکیں گے اور وہ خود عقب سے اصل فوج کے ساتھ ان پر حملہ آور ہوگا۔ ان کی دستی بندوقوں اور تیروں سے برابر حملہ جاری رہا اور اس کی سوار فوج بھی حرکت میں آگئی لیکن کوبی کی فوج نے جو گاؤں کے سب سے قریب تھی گاؤں پر سنگینوں سے حملہ کیا اور

---

(۱) اورمے مخطوطہ جلد ۲۱۵

(۲) 〃 〃 〃 〃

نظام کی فوج کو تتر بتر کر دیا۔ چونکہ حیدر کے سپاہیوں اور سواروں کا ایک بڑا حصہ انگریزی قطاروں کو دبا رہا تھا لہٰذا ایک برطانوی بٹالین کو وہاں تعینات کر دیا گیا۔ جنوب کی سمت سے پہاڑی پر حیدر کے بہترین سپاہیوں نے حملہ کیا۔ پہاڑی پر انگریزوں کے قبضہ کر لینے سے انھیں جو فوجی فائدہ حاصل تھا حیدر اسے اچھی طرح جانتا تھا چنانچہ اُس نے اُسے دوبارہ حاصل کرنے کے لیے کئی حملے کیے۔ ایک حملے میں حیدر نے بذات خود قیادت کی جس میں اُس کی ٹانگ پر چوٹ آگئی۔ لڑائی کے ایک مرحلے میں حیدر کے سپاہی پہاڑی پر قابض ہو گئے تھے مگر دستی بم پھینکنے والے سپاہیوں نے انھیں مار بھگایا۔ حیدر نے ان کی صفوں کو توڑ کر اُوپر پہنچنا ناممکن سمجھا۔ انگریزوں کے بیس آدمی قتل ہوئے اور ڈیڑھ سو زخمی جن میں پانچ یوروپین بھی شامل ہیں۔ حیدر اور نظام کے پندرہ سو آدمی زخمی یا قتل ہوئے۔ جنگ ۲ رستمبر کو ہوئی اور وہ دوپہر کے ایک بجے سے رات گئے تک جاری رہی۔[1] اس لڑائی نے حیدر کے ذہن میں انگریز کمان دار کے بارے میں بہترین رائے قائم کر دی جو بعد میں انگریزوں کے کام آئی۔

سوار فوج کی عدم موجودگی میں تعاقب ناممکن تھا۔ دوسری صبح برطانوی فوج نے اپنا سفر جاری رکھا اور حیدر کے سپاہی فاصلہ سے تاراج کرتے رہے۔ جیسے ہی سمجھوا اپنے دستے اور سامان کے ساتھ آگے بڑھا حیدر کے سواروں نے اس کا تعاقب کیا۔ اس کے راستے میں ایک ندی پڑتی تھی جس میں اس وقت بہت کم پانی تھا۔ اس کے کنارے بہت ڈھلوان اور جھاڑی دار تھے اور زمین بھی کافی ناہموار تھی۔ حیدر کے سوار اس میں اُتر گئے اور زبردست لوٹ مار کی اور انھوں نے تو فوجی گاڑی کے ڈبیلو کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ بعد میں گاڑیاں نکال لی گئیں۔ برطانوی فوج کا ہراول ۴ تاریخ کو صبح کے وقت اور عقبی حصہ اسی شام کو ترنا ملی پہنچا۔ "یہ ۲۷ گھنٹوں کا سفر تھا جس میں انسانوں اور جانوروں کو دم لینے کا بالکل موقعہ نہ ملا اور نہ وہ ایک لمحے کے لیے اپنا بوجھ اُتار سکے۔"[2]

چنگاما کی لڑائی بالکل غیر فیصلہ کن رہی۔ برطانوی سپہ سالار تسلیم کرنے پر مجبور ہو گیا کہ "مختلف دروں کے راستے دشمنوں کی سوار فوج ہم سے پہلے کرناٹک میں داخل ہو گئی۔ ترنامولی کے قریب مجھے اُن کی بڑی بڑی ٹکڑیاں ملیں۔" ان واقعات میں قابل ذکر واقعہ لفٹیننٹ ہچ کاک (HICHCOEK) کی دغابازی ہے جو ان حالات میں ایک بے نظیر مثال ہے۔"[3]

---

(۱) اورمے مخطوطہ جلد ۳۳ و ۲۱۵

(۲) سلیکٹ کمیٹی کی روئداد مورخہ ۱۳ر اکتوبر ۱۷۶۷ء

(۳) لیکن ولسن اپنی "مدراس فوج کی تاریخ" میں ہمیں بتاتا ہے کہ یہ واقعہ پہلی بار نہیں پیش آیا تھا۔" اس زمانے میں (بقیہ اگلے صفحہ پر)

۵ ستمبر کو حیدر نے پیش قدمی کی اور انگریزوں سے چھ میل کے فاصلے پر خیمہ زن ہوا۔ اس کے ساتھ نظام کی پوری فوج تھی۔ اتحادی انگریزوں کو تیر اندازی سے خوف زدہ کرتے رہے — ۸ تاریخ کو کرنل وڈ کے دستے اسمتھ کے دستوں میں آکر مل گئے۔ حیدر کو اس اتحاد کو روکنا چاہیئے تھا مگر وڈ کی فوج بلا کسی قسم کی لڑائی کے ان سے آکر مل گئی بلکہ اس نے حیدر کی فوج دیکھی تک نہیں۔ برطانوی فوج آٹھ میل اور شمال کی سمت کلس پکم کی طرف بڑھ آئی۔ میسور فوج نے بازو کے دستوں کے ساتھ محض چند گولیوں کے تبادلے پر اکتفا کی۔ ۱۴ ستمبر کو اسمتھ اپنی فوج کے ساتھ ترنامولی کے قریب ایک اونچے مقام کی طرف لوٹ آیا مگر ۱۶ تاریخ کو وہ پھر کلس پکم چلی گئی کیونکہ وہ سامان رسد کی سخت کمی محسوس کر رہی تھی۔ کچھ غلہ انھیں گاؤں میں دبا ہوا مل گیا۔ ۲۱ تاریخ کو حیدر کی فوج کا ایک بڑا حصہ انگریزی فوج کے سامنے ظاہر ہوا۔ میجر فشر جیر اللہ کے ماتحت دستی بم بردار سپاہیوں کو آگے بڑھنے کا حکم دیا گیا۔ ان کو توپوں کے ذریعے مار بھگایا گیا۔ اس کے بعد وہ فوجی دستہ سینٹ تھامس کی پہاڑی پر گیا اور مدراس کے باشندوں کو شدید ترین سراسیمگی میں مبتلا کر دیا۔ گورنر، محمد علی اور اس کا لڑکا کرنل کال اور تقریباً تمام اراکین کونسل کمپنی کے باغ میں ایک دیہی مکان میں ہونے کے سبب بال بال بچ گئے۔ خوش قسمتی سے باغ کے مقابل اتفاقاً ایک چھوٹی سی کشتی رکھی تھی جو ان کے بچنے کا ذریعہ بن گئی (۱)

۲۴ تاریخ کو ایک بار پھر برطانوی فوج نے اونچے مقام کی طرف پیش قدمی کی۔ برطانوی فوج کی یہ بار بار پیش قدمی اور واپسی اس غرض سے اختیار کی گئی تھی کہ وہ اتحادیوں کو کھلے میدان میں لے آئیں اور ان کو جنگ چھیڑنے پر آمادہ کر دیں تاہم ان کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ ۲۵ ستمبر کو بائیں جانب سے

(بقیہ پچھلے صفحہ سے آگے)

جو لوگ ہندوستان آکر کمپنی کی ملازمت کرنا چاہتے تھے وہ بیشتر من چلے قسمت آزما ہوتے تھے اور اس لحاظ سے وہ بہت سی ترغیبات کی طرف مائل ہو سکتے تھے۔ ۱۷۶۸ء میں ایک کیپٹن کوسن نے جو چیاپت کا کمان دار تھا اپنے مقام کو چھوڑ کر اپنی محافظ فوج اور دستے کے ساتھ حیدر علی سے جا کر مل گیا۔" فورٹ سینٹ جارج کے محکمہ جاسوسی کے نام اسمتھ کے ایک خط سے۔ سیلیکٹ کمیٹی کی روئداد مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۷۶۸ء

(۱) قدیم مدراس کے آثار جلد دوم ص ۵۹۹

اس حملے کی خبر بڑھا چڑھا کر مدراس کے قبضہ کرنے کی کہانی بنا کر پیش کی گئی۔ کمپنی کے اسٹاک کی قیمت ۲۷۲ سے گر کر ۲۲۲ ہو گئی۔ سلیکٹ کمیٹی کی روئداد مورخہ ۲۷ اکتوبر ۱۷۶۸ء ص ۳۲۷

انگریزوں نے قریب ڈیڑھ میل تک پیش قدمی کی جو ان کو ان کے پڑاؤ کے اور قریب اور اس کی سیدھ میں لے آئی اور جس کی بنا پر میسور فوج نے اپنے خیمے اکھاڑ لیے۔ انگریزی فوج نے زمین کو حملے کے لیے بالکل ناموافق پایا۔ میسور فوج تین میل جنوب میں بلند پہاڑیوں کے درمیان چلی گئی اور وہاں اس نے کئی مضبوط مورچے جما لیے۔ اس طرح انھوں نے اپنے پڑاؤ پر شب خون سے بچنے کے لیے احتیاطی تدبیر اختیار کی۔

ترنامَلی کی جنگ: انگریزوں کو تعجب بھی ہوا اور اطمینان بھی کہ ۲۶ ستمبر کو اتحادیوں نے انگریزی پڑاؤ کی جانب اٹھارہ اور ۲۴ پونڈ کے گولے پھینکنے والی ۱۹ توپوں کے ساتھ پیش قدمی کی لیکن انھوں نے دونوں لشکر گاہوں کے درمیان فاصلہ قائم رکھا۔ میسور فوج نے جلد ہی شدید گولہ باری شروع کر دی جس سے انگریزوں کو قدرتی طور پر یہ خیال پیدا ہوا کہ وہ دست بدست جنگ کیے بغیر ہی ان کو ان کے پڑاؤ سے بھگانا چاہتے ہیں چونکہ اسمتھ کی توپیں وزن کے لحاظ سے خاصی ہلکی تھیں۔ اس لیے وہ میسور فوج کی سمت گولہ باری کا جواب نہیں دے سکا۔ تاہم اس نے اپنے آدمیوں کو داہنی جانب گھومنے کا حکم دے دیا اور انھوں نے دونوں کے درمیان واقع ایک بلند پہاڑی کے گرد ایک حلقہ سا بنا لیا۔ کیپٹن کک کو حکم دیا گیا کہ وہ پہاڑی پر قبضہ کرے۔ میسوریوں نے یہ خیال کیا کہ انگریز پیچھے ہٹ رہے ہیں اس لیے وہ بائیں جانب اس پہاڑی کے بالکل مقابل کھسکنا شروع ہوئے۔ انھیں انگریزوں کو بڑھتے ہوئے دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی۔ اصل میں وہ انگریزوں کی پیش قدمی کو پہاڑی کے حائل ہونے کی وجہ سے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ان توپچیوں اور سپاہیوں کے ایک گروہ نے سامنے والی پہاڑی کی نکلی ہوئی چٹانوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ ایک دوسری جماعت نے پہاڑی پر چڑھنے کی کوشش کی مگر مار بھگائے گئے۔ سامنے سے انگریزوں نے چٹانوں پر حملہ کیا اور ان کو بھاگنا پڑا تاہم وہ بندوقوں سے گولیاں برساتے ہی رہے اور داہنی جانب انگریزی فوج کے اصل حصے نے پیش قدمی کی۔ میدان جنگ کے اس حصے میں اتحادیوں کے پیادے تو الگ تھلگ رہے اور سوار فوج کی بہت سی ٹکڑیوں نے انگریزوں کے اردگرد ایک دائرہ سا بنا لیا تاکہ موقعہ پاتے ہی وہ ان کو کاٹ کر رکھ دیں لیکن یہ بہت عجیب بات رہی کہ ان کو موقع نہ مل سکا اور انگریزی توپ خانے کی شدید گولہ باری نے ان کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ سہ پہر کے قریب سواروں کے ایک دستے نے انگریزی فوج کے دائیں بازو پر حملہ کیا لیکن میجر فٹز جیرالڈ عقب سے اچانک مڑا اور ان کا پُرجوش مقابلہ کیا اور وہ پلٹ آئے۔ جب اسمتھ نے میدانِ جنگ پر اپنی گرفت مضبوط کی تو خاصا اندھیرا ہو چکا تھا۔ اتحادیوں کی فوج اپنے مورچے بند پڑاؤ کو لوٹ آئی۔ حیدر نے اپنے بہترین سپاہیوں کو مورچوں میں رکھا اور خود ان کی کمان سنبھالی۔ نظام نے فوراً اپنی جگہ بدلی۔

ساری رات اتحادی اپنے سامان جنگ کو منتقل کرتے رہے۔ ایک میل کے فاصلے سے انگریز یہ سب روشنی کی مدد سے دیکھ سکتے تھے۔ اسمتھ مقابل پڑاؤ پر ایک فوری حملہ کرنا چاہتا تھا لیکن اس نے اپنے کو ایک دلدل میں پایا کیونکہ ایک بدمعاش جاسوس نے اُسے یہ بتایا تھا کہ ایک لمبے راستے کا چکر کاٹے بغیر وہ ان کے پڑاؤ تک نہ پہنچ سکیں گے۔ دوسری صبح کو یہ خبر غلط ثابت ہوئی تاہم اس نے کرنل کو فتح سے محروم کر دیا تھا۔"(۱) اسمتھ نے دو توپوں پر قناعت کرلی جن کو اتحادی اپنے ساتھ نہیں لے جا سکے تھے۔ میدان میں شکست کے بعد حیدر کی یہ عادت تھی کہ وہ فوج کے عقب میں اپنے چیدہ سواروں کے ساتھ رہتا تھا۔ اسمتھ کو افسوس تھا کہ" صرف دو ہزار اچھے سواروں نے ہم کو دونوں دشمنوں کی فوجوں کا قابض اور مالک بنا دیا ہوتا۔"(۲) نظام نے حیدر کو جنگ کے بعد آدھی رات کے قریب چھوڑا تھا اور قبل اس کے کہ وہ قیام کرسکے وہ سنگر پیٹہ پہنچ گیا۔ میجر فٹز جیرالڈ اور کرنل ٹاڈ کو بھیجا گیا کہ وہ پہاڑی سے واپسی کے راستے میں ٹیپو کو روک سکیں لیکن وہ بہت پھرتیلا ثابت ہوا اور ان کے حائل ہونے سے پہلے ہی نکل گیا۔

موسم برسات پوری شدومد کے ساتھ آگیا تھا۔ انگریزی فوج ترچنا پلی، کانجی ورم اور ترنا ملی کی فوجی چھاؤنیوں میں داخل ہوگئی۔ اتحادیوں میں لڑائی جھگڑا ہوا اور پھر وہ علیحدہ ہوگئے۔ بنگال کی حکومت نے جو مدراس کی حکومت کے مقابلے میں ہمیشہ بہادری کا ثبوت دیتی تھی اب مدراس کی کونسل کو مشورہ دیا کہ نظام کے خلاف اس حملے کے بعد دوسرے حملوں کا سلسلہ جاری رکھے اور بہت جلد اسے مراعات نہ بخشی جائیں "ہم حکومت جیسی کچھ چیز ان صوبوں میں ساحل پر قائم کرنے کے بارے میں سوچ سکتے ہیں جو ہمارے مفاد میں ہو۔ نہ تو حکومت کا اثر بہت زیادہ بڑھایا جائے اور نہ ہی صوبے کا اثر بہت زیادہ گھٹایا جائے۔ حیدر آباد کی مہم پوری قوت و طاقت کے ساتھ جاری رکھی جائے۔ اگر صوبے میں کچھ لوگوں کی تبدیلی ضروری ہو تو ہم بادشاہ پر اثر انداز ہو سکتے ہیں کہ بادشاہ اپنی سند کے ذریعے تقرری کی منظوری دے۔"(۳) مدراس کی حکومت خود بھی ایک کٹھ پتلی نظام بنانے کے خیال

(۱) اورمے مخطوطہ جلدیں ۵، ۲۱، ۳۳

(۲) سلیکٹ کمیٹی کی روئداد مورخہ ۲۷ر اکتوبر ۱۷۶۷ء ص ۳۳۔ دی لاتور کے مطابق حیدر اپنی فوج کو پڑاؤ میں لے گیا اور انگریزوں کے لیے جیت کی کوئی نشانی نہ چھوڑی سوائے ان تین توپوں میں سے ایک توپ کے جن کو وہ پہلے خود کھو چکے تھے۔ انگریز ایک پرتگالی افسر کے سوا کسی کو نہ پکڑ سکے۔ فوج کے مقتولین کی تعداد چار سو سے زیادہ نہ تھی۔

(۳) سلیکٹ کمیٹی کی روئداد ۲۷ر اکتوبر ۱۷۶۷ء ص ۳۳۴ — ۳۳۲

کی مخالف نہیں تھی اور وہ یہ جاننا چاہتی تھی کہ " اگر بادشاہ اپنے بیٹوں میں سے کسی بیٹے کو یا شاہی خاندان کے کسی شخص کو بھیجنے پر راضی ہو یا وہ رقم مہیا کر سکے یا اخراجات کے پورے کرنے کی ضمانت دے تو ہم صوبے میں اس کی کسی بھی تقرری کی حمایت کریں گے "۔ کلکتے سے جواب آیا کہ " نہایت اہم مقصد یہ ہے کہ کرناٹک، میسور کے علاقے اور دکن کو برطانوی اثر کے تحت لے آئیں اور مرہٹوں کی مداخلت کے خلاف ایک مؤثر اتحاد قائم کیا جائے "۔(۱) شاہ عالم نے یہاں تک اقدام کیا کہ دکن کی صوبیداری کے لیے ایک سادہ شاہی فرمان جاری کر دیا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے مفاد میں جو سب سے زیادہ مناسب ہو وہ تقــرری کر لی جائے ۔

میسور کے حکمران کی صورت میں انگریزوں کو ایسے دشمن سے پالا پڑا تھا جو مشرق کے آرام طلب دشمن سے کافی مختلف تھا جس سے ان کا اب سابقہ پڑا تھا۔ موسم برسات میں بھی حیدر کاویری پٹنم کی فصیلوں کے نیچے فوج جمع کرنے کے لیے تیار ہو گیا ۔ بنگلور سے کاویری پٹنم کو روزانہ چھ سو فوجی گاڑیوں سے کم آمد و رفت جاری نہیں رہی "۔(۲)

حیدر نے شروع نومبر ۱۷۶۷ء میں اپنی پیش قدمی شروع کی۔ اس نے بڑی آسانی سے ٹیروپٹور اور وتیمباڑی پر قبضہ کر لیا ۔ وتیمباڑی کی محافظ فوج لفٹیننٹ رابنسن اور لفٹیننٹ ڈیوس کی کمپنیوں کے سپاہیوں پر مشتمل تھی جن کو قیدی بنا لیا گیا۔ اسمتھ نے اورمے کو لکھا کہ " حیدر نے ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا' ان سے ہتھیار نہ اٹھانے کا وعدہ لیا اور ان کو آزاد کر دیا ۔ ان دیسی سپاہیوں کے سوا جنھوں نے اس کی ملازمت قبول کر لی' بقیہ کو قید کر دیا ۔ دوسروں کو بالائی علاقوں میں اس کے سپاہیوں کی تربیت کے لیے لے جایا گیا "۔(۳) اس کے بعد حیدر نے امبور کا محاصرہ کر لیا جو جاری رہا ۔ حالانکہ حیدر ۲۷ بھاری توپیں لایا تھا اور اس نے ۹ خندقیں کھودی تھیں تاہم امبور نے سخت مزاحمت کی ۔ حیدر نے فصیل میں دو شگاف ڈال دیے مگر وہاں تک پہنچنا مشکل پایا ۔ وہ صرف دو سڑکوں کے ذریعے اوپر چڑھ سکتا تھا مگر وہ بھی اس قدر ناقابل گزر تھیں کہ فوجی بغیر ہتھیاروں کے اور برگشت کر چڑھ سکتے تھے چنانچہ یہ کوئی حیرت کی بات نہیں تھی کہ کلورٹ جو دفاع کر رہا تھا آسانی سے ان شگافوں کو بھر

---

(۱) سلیکٹ کمیٹی کی روئداد ۲۰ ر دسمبر ۱۷۶۷ء ص ۵۸۰

(۲) اورمے مخطوطہ جلد ۳۳

(۳) ″ ″ ″ ″

سکتا تھا۔ حیدر انگریز فوج کے بڑے حصے کے آنے سے پہلے اپنا کام ختم کر لینا چاہتا تھا۔ سخت گولہ باری کے ذریعے لوگوں کو بدحواس کرنے میں ناکام رہنے پر جیسا کہ اس کو امید تھی اس نے دھمکی بھرے خطوط لکھے اور بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے کلورٹ کو اپنی افواج کا سپہ سالار اعظم بنانے کی پیشکش کی تھی لیکن اسی دوران امبور میں سامان رسد کی کمی ہونا شروع ہوئی اور لوگ تھکنے لگے۔ اسمتھ نے اورمے کو لکھا تھا کہ "یورپی جو انگریزوں کی حیثیت سے شرم اور ذلت کا داغ ہیں ایک گروہ ہو کر اس کے پاس آئے اور خدا کی قسم دے کر کہا کہ وہ قلعہ حوالے کر دے۔ مجھے یقین ہے کہ ہماری فوجوں کی تاریخ میں کالوں کو ایک شہر حوالے کرنے کی یہ پہلی مثال ہے۔ کلورٹ نے ان کو بتایا تھا کہ اس کے کیا بُرے اثرات سپاہیوں پر ہوں گے۔ آخر کار وہ اپنے اس بزدلانہ رویّہ پر شرمندہ ہوئے"۔[1]

ان تمام وجوہ سے انگریزی فوج زیادہ دنوں تک انتظار نہیں کر سکی۔ اگرچہ اس کے پاس سازو سامان کی کمی تھی وہ ۲ اور ۳ دسمبر کو روانہ ہوئی اور صرف سات دن کے چاول جو چھ سو بیلوں پر لدے تھے اسمتھ سارے کرناٹک سے حاصل کر سکا تھا۔ یہ ایک بار پھر کامیابی کا موقع تھا۔ امبور ۷ تاریخ کو بچالیا گیا اور حیدر ونیمباڑی کو تیزی سے روانہ ہو گیا۔

ونیمباڑی کا قضیہ: دوسرے دن تین بجے صبح انگریزی فوج روانہ ہوئی۔ ۹ بجے صبح میجر فٹز جیرالڈ نے خبر بھیجی کہ اس نے دشمن کو دیکھ لیا ہے۔ حیدر بڑی اچھی جگہ پر قابض تھا جہاں وہ خاصا فائدہ اٹھا سکتا تھا۔ اس کی فوج قلعے کی پشت پر ایک جزیرے میں پڑاؤ ڈالے تھی اگرچہ دریا زیادہ گہرا نہیں تھا۔ اس کے سامنے دریا کا وہ کنارا تھا جو بہت زیادہ ڈھلوان تھا۔ اس کا عقب قلعے کی وجہ سے محفوظ تھا اور اس کا بایاں بازو ونیمباڑی کے گاؤں اور پیڑ سے محفوظ تھا۔ اس کے داہنے ہاتھ پہاڑوں کا ایک سلسلہ تھا۔ اس نے بلند سڑک پر ایک مورچہ قائم کیا تھا مگر پھر اس کو چھوڑ کر پیچھے ہٹ آیا تھا۔ برطانوی فوج کے راستے میں گہرا پانی تھا۔ اس کے بائیں ہاتھ دھان کے کھیت تھے اور دائیں ہاتھ ایک جنگل اور جھاڑی دار علاقہ تھا جس میں جا بجا بڑے بڑے نالے تھے۔ اس لیے انگریزی فوج کو سیدھے آگے بڑھنا پڑا تھا۔ دوسرے کنارے پر حیدر کی کچھ توپیں تھیں مگر اناڑی توپچی انگریزوں کو بہت کم نقصان پہنچا سکے۔ حیدر کی توپوں پر انگریزوں کی ایک بٹالین نے حملہ کیا مگر حیدر نے ان کو مار بھگایا چونکہ انگریزوں نے مقابل کنارے پر قبضہ کر لیا تھا میسور کی فوج قلعہ اور پیٹھ

---

(۱) اورمے مخطوطہ جلد ۳۳

میں واپس آ گئے۔ اس حملے کی وجہ انگریزی فوج میں بڑی افراتفری اور انتشار رہا۔ اگر حیدر کے سوار دستوں نے اپنا فرض انجام دیا ہوتا تو انگریزوں نے سخت نقصانات اٹھائے ہوتے۔ قلعے اور گاؤں سے حیدر کے آدمی مسلسل گولیاں برساتے رہے اگرچہ وہ مار بھگائے گئے مگر حیرت انگیز سرعت کے ساتھ حیدر کی پوری فوج روانہ ہو گئی۔ اسمتھ نے لکھا ہے کہ "وہ سرعت کے ساتھ پیچھے ہٹنے کا خاص سلیقہ اور ڈھب رکھتے ہیں۔ (نہ پہاڑ اور نہ کوئی اور چیز ان کو روک سکتی ہے) اور اس صورت میں ہم اُن سے ایک بھی توپ نہیں چھین سکتے۔ جس لمحے وہ بھاگنے کی طرف مائل ہوتے ہیں حیدر دس ہزار سواروں کو عقب میں رہنے کا حکم دیتا ہے تاکہ وہ تم کو روک سکیں۔ ایسے تیار سوار دستوں کی موجودگی میں کوئی بھی فوج بے نظمی کے عالم میں ان پر نہ تو حملہ کر سکتی ہے اور نہ ان کا تعاقب کر سکتی ہے"(۱) اس معرکہ کے دوران میسیو ڈی آمنٹ (D'AUMONT) پچاس فرانسیسی مسلح سپاہیوں کے ساتھ حیدر کو چھوڑ کر اسمتھ سے آ ملا۔

حیدر کی فوج کاویری پٹنم چلی گئی۔ تیرپٹور پر قبضہ کرنے کے بعد انگریزوں نے کاویری پٹنم پر حملہ کیا۔ ۲۰ دسمبر ۱۷۶۷ء کو کرنل وڈ کی ڈویژن اسمتھ سے آ کر مل گئی۔ انگریزی فوج ایک ہزار یوروپی پیادوں، دیسی سپاہیوں کی ۹ بٹالینوں، ۳۰ توپوں اور دو ہزار ہندوستانی سواروں پر مشتمل تھی۔ اسمتھ نے اس کو بہت مستحکم طور پر قلعہ بند پایا۔ اس کے مورچے اتنے مضبوط تھے کہ ان پر حملہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اسمتھ نے لکھا تھا "ہمارے سپاہی میدانی علاقے میں دشمنوں کو حسب معمول شکست دے سکتے ہیں لیکن مجھے یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ حیدر کے سپاہیوں نے ایک مضبوط مورچہ قائم کر لیا ہے اور ہر مورچے کے اِردگرد انھوں نے ایک خندق کھود لی ہے اور کانٹے دار جھاڑیاں لگا دی ہیں۔ وہ اچھی طرح لڑیں گے اور ان کو مار بھگانے میں کافی دِقتوں کا سامنا کرنا ہوگا کیونکہ ان کے ہر مورچے میں بھاری اور ہلکی توپیں نصب ہیں۔ قلعہ اور پیٹھ اور ایک تیر کے فاصلے پر تین مضبوط پہاڑیوں کو ملا کر انھوں نے ایک مضبوط دفاعی سرحد قائم کر لی ہے اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ تعلق قائم کیے ہوئے ہیں اور اس صورت میں وہ ہماری پیش قدمی روک سکیں گے"(۲) تاہم وہ کاویری پٹنم کے سامنے پڑا رہا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ حیدر کے کچھ افسر اس سے غیر مطمئن تھے اور بعض نے تو انگریزوں کے پاس ملازمت کی

---

(۱) اورمے مخطوط جلد ۳۳

(۲) 〃 〃 جلد ۱۵

درخواست بھی کی تھی ۔ وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ آیا کوئی ایسا موقع آئے گا بھی۔ اس کی مدد کے لیے سامان رسد کا ایک قافلہ بھی آرہا تھا جس کا بہرحال اسے انتظار کرنا تھا۔ ۲۶ر دسمبر کو حیدر نے اس کی راہ کاٹنے کی کوشش کی۔ وہ ہاتھ میں تلوار لیے اتنی تیزی سے وڈ کے خیموں کے پڑاؤ کے حصے سے ہوکر گذرا کہ وڈ اس کی گرد بھی پا نہ سکا۔ حیدر اپنے ساتھ چار ہزار سوار، ایک ہزار سپاہی اور دو ہلکی توپیں لے گیا تھا تاکہ وہ میجر فٹز جیرالڈ کا راستہ کاٹے جو دستی بم بردار سپاہیوں کی ایک بٹالین اور دو توپوں کے ساتھ سامان رسد کی محافظت کے لیے آرہا تھا۔ فٹز جیرالڈ کو بروقت اطلاع مل گئی اور اس سے جتنا ہوسکا اس نے تمام غلہ اور تمام بیلوں کو ایک مٹی کے پرانے قلعے میں حفاظت کے لیے پہنچا دیا۔ اس قلعے کو عقب کی پناہ گاہ بناکر اس نے اپنے آدمیوں کو قلعے کے دونوں جانب پھیلا دیا۔ اور اپنے بازوؤں کی حفاظت کی تدبیر کی۔ حیدر کی توپوں کا نشانہ صحیح نہیں تھا چنانچہ اس نے فٹز جیرالڈ کے آدمیوں کو تیروں کے ذریعے انتشار میں مبتلا کرنا چاہا۔ میسور کی سوار فوج نے تین حصوں میں حملہ کیا مگر سخت گولہ باری نے ان کے قدم اکھاڑ دیے۔ حیدر نے ان کو اکٹھا کیا اور خود حملے کی کمان سنبھال لی میسور کے سوار دستوں نے اب زبردست شور وغل کے ساتھ پیش قدمی کی۔ ایک گولے نے حیدر کے گھوڑے کو ختم کر دیا اور اس کی پگڑی ہوا میں اڑ گئی۔ اس کو مجبوراً پیچھے ہٹنا پڑا اور اس نے حسب معمول اپنی پسپائی کو بڑی کامیابی سے محفوظ رکھا[1]۔ کاویری پٹنم میں سامان رسد کے قافلے کے آنے سے ۴۸ گھنٹے قبل انگریزی پڑاؤ میں کسی کے پاس غلہ نہیں تھا۔ وہ غلہ جو فٹز جیرالڈ نے فراہم کیا تھا صرف چار دن کے لیے کافی ہوسکتا تھا لیکن حیدر اپنی بیشتر فوج کے ساتھ بنگلور چلا گیا۔ اب انگریز نقل وحرکت کے لیے آزاد تھے۔

سال تمام ہونے تک نظام نے امن وصلح کے لیے کوششیں شروع کردیں لیکن اس نے وہ طریقے اختیار کیے جن سے یہ ظاہر ہو کہ انگریز صلح کی شرائط طے کرنے کے لیے کوشاں ہیں لیکن مدراس کی حکومت نے یہ مطالبہ کیا کہ یا تو وہ حیدر علی کو چھوڑ دے اور اپنے آپ کو کرنل اسمتھ کے حوالے کردے یا فوراً حیدرآباد چلا جائے۔ جب اسمتھ کاویری پٹنم میں تھا تو اس کے اور نظام کے درمیان کئی پیغاموں کا تبادلہ ہوا۔ حیدر کو اس خط وکتابت کی اطلاع تھی۔ چنانچہ اس نے بہلایا پھسلایا، لالچ دیا، وعدے کیے اور آخر میں دھمکیاں بھی دیں۔ گفت وشنید کی ابتدا کے لیے اسمتھ نے نظام کے سامنے یہ شرط رکھی کہ وہ حیدر

---

(۱) اورمے مخطوطہ جلد ۲۱۵

کو چھوڑ دے جو اس نے مان لی۔ حیدر آباد اور میسور کا اتحاد شروع ہی سے بہت غیر حقیقی تھا اور شکستوں کی صورت میں وہ برقرار نہیں رہ سکتا تھا۔ لفٹیننٹ کرنل ہرٹ نے کھمامیت پر قبضہ کر لیا جو دکن کی کلید کہلاتا تھا۔ اگرچہ نظام نے صلح کے لیے اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا تاہم وہ دمل چیری درّہ کے مقابل پڑاؤ ڈالے رہا تاکہ یہ دیکھ سکے کہ اکیلا حیدر کیا کرتا ہے لیکن اب نظام نے یہ خبر بڑی حیرت سے سُنی کہ ایک فوج حیدر آباد پر قبضہ کرنے کے لیے تیار ہو رہی ہے۔ اس نے رکن الدولہ اور راجہ رام چندر کو انگریزوں سے گفت و شنید کرنے کے لیے بھیجا۔ یہ نظام کے دربار کی فریب آمیز حکمت عملی کی نمایاں خصوصیت تھی کہ اس نے بیک وقت حیدر علی کے پاس ایک پیغام رساں بھیجا تھا تاکہ اسے یہ یقین دہانی کرا سکے کہ وہ وقت گزاری کے لیے گفت و شنید کر رہا ہے اور صرف اس وقت تک جاری رکھے گا جب تک دس ہزار سوار فوج نہیں آ جاتی۔[1] بہرکیف انگریز دمل چیری درّے سے پیش قدمی کرنے کے لیے تیار رہے۔ انگریزوں کی صلح کی شرائط پر نظام کو راضی کرنے میں کوئی دِقت نہیں پیش آئی کیونکہ رکن الدولہ اچھی طرح جانتا تھا کہ انگریز اس کے آقا کو ہٹانے کی پوری طاقت رکھتے ہیں۔ مزید براں کرنل پیچ اس وقت تک وارنگل پر قبضہ کر چکا تھا اور وہاں سے حیدر آباد آنے کے راستے پر صرف پانچ کوس کے فاصلے پر پڑاؤ ڈالے پڑا تھا۔ مدراس کی حکومت اور نظام کے درمیان ۲۲ مارچ ۱۷۶۸ء کو ایک معاہدہ ہو گیا۔ معاہدہ کی نویں شق حسب ذیل تھی: "آصف جاہ حیدر نائک کو ایک باغی اور غاصب سمجھتا ہے اور اس کو اس وجہ سے تمام سندوں، اختیار اور امتیازات سے محروم کرتا ہے اور ان کو واپس لیتا ہے جو اس کو اس نے کبھی عطا کیے تھے یا دکن کے کسی اور صوبے نے دیے تھے۔"[2]

---

(۱) سلیکٹ کمیٹی کی روداد مورخہ ۱۰ مارچ ۱۷۶۸ء ص ۱۳۶ — ۱۳۵

(۲) " " " مورخہ ۲۷ اپریل ۱۷۶۸ء ص ۲۱۷

باب ۱۰

پہلی میسور۔انگریز جنگ

(مارچ ۱۷۶۸ء۔اپریل ۱۷۶۹ء)

حیدر اب انگریزوں سے لڑنے کے لیے اکیلا رہ گیا تھا۔اس کو جزیرہ نما کے مشرقی حصے سے نکل کر مغربی حصہ مالابار میں انگریزوں کے حملے کو روکنے کے لیے جانا پڑا۔اس طرح مشرق میں اسمتھ اور وُڈ کو جارحانہ حملے کرنے کا پورا موقع مل گیا۔

انگریزی فوج کی دو ڈویژنوں نے بہت سی مضبوط و مستحکم جگہوں سے حیدر علی کی محافظ فوج کو نکالنا شروع کر دیا۔بنگلور پہنچنے کے بعد حیدر منگلور کے لیے روانہ ہوا اور مخدوم صاحب کو تقریباً تین ہزار سواروں اور بے قاعدہ سپاہیوں کے ساتھ اسمتھ کے زیر کمان ڈویژن کی نگرانی کے لیے مقرر کیا اور ایک فوج بھی وہاں چھوڑی گئی تاکہ وُڈ کی ڈویژن کو پریشان کرتی رہے۔وُڈ اپنی فوج کے ساتھ ترنامَلی اور اسمتھ تیرپٹور کے لیے روانہ ہوا۔کرنل اسمتھ نے اپنے بھاری توپ خانے کو کرنل وُڈ کے پاس بھیج دیا اور اس نے سنگر پیٹھ اور دھرم پوری پر قبضہ کر لیا۔اسمتھ نے کاویری پٹنم کا رُخ کیا جس پر اس نے ۲۳ر فروری کو قبضہ کر لیا۔دھرم پوری پر قبضہ کے بعد کرنل وُڈ کو جنوب کی طرف پیش قدمی کرنے کا حکم دیا گیا۔

اسمتھ نے کرشناگری کا محاصرہ کر لیا کیونکہ اسے یہ اطلاع ملی تھی کہ وہاں صرف ایک ماہ کی رسد باقی رہ گئی ہے۔انگریز یہ توقع رکھتے تھے کہ یہ جگہ ان کے حوالے کر دی جائے گی۔جنگی قیدیوں نے اسمتھ کو یہ اطلاع دی تھی کہ قلعہ والے زیادہ دنوں تک مدافعت نہ کر سکیں گے۔یہ بیان کیا جاتا ہے اور قرین قیاس بھی معلوم ہوتا ہے کہ انگریزوں کو محض انتظار میں رکھنے کی حیدر کی یہ ایک چال تھی تاکہ ان کو

نقل و حرکت سے روکا جائے اور ان کی بنگلور کی جانب تیز پیش قدمی میں رکاوٹ ڈالی جائے ورنہ دوسری سمت میں اسے منگلور سے واپس ہونے پر مجبور ہونا پڑیگا۔ کرشناگری بہت زیادہ اہم مقام نہ تھا لیکن اس قدر انتظار کے بعد اس پر قبضہ کرنا ان کے وقار کا سوال بن گیا تھا۔ بہرحال ۲ مئی سے پہلے اس نے ہتھیار نہ ڈالے اور اس طرح اس کی مدافعت کا مقصد حل ہوگیا اور اس کے بعد بھی قلعے دار کو اپنی فوج، اسلحہ، فوجی پرچموں اور ایک توپ کے ساتھ باہر جانے کی اجازت دے دی گئی کیونکہ قلعہ حوالے کرنے کی یہ بھی ایک شرط تھی۔ یہ اپنی قسم کی پہلی مانگ تھی جو کسی ہندوستانی افسر نے کی تھی۔ اس کو ہمیں اس فوجی سرگرمی اور جوش کی طرف منسوب کرنا چاہیئے جس کو حیدر نے ہر موقع پر اپنے سپاہیوں میں پھونکنے کی کوشش کی تھی اور جس کا اظہار بہادروں اور اہل لوگوں کو انعام سے نوازنے اور بزدلوں اور غداروں کو سزا دینے کی شکل میں ہوتا تھا۔" اسمتھ کرشناگری کے دفاع کو ایسے الفاظ میں بیان کرتا ہے جو اس حقیقت کی تردید نہیں کرتے کہ کرشناگری کا دفاع محض ایک دھوکا تھا تاکہ حیدر منگلور کی فوجی مہم سے فرصت پالے۔ اسمتھ کہتا ہے کہ "قلعے دار اپنے جوابی پیغاموں میں بڑا معقول آدمی معلوم ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ وہ ایک بہترین آقا کے اعتماد کو کیسے ٹھیس لگا سکتا ہے جس نے اس پر بڑی عنایات کی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حیدر جن لوگوں کو فوجی عہدے دیتا ہے ان کے خاندانوں کو بطور ضمانت اپنے پاس رکھتا ہے اور اگر وہ مناسب رویہ نہیں اختیار کرتے ہیں تو وہ ان کو تباہ کر دیتا ہے چنانچہ یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ یہ لوگ جی توڑ کر بے جگری سے لڑتے ہیں۔" (۱)

حیدر علی کے خلاف فوجی نقل و حرکت میں مدد دینے کے لیے بمبئی کی حکومت نے مالابار ساحل پر واقع اس کے مقبوضات فتح کرنے کے لیے ایک فوج بھیجی۔ انھوں نے خشکی کے راستے سے میجر گیون (GAVIN) کو اور سمندری راستے سے میجر واٹسن کو ایک فوج کے ساتھ بھیجا جو چار سو یوروپیوں اور آٹھ سو سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ انھوں نے منگلور پر اور حیدر علی کے بحری بیڑے کے بڑے حصّے پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس پر ٹیپو نے ایک ہزار سواروں اور تین ہزار پیادوں کے ساتھ پیش قدمی کی میجر گیون اس کے مقابلے کے لیے گیا اور ایک جھڑپ ہوئی۔ گیون کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ بدنور پر حملہ کرے ٹیپو کی کمان میں ایک میسوری فوج نے ۲ مئی کو منگلور بازار پر قبضہ کر لیا لیکن اس کو پھر پیچھے دھکیل دیا گیا۔

---

(۱) اورمے مخطوطہ جلد ۵:۲

۹ مئی کو انگریزی فوج کو منگلور کے قریب یہ خبر ملی کہ ٹیپو کے پاس چار ہزار پیادوں اور دو ہزار سواروں پر مشتمل ایک کمک آگئی ہے جس کے ساتھ توپیں بھی ہیں اور حیدر خود بھی اس سے آملا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ "۹ تاریخ کی رات کو انگریزی فوج نے رخت سفر باندھ لیا اور تیلی چیری چلی گئی۔ انگریز اس قدر عجلت اور آنکھ بند کرکے بھاگے تھے کہ انھوں نے اپنے بیماروں کو اسپتال ہی میں چھوڑ دیا تھا اور ڈھائی تین سو دیسی بندوقوں کے سوا تمام سامان اور توپیں چھوڑ گئے تھے۔ اسپتال میں بیماروں میں اتنی یوروپی پیادے اور ایک سو ستر یا اسی بمبئی کے سپاہی تھے جو حیدر کے ہاتھ لگے اور اس نے اس طرح مالابار کے ساحل پر بغاوت کو کچل دیا اور انگریزوں کو سمندر میں دھکیل دیا۔"(۱) منگلور کی فتح میں حیدر کو سامان کے ذخیرے، توپیں اور روپیہ ملا اور اس کے ساتھ اس کے آدمیوں کی ہمت بڑھی۔ اس کو منگلور میں توپیں بھی ہاتھ لگیں۔

اسی دوران دھرم پوری پر قبضہ کرنے کے بعد وُڈ نے سیلم اور الور کے خلاف پیش قدمی کی۔ اس نے نمکّل پر ۲۵ مئی کو اور کاویری کے جنوبی سمت واقع ایروڈ پر ۸ جون کو قبضہ کرلیا۔ پھر وُڈ نے سیتا منگلم پر قبضہ جمایا اور گزل ہاٹی درّے کی جانب پیش قدمی کی۔ اس پر قبضہ کرنے کے بعد اس نے کوئمبٹور کی طرف کوچ کیا جس نے بلا کسی سخت مزاحمت کے ہتھیار ڈال دیے۔ یہ ۵ جولائی کا واقعہ ہے۔ ۴ اگست کو ڈنڈی گل نے ہتھیار ڈال دیے۔ اس طرح جنوبی علاقوں پر قبضہ مکمل ہوگیا۔ منصوبہ یہ تھا کہ بنگلور کے محاصرے کی تیاری کے طور پر حیدر کو جنوب سے سامان رسد کی فراہمی کا سلسلہ منقطع کردیا جائے۔

کرنل کیمبل ایک فوجی دستے کی قیادت کرتے ہوئے ۱۶ جون کو وینکٹ گری اور ۲۳ تاریخ کو مُل باگل پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوا۔ قلعۂ مُل باگل پر اچانک حملہ کیا گیا۔ حیدر کے بھرتی کرنے والے افسر جعفر حسین کو جو اس وقت مل باگل میں تھا خرید لیا گیا اور اس نے اپنے رنگروٹوں کے لباس میں چند انگریز سپاہیوں کو قلعے میں پہنچا دیا۔ مل باگل بہت اہم قلعہ تھا کیونکہ وہ اس راستے پر واقع تھا جو ایک طرف تو بنگلور سے رشتہ جوڑتا تھا اور دوسری طرف وینکٹ گری اور کولر سے رسل و رسائل قائم رکھتا تھا۔ اس نے کیمبل کے سامنے ۲۸ جون کو ہتھیار ڈال دیے۔(۲)

---

(۱) سلیکٹ کمیٹی کی روداد مورخہ ۲۰ جولائی ۱۷۶۸ء ص ۹۳ - ۲۹۱

(۲) اورمے مخطوطہ جلد ۲۱۵

۲۰ جون کو اسمتھ کے زیر قیادت ڈویژن نے پیش قدمی کی۔ ۳۱ مئی کو یہ طے کیا گیا تھا کہ فوج کو میسور کے علاقے میں داخل ہو جانا چاہیئے۔ پہلی جون کو نواب ارکاٹ محمد علی اپنے دو نائبوں کے ساتھ مسٹر کال اور مسٹر میکے کے ساتھ برطانوی لشکرگاہ میں پہنچا تھا۔ یہ امید تھی کہ عامل داروں پر نواب کے اثر کی وجہ سے برطانوی لشکرگاہ کے بازار میں سامان رسد کی کثیر مقدار فراہم ہو سکے گی۔ طریقہ جنگ کے بارے میں کرنل اسمتھ کا مدراس کی حکومت سے اختلاف ہو گیا تھا۔ اس لیے میدانی نائب مقرر کیے گئے تھے تاکہ وہ لوگ جو مہم کا منصوبہ بنانے کے ذمہ دار تھے اپنے مشورے دے سکیں اور جنگ کے جاری رکھنے پر اثر انداز ہو سکیں۔ مسٹر کال اور مسٹر میکے اور سپہ سالار پر مشتمل ایک مجلس جنگ عمل میں آئی جس میں اکثریت کو فیصلے کرنے کا حق تھا۔ کرنل نے اس انتظام پر اپنی رضامندی دے دی کیونکہ اس کی بدولت اس کی کافی ذمہ داری کم ہو گئی تھی اور مشوروں اور ہدایات کے لیے بار بار مدراس کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔

جنگ کا برطانوی منصوبہ یہ تھا کہ میسور کے علاقوں پر حملہ کیا جائے اور بنگلور کا محاصرہ کر لیا جائے۔ جنوبی علاقوں کی فتح کی تکمیل کے بعد وُڈ، اسمتھ سے آ ملنے والا تھا تاکہ دو ڈویژنوں سے بنگلور کا محاصرہ کر لیا جائے اور دوسرا حیدر کی نقل و حرکت پر نظر رکھے۔ وہ بہرصورت ۲۹ جولائی کو منگلور سے بنگلور آگیا تھا۔ اسمتھ کے زیر کمان خاص برطانوی فوج نے ۲۰ جون کو کرشناگری سے کوچ کیا اور ۴ جولائی کو مدی کوٹ پہنچ گئی۔ ہوسر (HOSUR) کا محاصرہ کیا گیا اور ۱۱ تاریخ کو اس پر قبضہ کر لیا گیا جس پر شمالی جانب سے اسمتھ نے حملہ کیا اور مشرق کی طرف سے کیمبل نے۔ ۱۲ جولائی کو انیکل نے ہتھیار ڈال دیے۔ انگریزوں نے اس ارادے سے پیش قدمی کی کہ وہ ہاسکوٹ کے قریب ایک چوکی پر قبضہ کریں اور وہاں وہ اس سوار فوج اور سامان جنگ کا انتظار بھی کریں جو مدراس سے بنگلور کے محاصرے کے لیے آنے والی تھی۔ کرنل وُڈ کو جو ڈنڈی گل پر قبضہ کر چکا تھا یہ ہدایت کی گئی تھی کہ وہ جتنی جلد ممکن ہو سکے مرکزی فوج سے جا ملے۔ ۲۴ جولائی کو انگریزی فوج ہوسکوٹ سے ۵ میل جنوب میں ایک اچھی اور بلند جگہ پر آگئی اور وہاں وہ کچھ دن رہنا چاہتی تھی۔ گوٹی کا مرار راؤ تین ہزار سوار، دو ہزار سپاہیوں اور کچھ توپوں کے ساتھ آگیا اور ۳ اگست کو انگریزی فوج سے آملا۔ اسی دن انگریزوں کو حیدر علی کے بنگلور آنے کی یقینی اطلاع بھی ملی۔

۲۲ اگست کو نصف شب کے قریب حیدر نے چھ ہزار سواروں اور ایک بٹالین سپاہیوں کے ساتھ مرار راؤ کے پڑاؤ پر حملہ کیا جو انگریزی فوج سے نصف میل کے فاصلے پر واقع تھا وہ خندقوں کو

ہاتھیوں سے پار کر کے پڑاؤ میں داخل ہوگیا۔ مرہٹہ سردار نے اپنے آدمیوں کو سوار ہونے سے منع کر دیا۔ حیدر کے گھوڑے کو ایک خیمے میں پھنسا دیا اور اس کے آدمیوں کو واپسی پر مجبور کر دیا جو ڈیڑھ سو زخمی اور مقتول اور کچھ ہاتھی چھوڑ کر بھاگ گئے۔ حیدر بھی بس بچ ہی گیا ورنہ وہ اس کے خیمے کے دروازے تک پہنچ گئے تھے۔ اُس کو، اُس کے بیٹے اور کچھ فوجی سالاروں کو انھوں نے زخمی بھی کر دیا۔

۴ ستمبر کو برطانوی فوج ہوسکوٹ سے حیدر کے تعاقب کے لیے روانہ ہوئی جو کافی فوج کے ساتھ کرنل وڈ کی فوج کو روکنے کے لیے گیا تھا۔ کرنل وڈ جنوب سے بڑی کوٹ آرہا تھا تاکہ وہ مرکزی فوج سے آملے۔ اسمتھ کو پسپا ہونا پڑا اور وہ سارا ساز و سامان، لشکر کے خدمتگاروں اور خیموں تک کو چھوڑ کر ملور ہٹ آیا۔ حیدر کو وڈ کی ڈویژن سے ہی مقابلے کی امید تھی۔ اس پر یقیناً حملہ ہوتا اور وہ شکست کھاتا۔(۱) لیکن ۶ تاریخ کو جب پیش قدمی کرتے ہوئے وڈ سے اسمتھ ملا تو بدقسمتی سے سلامی کے گولے کی آواز نے حیدر کے لشکرگاہ کو چوکنا کر دیا اور وہ فوراً روانہ ہوگیا۔ انگریزوں کے لیے اس کو روکنا ناممکن تھا کیونکہ اس کے بہترین بیل انگریزوں کے جانوروں سے دوگنی رفتار سے چلتے تھے تاہم انگریز اپنے توپ خانے کو کھینچے لا رہے تھے۔ حیدر جم کر مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ وڈ اتنی تیزی سے تعاقب کر رہا تھا کہ عقب اُس کا ساتھ نہیں دے پا رہا تھا۔ چنانچہ اس نے دو توپیں کھو دیں اگرچہ وہ بعد کو واپس مل گئیں۔ حیدر کے سوار دستوں نے اس کے عقب پر حملہ کیا اور پالیگار سپاہیوں کو جو ایک تالاب کے قریب گھوم رہے تھے اس نے کاٹ کر پھینک دیا۔ جوتا اگر بروقت لینگ کی مدد نہ پہنچ گئی ہوتی۔ یہ تعاقب ناکام رہا جیسا کہ چاہیئے تھا۔ حیدر گرم کنڈا چلا گیا اور لینگ کے زیرِ قیادت ایک فوج اس کے پیچھے بھیجی گئی۔ بقیہ فوج نے پیش قدمی کی تاکہ اگر ممکن ہو تو اس کی بنگلور کی واپسی کا راستہ کاٹ دیا جائے۔ غالباً اس مہم سے حیدر کا مقصد صرف اتنا تھا کہ اپنی فوج کے لیے بھرتی کرے اور ان چھوٹے ماتحت سرداروں پر رعب جما سکے جن کی ہمتیں اس کی شکستوں کی وجہ سے بڑھ گئی تھیں۔ کولر کے قریب انگریزی فوج جمع ہوگئی۔ وہ بنگلور کا محاصرہ کرنے کے لیے بالکل تیار تھی لیکن میدانی نائبوں اور اسمتھ کا خیال تھا کہ جب تک حیدر اتنی کثیر تعداد فوج کے ساتھ میدان میں موجود ہے۔ بنگلور پر حملہ کرنا مشکل ہوگا اور اس سے پہلے اسے

---

(۱) وڈ درّے سے نکل کر تھوڑی ہی دیر پہلے میدان مرتفع پر پہنچا تھا کہ حیدر نمودار ہوا۔ وڈ کے سپاہی طویل سفر کی وجہ سے تھکے ماندے تھے اور حیدر کو ان پر فوراً حملہ کر دینا چاہیئے تھا۔ دوسرے دن اسمتھ کی ڈویژن وڈ سے جا ملی جو آگے بڑھ رہا تھا۔

شکست دینا ضروری تھا۔" بنگلور کا قلعہ بہت شاندار طریقے پر تعمیر کیا گیا تھا اور وہ جنگ کی تمام ضروریات اور سال بھر کے سامان رسد سے لیس تھا۔ دیواریں پتھر کی تھیں۔ عمدہ تعمیر کے برج باہر نکلے ہوئے تھے۔ فصیل کافی وسیع تھی۔ خندق گہری تھی۔ قلعے اور شہر کا درمیانی میدان اور قلعے کا پُشتہ شاندار تھا۔ تمام اہم زاویوں پر توپیں موجود تھیں اور باقاعدہ مورچے تھے۔ حیدر کے تین ہزار بہترین سپاہی قلعہ کی فصیلوں کے اندر تھے اور اس کے علاوہ سات ہزار اور سپاہی تھے۔ حیدر خود بھی دس ہزار سپاہیوں، سات ہزار سواروں اور ۲۰ ہزار پائیگا سپاہیوں کے ساتھ باہر تھا اور اس کے بچاؤ کے لیے کسی وقت بھی آ سکتا تھا۔ غرضیکہ اُس پر صرف دھمکیوں سے غالب آنا ناممکن تھا خاص کر ایک ایسی فوج کے لیے جس کو پورے پیٹ کھانا نہیں ملتا تھا، جس کی بھرتی غلط ہوئی تھی، جس کو تنخواہیں کم ملتی تھیں اور جس کے پاس سازو سامان کی کمی تھی۔(۱)

جنگ کو ختم کرنے کا ایک بہترین موقعہ مدراس کی حکومت نے محض اپنے حد سے زیادہ لالچ کی بنا پر کھو دیا جب گرم کنڈا کی جانب اس کا تعاقب کیا جا رہا تھا تو حیدر نے اسمتھ کے سامنے صلح کی پیشکش کی تھی۔ لینگ جو وڈ کی بیماری کے سبب اس کی ڈویژن کی کمان کر رہا تھا سامان رسد کی کمی کے سبب پنگانورو کے مقام پر رکنے کے لیے مجبور ہو گیا تھا۔ اس کو اسمتھ کی طرف سے کمک پہنچ گئی تھی اور اس کے سپرد اب یہ کام تھا کہ وہ حیدر کو کرناٹک سے فرار نہ ہونے دے۔ اس مرحلے پر صلح کی پیشکش کی گئی تھی۔ حیدر کا وکیل ان کے پڑاؤ میں ۲۳ ستمبر کو آیا۔ یہ معلوم کرکے کہ کچھ نہیں ہو سکتا وہ ۳ اکتوبر کو واپس چلا گیا۔ مدراس کی حکومت نے مطالبہ کیا تھا کہ اس کے تمام اخراجات کا تاوان دیا جائے اور ان اخراجات کا تخمینہ بڑھا چڑھا کر لگایا گیا تھا۔ اس کا یہ بھی مطالبہ تھا کہ کرناٹک کی جانب ایک سرحد قائم کی جائے جس میں کچھ قلعے بھی شامل ہوں۔ اس کے علاوہ وہ ان علاقوں کی محافظ فوج کے مصارف کے لیے کچھ علاقوں پر قبضہ بھی مانگتے تھے جس کی سالانہ آمدنی چھ لاکھ ہو۔ مدراس کی حکومت کا کہنا تھا کہ وہ تیس لاکھ سالانہ کے محصول کے علاقوں کو واپس کر رہی تھی جس کے عوض محض چھ لاکھ سالانہ محصول کے علاقوں کا مطالبہ کر رہی تھی اگرچہ حیدر کی قسمت کا ستارہ گردش میں تھا تاہم اس نے یہ سوچا کہ وہ ان شرائط کو تسلیم نہیں کر سکے گا۔ میلسن تبصرہ کرتا ہے: "استحصال بالجبر اور انتہائی حرص کو شاذ ہی ایسی بر وقت سزا کبھی ملی ہوگی جو انتہائی مشکلات میں گھر کر وحشی اور غیر تربیت یافتہ صلاحیت عود کر آئی اور حیدر کی

---

(۱) اورمے مخطوطہ جلد ۱، ۷ (اصل مخطوطہ میں درج شدہ)

کامیابیوں کا سلسلہ بازیابی سے شروع ہوا اور آخرکار اس کی فتح عظیم پر جا کر تمام ہوا۔"(۱)

اپنے تعاقب میں صرف ایک چھوٹی سی فوج دیکھ کر حیدر مل باگل کی طرف لوٹ پڑا اور محافظ فوج کی غفلت یا ان کی غداری سے فائدہ اٹھا کر غلبہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ محافظ فوج کا بیشتر حصہ نواب ارکاٹ کے سپاہیوں پر مشتمل تھا۔ فیلڈ ڈپٹی کال نے اسمتھ کے علم کے بغیر انگریز سرجنٹ اور اس کے سپاہیوں کو ہٹا کر اس کی جگہ نواب کے افسر کو متعین کر دیا تھا۔ اس خبر کے ملتے ہی حیدر نے اچانک حملہ کیا اور بغیر کسی مزاحمت کے قلعے پر قبضہ کر لیا۔

یہ سنتے ہی وُڈ جس نے اپنی فوج کی کمان پھر سنبھال لی تھی مل باگل پر دوبارہ قبضہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ اس نے سیڑھی لگا کر اوپر چڑھنے اور قلعے پر قبضہ کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا اور کچھ نقصان اٹھا کر پسپا ہو گیا۔ دوسرے دن ۴ راکتوبر کو جب حیدر سامان رسد کی مزید فراہمی کے لیے ایک فوج کے ساتھ جا رہا تھا ایک جھڑپ اس کے اور وُڈ کے درمیان ہوئی۔

مل باگل کی جنگ[۲]: حیدر نے پہلے ان دو توپوں پر قبضہ کیا جو ایک دستے کے ساتھ بھیجی گئی تھیں اور پھر دستے کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ وُڈ خود دستے کے ساتھ تھا لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ حیدر کی فوج اتنی قریب ہے۔ اس نے اس کو ایک فوجی دستہ سمجھا تھا اور اس کا خیال تھا کہ مرکزی فوج جلد نہیں آسکے گی۔ حیدر نے دستے پر سخت دباؤ ڈالا مگر بینگ نے برطانوی فوج کی صفیں درست کر لیں۔ تب معرکہ شروع ہوا۔ اپنی فتح سے حوصلہ پا کر حیدر کی فوج بڑی بہادری سے لڑ رہی تھی۔ وُڈ نے اپنے دستے کی صف بندی کچھ چٹانوں کے پیچھے کی تھی۔ حیدر نے کئی سخت حملے بولے اور ایک مرتبہ تو وہ کیپٹن میتھیوس کی بٹالین کے سپاہیوں کی صفیں توڑ کر ان میں گھس گیا لیکن ایک اتفاقی واقعہ کے سبب جنگ کا رخ بدل گیا۔ کیپٹن بروک نے جو سپاہیوں کی ایک بٹالین کے ساتھ سامان لشکر کی حفاظت کے لیے چھوڑ دیا گیا تھا برطانوی سپہ سالار اسمتھ کو نام لے کر زور سے پکارا جس سے یہ لگا کہ وہ مدد کے لیے آپہنچا ہے۔ اس سے میسوریوں میں افراتفری پیدا ہو گئی اور وُڈ اپنے آدمیوں کو ایک جگہ جمع کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ انگریزوں کے ڈھائی سو آدمی یا تو مارے گئے یا زخمی ہوئے تھے۔ حیدر کے نقصان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے ایک ہزار آدمی کھو دیے لیکن مل باگل جیسی کچھ اور فتوحات اس کو

---

(۱) ہندوستان کی فیصلہ کن جنگیں ص ۲۲۱

(۲) اورمے مخطوطہ جلد ۳۱۰، جلد ۳۳ ص ۱۰۵ — ۶۳، جلد ۷،

شرائط تسلیم کرانے کا اہل بنا سکتی تھیں ۔

دوسرے دن اسمتھ وُڈ سے آملا ۔ کچھ دنوں بعد فوج کولار لَوٹ آئی ۔ اسمتھ پریسیڈینسی کے مورخہ ۲ر نومبر کے احکام کے بموجب ۱۹ر نومبر کو فوج کو چھوڑ کر روانہ ہوگیا ۔ اسمتھ کا خیال تھا کہ اس کی مدراس میں طلبی کا اصل محرک یہ تھا کہ مدراس کی حکومت وُڈ کو سپہ سالار بنانا چاہتی تھی ۔ ان کے خیال میں وُڈ بہترین قیادت کی صلاحیت رکھتا تھا ۔ وُڈ کے ہاتھ میں پُوری کمان تھی کیونکہ میدانی نائب اور محمد علی بھی مدراس بُلائے گئے تھے ۔

جیسے ہی اسمتھ واپس گیا حیدر کی خود اعتمادی اور جرأت اور بڑھ گئی کیونکہ وُڈ کے بارے میں کوئی بہتر رائے قائم نہیں کی جاسکتی تھی ۔ اس کا منصوبہ باقاعدہ میدانی جنگ کرنے کا نہیں تھا بلکہ وہ اس کو خوف و ہراس میں مبتلا کر کے شکست دینا چاہتا تھا ۔ وُڈ کے زیر کمان انگریزی فوج کے فوجی اقدامات محض کوچ اور واپسی کی آنکھ مچولی تک محدود ہو کر رہ گئے تھے کیونکہ کسی باقاعدہ معرکے کا کوئی امکان ہی نہیں تھا ۔ اٹھارہ پونڈ کے گولے پھینکنے والی دو توپیں اور بھاری ساز و سامان چھوڑ کر انگریزی فوج ہوسر میں آئی جہاں حیدر اپنے سوار دستوں کے ساتھ انگریزی فوج کے اردگرد چکر کاٹتا رہا اور اس کی پیادہ فوج بنگلور کی طرف بڑھتی رہی ۔ وہاں اس نے پیٹھ پر حملہ کیا ۔ اس نے دونوں توپیں چھین لیں اور کافی ساز و سامان پر قبضہ کر لیا ۔ اس نے انگریزوں کو پیچھے ہٹنے پر مجبُور کر دیا اور خود حسب معمول واپس چلا گیا ۔ ۲۲ر نومبر کو حیدر نے ارلیر کے مقام پر اچانک وُڈ پر حملہ کر دیا ۔ ابھی وُڈ نے خیمے گاڑے ہی تھے اور فوج کو ترتیب دے رہا تھا کہ گولہ باری شروع ہوگئی جو دوپہر سے شام تک جاری رہی ۔ حیدر بغیر نقصان اُٹھائے واپس ہوگیا ۔ انگریزوں کے ۲۰ یوروپی اور دو سو سپاہی مرے یا زخمی ہوئے ۔ دوسری صبح جب وُڈ نے کُوچ کیا تو حیدر کی فوجیں بہت قریب سے اس کا تعاقب کر رہی تھیں ۔ مجبُور ہو کر انگریزی فوج کو قیام کرنا پڑا اور صفیں درست کرنی پڑیں ۔ دوسری مرتبہ گولہ باری شروع ہوئی جو ۱۱ بجے صبح تک جاری رہی اور اس وقت بند ہوئی جب وہ فسٹر جیرالڈ جو اب اسمتھ کی ڈویژن کی کمان کر رہا تھا، کی آمد کی خبر سُن کر چلے گئے ۔ انگریز حیدر کو بنگلور میں جنگ کرنے پر مجبُور کرنے میں ناکام رہے اور تب وہ ہوسکوٹ اور وہاں سے کولار چلے گئے ۔ وُڈ سے مایُوس ہو کر پریسیڈینسی نے اُسے واپس بُلا لیا اور اعلیٰ کمان لینگ کے حوالے کر دی ۔ اس نے پہلا کام یہ کیا کہ اپنی فوجوں کو وینکٹ گری لے آیا اور حیدر کو جنوبی اضلاع میں گھسنے کے لیے آزاد چھوڑ دیا ۔ حیدر جنوب کی طرف روانہ ہوا ۔ دھرم پوری پر دوبارہ قبضہ کیا اور کوئمبٹور کے علاقوں کی

طرف کوچ کیا جسے حال ہی میں وُڈ نے فتح کیا تھا۔ حیدر کے تعاقب میں میجر فِٹز جیرالڈ کو ایک فوج کے ساتھ بھیجا گیا۔ فِٹز جیرالڈ کے لیے اس تک پہنچنا ناممکن تھا کیونکہ وہ اس سے کئی دن کی دُوری پر تھا۔ حیدر نے اپنے کوچ کے راستے میں واقع تمام قلعے چھین لیے۔ سلیم، الور، تنکل، ایروڈ اور ڈنڈی گل پھر اس کے قبضے میں آگئے۔ مختصر یہ کہ اس نے وُڈ کی تمام نئی فتوحات پر قبضہ کر لیا۔ مزید برآں کرور بھی حاصل کر لیا۔ اتنی آسانی سے مقبوضات کا نکل جانا محض اس امر کی بنا پر تھا کہ ان علاقوں کو نواب ارکاٹ کے آدمیوں کی نگرانی میں دے دیا گیا تھا۔ پھر تمام مقامات پر رسد کی خاصی کمی تھی اور سپاہیوں کو مدت سے تنخواہیں نہیں ملی تھیں تاہم یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ کیپٹن اورٹن (ORTON) جس کے تحت دو سو یورپی اور دوسرے سپاہیوں کی دو بٹالینیں تھیں اُس نے کیوں ہتھیار ڈال دیے؟

اب حیدر نے کرناٹک میں پیش قدمی کی اور ایریالور کے قریب قیام کیا۔ اس نے کرناٹک میں لُوٹ مار کرنے کے لیے اپنے سوار دستے بھیجے۔ جب فِٹز جیرالڈ دور سے حیدر کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھے ہوئے تھا لینگ اپنا ساز و سامان قریب سو میل کے فاصلے پر کولار سے ویلور منتقل کر رہا تھا۔(۱)

دوسری بار فوجوں کی کمان سنبھالنے کا حکم ملنے پر اسمتھ ۲۸ جنوری ۱۷۶۹ء کو چیٹپٹ پہنچا۔(۲) چونکہ حیدر اس وقت ترنامَلی میں تھا اس لیے اسمتھ نے اس طرف کوچ کیا۔ ترنامَلی پہنچنے پر اسے معلوم ہوا کہ حیدر ترکالور چلا گیا ہے۔ اس اطلاع پر کہ حیدر مشرق کی طرف گیا ہے انگریز چیٹپٹ کے لیے روانہ ہوئے۔ حیدر کو ایک فیصلہ کُن جنگ پر مجبور کرنے کے مصمم ارادے سے اسمتھ نے اپنے راستے کی تمام رکاوٹیں دُور کر دیں چونکہ حیدر اپنی مسافت میں ہمیشہ تیز رفتاری کا فائدہ اٹھاتا تھا اس لیے انگریز اپنے کو بہت مجبور پاتے تھے۔ حیدر کی سوار فوج کے تین ہزار سپاہیوں نے انگریزی فوج کے عقب کو بہت پریشان کیا۔ انھوں نے حیدر کو تمام ضروری معلومات بہم پہنچائیں اور اسمتھ تک

---

(۱) سلیکٹ کمیٹی کی روداد مورخہ یکم مارچ ۱۷۶۹ء، ص ۱۰۱

(۲) ۱۷۶۹ء کے شروع میں حیدر نے صلح کی پیشکش کی لیکن بورشیر نے پس و پیش کیا حالانکہ وہ گفت و شنید کر رہا تھا۔ اس نے اسمتھ کو ہدایت کی کہ وہ دشمن کی فوجوں پر حملہ کرے۔ حیدر اسمتھ کو جھانسہ دے کر جنوب کی جانب سے گیا۔ (قدیم مدراس کے آثار، جلد دوم ص ۵۹۲)

کسی قسم کی اطلاعات نہ پہنچنے دیں۔ ۱۹ر تاریخ کو انگریزی فوج جو حیدر کے بے نتیجہ تعاقب میں لگی ہوئی تھی آخر کار چنگلپٹ آ پہنچی۔ اس مرحلے پر سات دن کے لیے لڑائی روک دی گئی لیکن گفت و شنید ۱۲ر مارچ تک جاری رہی اور حیدر کا وکیل بالآخر بلا لیا گیا۔ انگریزوں نے تجویز رکھی کہ چالیس دن کے لیے جنگ بندی کر دی جائے اور اس دوران حیدر کی فوجیں الور میں اور انگریزی فوج جگدر گاؤں میں مقیم رہیں۔ حیدر کی تجویز تھی کہ اس کی فوجیں ونڈی واش میں رہیں اور انگریزوں کی فوج کانجی ورم میں رہے اور لڑائی سات دن کے لیے موقوف رہے لیکن اس صورت میں حیدر علاقے کے مرکزی مقام پر ہوتا جہاں وہ اپنی تیز رفتار سوار فوج کے ساتھ انگریزوں سے پہلے ارکاٹ یا کڈلور پہنچ سکتا تھا۔ گفت و شنید کے ناکام ہو جانے کی صورت میں فوجیں برابر کوچ کرتی رہیں۔ انگریز کبھی اس قابل نہ ہو سکے کہ حیدر کی فوج کے قریب آ سکیں۔ ان کے درمیان فاصلہ ایک دن کی مسافت سے کم کبھی نہ ہوا اور حیدر ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرتا رہا۔

۱۴ر تاریخ کو اسمتھ کو خبر ملی کہ حیدر انگریزی فوج سے بچ نکلے اور میسور کو جانے والی شاہراہ پر پہنچنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اسمتھ تیزی سے تعاقب میں روانہ ہوا اور مسافت قطع کرتا ہوا ونڈی واش کی طرف بڑھا لیکن مدراس کی طرف پیش قدمی کا اس کا منصوبہ پورا نہ ہو سکا۔ کوئی یقینی خبر نہ ملنے کی صورت میں اسمتھ نے شمال کی طرف مزید پیش قدمی کی اور ۱۶ر تاریخ کو وہ چنگل پٹ پہنچ گیا۔ حیدر کی سوار فوج کے ایک بازو سے اسمتھ دھوکا کھا گیا۔ وہ یہ سمجھا کہ مرکزی فوج سامنے ہے۔ حقیقت میں ایسا نہیں تھا اسمتھ کانجی ورم روانہ ہو گیا جہاں اس کی ملاقات کرنل لینگ اور اس کی ڈویزن سے ہوئی۔ حیدر کی نقل و حرکت کے بارے میں کچھ بھی معلومات نہیں تھیں لیکن اس کے باوجود اسمتھ نے یہ انتظام کیا وہ خود مغرب کی سمت میں ونڈی واش اور لینگ کی طرف بڑھے گا۔ اسے یہ امید تھی کہ کوئی نہ کوئی میسوری کو جائے گا اور پھر دونوں کے بیچ میں ان کو پیس دیا جائے گا۔ اسمتھ ۲۳ر مارچ کو ونڈی واش پہنچا — ۲۷ر مارچ کو اسمتھ نے سنا کہ حیدر نے اپنے تمام بھاری ساز و سامان اور توپیں الور بھیج دی ہیں اور اپنے سوار دستوں اور ہلکے پیادہ دستوں کے ساتھ انگریزی فوج کے بازو سے کترا کر نکل گیا ہے اور ان کے اور مدراس کے درمیان حائل ہو گیا ہے۔ یہ سن کر اسمتھ نے پوری تیز رفتاری سے پیش قدمی کی — ۲۵ر تاریخ کو اسمتھ کرن گل پہنچا۔ ۳۰ر تاریخ کو چنگل پٹ اور ۳۱ر کو ونڈلور جہاں اسے مدراس کی حکومت کی جانب سے ڈیرے ڈالنے کا حکم دیا گیا[1] حیدر نے ان کو صلح کی گفتگو شروع کرنے اور اس مقصد

(۱) اورمے مخطوطہ جلد ۲۱۵

کے لیے ڈیوپرے (DUPRE) کو ان کے لشکرگاہ بھیجنے پر مجبور کردیا لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ فوجی اعتبار سے حیدر کی حالت بہت خراب تھی۔ مدراس میں اس وقت ۲ ہزار سپاہی، چار سو یوروپی، ایک ہلکا توپ خانہ کرنل کیمپبل، میجر بنجور اور دوسرے تجربہ کار اور پرانے افسر موجود تھے۔ لینگ اپنی فوج کے ساتھ ارکاٹ کی شاہراہ پر تھا اور اسمتھ کی فوج حیدر کی سوار فوج کے بالکل قریب تھی۔ حیدر کی فوج تھک کر چور چور ہوچکی تھی لیکن فوجی اعتبار سے صورت حال چاہے غلط رہی ہو لیکن سیاسی اعتبار سے اس کا اندازہ صحیح ثابت ہوا [1] اور اپنی فوج کی مخصوص کمزوری کے باوجود وہ صلح کا معاہدہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔

۴؍ اپریل ۱۷۶۹ء کو ایک معاہدہ ہوگیا۔ معاہدے کے مطابق ایک نے دوسرے کے مفتوحہ علاقے واپس کردیے سوائے قلعۂ کرور کے، جس پر حیدر کا قبضہ باقی رہا۔ حیدر یہ دلیل دے سکتا تھا کہ کرور بھی مفتوحہ علاقوں کی بازیابی و بحالی میں شامل ہے کیونکہ وہ میسور کی سلطنت سے پہلے الگ کرلیا گیا تھا۔ معاہدے کی یہ بھی ایک شرط تھی کہ دونوں فریقوں میں کسی پر حملے کی صورت میں وہ ایک دوسرے کی مدد کریں گے اور دشمن کو مار بھگائیں گے۔ معاہدے کی زبان و بیان کے سلسلے میں تھوڑی سی دقت ہوئی کیونکہ نہ تو نواب ارکاٹ اور نہ حیدر علی ایک دوسرے کو مناسب خطابات دینے پر آمادہ تھے۔ یہ مشکل اس وقت دور کی جاسکی جب نواب ارکاٹ نے انگریزوں کو کرناٹک پائیں گھاٹ کا معاملہ طے کرنے کا اختیار دے دیا۔ بمبئی بھی معاہدے میں شامل کرلیا گیا اور ساحل پر حیدر کے جہازوں کے عوض مدراس کی حکومت نے کولار کے اپنے ذخیرے حیدر کے حوالے کردیے۔[2]

۱۷۶۷-۶۹ء کی پہلی میسور اور انگریزوں کے درمیان جنگ اس لحاظ سے کافی دلچسپ تھی کہ پہلی بار اس میں انگریزوں نے ایک ہندوستانی طاقت سے صلح کی درخواست کی تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حیدر نے ایک کارٹون بنانے کا حکم دیا تھا جس میں گورنر اور اس کی کونسل کے ممبران اس کے سامنے گھٹنے ٹیکے جھکے ہوئے تھے۔ اس میں دکھایا گیا تھا کہ حیدر ڈیوپرے کی ناک کو جو ہاتھی کی سونڈ کی طرح لمبی دکھائی گئی تھی، پکڑے ہوئے ہے اور اس میں سے گنی اور پگوڈا گر رہے ہیں۔ اس کارٹون میں یہ بھی

---

(۱) یہاں بہرکیف یہ تذکرہ چھوڑے دیتے ہیں کہ "بلیک شہر میں صرف پندرہ دن کی رسد رہ گئی تھی جب صلح کی گئی"
ڈیوپرے کا خط بنام اورمے — سلیکٹ کمیٹی کی روئداد مورخہ ۱۱؍ اپریل ۱۷۶۹ء ص ۲۰۷

(۲) سلیکٹ کمیٹی کی روئداد مورخہ ۱۲؍ اپریل ۱۷۶۹ء ص ۲۲۸ — ۲۲۲

دکھایا گیا تھا کہ اس کے ایک ہاتھ میں معاہدہ ہے اور وہ تلوار کو توڑ رہا ہے۔

ایشائیوں کے معاملے میں یوروپی سپاہی کی برتری کا ایک واضح تصور سینٹ تھام کی جنگ کے وقت سے قائم ہو گیا تھا اور بعد میں ارنی، کاویری پک، پلاس، کنڈور، مچھلی پٹنم، بلویرا، اڈوانالا اور بکسر کی لڑائیوں نے اس خیال کو پختہ کر دیا تھا۔ چنانچہ اس مہم میں ان کی ناکامی تشریح طلب ہے۔ بہ اعتبار تعداد کی فوقیت کے باوجود ہندوستانی افواج یوروپیوں کی مدِمقابل نہ تھیں کیونکہ ان کے جوش و خروش، فوجی تربیت، گولی چلانے کی صلاحیت، مستعدی اور بہتر فن حرب سے ہندوستانی بوکھلائے ہوئے تھے۔ ان سب کے مقابل صرف ذاتی بہادری بیکار تھی لیکن اب بوکھلاہٹ اور گھبراہٹ کا عنصر ختم ہو چکا تھا۔ ہندوستانی حکمراں نے یہ دیکھ لیا تھا کہ یوروپیوں کے ہاتھوں تربیت یافتہ ہندوستانی سپاہیوں نے اپنے لیے شاندار فتوحات حاصل کی تھیں۔ چنانچہ یہ قدرتی بات تھی کہ حیدر علی جیسے حکمرانوں نے اپنی افواج کی تربیت کے لیے یوروپیوں کو ملازمت میں رکھنا شروع کر دیا تھا۔ لیفٹیننٹ میتھیوس مل باگل کی جنگ کے بارے میں لکھتا ہے کہ "میں نے حیدر علی کی سیاہ فام (ہندوستانی) فوجوں کی طرح دوسرے سپاہیوں کو بہادر نہیں پایا۔ اس کے تمام پیادوں کی قیادت یوروپی کرتے تھے"۔ حیدر خود اگرچہ اسمتھ کا مدِمقابل نہیں تھا تاہم وہ وُڈ اور لینگ جیسے کمان داروں سے بہت بہتر فوجی قائد تھا۔ اس کے علاوہ اُسے انگریزوں پر اپنی سوار فوج کی وجہ سے بھی برتری حاصل تھی۔ وہ ان پر حملے کر سکتا تھا، ان کے سامان رسد کے قافلوں کا راستہ کاٹ سکتا تھا۔ برطانوی جاسوسی نظام کو درہم برہم کر سکتا تھا۔ شکست کے بعد اس کی پسپائی بھی ڈھنگ سے منظم ہوتی تھی۔ وہ اسمتھ کو بھی پسپائی کا فائدہ اٹھانے سے روک سکتا تھا۔ میدانِ جنگ میں دُشمن کو شکست دینے کے بعد تعاقب دوسری اہم چیز تھی اور انگریزی فوج تعاقب میں بالکل بیکار ثابت ہوئی تھی۔ حیدر نے سر آئر کوٹ کے وکیل سری نواس راؤ سے ۱۷۸۲ء میں کہا تھا کہ "تم ایک دن میں چار کوس مسافت طے کرتے ہو اور اپنی جانوں کے خوف سے اس سے زیادہ کر بھی نہیں سکتے۔ چنانچہ میرے پیچھے پیچھے تمام علاقے میں بھاگے بھاگے پھرتے ہو اور اس دوران میں اپنا کام کر گذرتا ہوں"۔ ۱۷۶۹ء میں انگریزوں کی ناکامی کی ایک وجہ ان کی سُست رفتاری اور مستعدی کی کمی بھی تھی۔ اسمتھ کی سوار فوج اتنی کم تھی کہ وہ حتی الامکان پہاڑی علاقوں میں جنگ سے گریز کرتی تھی۔[1] حیدر کی فوج جس کے سوار دستے بہت

---

(۱) دی لاتور لکھتا ہے کہ "انگریز سوار فوج کی برتری پورے یوروپ میں تسلیم کی جاتی ہے اور اس کے فوائد گھوڑے کی بھاگ

برتر تھے۔ تیزی سے نقل وحرکت کرسکتی تھی اور انگریزوں سے زیادہ جری تھی۔ حیدر نے اس برتری کا پورا پورا فائدہ اٹھایا تھا، خصوصاً جنگ کے آخری مرحلے میں تو کوچ کرنا، تھکا مارنا اور پریشانی میں مبتلا کرنا اس کے خاص ہتھیار تھے۔(۱) لیکن جس نے سب سے زیادہ برطانوی فوج کو کمزور کیا اور نقصان پہنچایا وہ مدراس کونسل کی مسلسل مداخلت تھی۔ اس پہلو کی بہ آسانی وضاحت کی جاسکتی ہے کہ کہاں فوجی مہمات میں غیر فوجی مداخلت نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔ آرنلڈ اپنی تصنیف "جدید تاریخ پر ایک تقریر" میں کہتا ہے: کہ "ایک حد ہوتی ہے جہاں تک ایک فنی موضوع پر ایک غیر پیشہ وارانہ فیصلہ نہ صرف مناسب بلکہ بہتر ہوتا ہے لیکن اس حد سے آگے غیر پیشہ ورانہ دخل مضر اور احمقانہ ثابت ہوتا ہے۔ یہ امتیاز بنیادی طور پر کسی کام کو کرنے اور اس کے اچھے یا برے انداز میں انجام دینے کے جاننے کے فرق میں مضمر ہوتا ہے۔ ہم کسی دوسرے کے پیشے میں جو چیز سب سے کم سمجھ پاتے ہیں وہ اس کو عملی جامہ

(بقیہ پچھلے صفحہ سے) سے زیادہ شہ سوار کی بہتری میں مضمر ہوتے ہیں۔ وہ افسر جو پہلے پہل ہندوستان میں سوار فوج کے دستوں کی ترتیب وتنظیم کے ذمہ دار قرار دیے گئے تھے انھوں نے یہاں بھی ان میں وہی نظم ونسق اور تربیت برقرار رکھنی چاہی اور وقت، جگہ اور اشخاص کے زبردست فرق کو ملحوظ نہیں رکھا۔ انگلستان سے جن رنگروٹوں کو ہندوستان بھیجا گیا وہ زیادہ تر آزاد رو اور برے کردار کے لوگ تھے اور چونکہ کمپنی کسی سپاہی کو برطرف کرنے کا اختیار نہیں رکھتی تھی۔ اس لیے شہ سواروں کو زیادہ سے زیادہ جو سزا دے سکتی تھی وہ یہ تھی کہ ان کو پیادہ فوج میں فرض کی انجام دہی کے لیے بھیج دیتی چنانچہ نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ جیسے ہی ایک سپاہی کا تقرر سوار دستوں میں ہوتا تھا دوسرے ہی لمحے وہ پھر اپنے پہلے مقام پر بھیج دیا جاتا تھا۔

(۱) ولسن، مدراس فوج کی تاریخ جلد اول ص ۲۰۰، کرنل اسمتھ کی بار بار درخواست پر جو اقدامات حکومت کی طرف سے کیے گئے تھے وہ حسب ذیل تھے: "نواب سے یہ درخواست کی گئی تھی کہ وہ مدراس کی حکومت کے برطانوی افسروں کی ماتحتی میں اپنی سوار فوج کے ۲۰ ہزار سواروں کو دے دے۔ یہ دسمبر ۱۷۶۸ء میں کیا گیا لیکن تنخواہ کی کمی سے پریشان ہوکر یہ تمام فوج ۱۷۶۹ء کی شروعات میں واپس ارکاٹ آگئی۔ ایک بہترین صلاحیتوں کے مالک سپاہی ابراہیم بیگ جس نے شمالی سرکار کی فتح کے بعد ۱۷۶۶ء میں انگریزوں کی ملازمت کرلی تھی، کے سوار دستوں کو کرنل ووڈ کی ماتحتی میں دے دیا گیا تھا۔ انھوں نے لشکرگاہ چھوڑ دی اور نظام کی ملازمت اختیار کرلی۔ تب حکومت نے برطانوی شہسواروں کی تعداد سو تک بڑھانے اور ساٹھ سے سو تک غیر ملکی شہسواروں میں اضافہ کرنے کا فیصلہ کیا اور نواب سے پانچ سو اچھے گھوڑے حاصل کیے گئے جن پر منتخب سپاہی سواری کرتے تھے۔ بس یہی کچھ انتظام ہوا۔

پہنانے کی تفصیلات ہوتی ہیں"۔ جنگی نائبوں کا توڑ تفصیلات میں مداخلت کی ایک مثال تھا جیسے کہ اورمے مخطوطہ جلد نمبر ۲ امیں بیان کرتا ہے کہ" مدراس کی حکومت لائسنس یافتہ لیڈروں کی ایک جماعت ہے جس کا ایماندارانہ تجارت سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ خوابوں کی دنیا میں سلطنتوں کو خریدتے اور بیچتے رہتے ہیں۔ اسمتھ نے شکایت کی تھی کہ شیولیر دی سینٹ لوبن ایک فرانسیسی قسمت آزما نے کونسل کا اعتماد حاصل کرلیا ہے اور اس نے میسور کے علاقے کو فتح کرنے کا منصوبہ پیش کیا تھا اور اسمتھ کو فوجی نائب کی ہدایات پر عمل کرنا پڑتا تھا جن کو شیولیر (CHEVALIER) کی جانب سے ہدایات ملتی تھیں اس کو ان اقدام میں اس کے شرمناک اور مضحکہ خیز رول کا پورا احساس تھا اور اس نے ان اقدام کے خلاف احتجاج بھی کیا۔ یہی اسمتھ کی واپسی اور ووڈ کے تقرر کی وجہ تھی جس کو وہ ایک شجاع اور ثابت قدم افسر تصور کرتے تھے اور جنوب میں جس کے کارناموں کا اسمتھ کی ناکامیوں سے موازنہ کرتے تھے۔ وہ اپنے اس یقین میں اتنے راسخ تھے کہ مل باگل کے معرکے میں جس میں حیدر نے اس کو حقیقتاً شکست دی تھی۔ انھوں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ" ہم پوری طرح سے اپنی افواج کی بہادری اور ثابت قدمی کی تعریف نہیں کرسکتے جو انھوں نے میدان جنگ کی مشکلات کے باوجود دکھائی تھی اور حیدر کی پوری فوج سے ٹکر لی تھی"۔(۱) یہ ساری خامیاں تو تھیں ہی، مداخلت کار کونسل کی بددیانتی نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ انھوں نے فوج کی ضروریات ان کے ٹھیکیداروں کے ذریعے فراہم کی تھیں جن کے ساتھ وہ لوٹ مار میں شریک تھے۔ وہ لوگوں سے فی پگوڈا فی بیل ایک ماہ کے لیے کرایہ پر لیتے تھے اور ایک ماہ یا اسی قدر مدت گذر جانے پر مالک کو یہ اطلاع دیتے تھے کہ جانور تو مر گیا اور پھر اس کو کمپنی کے حسابات میں پوری قیمت پر خرید دکھاتے تھے(۲) اس سب کے نتیجے میں اسمتھ کو توپ خانے، گولہ بارود اور سازوسامان کی نقل و حرکت میں کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

مدراس کی حکومت نے اپنی شکست کی وجہ ضروری اخراجات کے لیے مالی وسائل کی کمی قرار دی۔" جس چٹان سے ٹکرا کر پچھلے سال فرانسیسوں کی کشتی پاش پاش ہوگئی تھی"۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ مناسب اور کافی تعداد میں شہسوار اس لیے نہیں جمع کرسکے کیونکہ انھیں خوف تھا کہ ان شہسواروں کو میدان جنگ میں اتارنے سے پہلے ہی ان کے وسائل ختم ہوجائیں گے۔ نواب ارکاٹ نے اگر بروقت

---

(۱) اورمے مخطوطہ ۴۱ - کرنل ووڈ کے رویہ کا خاکہ - مدراس کے کاغذات سے ماخوذ۔

(۲) دی لاتور ص ۲۶۷

اپنے تمام اختیارات استعمال کیے ہوتے تو شاید یہ نہ ہوتا۔ اور باتوں کے علاوہ منقسم طاقت کا یہ بھی ایک واضح ثبوت ہے۔" یہ دراصل اپاہجوں کو ایک ایسے شخص سے جنگ کرنے کی دعوت دینا تھا جو آمتھ کے الفاظ میں "بے پناہ دولت کا مالک تھا اور فوج اور دوسری عام مطلوبہ اشیاء جمع کر سکتا تھا جس پر کسی طرح کی پابندی نہیں تھی اور وہ پورے اختیارات رکھتا تھا۔"(۱)

اس جنگ پر کورٹ آف ڈائرکٹرز کا تبصرہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ انھوں نے لکھا تھا کہ "ہندوستان کی طاقتوں نے جن کو ہمارا نام اور ہمارے ہتھیار خوفزدہ کرنے کے لیے کافی تھے اور جنھوں نے ہماری خوشحالی اور تحفظ میں بڑی مدد کی تھی انھوں نے یہ بھی دیکھ لیا کہ کس طرح ایک دیسی طاقت نے فورٹ سینٹ جارج کے گورنر کو اپنی شرائط ماننے پر مجبور کر دیا۔ ہندوستان میں کمپنی کے مفاد اور اس کے اثر کو اس قدر دھکا لگا تھا اور اس کو اتنا نقصان پہنچا تھا کہ مدت تک مستقبل کے بہترین صلاحیتوں کے مالک، ثابت قدمی کے پیکر اور بے لوث وفاداری کے پتلے ہمارے ملازم بھی انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی کے وقار کو ہندوستانیوں اور ہندوستان کے بسنے والی قوموں کی نگاہ میں مناسب حد تک استوار نہ کر پائیں گے۔ ہماری رائے میں تم نے انتہائی مصنوعی انداز سے ہمیں حیدر کے مدِمقابل لا کھڑا کیا جس کے نتیجے میں بہت بے ڈھنگے طریقے سے یہ جنگ لڑی گئی اور اس کا انجام بھی ہمارے لیے نقصان دہ ثابت ہوا۔"

---

(۱) آمتھ بنام اورمے، اورمے مخطوطہ جلد ۲۳

باب ۱۱

مرہٹوں سے تعلقات

سنہ ۱۷۶۹ء تا سنہ ۱۷۷۲ء

۱۰ مارچ سنہ ۱۷۷۱ء کی سلیکٹ کمیٹی کی روئداد سے معلوم ہوتا ہے کہ "شمال اور جنوب دونوں میں مرہٹوں کے موجودہ رویّہ سے اور مادھوراؤ کی ذاتی صلاحیتوں، گرم جوشی اور حوصلہ مندی سے ہمیں یہ خدشہ ہو چلا ہے کہ محض چوتھ کی وصولیابی تک ان کے عزائم محدود نہیں ہیں بلکہ پورے پورے جزیرہ نما پر قبضہ کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں"۔ یہ شبہ حقیقت پر مبنی تھا۔

کرشنا راؤ بلاّل نے نانا فرنویس کو یہ اطلاع دی تھی کہ حیدر کے خلاف پیشوا کی تیسری مہم جنوب کے کچھ پالیگاروں، چتل ورگ کے سردار اور گوٹی کے حاکم مرار راؤ کی مدد سے حیدر کو مکمل شکست دینے اور ذلیل کرنے کے لیے کی گئی تھی۔(۱) خود پیشوا نے لکھا تھا کہ وہ بشمول کڈپہ اور کرنول کے سرداروں کے تمام پالیگاروں کو جمع کر کے حیدر کو شکست دینا اور دو تین کروڑ روپے کی مالیت کے علاقے کو واپس لینے کا ارادہ رکھتا تھا جو حیدر نے طاقت اور چالاکی کے بل پر چھین لیا تھا۔(۲)

حیدر نے پیشوا کو زبردست صدمہ پہنچایا تھا۔ اس نے اس کے دشمنوں کو اس کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کی۔ حیدر نے رگھوناتھ راؤ کے ساتھ نہ صرف یہ کہ خفیہ خط و کتابت جاری رکھی بلکہ سنہ ۱۷۶۹ء میں پیشوا کے ساتھ جانوجی بھونسلے کی مصالحت ہو جانے کے بعد بھی پیشوا کے خلاف اس کو بھڑکانے کی کوشش کی۔(۳)

---

(۱) ایس پی ڈی جلد ۳، خط نمبر ۱۹۳

(۲) 〃 〃 〃 خط نمبر ۱۹۸

(۳) 〃 〃 جلد نمبر ۲۹ خط نمبر ۲۳۶، جلد ۳۸ خط نمبر ۱۵۱، و ۱۹۸

لیکن حیدر کے مرہٹہ دائرہ اثر پر منظم غاصبانہ اقدامات کے مقابلے میں بہت معمولی چیزیں تھیں۔ دو سال کا خراج بھی اس کی جانب باقی تھا۔ انگریزوں کے ساتھ دفاعی معاہدہ کرکے وہ اپنے کو طاقتور محسوس کرنے لگا تھا۔ اس کے نسبتی بھائی میر رضا نے جو تین سال قبل مرہٹوں سے جا ملا تھا پھر اس کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ میر رضا اور حیدر دونوں نے مل کر چک بالاپور کے مرہٹہ فوجدار مہاجی سندھیا پر حملہ کیا جس کی محافظ فوج کی تعداد محض ۸۰۰ سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ اس وقت میسور فوج کی طاقت دس ہزار فوجیوں پر مشتمل تھی۔ پہلے مہاجی کڈپہ کی طرف پسپا ہوا اور پھر گوٹی کی جانب لیکن کہیں بھی اسے امداد نہیں ملی۔ تب وہ اننت پور لوٹ آیا۔ اسی دوران تال پل پر جو رکھماجی بھونسلے کے پاس تھا حیدر نے دھوکہ دے کر قبضہ کر لیا۔ اس نے رکھماجی کو گفت و شنید کے لیے بلایا اور گرفتار کر لیا اور اس کے کئی آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ تب حیدر اننت پور کی طرف روانہ ہوا۔ مہاجی حیدر کی طرف لوٹ آیا۔ گوپال راؤ پٹوردھن نے حیدر کی جارحیت کے خلاف احتجاج کیا اور اسے چک بالاپور تعلقے میں فتنہ و شرارت پیدا کرنے سے روکنے کی کوشش کی۔ حیدر نے جواب دیا کہ "ہمارے درمیان یہ معاہدہ ہوا تھا کہ چار ماہ کے اندر سرا، ہوسکوٹ اور چک بالاپور تعلقہ مجھے واپس کر دیے جائیں گے لیکن دو سال گذرنے کے بعد بھی اور تمہارے جیسے لائق آدمی کے بیچ میں ہونے کے باوجود ایسا نہیں کیا گیا۔ مہربانی کرکے پیشوا سے درخواست کرو کہ وہ اس غلطی کا ازالہ کر دے۔ بالاپور کا قلعے دار مہاجی سندھیا نے ہمارے کچھ باغیوں اور بدخواہوں کو ملازم رکھ لیا تھا اور ہمارے علاقے میں انتشار برپا کر رہا تھا اس لیے میں نے اسے نکال باہر کیا۔"(۱)

حیدر نے تب گوٹی کے مرار راؤ کے علاقے کی طرف پیش قدمی کی۔ مرار راؤ نے ان حالات کے تحت مناسب یہ سمجھا کہ حیدر کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی خوشنودی حاصل کرے۔ حیدر نے اسے تحائف دیے اور سالانہ ۵۰ ہزار روپے کا وعدہ کرکے اسے ایک معاہدہ کرنے کی ترغیب دی(۲)۔ اس نے چنّہ درگ، ہرپن ہالی اور دوسرے مقامات سے زبردستی خراج وصول کیا اور ہری ہر کی جانب پیش قدمی کی۔ ہری ہر کے معاملت دار لکشمن ہری نے بھی حیدر کی خدمت میں حاضری دی اور اس کی خوشنودی حاصل کرنا مناسب خیال کیا۔ تب حیدر سوانور کی طرف بڑھا اور مرہٹوں نے سنا کہ سوانور کے حکمران نے پوشیدہ طور پر اسے چالیس ہزار ہون (Hons) ادا کیے اور اس سے نجات پائی(۳)۔

---

(۱) ایس پی ڈی جلد ۳۷ خط نمبر ۱۶۲

(۲) لیکھ سنگرہ خط نمبر ۸۲۷

(۳) " " خطوط نمبر ۸۳۳، ۸۳۴

مادھوراؤ نے بہت تنظیم و تربیت کے ساتھ پیش قدمی کی۔ اس نے انتظامات سلیقہ و ترتیب سے کیے تھے۔ تقریباً ۵۰ ہزار فوج کی موجودگی میں پیشوا مفتوحہ علاقوں کے لیے کافی سپاہی چھوڑ سکتا تھا مفتوحہ قلعوں میں سے جن کی حفاظت آسانی سے کی جا سکتی تھی ان میں مرہٹہ محافظ فوج رکھی گئی اور غیر اہم قلعوں کو ختم کر دیا گیا تاکہ حیدر ان پر قابض ہو کر ان سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔ پیکسو تو اس پر حیرانی کا اظہار کرتا ہے کہ ان قلعوں کو نہ تو کوئی نقصان پہنچایا اور نہ ان کو ڈھایا گیا چنانچہ ان قلعوں نے اپنی رضامندی سے اطاعت قبول کر لی۔(۱)

پیشوا کی آمد پر حیدر اناوٹی اور اداگنی کے جنگل کی طرف مع اپنی پیادہ فوج اور توپوں کے لپسپا ہو گیا۔ اس نے ۲۵ ہزار سپاہی میر رضا، ٹیپو سلطان، وینکٹ راؤ برگی اور مخدوم علی کے ساتھ چھوڑے اور بیس ہزار سپاہی مختلف قلعوں میں پھیلا دیے گئے اور تقریباً ۳۵ ہزار فوجی اس کے ساتھ ہمیشہ رہے۔(۲) پیشوا نے تقریباً دس ہزار کی ایک چھوٹی سی فوج حیدر کی نقل و حرکت کی نگرانی کے لیے متعین کی۔ اس نے خود اپنا پڑاؤ حیدر سے دس کوس آگے سرنگاپٹم کی جانب ڈالا۔ اگر حیدر باہر نکلا تو پیشوا کا ارادہ تھا کہ وہ سرنگاپٹم کی طرف پیش قدمی کرے گا اور راستہ کے قلعوں کو فتح کرتا جائے گا۔(۳) گوپال راؤ سوانور کے نزدیک اور پیشوا سرنگاپٹم کے قریب خیمہ زن رہے۔ مادھوراؤ سے دو بار معرکے کرنے کے بعد حیدر زیادہ چالاک ہو گیا تھا۔ اس کا بالمقابل جنگ لڑنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ اس نے ٹیپو کو ہدایت کی کہ وہ جس قدر ممکن ہو چارہ اور لکڑی جمع کرے اور جو کچھ منتقل نہ کیا جا سکے اسے جلا دے، کنوؤں کو پاٹ دے اور لوگوں کو باخبر کر دے کہ وہ چھوٹے دیہاتوں سے بڑے فصیل دار شہروں اور قلعوں میں منتقل ہو جائیں۔ باپ کے احکام کی امکانی تکمیل کے بعد ٹیپو سرنگاپٹم لوٹ آیا۔(۴)

جنوری ۱۷۷۰ء میں پیشوا نے بدھ سیہل، کندی کرے اور چکنے کن ہالی پر قبضہ کر لیا۔ پیشوا کے سفرنامہ کے مطابق فروری میں وہ تروکیرے کے راستے سے نمنگل پہنچا۔ پیشوا کے ساتھ چتل درگ کا حکمران اور گوٹی کے مرار راؤ تھے۔ پیشوا نے چند قلعے منہدم کر دیے اور کچھ میں اپنے محافظ دستے متعین کیے۔

---

(۱) پیکسوڈ جلد ۶ ص ۳۵

(۲) لیکوسنگرہ جلد ۲ مقدمہ

(۳) ایس پی ڈی جلد ۳۷ خط نمبر ۱۸۷

(۴) پیکسوڈ جلد ۵ ص ۱۹۲

تب بھی اس کو بعض میں چتل ورگ کے لوگوں کو اور بعض میں حیدر کے پُرانے محافظوں کو کچھ مرہٹہ سپاہیوں کے ساتھ رکھنا پڑا۔ ننگل کو مسمار کر دیا گیا تاہم بلور میں محافظ رکھے گئے[1] حیدر نے بنگلور اور سرنگا پٹم کو مسلح کر لیا تھا جہاں اُسے یہ امید تھی کہ وہ برسات کی آمد تک چار چھ ماہ تک مدافعت کر سکے گا۔ بنگلور اور سرنگا پٹم کے محاصرے میں وقت ضائع کیے بغیر پیشوا نے چک بالاپور اور کولار کی طرف پیش قدمی جاری رکھی۔ مگدی کی طرح اس نے دیون پر قبضہ کرنے کے بعد اسے بھی تباہ کر دیا۔ تب وہ چک بالاپور کی طرف بڑھا اور چار دن کے محاصرہ کے بعد اس نے اطاعت قبول کر لی۔ نندی ورگ کا بھی محاصرہ کیا گیا اور جب اس کے فوجدار نے اطاعت کا وعدہ کر لیا تو وہاں بھی کچھ مرہٹہ سپاہی تعینات کیے گئے کولار پر بھی قبضہ کر لیا گیا اور اس کو ڈھا دیا گیا۔ مل باگل میں گرفتار کیے گئے تیس آدمی قتل کر دیے گئے۔ کیونکہ انھوں نے وینکٹ گری کے میلے میں لوٹ مار کی تھی۔ ۱۰ اپریل کے قریب پیشوا سرنگا پٹم یا بنگلور پر قبضہ کرنے کی کوشش کیے بغیر دیورائے درگ لوٹ آیا۔ اپنی واپسی کے سفر کے دوران اس نے نجگل کے پہاڑی قلعے پر اپنی نگرانی و رہنمائی میں حملہ کیا۔ قلعے کا دفاع آٹھ دن تک جاری رہا اور پیشوا کے بھائی کے ہاتھ کی کلائی گولی سے زخمی ہو گئی[2] پیکسوٹو جو حیدر کے پڑاؤ میں تھا لکھتا ہے کہ ہمیں مرہٹوں کی نقل و حرکت کی خبریں اکثر ملتی تھیں اور بعض اوقات یہ بھی سُنا جاتا تھا کہ انھوں نے چند قلعوں پر صرف پندرہ روز میں قبضہ کر لیا تھا اگرچہ یہ قلعے کئی ماہ تک اپنا دفاع کر سکتے تھے[3]

حیدر راوگنی میں تھا۔ وہاں سے وہ تریکرے گیا۔ گوپال راؤ سوانور سے ہری ہر پہنچا۔ حیدر فوجی دستے بھیجنے میں کامیاب ہو گیا جنھوں نے چکنے کن ہالی کی مرہٹہ محافظ فوج پر اچانک حملہ کر دیا۔ وہاں گیارہ سو آدمی تھے جن میں ڈیڑھ سو کے لگ بھگ مرہٹہ سپاہی تھے۔ چار سو چتل ورگ کے سپاہی تھے اور بقیہ حیدر کے پُرانے محافظ تھے چنانچہ اسے اپنے تین سو آدمی نکال لیے جانے میں کوئی دِقت نہیں ہوئی۔ مرہٹوں کو پکڑ لیا گیا اور ان کے ناک کان کاٹ لیے گئے۔ کندی کیرے اور دوسرے قرب و جوار کے علاقوں کے مرہٹہ سپاہی خوفزدہ ہو گئے اور بھاگ نکلے۔ یہ خبر سنتے ہی پیشوا نے نرسنگھ راؤ ڈھیکوڑے اکلکوٹ کے شاہ جی بھونسلے اور مہاجی سندھیا کو تین سو سوار فوج کے ساتھ چکنے کن ہالی

---

(۱) لیکھ سنگرہ جلد نمبر ۳، ۹۴

(۲) ایس۔ پی ڈی جلد ۳۷، خط نمبر ۲۰۶

(۳) پیکسوٹو جلد ۸

کی جانب روانہ کیا۔ اس نے گوپال راؤ کو ہدایت کی کہ وہ ہری ہر سے مڑ جائے تاکہ اُس کے آدمی خوفزدہ ہوکر بھاگ نہ نکلیں اور وہ حیدر کی نقل و حرکت کی نگرانی کر سکے۔ حیدر کی طرف سے میر رضا کو متعین کیا گیا تھا کہ وہ مرہٹوں کی طاقت و قوت کو دوسری طرف لگائے رہے اور ان تک رسد نہ پہنچنے دے۔ یہ مرہٹوں کے لیے مسلسل پریشانی کا سبب بنا ہوا تھا اور اس کو پکڑنے کی پیشوا کی کوششیں ناکام رہیں۔[۲]

حیدر بہرکیف اپنی ہی مشکلات میں گرفتار تھا۔ اگر اس نے کسی مقام کو واپس لینے کی کوشش کی ہوتی تو وہ گوپال راؤ اور پیشوا کے درمیان پس کر رہ جاتا جو تیز رفتاری سے اُسے گھیر سکتے تھے۔ اگر وہ گوپال راؤ کے خلاف چھوٹے چھوٹے دستے بھیجتا تو وہ بھاگ نکلتا اور مناسب موقع پاتے ہی وہ پلٹ کر اس پر حملہ کر دیتا چنانچہ حیدر نے شب خون مارنے کا فیصلہ کیا۔[۳] لیکن گوپال راؤ بہت ہوشیار تھا۔ وہ خود، نیلکنٹھ راؤ اور پرشورام بھاؤ باری باری سے رات میں نگرانی کرتے تھے لیکن حیدر بھی بہت ہی ترکیبیں جانتا تھا۔ اس کے خبر رسانوں نے یہ افواہ اڑائی کہ وہ سرنگاپٹم کی جانب کوچ کرے گا اور روزانہ اس کا کچھ نہ کچھ سامان جا رہا ہے۔ ایک دن وہ تریکیری سے ذرا پیچھے ہٹ گیا اور گوپال راؤ کو اس افواہ پر یقین آ گیا اور اس نے رات کی نگرانی میں نرمی کر دی۔ تب حیدر نے تقریباً تیرہ ہزار گردی سپاہ، چار ہزار سوار اور ۲۰ توپوں کے ساتھ حملہ کیا۔ پیکسوٹو کا بیان ہے کہ حیدر کی فوج کی تعداد صرف دو ہزار سوار اور چھ ہزار پیادے تھے۔ تیز رفتاری سے وہ مرہٹہ پڑاؤ پر پہنچ گیا۔ اس وقت ایک عجیب واقعہ پیش آیا جو بڑا دلچسپ ہے۔ حیدر کا ایک مسلمان گردی سپاہی مرہٹہ پڑاؤ میں شور مچاتا داخل ہوا کہ حیدر شب خون مارنے آ رہا ہے لیکن مرہٹہ سپاہیوں نے اس کا یقین نہیں کیا اور اس سے مذاق کرنے لگے۔ وہ اس سے کئی گھنٹے تک بحث و مباحثہ کرتے رہے اور آخرکار گوپال راؤ کو جگایا گیا اور اس کو خبر دی گئی۔ گوپال راؤ بڑے مخمصے میں پڑ گیا۔ اگر خبر غلط ثابت ہوئی تو لوگ اُس کا مذاق اُڑائیں گے لیکن اگر وہ تیار نہ ہوا تو مغلوب ہو جائے گا۔ مسلمان گردی سپاہی نے گوپال راؤ

---

(۱) وہ اس کے مقبوضات کے مغربی حصے میں شموگہ ضلع میں واقع تھا۔ اوگنی شموگہ کے شمال میں ہے اور تریکیرے اس کے جنوب میں واقع ہے۔

(۲) لیکھ سنگرہ جلد چہارم مقدمہ

(۳) شب خون کا بیان لیکھ سنگرہ کے خط نمبر ۸۹۹ پر مبنی ہے۔

کو یقین دلایا کہ وہ کبھی پیشوا بالاجی راؤ کی ملازمت میں رہ چکا ہے اور ان خوشگوار دنوں کی یاد نے اسے مجبور کر دیا کہ وہ بڑے خلوص سے یہ خبر اس تک پہنچا دے۔ اس نے کہا "اگر یہ خبر غلط ثابت ہو تو مجھے مار ڈالیے گا لیکن آپ ہوشیار ہو جائیے"۔ قبل اس کے کہ گوپال راؤ پوری طرح تیار ہو سکے حیدر کی توپیں گرجنے لگیں اور اس کے تیروں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی۔ یہاں ہم پیکسوٹو کے بیان کردہ شب خون کے واقعہ کو بیان کرتے ہیں:

"تقریباً دو ہزار سوار، چھ سو پیادوں، آٹھ توپوں، سات سو تیر اندازوں، مشعلوں اور سولہ دستی توپوں کے ساتھ حملہ کیا گیا۔ جیسے ہی حیدر کی فوج سامنے نظر آئی دشمن نے ہتھیار سنبھالے اور اپنے خیمے، لشکر گاہ اور بہت سے ناکارہ گھوڑے پیچھے چھوڑ کر بھاگ نکلے اور صبح کی روشنی کا انتظار کرنے لگے شاید چھوڑے ہوئے سامان میں سے کچھ واپس لے سکیں۔ جب ہم لشکر گاہ پہنچے توپیں زوروں سے گرجنے لگیں اور راکٹ داغنے والے راکٹوں کی بوچھاڑ کرنے لگے لیکن اس کا اثر سخت اندھیرے کی بنا پر نہیں دیکھا جا سکتا تھا اور بعد میں یہ معلوم ہوا کہ ہم نے لشکر گاہ ہی پر گولہ باری کی تھی۔ اگلی دو بٹالین سخت انتشار کا شکار تھیں اور اگر دشمن نے ان کی مزاحمت کی ہوتی تو وہ گھبرا جاتیں اور سخت نقصان اٹھاتیں۔ دن کی روشنی میں ہم نے دشمن کے سوار دستوں کو اپنے سامنے پایا۔ آسٹن ونی سینز نے دشمن کو پسپائی پر مجبور کر دیا۔ نواب نے پورے توپ خانے سے ایک بلندی سے گولے برسانے کا حکم دیا۔ دشمن ہماری زد سے باہر نکل گئے لیکن ان کا رخ ہماری ہی جانب رہا۔ دشمن کا پڑاؤ لوٹ لیا گیا۔ نواب نے یہ دیکھ کر کہ دشمن انتقام لینے کی تاک میں ہے اپنی فوج کو سہ پہر کے چار بجے تک آرام کرنے کا حکم دیا۔ اس نے ان کو ایک دائرہ بنانے کا حکم دیا جس کے درمیان چھوٹا سا ایک خیمہ اس کے لیے لگایا گیا اور ہمارے پاس جو کچھ کھانے کو تھا اس سے ہم نے اپنا پیٹ بھرا۔ واپسی کا وقت آ گیا۔ مرہٹوں نے پورے راستے ہمارا تعاقب کیا لیکن ہم پر اس کا ذرا بھی اثر نہ پڑا۔ ہم نے مرہٹہ لشکر گاہ سے دو جھنڈے اٹھا لیے، کچھ زندہ گھوڑے پکڑے، بہت سے خیمے اور برتن حاصل کیے۔ قریب دو سو گھوڑے مارے گئے تھے۔ جانی نقصان کم ہوا تھا۔ ہمارے صرف تین آدمی کام آئے"۔ مرہٹوں کا اپنے نقصان کے بارے میں بیان ہے کہ ان کے ۵۰ گھوڑے اور ۲۵ آدمی مارے گئے تھے۔ مرہٹوں میں زخمیوں کی تعداد ڈیڑھ سو سے زیادہ نہ تھی (۱)

---

(۱) پیکسوٹو جلد ۵ پیراگراف ۱۹۵ — ۱۸۵

لڑائی کا موسم ختم ہو رہا تھا۔ اب پیشوا واپس جا چکا تھا لیکن اس نے ترمبک راؤ پیتھیے کو اعلیٰ کمان کے لیے چھوڑا اور اس کی مدد کے لیے گوپال راؤ پٹوردھن اور مرار راؤ کو چھوڑ گیا۔ ترمبک راؤ نااہل جانشین نہیں ثابت ہوا۔

جب ہم ۱۷۷۴ء کی مہم کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ مادھو راؤ کا منصوبہ یہ تھا کہ حیدر کو قلعوں پر قبضہ کرنے کا مظاہرہ کر کے فریب دیا جائے اور مناسب موقع پر تیز رفتاری سے اس پر حملہ کیا جائے اور گوپال راؤ کے ساتھ مل کر اُس کو تباہ کر دیا جائے۔ اس صورت میں حیدر دو فوجوں کے درمیان گِھر گیا ہوتا۔ وہ اس سے پوری طرح باخبر تھا۔ جب پیشوا انجگل اور دیورائے درگ پر حملہ آور ہوا اس وقت حیدر بنور میں مقیم تھا اس وقت پیشوا اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنا سکتا تھا۔ حیدر نے پیشوا کی نقل و حرکت کو بھانپ لیا اور چپکے سے سرنگاپٹم چلا گیا۔

حالانکہ مادھو راؤ حیدر کو کھلی جنگ میں مکمل طور پر شکست دینے میں ناکام رہا لیکن وہ حیدر کے بہت سے قلعوں پر قابض ہونے میں کامیاب ہو گیا جو اس کی سلطنت کے شمالی حصے میں واقع تھے اور جن کی وجہ سے ترمبک راؤ پیتھیے جو موسم برسات میں پیشوا کی جانب سے کمان کا سالار اعلیٰ تھا اس قابل تھا کہ وہ اپنی مہم کا آغاز کر سکتا تھا۔

اس پوری مہم کے دوران حیدر مدافعت ہی کرتا رہا لیکن وہ مرہٹوں کے نئے مقبوضہ قلعوں میں متعین محافظ فوج کو میر رضا کے حملوں کے ذریعے خوفزدہ کرنے کی اُمید رکھتا تھا۔ وہ اندرونی علاقوں میں خود فوجی اقدامات جاری رکھنے اور کم سے کم گوپال راؤ کو شکست دینے کی توقع رکھتا تھا لیکن وہ اپنے اِس مقصد میں ناکام رہا۔

باب ۱۲

مرہٹوں سے تعلقات ۱۷۷۰-۱۷۷۱ء

چنکرالی کی جنگ

۱۷۷۱ء کے موسم جنگ جوئی کا آغاز یقیناً مرہٹوں کے حق میں ہوا لیکن شومیٔ قسمت سے پیشوا اپنی خراب صحت کی بنا پر خود لڑائی میں شریک نہ ہو سکا۔ اس نے پونا سے کوچ ہی کیا تھا کہ بہت زیادہ بیمار ہو گیا اور اسے اپنی روانگی منسوخ کرنی پڑی۔ بہر حال اس نے اپاجی بلونت اور ملہار راؤ پانسے کی سرکردگی میں دس ہزار فوج ترمبک راؤ کی کمک کے لیے بھیج دی۔(۱)

ترمبک راؤ نے جو پیشوا کی عدم موجودگی میں کرناٹک کے علاقے میں مرہٹہ فوجوں کی رہنمائی کر رہا تھا ستمبر ۱۷۷۰ء کے اواخر میں گرم کنڈا کا محاصرہ کر لیا۔ سید میاں نے جس کو میر رضا گرم کنڈا کی نگہداشت سپرد کر آیا تھا زبردست مزاحمت کی۔ گوپال راؤ پٹوردھن سرنگاپٹم سے تقریباً ۱۲ کوس کے فاصلے پر اپنی فوج کے ساتھ خیمہ زن تھا۔ اگلی سرحدی چوکی میسور کے دارالخلافہ سے کسی کمک کے آنے میں مانع تھی۔ خود میر رضا حیدر کے لشکر گاہ میں منہ پھلائے بیٹھا تھا۔(۲) اگرچہ محاصرہ ڈھائی مہینے تک جاری رہا لیکن حیدر کی طرف سے کوئی مدد نہ آ سکی اور مرہٹوں کی توجہ دوسری طرف مبذول کرنے کی کوششیں بیکار گئیں۔ گوپال راؤ بنگلور و پر اچانک حملہ کر کے میسور کے تین جرنیلوں چندروجی جادو، بالاجی پنت اور سید محمد کو شکست دی۔ سید محمد تو کسی طرح نکل بھاگا لیکن باقی دونوں پکڑے گئے۔ گرم کنڈا پر قبضہ کے

---

(۱) ایس پی ڈی جلد ۳۷ خط نمبر ۲۲۴

(۲) لیکھ سنگرہ خطوط نمبر ۱۰۱۶، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹

بعد ترمبک راؤ نے کولار اور مل باگل کے درمیان ڈیرے ڈال دیے۔

۱۷۷۱ء کے آغاز میں گوپال راؤ پٹوردھن مرگیا۔ اپنی موت سے کچھ پہلے وہ ادونی اور پھر گنک گری چلا گیا چونکہ اس کی صحت جواب دے گئی تھی اس لیے وہ مراج چلا گیا تھا۔ ترمبک راؤ نے اس کے بڑے بھائی دمن راؤ کو اپنی فوجوں کے ساتھ جلد سے جلد آ ملنے کی ہدایت کی (۱) اس کو مرکزی فوج دیورائے ورگ میں ملی۔ کولار اور مل باگل کے علاقے سے تمکور کی جانب یہ پیش قدمی پیشوا کے حکم سے ہوئی تھی کیونکہ اُس کا خیال تھا کہ اُس کی فوج اور توپوں سے مرہٹہ فوج مستحکم ہوگئی ہے اس لیے اس کو بڈنور کی جانب پیش قدمی کرنی چاہیئے (۲)، اس سے یہ بات صاف ہوجاتی ہے کہ دمن راؤ سے ترمبک راؤ دیورائے ورگ میں کیوں ملا۔ مادھو راؤ کی عدم موجودگی سے مطمئن ہوکر اور اپنی طاقت پر بھروسہ کرکے حیدر ترمبک راؤ کو کھلے میدان میں نبرد آزمائی کے لیے للکار سکتا تھا، یا اس کو بڈنور پر حملہ کرنے سے روک سکتا تھا۔ بہرحال اس کا مقصد کچھ بھی رہا ہو وہ اپنے قلعوں سے باہر نکلا۔ شاید اُس نے یہ اندازہ لگایا ہو کہ اپنے عقب میں میسوری فوج کو دیکھ کر مرہٹے بڈنور پر حملے کا خیال چھوڑ دیں گے۔

اسی دوران ترمبک راؤ تمکور سے ہبتر چلا گیا۔ حیدر کے پاس آٹھ ہزار عمدہ سوار، پندرہ ہزار گردی سپاہی، دس ہزار کناری پیادے اور ۴۵ توپیں تھیں (۳) ترمبک کی فوج کی تعداد ۴۰ ہزار سوار، دس ہزار پیادے اور ۳۲ پونڈ وزنی گولے پھینکنے والی کم از کم ۳۰ توپیں تھیں (۴) حیدر مگدی پہنچا۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ دو ہزار بیلوں کے سینگوں میں مشعلیں باندھ کر مرہٹہ فوج کی جانب ہانک دے۔ اس طرح ترمبک کو فریب دے کر وہ مرہٹہ لشکر کے بازوؤں پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ ترمبک اس کی چال سمجھ گیا ہے تو وہ مگدی جنگل کی جانب پسپا ہوگیا۔ مرہٹہ فوج ہبتر سے توردیکیر چلا آیا۔ حیدر مگدی جنگل سے نکل کر منگل کے قریب میلوکوٹ کے پہاڑوں میں چھپ گیا۔ وہ ایک محفوظ جگہ سے دوسرے محفوظ مقام کو برابر منتقل ہوتے رہنا چاہتا تھا۔ جب ترمبک کو یہ معلوم ہوا تو اس نے کوچ کے دوران

---

(۱) لیکھ سنگرہ خطوط نمبر ۱۰۸۶، ۱۰۸۹

(۲) " " خط نمبر ۱۰۶۹

(۳) یہ مرہٹوں کا تخمینہ ہے۔ اسٹوارٹ کے مطابق حیدر کے پاس چودہ ہزار پیادے اور چھ ہزار سوار تھے لیکن وہ یہ کہتا ہے کہ حیدر کے پاس ۵۰ توپیں تھیں۔

(۴) اسٹوارٹ مرہٹوں کی کل فوج کی مجموعی تعداد اسّی ہزار بتاتا ہے جو یقیناً مبالغہ آمیز ہے۔

حیدر پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ حیدر کے عقبی لشکر کا مرہٹہ ہراول دستوں سے ایک مقابلہ ہوا جس میں تقریباً ۱۵سو میسوری سپاہی کام آئے اور حیدر کے تین سو گھوڑے پکڑے گئے۔ اس یلغار میں مرہٹوں کے لگ بھگ ایک سو آدمی ہلاک یا زخمی ہوئے۔ مرہٹہ فوج حیدر سے تقریباً ایک کوس کے فاصلے پر تھی۔ رات کی تاریکی میں حیدر میلوکوٹ سے مغرب میں ماچی کی طرف منتقل ہوگیا۔ ترمبک کی روئداد کے مطالعہ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ "میں نے یہ سُن کر پیش قدمی کی تاکہ اس جگہ کا جائزہ لے سکوں جس کی حفاظت حیدر کی توپیں کر رہی تھیں۔ اس کے چاروں جانب ایک ڈیڑھ کوس تک جنگل پھیلا ہوا تھا۔ ایک بڑے میدان کے اردگرد پہاڑیاں اور اُونچی اُونچی چوٹیاں تھیں۔ اس صورت میں کہ ہمارا دشمن حیدر ہے ہماری توپوں کا میدان تک لے جانا ایک مشکل کام تھا۔ اگر وہ حملہ کر دیتا تو توپوں کے ساتھ پسپائی مشکل ہو جاتی۔ میں واپس چلا آیا۔ وہاں سے ایک راستہ سرنگا پٹم کو جاتا تھا جس پر میں نے نگراں سپاہی متعین کر دیے۔"(۱) مغرب کی جانب سے حیدر پر حملہ آسان اور قابل عمل تھا۔ خود حیدر کو اس طرف سے حملہ کا خدشہ تھا وہاں مرہٹہ فوج کا ایک خاصہ بڑا حصّہ تعینات کر دیا گیا تھا۔ اور میلوکوٹ کے مشرق میں توپیں پہاڑیوں کی جانب لے جائی گئی تھیں تاکہ حیدر کی فوج پر گولہ باری کر سکیں۔ میسور کی فوج نے مغرب کی طرف پیش قدمی کر کے لگ بھگ نیم دائرہ کی شکل بنالی تھی۔ حیدر کے سامنے والی پہاڑیوں پر متعین مرہٹہ سپاہیوں نے جزیلوں سے ان پر تیروں کی بارش شروع کر دی ــــ وہ بندوقیں بھی وہاں لے گئے تھے۔ جن سے حیدر کو مسلسل پریشان کیا جاتا رہا۔ اس چھیڑ چھاڑ کا واحد مقصد یہ تھا کہ سیدھے مقابلے سے بچ کر اور اپنی فوج کو جوکھم میں ڈالے بغیر حیدر کو اس کی جگہ سے نکال دیا جائے۔ لہٰذا یہ چھیڑ بہت ہی مناسب اور دشمن کو پریشان کرنے والی تھی۔(۲) آٹھ دنوں تک یہی صورت قائم رہی۔ چونکہ حیدر کی رسد کم ہوتی جا رہی تھی اس لیے اس نے سرنگا پٹم لوٹنے کا فیصلہ کیا۔ ۵ مارچ کی رات کو واپسی شروع ہوئی۔ "مرہٹوں کو فریب میں رکھنے کی غرض سے حیدر نے آگ جلانے کا حکم دیا تاکہ یہ معلوم ہو کہ معمول کے مطابق رات کا کھانا پکایا جا رہا ہے اور اس نے اپنی فوج کی ایک قطار بنا کر ساز و سامان کے ساتھ کوچ شروع کیا تاکہ تنگ گھاٹی سے اس کی فوج کو گذرنے میں آسانی ہو۔"(۳) حیدر کی نقل و حرکت کی اطلاع مرہٹوں کو کیسے ہو سکتی تھی؟ اسٹوارٹ

(۱) ایس پی ڈی جلد ۳۷، خط نمبر ۲۲۶

(۲) ولکس جلد دوم ص ۱۴۱

(۳) اسٹوارٹ کا بیان

کہتا ہے کہ گھاٹی کے دہانے سے پہلی قطار کے سپاہیوں نے مرہٹہ سپاہیوں کے ایک سوار دستوں کو دیکھا اور ان پر گولی چلا دی۔ ولکس کا بیان ہے کہ باقاعدہ پیادہ فوج کے سالار اعلیٰ کو شبہ ہوا کہ اس کے دشمن نے ان کو دیکھ لیا ہے یا ان کی نوہ لگالی ہے۔ بہرحال اس نے جس عجلت کے ساتھ توپوں کے دہانے کھول دیے وہ ناقابل معافی تھی اور اس میں غداری کا بھی شائبہ تھا کیونکہ اس طرح مرہٹوں کو رات کے کوچ کی اطلاع مل گئی۔ لیکن ترمبک راؤ اس کی دوسری وجہ بتاتا ہے۔ پہاڑیوں پر متعین مرہٹہ نگران سپاہیوں نے حیدر کے لشکر گاہ میں مکمل سکوت دیکھ کر اس خلاف معمول بات کی خبر ترمبک راؤ کو دی۔ چنانچہ اس نے کچھ فوج نیور اور کڈور کی سمت میں اور آدھی رات کے قریب کرشنا راؤ کو فوج کے ساتھ سرنگاپٹم کی سمت میں بھیجا۔(۱) اس اثنا میں حیدر تین میل کی مسافت طے کر چکا تھا۔ جب اس نے توپ گرجتے سنی تو اندازہ لگا لیا کہ اگلی صبح معرکہ یقیناً ہوگا چنانچہ اسی کے مطابق اپنے انتظامات کر لیے۔ اس نے ساز و سامان ایک مربع کی شکل میں ایک جگہ جمع کر لیا۔ تب اس نے اپنی سوار فوج کو تعینات کیا اور زاویوں پر نیزہ بازوں اور تیر اندازوں کو متعین کیا۔ اس طرح اس نے ایک عظیم مربع کی شکل بنا لی اور اپنے سوار دستوں کو حکم دیا کہ جو سپاہی اپنی قطار سے نکلے اُسے ختم کر دیں"۔(۲) اسی دوران سرنگاپٹم کو جانے والی شاہراہ پر متعین مرہٹہ سپاہیوں نے ترمبک راؤ کو اطلاع بھیج دی جس نے اپنی فوجیں اکٹھا کرنی شروع کر دیں۔ حیدر سے پہلی جھڑپ کرشنا راؤ کی ہوئی جو کہ سرنگاپٹم کی جانب روانہ کیا گیا۔ یہ لڑائی جب شروع ہوئی تو رات کے چار گھنٹے باقی تھے۔(۳) میسور کی فوج لڑائی کرتی ہوئی مسلسل شاہراہ پر بڑھتی رہی۔ ترمبک وہاں اپنی پوری فوجوں کے ساتھ پہنچ گیا لیکن چونکہ وہ اپنی توپیں نہیں لا سکا تھا اس لیے کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ حیدر برابر آگے کوچ کرتا رہا اور وہ چنکرالی پہنچ گیا۔

چنکرالی کا معرکہ:(۴) مرہٹے ہر کیف اس کے بائیں جانب رہے اور برابر پیچھے لگے رہے۔

---

(۱) ایس پی ڈی جلد ۳۷، خط نمبر ۲۲۹

(۲) اسٹوارٹ کا بیان   (۳) ایس پی ڈی جلد ۳۷، خط ۲۲۱

(۴) ادرسے مخطوطہ نمبر ۵ ص ۴۳—۵۱

۷ مارچ ۱۷۷۱ء کو حیدر اور ترمبک راؤ کے درمیان ہونے والی جنگ کا ذکر کرتے ہوئے اسٹوارٹ لکھتا ہے کہ اس نے اس معرکہ میں حیدر کے چار بٹالین کی قیادت کی تھی۔ معرکہ کے بیان کو مرہٹوں کے بیان سے جو ایس پی ڈی ۳۷ کے خطوط میں شامل ہے اور کمرے کی ایتہاسک لیکھ سنگرہ جلد چہارم سے موازنہ کیا گیا ہے۔ مرہٹوں نے اس معرکہ کا نام میلکوٹ کے قریب کے ایک تالاب کے نام پر موتی تالاب کا معرکہ رکھا ہے۔

دہ چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں تقسیم ہو گئے اور میسوری فوج سے سو گز کے فاصلے پر چلتے رہے تاکہ گولہ باری جاری رہے۔ یہ دباؤ اتنا شدید تھا کہ میسوری تلملا رہے تھے۔ اسٹوارٹ لکھتا ہے کہ "وہ کامیاب ہوئے باوجودیکہ میں نے اپنے یوروپی سارجنٹوں کو حکم دیا تھا کہ اگر کوئی بغیر حکم کے گولی چلائے تو اس کو ختم کر دیا جائے لیکن اس کا کوئی اثر نہ ہوا کیونکہ جب ہمارے دو سارجنٹوں نے حکم کی تعمیل کی تو انھوں نے ہمیں مار دینے کی قسم کھائی اور وہ اپنی قسم پوری بھی کر ڈالتے لیکن سوار فوج نے آٹھ دس شر پسندوں کو ختم کر دیا۔ اس طرح ان کی بغاوت ختم ہوئی۔"[1] مرہٹوں نے بار بار فوج کے عقب میں حملہ کیا۔ ایک بجے مرہٹہ توپ خانہ پہنچ گیا جس میں ۳۰ توپیں ۲۴ پونڈ کے گولے پھینکنے والی تھیں انھوں نے زبردست گولہ باری شروع کر دی۔ حیدر کی فوج چونکہ بہت زیادہ قریب تھی اس لیے بہت زیادہ جانی نقصان ہوا۔ ایک گولہ اونٹوں کی اس قطار پر گرا جو راکٹ لے جا رہے تھے اور بارود کے ایک صندوق پر گرنے سے ان سب کو اڑا دیا۔ بہر صورت حیدر تیزی سے ایک پہاڑی کی طرف بڑھ رہا تھا جو اس کے لیے بہت مفید ثابت ہوئی۔ مرہٹوں نے بھانپ لیا اور اپنی تین ٹکڑیاں بنالیں اور بیک وقت فوج کے عقب، میمنہ اور میسرہ پر زبردست حملے کرنے لگے۔ میسرہ جس میں حیدر کے نئے رنگروٹ تھے فوراً ٹوٹ گیا اور وہ بھی چھوڑ کر پہاڑی کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے جس میں بہت سے نکیلے پتھر تھے۔ مرہٹے مربع میں داخل ہو گئے۔ حیدر کے سوار دستے مزاحمت کی بجائے مربع کے میمنہ کو روندتے ہوئے بھاگ نکلے۔ عقب پر دونوں جانب سے حملہ ہوا اور وہ ذرا بھی نہ ٹک سکے۔ مرہٹوں کو مکمل فتح ہوئی۔ حیدر مقدمہ میں تھا لیکن جب میسرہ ٹوٹ گیا تو وہ اپنے گھوڑے سے اتر آیا اور بھیڑ میں پہاڑی تک پہنچا۔ "ایک گول پتھر پر کھڑے ہو کر وہ انتہائی غیظ و غضب سے ان گرمجوش لوگوں یعنی مرہٹوں کی فتح کو دیکھتا رہا جو اس کے سپاہیوں پر حملہ کر رہے تھے اور ان کا تعاقب کر رہے تھے۔ اس مرحلہ پر (ایک میسوری پنڈاری) غازی خاں بیدی اس کے سامنے حاضر ہوا اور انتہائی مشکل سے اسے میدان جنگ سے ہٹا لے گیا۔ صرف چودہ سواروں کا ایک دستہ اس کے ساتھ سرنگا پٹم تک گیا۔"[2]

میسور فوج کا تمام سامانِ رسد کے ذخائر اور تمام توپ خانہ مرہٹوں کے ہاتھ لگا۔ ان کو چالیس پینتالیس توپیں، بیس پچیس ہاتھی اور سات آٹھ ہزار گھوڑے مع ساز و سامان اور خزانے کے

---

(۱) اسٹوارٹ کا بیان

(۲) نشان حیدری ملس ص ۱۹۰

ملے۔ گرفتار ہونے والوں میں میر علی رضا، یاسین خاں اور دوسرے بڑے سردار تھے اور ان کے علاوہ پچاس یورپی بھی تھے۔ یاسین خاں حیدر علی سے بڑی مشابہت رکھتا تھا اور اس نے اپنے کو نواب بناکر پیش بھی کیا تھا۔ مرہٹے اس کو گرفتار کرنے کے کئی گھنٹے بعد پہچان سکے اور غالباً اسی وجہ سے حیدر کو بچ نکلنے میں آسانی ہوئی۔

ترمبک راؤ کے داہنے کان پر چھرّے کا معمولی سا زخم ہوگیا تھا۔ میر فیض اللہ جو میسوری فوج کے ساتھ تھا لیکن مورد عتاب اور فوجی کمان سے محروم تھا اپنے چند پیروں کے ساتھ مرہٹوں کی لوٹ مار کے دوران ان کی صفوں کو چیرتا کاٹتا نکل بھاگنے میں کامیاب ہوگیا۔

ولکس لکھتا ہے کہ یہ کوئی جنگ ہی نہیں تھی اگرچہ وہ دن حیدر کی ناکامی کا دن تھا۔ تاہم وہ مرہٹوں کی کامیابی کا دن بھی نہیں کہا جا سکتا تھا۔ وہ فتح کو پایۂ تکمیل تک نہ پہنچا سکے۔ راجدھانی بغیر کسی مدافعت اور مزاحمت کے بالکل خالی تھی اور ایک فوری اور زوردار کوشش حیدر کے لیے مکمل زوال ہوسکتی تھی لیکن مرہٹے اس قدر لوٹ مار اور اس کی تقسیم میں مصروف تھے کہ انھوں نے سرنگاپٹم کے سامنے پہنچنے میں دس دن لگا دیے۔ اس دوران حیدر بھگوڑوں کو جمع کرنے اور دفاع کی تیاریاں مکمل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ اس سلسلہ میں ہمیں دی لاتور کا ایک بیان ذہن میں رکھنا چاہیے جو مرہٹوں کی ناقابل بیان تضیع اوقات کی تشریح کرتا ہے۔ "چونکہ یہ ہندوستان میں رواج نہیں ہے کہ معمولی سپاہیوں اور چھوٹے فوجی افسروں کو قیدی بنایا جائے اس لیے قیدیوں کا بیشتر حصہ اس کے پاس لوٹ آیا اگرچہ یہ بغیر اسلحہ اور گھوڑوں کے آیا تھا۔ اپنے وسائل کے سبب حیدر نے اپنی فوج کو مختصر سے عرصے میں پہلے سے بہتر بنالیا جس کے لیے اس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ اس نے مرہٹوں سے اپنے چھینے ہوئے گھوڑے اور بیشتر ساز و سامان بھی خرید لیا لیکن یہ سب ان کی حکومت کی نوعیت کے سبب ہوا تھا کیونکہ وہ جاگیردارانہ نظام پر مبنی ہے اور اس میں ہر شخص کو اجازت ہے کہ وہ اپنے مال غنیمت کے حصے کو جس طرح چاہے اس طرح استعمال میں لائے"(۱) فوجی ترکیب اور حکمت کے لحاظ سے یہ مرہٹوں کی ایک شاندار فتح تھی لیکن اپنے کردار اور فوجی نظام کی خرابیوں کے سبب مرہٹے فتح سے فائدہ نہیں اٹھا سکے۔

ولکس حیدر کی اس شکست کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "حیدر نے شام کو بہت زیادہ

---

(۱) دی لاتور ص ۲۵

شراب پی لی تھی اور نشے کی وجہ سے وہ اچھی طرح سو نہیں سکا۔"[1] لیکن وہ پسپائی جو نو بجے رات کو شروع ہوئی یقینی طور پر شام کو ہی ترتیب دی گئی ہوگی لیکن ایک ایسے شخص سے جس کی اتنی شاندار فوجی کارگزاری ہو اور اپنی بے شمار مہموں میں بہت سے شب خون کا ذمہ دار رہا ہو یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ اتنا بڑا شرابی ہوگا اور سرنگاپٹم کی جانب اپنی اہم پسپائی شروع ہونے سے پہلے شراب پی لے گا۔ خاصکر جبکہ مرہٹے اس کے پیچھے لگے تھے کہ موقع ملتے ہی وہ اس کی فوج کو کاٹ کر پھینک دیں۔ فوجی تدبیر و حکمت کے لحاظ سے میلوکوٹ اور چینکرائی کا معرکہ حیدر کی فوجی قیادت کی خامیاں ظاہر کرتا ہے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ عیاشی، شراب نوشی یا بے خوابی سے اس کی توجیہ کی جائے۔

پسپائی کی رات کی افراتفری میں اگرچہ ٹیپو کو کئی بار مقدمۃ لشکر کی قیادت کے لیے بلایا گیا لیکن وہ نہیں مل سکا۔ حیدر نے جو پہلے ہی غصے سے کھول رہا تھا اس کو "انتہائی بے رحمی اور غیر شاہی انداز سے بید لگائے"۔ ٹیپو نے اس پر قسم کھائی تھی کہ وہ اپنی تلوار اس دن نیام سے باہر نہیں نکالے گا اور اُس نے اپنی قسم کی لاج رکھی۔ پسپائی کی افراتفری میں وہ ایک مرہٹہ پنڈاری کے بھیس میں نکل بھاگنے میں کامیاب ہوا اور سرنگاپٹم میں اپنے باپ سے جا ملا جو اپنے بیٹے کو کھو دینے کے رنج اور غم سے مغلوب تھا اور قلعے کے شمال مشرق میں واقع ایک مقبرے میں دعا مانگ رہا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ سید محمد نے بعد میں ولکس سے بیان کیا کہ حیدر اور ٹیپو مرہٹوں کی صفوں سے ایک مسافر درویش اور اس کے خدمتگار کے بھیس میں بھیک مانگتے نکل گئے۔

---

(۱) اسٹوارٹ جس کے بیان پر عموماً ولکس انحصار کرتا ہے وہ کسی طرح بھی اس خیال کی تائید نہیں کرتا ہے کہ حیدر نشے سے چُور تھا اور اس وجہ سے بدسلیقگی سے کام خراب کر دیا۔

باب ۱۲

مرہٹوں سے تعلقات

۱۷۷۱ء ــــ ۱۷۷۲ء

۷ر مارچ ۱۷۷۱ء کو چنکرالی میں حیدر کی شکست فاش سے اس کی فوجی قوت پوری طرح ختم نہیں ہوئی تھی ۔ جولائی ۱۷۷۲ء تک صلح نہ ہوسکی ۔ اگرچہ حیدر نے کافی قیمتی علاقہ کھودیا تھا تاہم وہ ہمیشہ کے لیے ختم نہیں ہوگیا تھا ۔ اس کی قوت اور اس کے وقار کو سخت دھکا لگا تھا مگر شکست نے مہمیز کا کام کیا اور اس میں کھوئے ہوئے وقار کو دوبارہ حاصل کرنے کا عزم کیا ۔

مارچ ۱۷۷۱ء سے جولائی ۱۷۷۲ء تک جاری رہنے والی مہم پر ولکس نے بہت ہی سرسری تبصرہ کیا ہے ۔ " اس غم ناک جنگ کے چھوٹے چھوٹے معرکے کردار کی تصویر کشی نہیں کرتے "۔ اس مہم کے سلسلہ میں ناکافی بیان کی وجہ شاید یہ تھی کہ اس مہم سے متعلق مرہٹی دستاویزات تک اس کی رسائی نہیں ہوسکی تھی ورنہ اس کو تفصیلات کی اس بھول بھلیوں میں کوئی نہ کوئی راہ ضرور مل جاتی ۔

پیشوا نے ترمبک راؤ کو لکھا تھا کہ وہ سرنگا پٹم کا محاصرہ کرنے کے حق میں نہیں ہے ۔ اس کی رائے تھی کہ ایک کمان دار کے تحت دس ہزار فوج حیدر کے مقابلے کے لیے کافی ہوگی ۔ بقیہ فوج کے ساتھ ترمبک کو بڈنور جانا تھا جس کے بارے میں پیشوا کا خیال تھا کہ اس پر دو مہینے میں قبضہ کیا جاسکتا ہے ۔ پیشوا کے خیال میں حیدر کے قبضہ میں باقی بچے والے تین قلعوں میں سب سے آسان اور قابل تسخیر مقام بڈنور ہے ۔ بنگلور اور سرنگا پٹم کا لینا بہت مشکل تھا ۔[1] لیکن ترمبک نے پیشوا کے منصوبے پر عمل نہیں کیا اس نے سرنگا پٹم کا محاصرہ ایک ماہ اور تین دن تک جاری رکھا ۔ تب اس نے حیدر کی نقل و حرکت پر نظر

---

(۱) لیکھ سنگرہ خط نمبر ۲۲۴۱ مورخہ ۱۲ر مارچ ۱۷۷۱ء

رکھنے کے لیے فوج کا ایک حصہ چھوڑا اور لڑائی کا موسم شروع ہوتے ہی وہ خود لوٹ مار کے لیے بارہ محل، ڈنڈیگل اور کوئمبٹور کے لیے روانہ ہوا۔ وہ شاید سرنگاپٹم کے محاصرہ کو جاری رکھنے کے لیے محمد علی اور اس کے اتحادی انگریزوں کا تعاون حاصل کرنا چاہتا تھا۔ پانڈیچری میں وکیل بھیجے گئے تھے۔ اس کو ایک ایسے توپ خانے کی ضرورت تھی جس میں یوروپی توپچی ہوں اور جو محاصرہ کے کاموں میں مہارت رکھتے ہوں مدراس کی حکومت کا مرہٹوں کے بارے میں خیال ہے کہ "وہ اپنی برتر و بے شمار سوار فوج کے ساتھ اُن علاقوں کو تاخت و تاراج کرسکتے ہیں جن پر وہ حملہ کرتے ہیں اور وہاں ان کی بہت کم مزاحمت کی جا سکتی ہے لیکن مستحکم اور طاقتور قلعوں کو فتح کرنا ان کے لیے مشکل ہے اور اس کے لیے وہ یوروپیوں کی مدد چاہتے ہیں۔"(۱) غالباً فرانسیسی اس قابل نہیں تھے کہ وہ اس پر راضی ہو جاتے اور ترمبک میسور کے خلاف اپنی مہم جوئی میں انگریزوں کو اپنا ہمنوا بنانے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ چنانچہ اس کے حملوں کے نتائج بارآور نہیں ہوئے لیکن پیشوا کا منصوبہ کامیاب ہو سکتا تھا اور اس پر گرم جوشی اور سرگرمی سے عمل کیا جاتا تو شاید حیدر جولائی ۱۷۷۰ء میں معاہدہ کرتے وقت بڈنور حوالے کرنے پر مجبور ہو جاتا۔ ہمیں اس پر کوئی تعجب نہیں کہ پرشورام بھاؤ شنک نے لکھا تھا کہ ترمبک اپنے خاص مفاد کے لیے جنگ کو طول دے رہا ہے کیونکہ وہ نیم شاہانہ حیثیت سے وقت گذار رہا تھا۔ روزانہ موسیقی سُنتا اور تقریباً ۴۰ ہزار فوج اور ان کے پڑاؤ کے خدمتگاروں پر حکومت کر رہا تھا۔(۲)

ایک مبارک دن(۳) ترمبک سرنگاپٹم کے قریب خیمہ زن ہوا اور گولہ باری شروع کر دی۔ اس دوران حیدر نے اپنی فوج کی تعداد دس ہزار تک بڑھالی تھی(۴) ترمبک نے حیدر کا میسور سے رسل و رسائل کا سلسلہ منقطع کرنے کی کوشش کی۔ محصور شہر کے مختلف اطراف میں وہ خود، ومن راؤ پٹوردھن، درمار راؤ گھور پڑے تھے۔ محاصرہ جاری رہا۔ حیدر نے اردگرد کے علاقے کو اس طرح تاراج کر دیا تھا کہ اُسے امید تھی کہ مرہٹوں کے پڑاؤ میں قحط پڑ جانے سے وہ لوٹ جانے پر مجبور ہو جائیں گے۔ قرب و جوار کے علاقے

---

(۱) محکمۂ فوج ۔ انگلستان کو مراسلات مورخہ ۲۸ر فروری ۱۷۷۱ء پیرا ۱۴

(۲) نیکہ سنگرہ خط نمبر ۱۹۹

(۳) چھترا سدھا پر تپد [illegible] فوجی اقدامات کے سلسلہ میں نجوم کا یہ دخل مرہٹوں کے فوجی نظام کی ایک بڑی خامی تھی۔

(۴) نیکہ سنگرہ خط نمبر ۲۲۲

میں چارہ بھی نہیں تھا۔ مرہٹوں کو تقریباً ۲۰ کوس دُور سے گھروں کی چھتوں سے چارہ حاصل کرنا پڑتا تھا۔ کاویری میں سیلاب آنے سے پہلے ترمبک کو روانہ ہونا تھا۔ حیدر نے اس اثنا میں بلاشبہ ایک مرہٹہ سردار آنند راؤ رستے کے ذریعے گفت وشنید شروع کر دی تھی۔ اس نے اپنے علاقوں کی واپسی کی شرط پر تین سال کے اندر ۴۰ لاکھ روپئے ادا کرنے پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا تھا۔ شرائط مرہٹوں کے لیے ناقابل قبول تھیں۔ حیدر سرنگاپٹم میں اپنے کو مضبوط و مستحکم محسوس کر رہا تھا اور وہ جھکنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔

ایک ماہ اور تین دن بعد ترمبک راؤ پیچھے ہٹ گیا اور سرنگاپٹم سے دس میل شمال مشرق میں موتی تالاب آ گیا۔[1] اس کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ موسم برسات میں چھاؤنیوں میں قیام کرے اور لڑائی کے دوسرے موسم کے آغاز پر جنوب کی طرف پیش قدمی کرے اور اس پر قبضہ کرے۔[2] اس دوران چناپٹنا مدور، سدلاگٹا اور دوسرے علاقے جن پر ابھی تک قبضہ نہیں کیا گیا تھا وہ بھی مرہٹوں کے قبضے میں آ چکے تھے۔ حیدر نے جو علی کمیدان کی ماتحتی میں اپنے علاقوں کے تحفظ کے لیے ایک فوج کو بھیجا۔ ترمبک نے اس پر راستہ میں حملہ کیا۔ اس کے بہت سے آدمی مارے گئے اور زخمی ہوئے اور وہ قریب قریب اس کے گھیرے میں آ گیا۔ اس نے اپنے زخمیوں کو خود قتل کر دیا تاکہ ان کی چیخ و پکار سے مرہٹوں کو اس کے فرار کی خبر نہ مل سکے کیونکہ زخمیوں نے محسوس کر لیا تھا کہ وہ انھیں چھوڑے جا رہے ہیں۔ اس بھیانک کام کے بعد وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔

موسم برسات کے دوران ترمبک راؤ بنگلور میں مقیم رہا۔ ستمبر کے آخر میں اس نے حیدر کے ان قلعوں پر قبضہ کرنا شروع کیا جہاں وہ پہلے اپنی محافظ فوج مقرر نہیں کر سکا تھا۔ حیدر کے سفیر اپاجی رام کے ذریعے گفت وشنید جاری تھی۔ ترمبک راؤ کی شرط یہ تھی کہ وہ ساٹھ لاکھ روپیہ ادا کرے اور ارکاٹ پر حملہ کرنے کی صورت میں اس کا ساتھ دے۔ مرہٹہ لیڈر نے کہا تھا کہ "اگر ہم گھاٹ کے زیریں علاقے میں جائیں تو اسے ہمارا ساتھ دینا چاہیئے"۔ ترمبک راؤ نے سرنگاپٹم کے قریب کے علاقوں کی واپسی کے لیے اپنی رضامندی ظاہر کر دی مگر چک بالاپور، نندی گڈ اور دوسرے تعلقوں کی واپسی کے لیے اس نے حیدر کو مشورہ دیا کہ وہ پیشوا سے رجوع کرے۔[3] لیکن حیدر جانتا تھا کہ پیشوا مرنے والا ہے۔

---

(۱) فورٹ سینٹ جارج مورخہ ۲۰ مئی ۱۷۷۱ء
"مرہٹوں نے اچانک اپنا پڑاؤ اٹھا لیا۔ ہم اس کی وجہ رسد اور چارہ کی کمی سمجھتے ہیں"۔
(۲) لیکھ سنگرہ خط نمبر ۱۲۰۸ (۳) لیکھ سنگرہ خط نمبر ۱۵۱۱

اور اس کی موت پر مرہٹہ علاقوں میں افراتفری پھیلنے والی ہے۔ چنانچہ لازمی طور پر گفت و شنید کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔

اس مرحلہ پر ترمبک راؤ کو تنجور کے حکمران کی جانب سے مدد کی درخواست موصول ہوئی جس کا نواب ارکاٹ محمد علی نے محاصرہ کر لیا تھا۔ ترمبک کی تو یہ خواہش تھی کہ وہ گھاٹ کے زیریں علاقے میں جائے اور راستے میں حیدر کے علاقوں کو تاراج کرے۔ اس نے دمن راؤ اور دوسرے مرہٹہ سرداروں کو حیدر پر نظر رکھنے کے لیے اور مقبوضہ علاقوں کے تحفظ کے لیے فوج کے ایک حصہ کے ساتھ چھوڑا۔ ۲۵ ہزار فوج کے ساتھ ترمبک نے تنجور کی طرف پیش قدمی کی جہاں سے محمد علی پہلے ہی واپس ہو چکا تھا[1] تنجور کے راجہ سے ترمبک راؤ کو چار لاکھ ملے اور نواب ارکاٹ سے بھی اسے کچھ رقم ملی[2]۔ ترمبک راؤ نے سنا کہ ٹیپو اسی جانب میسور کی ایک فوج کے ساتھ چلا آرہا ہے۔ اسے خدشہ پیدا ہوا کہ ٹیپو نواب ارکاٹ اور انگریزوں کے درمیان کچھ سمجھوتہ ہو گیا ہے چنانچہ اس نے دمن راؤ کو ہدایت بھیجی کہ وہ گھاٹ کے علاقے میں اس سے آملے لیکن دمن راؤ کو خبر ملی کہ میسور کی ایک بڑی فوج نے نرائن گڑھ کا محاصرہ کر لیا ہے۔ وہ وہاں تیزی سے پہنچا، ان کو شکست دی اور قلعہ کو مسمار کر دیا۔ تب وہ گھاٹ کے قریب پہنچا اور اترادرگ میں پڑاؤ ڈالا۔ ٹیپو جتنی تیزی سے ممکن ہو سکا سرنگاپٹم لوٹ گیا۔ ترمبک بارہ محل میں داخل ہوا اور مختلف علاقوں سے اس نے خراج وصول کیا۔ اس نے کوئمبٹور کو بھی لوٹ لیا وہاں وہ ستمبر ۱۷۷۱ء سے فروری ۱۷۷۲ء تک حیدر کے علاقے میں لوٹ مار مچاتا رہا۔ پھر ترمبک راؤ واپس آیا اور بنگلور کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ وہاں سے وہ دود بالاپور کے لیے روانہ ہوا جہاں دمن راؤ بھی اس سے آکر مل گیا۔ حیدر کی کامیابی کے امکانات حقیقتاً بڑے تاریک ہو گئے تھے کیونکہ اس کے پاس صرف بنگلور سرنگاپٹم اور بڈنور باقی رہ گئے تھے اور مرہٹہ فوج نے اس کے رسل و رسائل کو درہم برہم کر رکھا تھا۔ اب ترمبک نے بڈنور کی فتح اور پورے علاقہ کی تاخت و تاراجی کا منصوبہ بنایا لیکن پیشوا نے اسے لکھا کہ چونکہ ہ کے

---

(۱) تنجور کے خلاف محمد علی اور انگریزوں نے ۲۲ر اکتوبر سے ۲۰ر اکتوبر تک کوششیں جاری رکھیں اور جب ایک قابل گزر شگاف پڑ گیا تو نواب اور راجہ کے درمیان ایک معاہدہ صلح ہو گیا۔

(۲) سلیکٹ کمیٹی کی روئداد مورخہ ۱۵ر اپریل ۱۷۷۱ء "ہم تم کو یہ بتانے میں خوشی محسوس کر رہے ہیں کہ نواب کے وکیل نے مرہٹہ قائد سے صلح کر لی ہے اور وہ بالا گھاٹ لوٹ گئے ہیں اور ہم اس پریشانی سے بچ گئے ہیں جس میں ہم اپنے کو محسوس کر رہے تھے"۔ فورٹ سینٹ جارج، ۷ر مارچ ۱۷۷۲ء

روبہ صحت ہونے کی کوئی امید نہیں رہی ہے لہذا مہم جلد سے جلد ختم کر دی جائے۔ آخر کار دو ماہ کی گفت و شنید کے بعد معاہدہ ہو گیا۔

مرہٹوں کو حق مل گیا کہ وہ سرا، ہوسکوٹ، دود بالا پور اور کولار پر معہ ان کے ماتحت علاقوں کے قابض رہیں۔ اس میں بنگلور نہیں شامل تھا جس کے عوض ان کو مداگیری کا علاقہ مل گیا تھا۔ گرم کنڈا بھی ان کے قبضہ میں رہنے دیا گیا۔ مرہٹے باقی علاقے واپس کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ حیدر نے ۵۰ لاکھ اور مزید دس لاکھ بطور دربار کے اخراجات ترمبک راؤ اور دوسرے سرداروں کو ادا کرنے پر راضی ہو گیا تھا۔ اس نے ۴۴ لاکھ نقد، ۵ لاکھ جنس کی شکل میں ادا کیا اور بقیہ کے لیے ساہوکاروں کی ضمانت دی۔ یہ مہم جولائی ۱۷۷۲ء میں ختم ہوئی۔ (۱)

حیدر کی زندگی کی یہ بدنام ذلت آمیز مہم بعد میں میسور کی انگریز دشمن خارجہ پالیسی کی بڑی حد تک ذمہ دار بنی۔ جولائی ۱۷۸۲ء میں انگریزوں کے وکیل سری نواس راؤ کے ایک سوال پر حیدر کے طنز آمیز جواب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی نظر میں انگریزوں کے ساتھ معاہدہ کرنا کیا معنی رکھتا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ "جب مرہٹے میرے علاقے میں گھس آئے تو میں نے ان سے مختلف انداز سے کمک بھیجنے کے لیے درخواست کی۔ جواب میں پہلے تو انھوں نے لکھا کہ وہ مدد بھیجیں گے اور پھر کچھ دنوں بعد لکھا کہ انھوں نے یوروپ لکھا اور وہاں سے انھیں ہدایات کی توقع ہے۔ اس پر میں نے انھیں یہ لکھا کہ وہاں سے احکام آنے میں سال بھر یا چھ ماہ لگ جائیں گے اور تب ان کی کمک کا کیا فائدہ ہوگا۔ گورنر کا جواب یہ تھا کہ وہاں سے احکامات آنے تک وہ کچھ نہیں کر سکیں گے اور پھر اس کے بعد کافی وقت گذر جانے پر بھی وہ یہی بہانے کرتے رہے کہ وہاں سے ابھی تک انھیں ہدایات ہی موصول نہیں ہوئی ہیں" (۲) سرد مہری کا یہ رویہ پیدا کرنے میں ترمبک راؤ کا خاصا ہاتھ تھا۔ حیدر ان مصیبت اور پریشانی کے مہینوں کو آسانی سے نہیں بھول سکا۔ ترمبک راؤ کی ترکیب کے فوری طور پر نتائج برآمد نہیں ہو سکے۔ انگریزوں نے نہ تو حیدر کے خلاف اتحاد کیا اور نہ حیدر نے انگریزوں کے خلاف۔ تاہم حیدر کی نگاہ میں انگریزوں کی دوستی کی قدر و قیمت واضح ہو گئی تھی۔

---

(۱) لیکھ سنگرہ خط نمبر ۱۰۷۰ مورخہ ۱۸ مئی۔ ولکس کا بیان ہے کہ حیدر نے ۳۰ لاکھ روپیہ کا نصف فوراً اور بقیہ اس کے بعد ادا کرنے کا وعدہ کیا اور صرف ۵ لاکھ بطور درباری اخراجات کے۔ ایس پی ڈی جلد ۳۷ خط نمبر ۲۲۳ کا بیان ہے کہ حیدر نے ۲۵ لاکھ نقد، ۶ لاکھ بطور جنس اور بقیہ ۱۹ لاکھ سالانہ تین مساوی قسطوں میں ادا کیا۔

(۲) سیکرٹ کمیٹی کی روداد مورخہ ۲۶ اگست ۱۷۸۲ء

باب ۱۴

مرہٹوں سے تعلقات (سنہ ۷۶-۱۷۷۲ء)

کورگ کی فتح

پانی پت کی جنگ کے بعد کی مرہٹہ سیاسیات میں سب سے زیادہ پریشان کن پہلو رگھوناتھ راؤ کے بے لگام اور غیر محتاط ارادے تھے۔ اس شخص کی سرگرمیوں سے مرہٹہ ریاست کی داخلی تاریخ اور بیرونی تعلقات دونوں متاثر ہوئے تھے۔ اگرچہ کبھی کبھی اس کی شرافت کی رگ بھی پھڑک اٹھتی تھی تاہم وہ اپنے ذاتی مفاد کے لیے بغیر کسی پس و پیش کے تگ و دو کر سکتا تھا اور اس کی فکر نہیں کرتا تھا کہ یہ سودا ریاست کو کتنا گراں پڑے گا۔ حیدر علی کے ساتھ اس کے تعلقات کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شروع سے ہی وہ اس حوصلہ مند میسوری کو اپنے حصول اقتدار کے سلسلہ میں ایک سہارا گردانتا تھا اور ناکامی کی صورت میں وہ اس کے پاس پناہ تلاش کر سکتا تھا۔ ۱۷۶۵ء سے ہی وہ حیدر کے ساتھ دوستی کی پالیسی پر انتہائی سرگرمی سے عمل کر رہا تھا۔ موجودہ حالات میں حیدر محض رگھوناتھ راؤ کی مداخلت ہی کے سبب انتہائی مفید اور قابل قبول معاہدہ کر سکا تھا۔ پیشوا کے خطوط سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایسی موافق شرائط کے حق میں نہیں تھا لیکن رگھوناتھ راؤ کی تحریک کی بنا پر ہی اس نے ان شرطوں کو تسلیم کر لیا تھا[1]۔ بعد میں اس کے بارے میں یہ اطلاع ملی کہ اس نے نظام کو حیدر کے ساتھ اتحاد کرنے اور پھر پونا پر حملہ کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ اس وقت اس کو پیشوا کی مسلسل مخالفت کرنے کے سبب نظر بند کر دیا تھا۔ نظام کے ذہن میں خدشات

---

(۱) دیکھو صفحہ ۵۲

پیدا کرنے کی غرض سے اس نے نظام کو اطلاع دی تھی کہ پیشوا اور بھونسلے اس کے خلاف حملہ کرنے والے ہیں لہٰذا وہ پیش قدمی کر کے حیدر کے ساتھ اتحاد و تعاون کا معاہدہ کرے[1] مگر مادھوراؤ کے بہترین محکمۂ جاسوسی کے سبب اس خفیہ خط و کتابت کا راز کھل گیا لیکن مادھوراؤ اپنی موت سے پہلے نومبر ۱۷۷۲ء میں رگھوناتھ راؤ کو آزاد کر چکا تھا۔ مرتے ہوئے پیشوا نے اپنے جانشین نرائن راؤ اور اس کے چچا رگھوناتھ راؤ کے سامنے اپنے باہمی تحفظ کے لیے تعاون اور اتحاد کی ضرورت پر زور دیا لیکن دونوں میں اختلاف پیدا ہو گیا اور چھ ماہ بعد رگھوناتھ راؤ پھر جیل میں تھا۔ قید کے زمانے میں اس نے حیدر سے پھر خط و کتابت شروع کی۔ اس خیال سے کہ اس پر شبہ نہ گزرے وہ پہلے حیدر کے وکیل اپاجی رام کو اور اپاجی رام حیدر کو لکھتا تھا مگر پیغام رساں پکڑ لیا گیا اور اپاجی رام کی بھی نگرانی کی جانے لگی[2]۔

نرائن راؤ کے قتل کے بعد جب رگھوبا خود پیشوا بنا تو اس نے حیدر کو خوش کرنے کی پالیسی ترک کر دی۔ کچھ وقت تک تو اس کے اور ریاست کے مفادات ایک ہو کر رہ گئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اپنی قید کے زمانے میں اس نے حیدر کے وکیل کے ساتھ ایک معاہدہ کیا تھا کہ وہ اس کے آقا کو کرشنا کے جنوب کے فتح کردہ تمام علاقوں کو واپس کر دے گا اور صرف سالانہ ۱۵ لاکھ بطور چوتھ لیا کرے گا بشرطیکہ وہ اس کی قید سے رہائی اور پیشوا کے عہدے کے حصول میں اس کی مدد کرے۔ موسٹن کا بیان ہے کہ ۱۷۷۵ء میں وکیل اس معاہدہ پر عمل درآمد کا مطالبہ کر رہا تھا لیکن چونکہ حیدر کا اس نئے انقلاب میں کوئی حصہ نہیں تھا اس لیے اس معاملہ کے بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟[3]

نرائن راؤ کے قتل کے فوراً بعد رگھوبا نے حیدر اور مرار راؤ گھورپڑے کو بھی لکھا کہ وہ راجہ تنجور کی مدد کریں جس کا محمد علی اور انگریزوں نے محاصرہ کر رکھا تھا۔ حیدر علی کو لالچ دینے کی غرض سے اپاجی رام کو اپنے آقا کو یہ بتانا تھا کہ وہ اس کے عوض حیدر کو مداگیری، دودبالاپور اور ہوسکوٹ کے قلعے واپس کر دے گا۔ لیکن قبل اس کے کہ یہ پیشکش حیدر تک پہنچتی تنجور دشمن کے حوالے کر دیا گیا۔

رگھوناتھ راؤ سمجھتا تھا کہ لوگ اس کو پسند نہیں کرتے اور اندر ہی اندر اس کی حکومت کی مخالفت کی جا رہی ہے۔ وہ اندرونی اختلافات کے زخموں پر قومی فتوحات کا مرہم لگانا چاہتا تھا اور جن دو دشمنوں

---

(۱) ایس پی ڈی جلد ۲۸، خط نمبر ۱۹۳

(۲) موسٹن کی یادداشت مورخہ ۱۲ اپریل ۱۷۷۳ء۔ ایس پی ڈی جلد ۷، خط نمبر ۲۳۶۔ موسٹن بس اتنا کہتا ہے کہ اپاجی رام پر ایک نگران متعین کر دیا گیا تھا۔

کے خلاف اس کی فتوحات اس کی عزت میں اضافہ کر سکتی تھیں وہ نظام اور حیدر علی تھے۔ اس نے نظام کو شکست دی تھی مگر شرائط نظام کے اتنی موافق تھیں جن سے یا تو سیاسی سوجھ بوجھ کے فقدان کا اظہار ہوتا تھا یا نظام کو اپنے ساتھ ملائے رکھنے کی شدید خواہش کا۔ تب اس نے یہ منصوبہ بنایا کہ کرناٹک کے علاقے میں مہم کا سلسلہ شروع کرے۔ اس کا عظیم منصوبہ یہ تھا کہ وہ حیدر کو مرہٹہ اضلاع سے نکال باہر کرے اور محمد علی اور انگریزوں کو سزا دے۔ جنوری ۱۷۷۴ء میں جب رگھوناتھ راؤ اس مہم میں مشغول تھا تب اقتدار سے محروم کرنے کی بارہ بھائی (BARA BHAI) سازش کا علم ہوا۔ تقریباً سب ہی اہم وزیر اس کے خلاف متحد ہو گئے تھے۔ ان حالات میں حیدر کی جانب اس کے رویّہ میں لچک آنا ناگزیر تھا۔ اس وقت وہ حیدر کو اپنا حلیف بنانے کے لیے کوشاں تھا۔ موسٹن نے ۴ فروری ۱۷۷۴ء کو اپنی ڈائری میں ایک اندراج کیا ہے کہ حیدر نے رگھوبا کے ساتھ معاملات طے کر لیے تھے۔ لیکن یہ یقین نہیں تھا کہ وہ اس کی مدد کرے گا یا نہیں۔ حیدر کا وکیل اپاجی رام کافی ہوشیار آدمی تھا۔ اس نے فوجی دستوں کو واپس ہوتے دیکھ لیا تھا چنانچہ وہ بہت زیادہ رعایت دینے پر آمادہ نہیں تھا۔ کلیان ورگ کے معاہدہ کے مطابق حیدر نے رگھوناتھ راؤ کو پیشوا تسلیم کر لیا تھا اور اس کو ۶ لاکھ سالانہ خراج ادا کرنے پر تیار ہو گیا تھا۔ پچھلی تین مہموں کے دوران مادھو راؤ نے جو علاقہ حیدر سے چھینا تھا وہ اس نے واپس کر دیا۔ باجی راؤ برو ے کو رگھوناتھ راؤ کے نمائندے کی حیثیت سے حیدر کے دربار میں مقرر کیا گیا۔ فروری ۱۷۷۴ء اور مارچ ۱۷۷۶ء کے درمیان مہاراشٹر میں حالات کی پیچیدگیوں سے فائدہ اٹھاکر حیدر نے سرا، مداگیری، دود بالاپور، ہوسکوٹ، گرم کنڈا، بلاری، کڈپہ اور گوٹی پر قبضہ کر لیا اور کرنول پر خراج عائد کر دیا۔

رگھوناتھ راؤ کو کامیابی کی مبہم سی توقع تھی۔ وہ ترمبک راؤ کو شکست دینے اور گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گیا لیکن بقول گرانٹ ڈف اس کامیابی سے انحطاط پذیر مقصد کو محض وقتی زندگی نصیب ہوئی تھی جسے مادھو راؤ نرائن کی یکم اپریل ۱۷۷۴ء کی پیدائش نے اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔ رگھوناتھ راؤ شمال کی جانب واپس ہو گیا اور جب سندھیا اور ہولکر نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا تو وہ گجرات کی طرف چلا گیا۔ بعد کے انگریزوں اور مرہٹوں کی تاریخ کے واقعات سب کو معلوم ہیں۔ ۶ مارچ ۱۷۷۵ء کو معاہدہ سورت ہوا۔ اس کے بعد رگھوبا نے حیدر کو ایک خط لکھا جس میں تجویز پیش کی تھی کہ "وہ کرشنا کے داہنی کنارے تک تمام مرہٹہ علاقے پر قبضہ کر لے اور اس مقام سے وہ اس کے منصوبے اور مقاصد میں فوجی اور مالی امداد دینے کے لیے تیار

(۱) موسٹن کی یادداشت مورخہ ۲۵ ستمبر ۱۷۷۳ء

رہے ۔ اس کی تعمیل میں حیدر نے اس کو ۱۶ لاکھ روپئے بھیجے"(۱) تاہم گرانٹ ڈف کا بیان ہے کہ حیدر کی امداد صرف اسی ہزار روپئے تک محدود تھی ۔ رگھوناتھ راؤ کے سرنگا پٹم میں نمائندے باجی راؤ برے نے ہر ممکن کوشش کی تاہم اسے کوئی جلدی نہیں تھی اور وہ صرف اپنے منصوبے کے مطابق اور اپنے حلیف کے جلدبازی کے مشورے کو مانے بغیر آگے بڑھنا چاہتا تھا ۔ بہرکیف باقاعدہ خط وکتابت جاری رہی ۔ اس سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ حیدر نے تسلیم کردہ علاقوں کے لیے سند اور اپنی ادا کردہ رقم کے لیے رسید کا مطالبہ کیا تھا(۲)

جب انگریزوں نے عارضی طور پر رگھوبا کی حمایت چھوڑ دی اور پونا کی حکومت سے مارچ ۱۷۷۶ء میں پورن دھر کا معاہدہ کر لیا تو رگھوبا نے اس معاہدے کی شرائط تسلیم کرنے سے انکار کرنے کا فیصلہ کیا ۔ وہ حیدر کے دربار میں پناہ کی امید رکھتا تھا ۔ پورن دھر کے معاہدہ کے بعد وہ سورت میں دو سو آدمیوں کے ساتھ مقیم رہا ۔ تب وہ دمن پہنچا اور پرتگالیوں سے پناہ کا طالب ہوا ۔ اس نے درخواست کی کہ اس کو وہ پناہ دیں اور اگر یہ نہ ہو سکے تو اس کو بحری راستے سے حیدر کے علاقے میں پہنچا دیں ۔ رگھوناتھ راؤ کا یہ بھی خیال تھا کہ وہ مالون سے کولہاپور جائے اور وہاں سے بحری راستے کے ذریعے حیدر کے علاقے میں چلا جائے(۳)

آخر کار جب انگریزوں نے رگھوبا کی حمایت پوری دیانتداری سے کرنے کا فیصلہ کیا تب بھی رگھوناتھ راؤ انگریزوں سے اپنے اتحاد کی مصلحت کے بارے میں شکوک وشبہات رکھتا تھا ۔ گوا کے گورنر نے دسمبر ۱۷۷۸ء میں لکھا تھا کہ "ان ملاقاتوں میں جو میں متواتر رگھوبا کے سفیر سے کرتا رہا ہوں وہ برابر اس بات کا خدشہ ظاہر کرتا رہا کہ اس کے آقا کو یہ شبہ ہے کہ انگریز اس پر بھی نواب بنگال اور نواب سورت کی طرح اپنی بالادستی قائم کرنے کی کوشش کریں گے ۔ وہ نہ صرف اس ماتحتی سے بچنا چاہتا تھا بلکہ وہ اپنے آئندہ کے مقبوضات میں اپنا مقام باعزت رکھنا چاہتا تھا اور اس کے لیے وہ ہماری افواج کی پوری ایمان داری سے مدد چاہتا تھا اور اس ریاست سے اتحاد کا خواہاں اور ہمارے حکام سے تحفظ کا طالب تھا"(۴) چنانچہ رگھوناتھ راؤ حیدر کے تعاون پر اس وقت بھی مصر تھا جب انگریز اس کے لیے اپنی بہترین

(۱) ولکس جلد دوم ص ۱۷۳ (۲) ایس پی ڈی جلد ۳۶ خطوط نمبر ۲۸۲، ۳۰۵

(۳) لیکو سنگرہ خطوط نمبر ۱۹۱۸ اور ۲۱۹۶

(۴) ہندوستانی تاریخی دستاویزات کمیشن کی روئداد جلد XI "رگھوبا اور پرتگالیوں کے درمیان چند نامعلوم روابط" (PISSULENCER)

کوششیں صرف کر رہے تھے۔ مراج تک پیش قدمی کرو اور ان پر پیچھے سے حملہ کرو" اس طرح مسلسل اصرار کرنے والے رگھوبا[1] نے حیدر کو لکھا تھا۔ لیکن جیسے جیسے اس کے امکانات تاریک ہوتے گئے ویسے ویسے حیدر کم سے کم کشادہ دل ہوتا گیا۔ سرنگاپٹم میں رگھوبا کے لوگوں نے شکایت کی کہ حیدر ان کے اخراجات کا بار نہیں اٹھائے گا اور نہ ساہوکار انھیں قرض دیں گے۔

لیکن رگھوناتھ راؤ نے حیدر کا ایک بہت ہی مفید مقصد حل کر دیا تھا۔ چونکہ خانہ جنگی انگریزوں اور مرہٹوں کی لڑائی میں بدل گئی تھی اس لیے پونا کی حکومت سے حیدر کی سودے بازی کی قوت بڑھ گئی تھی۔ چونکہ ہر گذرنے والا سال حیدر اور انگریزوں کے درمیان جنگ ناگزیر بناتا جا رہا تھا حیدر اس حالت میں تھا کہ وہ اپنی ضرورت کی شدت کا اظہار کرتا اور پونا کی حکومت سے درخواست کرتا کہ رگھوناتھ راؤ کے عطا کردہ علاقوں پر اس کا قبضہ تسلیم کرلے تاکہ اس کو جلد لڑائی پر آمادہ ہونے کی ترغیب مل سکے۔ اِس سودے بازی میں وہ کامیاب ہو گیا۔ مادھو راؤ کی موت، نرائن راؤ کے قتل اور بارہ بھائی اور رگھوبا کے درمیان جھگڑوں نے نہ صرف حیدر کو مرہٹوں کے حملوں سے اس کو نجات مل گئی تھی بلکہ اسے مرہٹوں سے اپنے کھوئے ہوئے علاقوں کو واپس لینے اور کورگ اور مالابار کو پھر فتح کرنے کا موقع بھی ہاتھ آ گیا تھا۔

کورگ سے حیدر کے تعلقات اس کی بدنور کی فتح کے بعد ۱۷۶۳ء میں شروع ہوئے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ کورگ کسی حد تک بدنور کے ایکری خاندان پر انحصار کرتا تھا اور حیدر اس سلطنت پر قبضہ کر لینے کے بعد کورگ پر حکمرانی کا دعویٰ کر سکتا تھا لیکن بدنور کی فتح کے بعد حیدر نے جو کچھ کیا وہ یہ تھا کہ منگلور تعلقہ میں سولیا علاقے پر کورگ کے حق کے بارے میں اس نے معلومات حاصل کیں۔ اسے بتایا گیا کہ بدنور کے حکمران سوم شیکھر نایک کے دور میں کورگ کے حکمراں دودا ویرپا نے اس زمین کے کچھ حصّہ کو خریدا تھا اور کچھ کو بطور تحفہ پایا تھا۔ یلوساویرا کا ضلع بھی ایک متنازعہ علاقہ تھا۔ دودا ویرپا[2] نے اس ضلع کے لیے میسور کے حکمراں چکادیو واڈیر سے جنگ کی تھی۔ پھر ایک مصالحت ہو گئی تھی جس کے تحت کورگ کو یہ ضلع مل گیا تھا اور میسور کو مالگذاری کا ایک حصہ ملتا تھا۔ حیدر نے یہ مطالبہ کیا کہ وہ علاقے جن کے لیے مالگذاری کورگ کا حکمراں میسور کو ادا کرتا تھا اس کے سپرد کر دیے جائیں۔ چکاویرپا نے مطالبہ تسلیم کر لیا اور یہ علاقے میسور کے حوالے کر دیے لیکن حیدر اتنی آسانی سے مطمئن ہو جانے والا نہیں تھا۔ کورگ نے مالابار کے لیے رسل و رسائل کا بہترین ذریعہ تھا۔ مالابار کی مہم پر جانے سے پہلے اس نے ۱۷۶۵ء میں میر فیض اللہ

---

(۱) ہندوستانی تاریخی دستاویزات کمیشن کی روئداد جلد VI رگھوبا اور پرتگالیوں کے درمیان چند نامعلوم روابط۔ (۲) دیکھو اگلے صفحہ پر۔

کورگ بھیجا۔ لیکن کئی بار کے مقابلوں میں میر فیض اللہ کو شکست کا اعتراف کرنا پڑا اور وہ واپس لوٹ آیا اس پر حیدر نے کورگ کے حکمراں سے صلح کرنے کی خواہش کا اظہار کیا اور اس کو اچنگی ضلع دینے کا بھی وعدہ کیا بشرطیکہ وہ تین لاکھ پگوڈا ادا کرنے پر راضی ہو جائے۔ کورگ کا حکمراں ان شرطوں پر راضی ہو گیا مقررہ رقم کی ایک چوتھائی ادا کر دی اور اپنے دلوائی کو بطور یرغمال فیض اللہ خاں کے پاس بھیج دیا لیکن ضلع حوالے نہیں کیا گیا کیونکہ چکا ویرپا کا انتقال ہو گیا تھا اور مدو راجہ اور مدیا اس کے جانشین بن گئے تھے اور جنھوں نے مشترک طور پر عنان حکومت سنبھال لی تھی۔ انھوں نے فیض اللہ خاں سے وعدہ کیے ہوئے علاقے کی سپردگی کی درخواست کی۔ فیض اللہ خاں نے تین لاکھ کے بقیہ کی ادائیگی کا مطالبہ کیا جس کا ان کے پیشرو نے وعدہ کیا تھا۔ حکمرانوں نے اس پر جواب دیا "حالات جو رخ اختیار کر رہے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رقم بھی لینا چاہتا ہے اور علاقوں پر بھی اپنا قبضہ برقرار رکھنا چاہتا ہے چنانچہ دوسری بار لڑائی چھڑ گئی۔ فیض اللہ خاں کی آدھی فوج کام آگئی۔ جب اس نے منگلور کی طرف پسپائی کی کوشش کی تو اس کا زیادہ تر ساز و سامان کورگ کے حکمرانوں کے ہاتھ لگا۔ ان شکستوں

---

(۲) پچھلے ص سے: کورگ کے راجاؤں کا حسب ذیل نسب نامہ رائس کی میسور اور کورگ گزیٹیر جلد دوم سے لیا گیا ہے۔

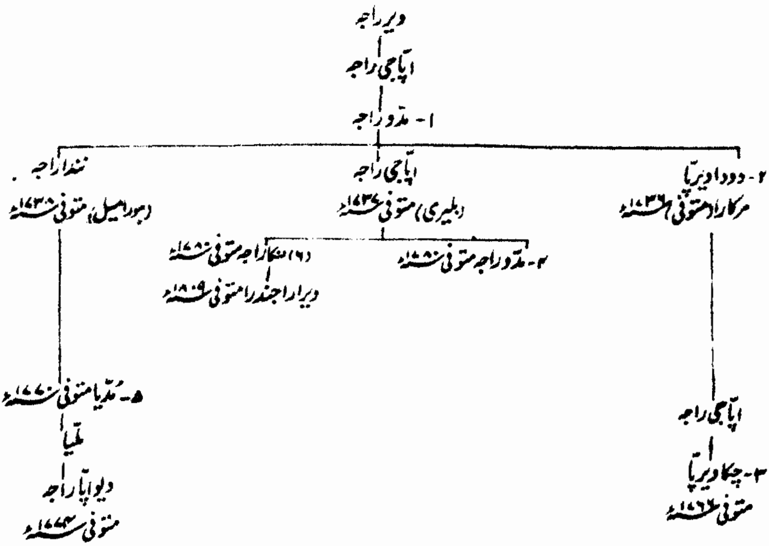

کی خبر پاکر حیدر نے صلح کی تجویز رکھی اور ۷۵ ہزار گوڈا جس کی ادائیگی پہلے ہی ہو چکی تھی ان کے عوض اچنگی کے علاوہ دوسرے دو اضلاع ان کے حوالے کر دیے۔ اس نے میسور اور کورگ کے درمیان سرو کو سرحد قرار دیا۔ یہ ۱۷۶۸ء کا واقعہ ہے۔ حیدر دوسرے علاقوں میں درپیش خطرات کے پیشِ نظر اس علاقے میں امن چاہتا تھا۔ اس سے اس کے صلح کے اس رویہ کی وضاحت ہوتی ہے جو اس کے معمول کے خلاف تھا۔

مدّاراجہ اور مدّیا کا یکے بعد دیگرے ۱۷۷۰ء میں انتقال ہو گیا۔ اس وقت کورگ جانشینی کے جھگڑے کی آماجگاہ بن گیا۔ لنگاراجہ اپنے بھتیجے کو تخت پر بٹھانا چاہتا تھا جبکہ ملیا اپنے بیٹے کے سر پر تاجِ شاہی رکھنا چاہتا تھا۔ ملیا غالب ہوا اور خود اپنے نام سے حکومت کرنے لگا۔ اس نے لنگاراجہ پر اس قدر شدید دباؤ ڈالا کہ اس نے اپنے بھتیجوں سمیت میسور میں پناہ لی۔ اس نے حیدر کو خط لکھا تھا اور پھر دربار میں اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فطری بات تھی کہ حیدر کورگ کے حکمران خاندان میں پھوٹ پڑنے سے بہت خوش ہوا لیکن اس وقت وہ مرہٹوں سے موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا تھا[1]۔ ۱۷۷۲ء میں مرہٹوں کی واپسی، مادھوراؤ کی موت اور نرائن راؤ کے قتل کے بعد اب اسے قسمت آزمائی کرنے اور اپنے بلند منصوبوں اور عزائم کو پورا ہونے کی فرصت ملی تھی۔ اس کا انتہائی پسندیدہ مقصد مالابار کی فتح تھی۔ اگر مالابار پر مستقل قبضہ رکھنا تھا تو کورگ پر قبضہ کرنا ضروری تھا۔

کورگ کی روایت یہ ہے کہ لنگاراجہ نے حیدر کی ہمت افزائی کی۔ مرہٹے اپنے پیچھے ویرانی اور قحط چھوڑ گئے تھے۔ لنگاراجہ نے مشورہ دیا تھا کہ کورگ میں غلّہ کی کافی مقدار مہیا ہو سکے گی۔ اس مشورہ پر عمل کرتے ہوئے حیدر نے کورگ میں ۱۷۷۳ء میں ارگل گڈ کی راہ سے پیش قدمی کی۔ مگر نقصان اٹھا کر پسپا ہونا پڑا۔ چنانچہ اسے واپس آنا پڑا۔ اس نے لنگاراجہ کو ناقابلِ عبور سڑکوں کے بارے میں لکھا۔ لنگاراجہ نے مشورہ دیا کہ وہ کورگ کے اس علاقے سے پیش قدمی کرے جو اس کے حامیوں اور ہمنواؤں سے بھرا ہوا ہے۔ حیدر نے لنگاراجہ کو یقین دہانی کرائی تھی کہ اگر وہ کامیاب ہوا تو اسے اس کی سلطنت واپس کر دے گا۔ اس مرتبہ حیدر کی فوجوں کو گگت ناڈ میں داخل ہونے میں بہت کم مشکل پیش آئی اور جلد ہی لنگاراجہ کے حامی ان سے آملے۔ انھوں نے سیدھے

---

(۱) دیکھو باب ۱۱ و ۱۲

مرکارا کی بابت پیش قدمی کی ۔ دیوا پاراجہ کوپیم کی طرف بھاگا جہاں وہ لوٹ لیا گیا ۔ اس وقت بھی اپنے کو غیر محفوظ کرتے ہوئے وہ مرہٹہ علاقے کی جانب بھاگا اور جب ہری ہر پہنچا تو اسے حیدر کے آدمیوں نے گرفتار کر لیا اور اسے سرنگاپٹم بھیج دیا جہاں وہ اپنے بیٹوں سمیت موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

لنگاراجہ کے ۲۴ ہزار روپئے سالانہ ادا کرنے کی شرط پر کورگ کو واپس کر دیا گیا ۔ لیکن اسے مجبور کیا گیا کہ وہ سولیا، میلو سوارا اور دوسرے دو اضلاع جو پہلے حیدر نے ۷۵ ہزار روپئے کے بدلے حوالے کیے تھے میسور کے سپرد کر دے ۔ امن و صلح کے عوض اسے وائی ناڈ کے ایک حصّہ کو لینے کی اجازت دے دی گئی ۔ لنگاراجہ ۱۷۸۰ء میں مرگیا۔ اس کے لڑکے چونکہ نابالغ تھے اس لیے حیدر نے پورے کورگ پر قبضہ کر لیا اور مرکارا میں ایک مسلمان محافظ فوج متعین کر دی ۔شہزادے میسور کے حسن ضلع میں بھیج دیے گئے ۔ حیدر نے اعلان کیا کہ جب یہ شہزادے بڑے ہو جائیں گے اور کاروبار سلطنت سیکھ لیں گے تو ان کی سلطنت ان کے حوالے کر دی جائے گی ۔ کورگ کا سابق خزانچی سراسیا انتظامِ حکومت کا نگراں بنایا گیا۔[1]

حیدر پہلے ہی سرا، مداگیری، چناراۓ درگ، گرم کنڈا، ہوسکوٹ اور دود بالاپور پر دوبارہ قابض ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا لیکن دو اہم مقامات بلاری اور گوٹی پر ابھی قبضہ کرنا باقی تھا۔ بلاری کا حکمران دودا پا نایک ادونی کے حکمران بصالت جنگ کا وفادار تھا لیکن ۱۷۶۹ء میں وہ حیدر کا وفادار بن گیا تھا اور ادونی کے حکمران کو خراج ادا کرنا وہ اپنے لیے ضروری نہیں سمجھتا تھا ۔ حقیقت یہ تھی کہ اس نے کسی کو بھی خراج نہیں ادا کیا تھا ۔ اس پر بصالت جنگ کے دیوان دیوی چند اور لالی کے زیر قیادت ادونی کے فرانسیسی دستوں نے اس کا محاصرہ کر لیا ۔ ولکس کے بیان کے مطابق حیدر کے نمائندوں نے اس کو ترغیب دی تھی کہ وہ حیدر سے مدد کی درخواست کرے ۔یہ نمائندے ہمیشہ مشکوک رول ادا کرتے تھے لیکن مرہٹہ اخبارات کے مطابق[2] اور میکنزی مخطوطہ کے مطابق بھی راۓ درگ کے حکمران کرشنا اپا نایک نے حیدر کے سامنے یہ تجویز رکھی تھی اور وہ سرنگاپٹم سے ملاری تیزی سے سفر کرتا ہوا پہنچ گیا تھا ۔ وہ محاصرہ کرنے والی فوج کے عقب پر جھپٹا ۔ دیوی چند مارا گیا اور لالی بڑی مشکل سے

---

(۱) کورگ سے حیدر کے تعلقات کا یہ بیان تاریخ کورگ پر مبنی ہے ۔

(۲) لیکھ سنگرہ خط نمبر ۱۵۲۹

نکل بھاگا۔ حیدر جانتا تھا کہ بلاری کا حکمراں تسلیم اطاعت کرنے پر آمادہ تھا اتفاقاً حملہ بہت کامیاب رہا اور حیدر نے تمام ساز و سامان پر قبضہ کر لیا۔ اس نے تمام راستوں کو اپنی صحیح حالت میں پایا۔ بلاری کے حکمراں کے پاس راہ فرار اختیار کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا۔(۱) حیدر نے بلاری کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ بصالت جنگ نے حیدر کو تین لاکھ روپئے دے کر معافی حاصل کر لی(۲)۔ رنموستھ خاں والی کرنول نے بھی تین لاکھ ادا کیے(۳) تب حیدر نے گوٹی کا محاصرہ کر لیا۔

گوٹی پر قبضہ بہت اہمیت کا حامل واقعہ تھا۔ تنگ بھدرا کے جنوب میں تنہا گوٹی کا حکمراں مرار راؤ ایک آزاد حکمراں تھا اور جو حیدر کے لیے ایک خطرہ بن سکتا تھا۔ کرنول سے حیدر نے اسے پیغام بھیجا تھا کہ وہ چینکرائی کی مرہٹہ فنج کے مال غنیمت میں سے اپنا حصہ واپس کرے(۴)۔ ترمبک راؤ کی جانب سے عطا کردہ توپیں اور مقامات بھی واپس کرے اور اپنے گھوڑوں کے چارے اور رسد کے بدلے ایک لاکھ ادا کرے۔ مرار راؤ نے اس کی ہتک اور بے عزتی کی اور اس کا مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا اور کہا کہ حیدر نے اپنی زندگی نایک کے معمولی سے عہدے سے شروع کی تھی جبکہ خود اس نے مرہٹہ سلطنت کے سپہ سالار کی حیثیت سے اپنے عہد کا آغاز کیا تھا۔ اس پر حیدر نے گوٹی کی جانب پیش قدمی کی۔ قلعہ والوں نے تقریباً تین ماہ تک مزاحمت کی۔ مرار راؤ کو قدرتاً یہ امید تھی کہ اسے حیدر آباد یا پونا سے کمک ملے گی۔ نانا فرنویس نے اپنی بھرپور کوشش کی لیکن بیکار۔ مراج اور کولہاپور کے درمیان تقریباً ۴ ہزار سپاہی خیمہ زن تھے لیکن مرار راؤ کی مشکل کشائی کے لیے جانے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ ایک مصنف نے بڑے غصّے سے لکھا ہے کہ یہ ایک آدمی کا کام نہیں تھا بلکہ بارہ بھائی کا کام تھا اور عدم مقصدیت کی بھی وجہ تھی۔ بلاری سے حاصل شدہ فرانسیسی توپوں اور سرنگاپٹم کے ایک توپ خانے نے آگ اگلنی شروع کی لیکن گوٹی کا قلعہ اتنا مضبوط و مستحکم تھا کہ صرف قحط یا غداری سے ہی پسپا ہو سکتا تھا۔ شہر اور قلعہ کے ذیلی حصوں پر بہر کیف حملہ کا خاصا

---

(۱) میکنزی مخطوط (مقامی دستاویزات جلد ۳ ہو کیفیت بدرارو) سے ہمیں بلاری پر قبضہ کا حسب ذیل بیان ملتا ہے:

"ایک اندرونی کشاکش کی بنا پر بلاری کے کرباریوں کو شہر سے نکال دیا گیا تھا۔ وہ ارکیری اور ادونی چلے گئے اور بلاری پر حملہ کرنے اور قبضہ کرنے میں مغلوں کی مدد کی۔ رائے درگ کے سماتمنک کرشنا پا نایک نے بلاری پر مغلوں کے قبضہ کی خبر حیدر کو بھیجی۔ حیدر آیا اور اسے فتح کر لیا۔ دودا پا اپنے چند پیروؤں کے ساتھ بلاری سے نکل بھاگا۔ رائے درگ کے کرشنا پا نایک کو اپنے اصلی تعلقوں کے ساتھ بلاری کی دیکھ بھال بھی سپرد کی گئی۔"

(۲) لیکو سنگرہ خط ۱۲۷۳ (۳) لیکو سنگرہ ۔۔۔ ص ۱۷

اثر پڑا مگر عظیم چٹان جس پر قلعہ کا بالائی حصہ واقع تھا اس پر حملہ کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ اگر محاصرہ جاری رہتا تو گوٹی کو شاید کمک مل جاتی۔ یہ حیدر کے ذہن میں سب سے اہم خیال تھا۔ جب مرار راؤ کو پانی کی فراہمی تقریباً ناممکن ہوگئی تو اس نے سات لاکھ نقد اور دوسرا قیمتی ساز و سامان دینے اور پانچ لاکھ کے لیے یرغمال دینے پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔

میر رضا جو گفت و شنید کا نگراں تھا۔ حیدر کے لشکر گاہ میں نقد، قیمتی ساز و سامان اور چھ یرغمال بھی لے کر آیا۔ ان میں سے ایک گوٹی کے ایک سابق سپہ سالار یونس خاں جس کا ۱۷۶۵ء میں انتقال ہوگیا تھا، کا ایک کم سن لڑکا تھا۔ حیدر نے اس کے ساتھ اتنے اچھے اخلاق اور نرمی کا برتاؤ کیا کہ نوجوان آدمی اس میں بہہ گیا اور اعتماد کے جوش میں یہ سمجھے بغیر کہ وہ فریب کھا رہا ہے اس نے حیدر کو بتایا کہ اس کا آقا ان شرائط پر ہرگز تیار نہ ہوتا اگر پانی کی فراہمی رُک نہ گئی ہوتی۔ اس پر حیدر کی ہدایت کے بموجب مال غنیمت کا تخمینہ لگانے والوں نے تاخیر کر دی اور اطلاع دی کہ تمام رقم بشمول نقد اور قیمتی ساز و سامان کے صرف ۵ لاکھ روپئے کی قیمت کے برابر تھی۔ حیدر نے اعلان کر دیا کہ گفت و شنید ختم ہوگئی اور یہ جان کر کہ ذخیرہ میں پانی نہیں رہا ہے اس نے پھر سے محاصرہ شروع کر دیا۔ مرار راؤ کو اب غیر مشروط اطاعت کرنی پڑی۔ اسے اور اس کے بیٹوں وینکٹ راؤ اور نرسنگھ راؤ کو قیدی بنالیا گیا۔ وہ کبل ورگ بھیج دیے گئے جہاں مرار راؤ جلد ہی مر گیا۔ گھورپڑے خاندان کے دوسرے افراد میسور کی جیل میں زندگی کے دن کاٹتے رہے۔(۱)

۱۷۷۶ء میں گوٹی کے زوال کے بعد تنگ بھدرا کے جنوب میں واقع وہ تمام علاقہ حیدر کے قبضے میں آگیا جو مرہٹہ اثرات کے ماتحت تھا۔ گوٹی کے زوال پر راناڈے کا تبصرہ قابل ذکر ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "تنجور کا بھی وہی انجام ہوا جو گوٹی کے دوسرے مرہٹہ مقبوضہ کا ہوا تھا اور اسی ایک غلطی کی بنا پر یہ انجام ہوا۔ وہ غلطی یہ تھی کہ اس نے وفاق سے اپنے کو الگ کر لیا تھا اور خود مختار ہونا شروع کر دیا تھا۔ اس علاقے کی کہانی سے یہی سبق ملتا ہے اور یہی مرہٹہ طاقت کی کمزوری کا راز ہے۔ وہ جب متحد و موافق ہوتے ہیں تو طاقتور ہوتے ہیں اور جب ان میں پھوٹ ہوتی ہے تو آزادی بھی برقرار نہیں رکھ پاتے ہیں"۔(۲)

---

(۱) گوٹی کے زوال کے سلسلہ میں میرا بیان لیکھ سنگرہ پر مبنی ہے۔

(۲) راناڈے، مرہٹہ طاقت کا عروج ص ۲۵۴

بہرکیف اگر یہ تبصرہ تنجور کے سلسلہ میں صحیح بھی ہے تو اس کا اطلاق گوئی پر نہیں ہوتا ہے بسنہ ۱۷۶۱ء تک مرارراؤ بلاشک وشبہ ایک آزاد و خود مختار حکمراں معلوم ہوتا ہے لیکن مادھوراؤ کی تخت نشینی کے وقت سے مرارراؤ کے زیر حکومت گوئی نے وہی کام انجام دیا جو اس کو مرہٹہ ریاست نے حوالے کیا تھا اور وہ یہ تھا کہ اس نے ایک ایسے علاقے میں جہاں مرہٹہ اقتدار کو ایک حریف قوت کے حملہ کا خطرہ تھا ایک سرحدی اور پہلی چوکی کا کام انجام دیا۔ گوئی کا زوال مرہٹہ ریاست میں اختلافات اور قیادت کی کمی کے سبب ہوا تھا۔ تین طویل مہینوں تک مرارراؤ نے اپنے محدود وسائل کے ساتھ جنگ جاری رکھی لیکن تب بھی اسے بچانے یا مدد پہنچانے کے انتظامات نہیں کیے گئے۔ اس سے صرف مرہٹہ وفاق کی کمزوری ظاہر ہوتی ہے۔

باب ۵

مرہٹوں سے تعلقات (۱۷۷۶-۱۷۸۰ء)

حیدر نے رگھوبا کی حمایت کی تھی۔ پونا کی وزیروں کی جماعت نظام کو اپنا ہمنوا بنا لینے میں کامیاب ہوگئی تھی۔ حیدر کی بلاری اور گوٹی کی فتوحات، ادونی کے ساتھ اس کے سلوک اور شمال کی طرف اس کی مسلسل پیش قدمی نے نظام اور پونا دربار کو اس کے خلاف متحد کر دیا تھا۔ قبل اس کے کہ کوئی منصوبہ تیار کیا جاتا یا جنگ کی تیاریاں مکمل کی جاتیں حیدر پہلے ہی سے حرکت میں آچکا تھا۔ اس نے سری پت راؤ اور کرشنا راؤ شموگہ کو تنگ بھدرا کی سمت میں مرہٹہ علاقے میں خلفشار پیدا کرنے کے لیے بھیجا[1] وہ ہری ہر اور بیلہل پہنچے اور اپنی توجہ لکشمیسور کی طرف مبذول کی۔ ان کے پیچھے میر رضا تقریباً آٹھ ہزار فوج کے ساتھ آیا۔ اس نے بنکاپور پر قبضہ کر لیا۔ میر رضا کے بعد حیدر وہاں بنفس نفیس پہنچا اور ضلع کے پالیگاروں سے خراج وصول کیا۔ لیکن اسی وقت اسے خبر ملی کہ انگریزوں اور پونا وزارت کے درمیان ایک معاہدہ (معاہدہ پورن دھر مارچ ۱۷۷۶ء) ہوگیا ہے اور گجرات سے مرہٹہ فوجیں جنوب کی سمت بڑھ رہی ہیں۔ کٹھ پتلی راجہ مر گیا تھا اور سرنگاپٹم میں کچھ گڑبڑ شروع ہوگئی تھی۔ مالابار کے نائروں نے بھی علم بغاوت بلند کر دیا تھا۔ حیدر میر رضا کو تقریباً آٹھ ہزار فوج کے ساتھ بنکاپور میں چھوڑ کر جون میں سرنگاپٹم لوٹ گیا۔ میر رضا ایک وقت میں تو لوٹ مار کرتا اور آگ لگاتا دھارواڑ تک پہنچ گیا۔ اگرچہ وہ بھی سرنگاپٹم طلب کر لیا گیا تھا تاہم ان کے حملے اس معنی میں کامیاب رہے تھے کہ ان سے لوگوں کو یہ یقین ہوگیا کہ اس لوٹ مار سے مرہٹے ان کو کوئی تحفظ نہیں دے سکتے۔ حیدر

---

(۱) لیکھ سنگرہ خط نمبر د ۱۸۶

کے وہ نمائندے جو وہاں چھوڑے گئے تھے جون سے اکتوبر ۱۷۶۵ء تک خراج وصول کرتے رہے۔ اور اس میں ان کو کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ پونا دربار اس وقت تک کوئی مہم ترتیب نہیں دے سکا تھا۔ حیدر علی کی اطاعت کا کاشتکاروں کو کوئی الزام نہیں دیا جا سکتا تھا۔ کٹور کر ڈیسائی کے ساتھ چار لاکھ پر معاملہ طے ہو گیا تھا۔

اس پورے عرصے میں مرہٹہ دربار ایک دھوکے باز کو دبانے میں مصروف رہا جس نے اپنے کو سداشیو راؤ بھاؤ بنا کر پیش کیا تھا۔ اب جماعت وزراء کے قائدین نے نظام کے ساتھ یہ طے کیا کہ نظام کے جنرل ابراہیم خاں دھونسہ اور مرہٹہ جنرل ہری پنت دونوں مشترکہ طور پر حیدر کے خلاف اقدام کریں اور مفتوحہ علاقہ کو پونا حکومت اور نظام کے درمیان برابر برابر بانٹ لیں[1] لیکن ہری پنت نے اپنی افواج کی تنخواہیں تین ماہ سے ادا نہیں کی تھیں۔ وہ اپنی تنخواہوں کی ادائیگی کے لیے شور مچا رہے تھے اور ہری پنت اس قابل نہیں تھا کہ وہ سفر شروع کر سکتا۔ کونہر راؤ اور پنڈوانگ راؤ نامی پٹوردھن سرداروں نے پونا حکومت کو اطلاع دی کہ وہ دس ہزار فوج کے ساتھ پیش قدمی کریں گے[2] ان کا کہنا تھا کہ یہ بڑی شرم کی بات ہے کہ میسوریوں کو دھارواڑ کا محاصرہ کرنے کی چھوٹ دے دی جائے۔ ہری پنت ان کے بعد آ سکتا ہے اور ابراہیم خاں دھونسہ کے ساتھ مل کر فتوحات اور حوصلہ مندانہ منصوبے کو عملی جامہ پہنا سکتا ہے[3]

پٹوردھن سرداروں کونہر راؤ اور پنڈورنگ راؤ کے علاوہ دوسرے مرہٹہ سرداروں نے بھی اس مہم میں حصہ لیا۔ وہ کرشنا راؤ پانسے، سوارام گھورپڑے (مرار راؤ کا بھتیجا) منولی کے نیلکنٹھ راؤ شنڈے، نرگنڈ کے ڈیسائی اور دھارواڑ ضلع کے دوسرے سردار تھے۔ جیسے ہی مرہٹوں نے پیش قدمی کی حیدر کو دھارواڑ کا محاصرہ اٹھانا پڑا۔ وہ بنکاپور چلے گئے لیکن تقریباً تین ہزار پیادے دھارواڑ کے جنگلوں میں چھپے رہے۔ اور کسانوں کو برابر پریشان کرتے رہے۔ دسمبر ۱۷۶۵ء میں مرہٹوں نے دوبارہ ہبلی پر قبضہ کر لیا۔

سرہٹی کا حکمراں مرہٹوں سے نفرت کرتا تھا اس لیے وہ حیدر کی مکمل فتح کا خواہاں تھا۔ اس نے حیدر سے کمک کی درخواست کی جو ان سرداروں کو مغلوب کر سکے۔ حیدر نے محمد علی کمیدان کو تقریباً سات ہزار تربیت یافتہ پیادوں اور تین ہزار سواروں اور نو توپوں کے ساتھ بھیجا۔ حیدر کے دربار میں رگھوبا کا نمائندہ

---

(۱) او OR ۱۸۹۵ صفحہ ۱۹

(۲) لیکھ سنگرہ خط نمبر ۱۹۳۶

(۳) لیکھ سنگرہ خط نمبر ۱۹۶۱

باجی راؤ بروے وہاں کچھ مرہٹہ فوج کے ساتھ کمیدان کے تعاون کے لیے موجود تھا۔ پٹوردھن علاقوں کو آزاد کرنے کی شدید خواہش میں پنڈورنگ راؤ بہت آگے بڑھ آیا تھا۔ کمیدان پوری حفاظت سے بنکاپور لوٹ آیا تھا۔ جنگل اس کی حفاظت کر رہے تھے اور سرہٹی کا حکمراں اس کو معلومات پہنچا رہا تھا۔ بنکاپور میں محمد علی کمیدان کے پاس سات ہزار سوار، دس ہزار پیادے اور گیارہ توپیں تھیں[1] جبکہ پٹوردھنوں کی فوج سانسی سے چار کوس کے فاصلہ پر تھی۔ محمد علی کمیدان اس جگہ پہنچ گیا جو سرہٹی کے حکمراں کی ملکیت تھا اور جو اس کے ساتھ تھا۔ مرہٹہ فوج نے میسوری فوج سے دو کوس کے فاصلہ پر اوشی کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ شب خون کے خطرہ کے پیش نظر پنڈورنگ راؤ ایک کوس کے فاصلہ پر اقامت پذیر ہوا اور پوری طرح خبردار اور ہوشیار رہا۔ اس نے میسوریوں پر صبح حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ فوج کے زیادہ محتاط اور تجربہ کار سالاروں کے احتجاج کی پرواہ کیے بغیر وہ سانسی کے لیے روانہ ہوا۔ کمیدان نے تقریباً چھ ہزار تربیت یافتہ سپاہی اور چھ توپیں جھاڑیوں میں چھپا کر گھات میں لگا رکھی تھیں۔ سانسی کے قلعہ کے دونوں جانب اس نے دو حصوں میں ساڑھے تین ہزار سوار متعین کر رکھے تھے۔ بقیہ فوج سرہٹی کے حکمراں کے زیر قیادت قلعہ میں موجود رہی[2] مرہٹے صرف سوار دستوں کو دیکھ سکتے تھے اور پیادے ان کی نظروں سے اوجھل تھے۔ جیسے وہ آگے بڑھے ان کی صفوں پر گولیوں کی ایک زبردست بوچھاڑ ہوئی۔ سوار دستوں اور پیادوں نے ایک مشترکہ اور متحدہ حملہ کیا۔ پٹوردھن سپاہی بھاگ نکلے اور بھاگتی فوج اتنی افراتفری کا شکار تھی کہ اس کو روکا نہیں جا سکتا تھا۔ کونہر راؤ مارا گیا اور پنڈورنگ راؤ زخمی ہو کر گرفتار ہوا اور یہی حال شیوراؤ گھورپڑے کا بھی ہوا۔ سرداروں میں تنہا کرشنا راؤ پانسے تقریباً تین چار ہزار سواروں کے ساتھ بچ نکلنے میں کامیاب ہوا۔ پنڈورنگ راؤ قید کی حالت میں مرگیا۔ دوسرے قیدیوں کو چار سال بعد ایک کثیر رقم لے کر رہا کیا گیا۔ شیوراؤ گھورپڑے کو بہر حال رہا نہیں کیا گیا۔

پونا کی حکومت نے محسوس کیا کہ اب صورت حال پر قابو پانے کے لیے ان کو کچھ کرنا چاہیئے۔ ہری پنت اب بھی تیار نہیں تھا۔ پرسورام بھاؤ کو جو کہ اس وقت کوہلاپور میں تھا ہدایت کی گئی کہ وہ میسوریوں کے خلاف دھاروار اور بنکاپور کے علاقے میں پیش قدمی کرے۔ وہ ۲۲ جنوری ۱۷۷۸ء کو منولی پہنچا۔ سانسی کے بھگوڑوں اور کوہلاپور کے سپاہیوں کی تعداد دس ہزار کے قریب تھی۔ وہ منولی میں جمع ہوئے۔ چونکہ بھاؤ

---

(۱) لیکھ سنگرہ خط نمبر ۱۹۶۱

(۲) 〃 خط نمبر ۱۹۶۸

کے پاس کافی رقم نہیں تھی چنانچہ اس کے سپاہیوں نے مرہٹہ علاقے تک میں لوٹ مار شروع کر دی۔ اتنی فوج کے ساتھ محمد علی کمیدان کے ساتھ مقابلہ کرنا ناممکن تھا۔ میسوریوں نے دھاروار کا محاصرہ کر لیا تھا۔ جو منولی سے ۴۰ کوس کے فاصلے پر تھا۔ منول سے ایک پہاڑی راستہ گھنے جنگلوں سے ہو کر دھاراوار جاتا تھا۔ اس کو منولی باڑی کہا جاتا تھا۔ دوسری چھوٹی چھوٹی پگڈنڈیاں بھی تھیں لیکن فوج کے معہ ساز و سامان کی نقل و حرکت کے لیے صرف یہی راستہ مناسب تھا۔ باڑی کے مغرب میں واقع قلعے مرگوڈ، اکوڑی دودواڈ مرہٹوں کے قبضہ میں تھے۔ دودواڈ سے دھاروار صرف دس میل کے فاصلے پر تھا۔ پرسورام بھاؤ کا کام ان قلعوں کی حفاظت کرنا تھا۔ اس کے فرائض میں یہ بھی شامل تھا کہ وہ میسوریوں کو دھاروار کا محاصرہ اٹھانے پر مجبور کرے، جنگل پر قبضہ کرنے سے روکے اور اس وقت تک رکا اور جما رہے جب تک ہری پنت نہ آجائے اور تب پھر جارحانہ حملے کرے۔

پانچ ہزار سپاہی اکوڑی میں رکھنے کا فیصلہ کیا گیا تاکہ دودواڈ تک کے علاقے کی حفاظت کرے اور محمد علی کی فوجوں کی نگرانی کرے۔ پنڈاریوں کو ہبلی بھیجا گیا۔ دھاروار جیسے مضبوط قلعے کے محاصرہ کے لیے جبکہ مرہٹے اتنے قریب ہوں محمد علی کو ایک فوج کی ضرورت تھی جو ان کا مقابلہ کرے اور ایک فوج لشکرگاہ کی حفاظت کرے اور ایک فوج مورچوں پر تعینات کی جائے۔ چونکہ اس کے پاس ان سب کاموں کے لیے کافی فوج نہیں تھی اس لیے وہ لوٹ آیا۔ اس نے اپنی کچھ توپیں اور سامان بنگلور بھیج دیے تھے لیکن یہ دیکھ کر کہ بھاؤ نے حملہ نہیں کیا وہ ان کو واپس ہبلی لے آیا اور وہاں وہ بہت ہوشیار و خبردار رہا۔ پنڈاری کبھی کبھی لکشمیسور تک گھس جاتے تھے اور میسوری بریدار اور پنڈاری ایک دوسرے کو لوٹتے رہے۔ ان جھڑپوں کی بنا پر کوئی بڑی جنگ نہ ہو سکی۔ اگرچہ بھاؤ کو خدشہ تھا کہ منولی سے چارہ حاصل کرنے میں اسے خاصی مشکل پیش آئے گی لیکن وہ زیادہ دور تک نقل و حرکت نہیں کر سکا کیونکہ اس نے منولی کے قریب ہی رہنے کا فیصلہ کیا تاکہ کمیدان کے جنگل پر قبضے کی صورت میں وہ کوچ کے لیے تیار رہے۔ محمد علی کو برابر کمک پہنچ رہی تھی۔ بھاؤ نے پونا اور رمراج کو کمک کے لیے لکھا تھا لیکن ابھی تک اسے کوئی مدد نہیں ملی تھی۔ گجرات سے مرہٹہ فوجیں جولائی ۱۷۷۶ء میں لوٹ آئی تھیں لیکن ان کے حسابات ابھی تک طے نہیں پا سکے تھے۔ وارنا کے دوسری طرف کولہاپور کی فوجیں ان علاقوں میں لوٹ مار کر رہی تھیں۔ بھاؤ کی فوج میں یہ افواہ گشت کر رہی تھی کہ حیدر نے کولہاپور کے لوگوں کو تین لاکھ ہن اس لیے دیے تھے کہ وہ مرہٹوں کو دھاروار بنگلور کے علاقے پر حملہ کرنے سے روکے رہیں۔ اس علاقے میں فوجیں بھیجنا ضروری تھا۔

بھاؤ کو منولی میں اور کمیدان کو ہبلی میں پڑاؤ ڈالے رہنا پڑا۔ کمیدان نے منولی باڑی پر اچانک حملہ

کر کے قبضہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے جنگل کے مشرقی جانب چار ہزار سپاہی لے کر مرہٹوں کی نقل و حرکت کی نگرانی کے لیے بھیجے۔ بھاؤ روزانہ باڑی پار کر کے ایک خاص فاصلہ تک اس خیال سے جاتا تھا کہ مرہٹوں کی نقل و حرکت کی نگرانی کر سکے اور وہاں پیدا ہونے والی اچھی فصل سے اپنے گھوڑے کے لیے چارہ مہیا کرے۔ وہ اپنے دشمنوں کے سامنے اپنے سکون و اطمینان کا مظاہرہ بھی کرنا چاہتا تھا۔ مرہٹوں کو ترغیب دینے کی غرض سے کمیدان دس یا بارہ کوس بنکاپور کی طرف پیچھے ہٹ آیا۔ وہ بھاؤ کو غافل کر کے اچانک شبخون مارنا چاہتا تھا۔ جب بھاؤ اگر گل میں مقیم تھا اس نے ۲۲ر مارچ کی رات کو اس پر بارہ ہزار تربیت یافتہ پیادوں سات ہزار سواروں اور توپوں کے ساتھ حملہ کیا لیکن بھاؤ کو آسانی سے دھوکا نہیں دیا جا سکتا تھا۔ وہ پہلے سے جانتا تھا کہ حملہ ہونے والا ہے۔ اس کی ایک جھڑپ ہوئی اور اپنے ساز و سامان سمیت پھر وہ باڑی کی دوسری جانب پسپا ہو گیا۔ بھاؤ نے منولی میں اور کمیدان نے اگر گل میں پڑاؤ ڈال دیا۔ بھاؤ برابر اسے پریشان کرتا رہا اور کمیدان کو مسلسل خدشات گھیرے رہے۔ یہاں تک کہ اسے ہبلی لوٹ آنا پڑا۔ بھاؤ اپنی چھوٹی سی فوج کے ساتھ جو کچھ کر سکتا تھا وہ اس نے کیا۔ کٹور کا حکمراں اور نوگل کنڈ کا سردار دونوں حیدر کے ساتھ نہیں مل سکے۔ منولی باڑی پر مرہٹوں کا قبضہ رہا۔[1]

ہری پنت اور حیدر (جولائی ۱۷۷۶ء) —— ہری پنت بھاؤ کی مدد کے لیے آیا لیکن چونکہ اس کی فوج کی تنخواہیں بقایا تھیں اس لیے اس کے سپاہی حکم عدولی پر آمادہ تھے اور اس سے قبل کہ مرہٹہ فوج حرکت میں آئے سپاہیوں کی تنخواہوں کی ادائیگی ضروری تھی۔ رام چندر نرائن ہیری کر سے قرض حاصل کیا گیا اور فوجوں کو ایک لاکھ روپیہ ادا کر دیا گیا۔ پرسورام کی فوجوں کی تنخواہ بھی چار ماہ سے باقی تھی۔ پونا دربار نے ہری پنت کو دو لاکھ روپیہ بھیجا۔ اس خدشہ سے گھبرا کر کہ غیر مطمئن سپاہیوں کی واپسی کی وجہ کرشنا تنگ بھدرا کے علاقے میں مرہٹہ طاقت انتشار کا شکار ہوگی اس لیے انھوں نے آئندہ اور رقم بھیجنے کا وعدہ کیا۔

ہری پنت کی فوجیں سرہٹی میں ۱۹ر جولائی کو پہنچیں۔ نولکنڈ کے سردار نے بطور خراج ۶۵ ہزار روپے ادا کیے اور اس وصولیابی کے بعد بھاؤ اپنی فوجوں کے ساتھ ۲۹ر جولائی کو سرہٹی پہنچا۔ انھوں نے مل کر پٹنہ پر قبضہ کر لیا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ قلعہ کی اندرونی افواج کو امید تھی کہ سانسی اور بنکاپور میں موجود حیدر کی فوجوں کی طرف سے امداد آئے گی۔ ۳۱ر اگست کو قلعہ پر حملہ کیا لیکن اس پر قبضہ کرنے میں ناکام رہا۔ دوسرے

---

(۱) اتہاس سنگرہ خطوط ۱۹۹۸، ۲۰۰۴، ۲۰۱۲، ۲۰۴۱، ۲۰۵۸، ۲۰۶۴

دن اس نے پھر حملہ شروع کیا اور قلعہ پر قبضہ ہوگیا۔[1] سانسی کے علاوہ اس علاقے کے تمام اہم مقامات پھر مرہٹوں کے ہاتھ لگ گئے۔ پرسورام نے سرہٹی کے حکمران کے آخری اہم مقبوضہ سانسی کی طرف پیش قدمی کی جو حیدر کا پٹھو اور حلیف تھا اور ہری پنت نے سوانور سے خراج وصول کرنے کے لیے پیش قدمی کی۔ اب انھوں نے سنا کہ حیدر نے چتل ورگ کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ چتل ورگ کے حکمران نے اپنے وزیر پرشوتم کو ہری پنت کے پاس مدد حاصل کرنے کے لیے بھیجا تھا لیکن خود ہری پنت مشکلات میں اپنے کو گھرا ہوا محسوس کر رہا تھا کیونکہ اسے یہ یقین نہیں تھا کہ اس کے سپاہیوں پر اس کا اختیار مستحکم ہے۔ مرہٹوں کی جانب سے کوئی یقین دہانی نہ ملنے پر چتل ورگ کے حکمران نے حیدر سے گفت و شنید شروع کی جو اصرار کر رہا تھا کہ وہ چودہ لاکھ بطور نذرانہ ادا کرے اور اس کی فوج کے لیے مددگار دستے دے۔ چتل ورگ کا حاکم قسطوں میں ادا کرنے پر راضی ہوگیا لیکن چتل ورگ کے سکوں کی قیمت کے سلسلہ میں دونوں میں اختلاف تھا۔ حیدر کے نزدیک چتل ورگ کے سکوں کی قیمت نصف تھی۔ یہ سن کر کہ مرہٹہ سالار ابھی واپس نہیں گئے ہیں حاکم چتل ورگ نے کچھ بھی دینے سے انکار کر دیا اور پھر لڑائی شروع ہوگئی۔[2] چتل ورگ کے حاکم نے بار بار دھاوے کیے اور حیدر کی فوج کے بہت سے آدمیوں کو مار ڈالا لیکن حیدر ذرا نہیں گھبرایا۔ اسی دوران وہ پونا دربار سے لکشمن راؤ دستے کے ذریعے گفت و شنید کرتا رہا۔ اس کی تجویز تھی کہ دونوں سلطنتوں کے درمیان تنگ بھدرا کو سرحد مان لیا جائے۔ اس نے تین سال کے بقایا خراج کی ادائیگی اور پنڈورنگ راؤ جس کو سانسی میں گرفتار کر لیا گیا تھا اس کی رہائی کا وعدہ کیا لیکن مرہٹہ دربار کا مطالبہ تھا کہ تنگ بھدرا کی دوسری جانب کا تمام علاقہ واپس کیا جائے اور مرار راؤ کو رہا کیا جائے مگر اس معاملہ میں حیدر سخت تھا اور جھکنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ چنانچہ گفت و شنید ختم ہوگئی۔[3]

ہری پنت کی فوجوں کی تنخواہ کی بقایا رقم بہت بڑھتی رہی۔ پونا دربار ادائیگی نہ کر سکا جس کا اس نے وعدہ کیا تھا۔ بھاؤ نے سانسی اور مسری کوٹ پر قبضہ کر لیا۔ تب مرہٹہ سالاروں نے سنا کہ چتل ورگ کے حاکم سے شرائط طے کر لینے کے بعد حیدر تنگ بھدرا کی طرف بڑھ رہا ہے لیکن چونکہ دریا میں سیلاب آیا ہوا

---

(۱) لیکھ سنگرہ خطوط ۲۱۵۷، ۲۱۹۲

(۲) " " خط نمبر ۲۱۴۸

(۳) " " خط نمبر ۲۱۵۶

تھا۔ اس لیے اس کے عبور کرنے اور اچانک حملہ کرنے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ بھاؤ نے رام چندر بہرکیر کو ساڑھے چار لاکھ کے بدلے دھارواڑ اور کوپل دے دیے۔ سوانور کے خراج کی رقم تین لاکھ پندرہ ہزار روپئے مقرر ہوئی تھی۔[1] حاکم چتل درگ سے شرائط طے کرنے کے بعد حیدر ہری ہر سے ۵ کوس آگے بڑھ آیا۔ دونوں فوجیں سیلاب کے آنے کا انتظار کر رہی تھیں۔ چتل درگ کے حاکم نے مرہٹہ امداد ملنے کی امید میں معاہدہ صلح کی شرائط توڑ دیں۔[2] اس نے مرہٹہ سالار دا) کو لکھا کہ وہ ان کے اخراجات برداشت کرنے کے لیے تیار ہے۔

رگھوناتھ راؤ کے نمائندے اباجی مہادیو اور تلاجی پوار غداری کے بیج بونے میں لگے ہوئے تھے۔[3] وہ بنکاپور میں تھے۔ انھوں نے بڑی فیاضی سے رشوتیں دیں اور بعض سلمداروں کو خراب کرنے کے بعد بگاڑنے میں کامیاب ہوگئے۔ ہری پنت کو شبہ تھا مگر اس کو اس کا کوئی صحیح علم نہ تھا۔ کھرے لکھتا ہے کہ اس مہم میں تیس پینتیس ہزار سپاہی شامل ہوئے جن میں سے نصف سے زیادہ جاگیرداروں کے تھے۔ لیکن وہ بھی اپنے آدمیوں کی تنخواہ نہیں دے سکے تھے۔ اگر فی سوار بیس روپئے ماہ کے حساب سے چار ماہ کی مہم کے دوران اخراجات کا میزان ۲۸ لاکھ تک پہنچا لیکن وہ چودہ لاکھ تیس ہزار روپئے سے زیادہ نہیں کر سکے تھے۔[4]

سوار دستوں کے علاوہ پیادے اور توپ خانہ بھی تھا جس کے اخراجات چار ماہ میں ۱۲ لاکھ روپئے کے قریب ہوتے۔ مجموعی طور سے فوج ۲۶ لاکھ روپئے کی مقروض تھی چنانچہ فوج میں بڑی بے اطمینانی پھیلی ہوئی تھی اور حیدر کے نمائندوں کو بڑی زرخیز زمین ملی تھی جس میں وہ غداری کے بیج بو رہے تھے۔

چتل درگ کے حاکم نے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ تنگ بھدرا کو گنگ ناتھ کے مقام سے عبور کریں گے تو وہ ان کے پہلے پڑاؤ پر ان کو ایک لاکھ ۲۵ ہزار روپئے ادا کرے گا۔ اسی وقت ہری پنت کو پونا سے ۴½ لاکھ روپئے موصول ہوئے۔ ہری پنت اور بھاؤ نے اپنی فوجوں کے ساتھ گنگ ناتھ کے مقام پر

---

(۱) لیکھ سنگرہ خط نمبر ۲۱۶

(۲) ، ، خط نمبر ۲۱۵۶

(۳) ، ، خط نمبر ۲۱۵۳

(۴) دو لاکھ پونا سے، ۴ لاکھ بھاؤ کا حاصل کردہ قرض ۴½ لاکھ دھارواڑ اور کوپل تعلقوں کا، ۶۵ ہزار نولگنڈ سے خراج اور تین لاکھ ۱۵ ہزار سوانور سے خراج۔

تنگ بھدرا کو ۲۴ نومبر کو عبور کیا۔ اس پر حیدر اپنے پڑاؤ سے ہری ہر کی طرف ۵ کوس بڑھا۔ جب اسے اطلاع ملی کہ مرہٹے چتل ورگ جا رہے ہیں تو وہ ان کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ چتل ورگ کے والی نے مرہٹوں سے ان کی مدد کے عوض ۵ لاکھ روپئے کی رقم ادا کرنے کا وعدہ کیا تھا لیکن بھاؤ اس وقت بیمار تھا اور شدید پیچش اور بخار میں مبتلا تھا۔ یہ ایک بڑی مجبوری تھی۔ راستے پہاڑوں اور جنگلوں سے ہو کر گذرتے تھے اور ان میں اس کے تمام سامان حرب کے ساتھ ہو کر پیش قدمی کرنا بہت مشکل تھا۔ چنانچہ ہری پنت نے ایک دوسرا راستہ اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔ وہ بلاری ہو کر جانا چاہتا تھا جہاں اسے امید تھی کہ نظام کے سالار دھونسہ سے اس کی ملاقات ہوگی اور تب وہ میدانی راستے سے چتل ورگ کی طرف بڑھے گا۔ چنانچہ اس نے اپنے کوچ کا رُخ ہمپی کی طرف کر دیا۔[1]

وہ علاقہ بھی سواروں کے لیے مناسب نہ تھا۔ حیدر مرہٹہ فوج کی پشت پر تقریباً پانچ دس کوس کے فاصلے پر ۱۲ ہزار سوار، ۲۰ ہزار پیادوں اور توپوں کے ساتھ لگا ہوا تھا۔[2] وہ تعاقب میں لگا ہوا تھا اور حملہ کرنے کے لیے کسی فوجی نقطۂ نظر سے مناسب اور آسان مقام کی تلاش میں تھا۔ مرہٹوں نے محسوس کیا کہ پلٹ کر حملہ کرنا ان کے لیے مشکل ہے کیونکہ پہاڑی راستے میں سواروں کی نقل و حرکت بڑی دِقت طلب تھی۔ مرہٹوں نے سونڈر باڑی کو عبور کر لیا اور ادونی کے میدانوں میں آ گئے۔ حیدر نے ان سے ۱۵ کوس کے فاصلے پر درو جی میں اپنا پڑاؤ ڈالا۔ مرہٹوں نے اپنے لشکر گاہ کا ساز و سامان رام ورگ میں رکھا اور فوج نے پڑاؤ رار دی میں ڈالا۔ مرہٹے وہاں ۱۵ دن کے لیے ٹھہرے تھے۔ بھاؤ کو اپنی بیماری سے اتنا افاقہ ہو گیا تھا کہ وہ اپنے دستوں کی کمان پھر سے سنبھال سکتا تھا۔ مرہٹوں کو نظام کے سالار دھونسہ کی آمد کی توقع تھی اور ان کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ دونوں مل کر مشترکہ فوج کے ساتھ چتل ورگ کی طرف پیش قدمی کریں گے۔ دھونسہ نے لکھا تھا کہ "میرے آنے سے پہلے دشمن سے مقابلہ مت کرو" لیکن اس کی آمد کے امکانات پہلے کے مقابلے میں اور بھی تاریک ہو گئے تھے۔ مرہٹے بڑی مشکل میں پھنس گئے تھے۔ حیدر نے فوج کا ایک بڑا حصہ درو جی میں متعین کیا اور دوسرا بلاری سے ۱۰ کوس کے فاصلے پر مرگوڈ میں تعینات کیا۔ مرہٹے دو فوجیوں کے بیچ میں پھنس گئے تھے۔ امدادی دستے بھی بڑی مشکل سے ان تک پہنچ سکتے تھے۔ ہری پنت کا منصوبہ تھا کہ وہ اپنے تمام ساز و سامان کو تنگ بھدرا کے پار بھیج دے اور جب تک دھونسہ نہ آ جائے تب تک مرہٹوں کا

---

(۱) لیکھ سنگرہ خط نمبر ۲۱۹۰

(۲) . . . . .

روایتی طریقۂ جنگ یعنی گوریلا جنگ جاری رکھی جائے۔

جب ہری پنت کا سامان دریا کے دوسری جانب منتقل کیا جارہا تھا تو حیدر نے (پہلی جنوری ۱۷۸۷ء) کو اچانک حملہ کر دیا۔ ایک چھوٹا سا دستہ اس سامان کی حفاظت کے لیے گیا جو آرہا تھا۔ وہ چاروں جانب سے گھیر لیے گئے۔ وہ بہرکیف مرکزی فوج سے آملنے میں کامیاب ہوئے اگرچہ گووندراؤ مارا گیا اور مہاجی اور آنند راؤ زخمی ہو گئے۔ مرہٹہ فوج نے ایک حلقہ سا بنا لیا تھا تاکہ تنگ بھدرا کے دوسری جانب بازار کو حفاظت کے ساتھ منتقل کیا جاسکے۔(۱) ہری پنت اور بھاؤ کو اپنی صفوں میں غداری کا شبہ تھا۔ انھوں نے حملہ نہ کرنے کا فیصلہ کیا لیکن آہستہ آہستہ وہ پسپا ہو گئے تاہم دونوں فوجیں راردی کے قریب تقریباً ایک دوسرے کی نظر میں تھیں۔ ہری پنت جانتا تھا کہ مناجی سندھیا حیدر کے ساتھ اشتراکِ عمل کر رہا تھا حقیقت میں مناجی سندھیا حیدر کے خط کے ساتھ پکڑ لیا گیا تھا۔ اس کو سزا دینے کے لیے ہری پنت اور پرسورام نے اس کے پڑاؤ پر اچانک حملہ کیا لیکن مناجی نکل بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کی بیوی اور خوشدامن وہاں پائی گئیں اور اس کا پڑاؤ لوٹ لیا گیا۔ مناجی حیدر سے زیورات اور کپڑوں کے علاوہ ایک لاکھ ہن پائے تھے جس میں سے ۷۰ ہزار ہن وہاں پائے گئے۔ جسونت رائے منے مناجی کا ایک شریک کار توپ سے اڑا دیا گیا۔(۲) ایک جمعدار گروی بھی قتل کر دیا گیا۔ اس واقعہ نے مرہٹہ لشکر گاہ کے دوسرے سرداروں میں خوف و ہراس پیدا کر دیا کیونکہ جب کچھ دن بعد دو بڑے مرہٹہ سرداروں مہاداجی راجی بھونسلے اور نیلکنٹھ راؤ مورت کو کسی جرم میں پکڑا گیا تو ان کو مقدمہ کے لیے پونا بھیج دیا گیا۔ ہری پنت کو اپنی پسپائی جاری رکھنی تھی اور اس کی سوار فوج حیدر کے حملوں سے بڑی کامیابی سے حفاظت کر رہی تھی۔ تنگ بھدرا عبور کرنے کے بعد مرہٹوں کی ملاقات نظام کے جنرل دھونسہ سے ہوئی لیکن دھونسہ مکمل طور پر ناقابل اعتماد ثابت ہوا۔(۳) یا تو حقیقتاً وہ بزدل (چوزہ سینہ) تھا یا نظام کی مذبذب پالیسی کی بنا پر وہ حملہ کرنے سے گریز کر رہا تھا۔ یہ دکھانے کے لیے کہ وہ مرہٹہ نظام کے اتحاد کی پرواہ نہیں کرتا حیدر نے تنگ بھدرا کے شمالی کنارے پر واقع مرہٹہ علاقوں میں لوٹ مار کرنے کے لیے اپنے دستوں کو بھیجا۔ اس نے کوپلی کے علاقے میں تمام مقامات پر لوٹ مار مچائی۔ دمبلکر ڈیسائی سے ایک لاکھ ہن وصول کیا اور لکشمیسور کے پرگنے میں اپنے تمام علاقے واپس لے لیے۔ اس کے فرزند

---

(۱) لیکھ سنگرہ خطوط نمبر ۳۲۲۰ اور ۳۲۲۱

(۲) " " " ۳۲۲۸ اور ۲۲۳۱

(۳) " " خط نمبر ۲۲۳۴

ٹیپو نے دس ہزار چیدہ سواروں کے ساتھ دھارواڑ پر حملہ کیا۔ ہری پنت نے وہاں تین ہزار محافظ فوج چھوڑی تھی لیکن ٹیپو نے شہر اور ٹکسال کو خوب لوٹا۔ قبل اس کے کہ اس کو پسپائی پر مجبور ہونا پڑے اور مرکزی فوج سے جا ملے واپس سفر میں وہ ہبلی پر دھمکیاں دے کر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوا۔ دھونسہ کی سست رفتاری، مرہٹہ علاقوں میں اس کی لوٹ مار اور تیزی اور مستعدی میں اس کی ناقابل انکار لاپرواہی یا عدم توجہی نے بھی ہری پنت کی فوج کو مفلوج کر دیا۔[1] چنانچہ ہری پنت نے پونا کی حکومت سے کمک طلب کی۔ مرابا اور ہولکر نانا فرنویس کے خلاف سازشیں کر رہے تھے جو کمک بھیجنے پر راضی نہیں تھا۔ لیکن اس کو ہری پنت کی کمک کے لیے اپا بلونت کو پانچ ہزار فوج بھیجنے کے لیے راضی کر لیا گیا۔ مرہٹوں نے سنگستا پور کے قریب دریا کو عبور کرنے اور چتل ورگ کے حکمران کی ایک بار پھر امداد کو جانے کا فیصلہ کیا۔ لیکن دھونسہ نے قطعی انکار کر دیا۔ اس نے کہا تھا کہ "اگر تم عبور کرنے کے لیے اصرار کرو گے تو میں واپس چلا جاؤں گا"۔[2] بھاؤ اور پنت نے اسے لکھا تھا کہ "اگر وہ عبور کرنے سے انکار کرے تو وہ اسے ایک دشمن سمجھ کر برتاؤ کریں گے۔ آخر کار وہ ساتھ دینے پر راضی ہو گیا۔ ۲۴ مارچ ۱۷۷۸ء کو انھوں نے دوسری بار پھر دریا عبور کیا۔[3] لیکن دس یا بارہ دن بعد وہ پونا میں مرابا کی سازشوں کو ختم کرنے کے لیے واپسی پر مجبور ہوئے بھاؤ اور تانتیا کو نانا کے خطوط ۵ اپریل کو ملے اور ۶ اپریل کو وہ واپس ہوئے۔

نانا کا ایک چچا زاد بھائی مرابا فرنویس وزرا کی کونسل کا ایک اہم رکن تھا۔ ہولکر کی مدد سے وہ اپنی بالادستی منوانے اور نانا کو پورن دھر کی طرف جانے پر مجبور کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ مرابا رگھوبا کے اقتدار کی بحالی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ لیکن نانا ایک چالاک شخص تھا۔ چونکہ کولہاپور کا سردار رگھوبا کی حمایت میں انتشار پھیلا رہا تھا مہاداجی سندھیا کو اس کے خلاف بھیجا گیا۔ نانا کا منصوبہ یہ تھا کہ ہری پنت اور مہاداجی میرج میں جمع ہوں اور اس کے اقتدار کی بحالی کے لیے پونا پر چڑھائی کریں۔ ظاہری طور پر یہ کہا گیا تھا کہ وہ کولہاپور میں حیدر کے خلاف فوج کشی کے لیے جمع ہوں گے۔ اس سوچے سمجھے منصوبے نے حیدر اور مرابا دونوں کو دھوکہ میں رکھا۔ نانا نے اپنا پرانا مقام حاصل کر لیا تاہم حیدر کو آزاد چھوڑ دیا گیا کہ وہ نہ صرف چتل ورگ کے حکمران کو مطیع بنائے بلکہ تنگ بھدرا اور کرشنا کے تمام درمیانی علاقے پر اپنا تسلط جمانے۔ گرانٹ ڈف کا بیان ہے کہ

---

(۱) لیکھ سنگرہ خطوط نمبر ۲۲۵۰، ۲۲۵۱، ۲۲۵۴

(۲) ” ” خط نمبر ۲۲۵۱

(۳) ” ” خط نمبر ۲۲۷۳

ہری پنت نے حیدر کو بیوقوف بنا کر اپنی واپسی کے عوض اس سے ایک کافی رقم اینٹھ لی تھی جو دوسری وجوہ کی بنا پر نہایت ضروری تھی لیکن اس خیال کی کسی بھی ہمعصر مراٹھی دستاویز سے تصدیق نہیں ہوتی ہے۔

حیدر کے سامنے اب کھلا میدان تھا۔ اس نے کرشنا تنگ بھدرا کے دوآبے میں تمام اہم مقامات پر یکے بعد دیگرے قبضہ کر لیا۔ صرف دھارواڑ نے کافی عرصے کے لیے مزاحمت کی۔ نرگنڈ، سرہٹی اور دل کے ڈلیسائیوں نے برضا و رغبت اطاعت کر لی اور اپنے اپنے متعلقہ علاقوں میں اپنے مقام پر اس وعدہ پر برقرار رہے کہ وہ حیدر کو معمول کے مطابق سالانہ خراج ادا کرتے رہیں گے۔ ان میں سے ہر سردار کو بطور نذرانہ سالانہ خراج کے مساوی رقم ادا کرنی تھی۔ بعد میں سوانور کے پٹھان سردار کے گھرانے میں حیدر نے شادی کر کے روابط قائم کر لیے۔ چتل درگ کے پالیگار کا دوسری بار محاصرہ کر لیا گیا۔ اس مرتبہ اس کے لیے کوئی چارہ نہیں تھا کیونکہ اس کی ملازمت میں مسلمان فوجیوں کو ورغلا لیا گیا تھا۔ پالیگار نے اطاعت تسلیم کر لی اور اپنے خاندان کے ساتھ قیدی بنا کر سرنگاپٹم بھیج دیا گیا۔ ایک نائر چیلا شیخ ایاز کو وہاں گورنر کی حیثیت سے متعین کیا گیا۔ میر صاحب کو کڈپہ کے خلاف مہم پر بھیجا گیا۔ چتل درگ پر قبضہ کے بعد حیدر اس سے آملا۔ شدید مصائب و پریشانیوں سے پریشان ہو کر پٹھانوں نے کچھ مزاحمت کے بعد سر اطاعت خم کر دیا۔ اس طرح کڈپہ کو ریاست میں شامل کر لیا گیا۔ پٹھان نواب سڈ ہاوٹ چلا گیا لیکن اس کی حیثیت متزلزل تھی اور سوائے اطاعت کرنے کے اس کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا۔ وہ قیدی بنا کر سرنگاپٹم لے جایا گیا۔

اس طرح حیدر کی فتوحات کی کہانی پایۂ تکمیل تک پہنچتی ہے۔[1] جیسے کہ ایک فرانسیسی دستاویز بیان کرتی ہے کہ "نسبتاً آہستہ تاہم مستقل مزاجی کے ساتھ قدم اٹھا کر اس نے ایک نئی قوت حاصل کر لی تھی۔ اس کامیابی میں خوش قسمتی نے بھی اس کا ہمیشہ ساتھ دیا۔ حیدر کا موازنہ ایک ایسی لہر سے کیا جا سکتا ہے جو اپنے راستے کی تمام چیزوں کو بہا لے جاتی ہے یا تباہ کر دیتی ہے۔"[2] شمال میں تنگ بھدرا تک اور تنگ بھدرا اور کرشنا کے درمیان کے علاقوں کو اس نے اس وقت اپنی سلطنت میں شامل کیا تھا۔ مرہٹہ طاقت اندرونی جھگڑوں کی بنا پر مفلوج ہو کر رہ گئی تھی۔ جب مرہٹہ ریاست نے اس کی ان تمام جارحیتوں کو تسلیم کر لیا تو حیدر نے اپنے عروج اور خوشحالی کی انتہائی بلند منزل کو چھو لیا۔

---

(۱) او آر ۱۸۶۵ ورق ۲۲ - حیدر جو ہمیشہ قسمت آزمائی کرتا رہتا تھا سوچتا تھا کہ اگر وہ امن کے زمانے میں فوجوں کو تنخواہ دیتا رہا تو وہ پیسے کی بربادی کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔

(۲) ہندوستانی تاریخی دستاویزات کمیشن کی روداد جلد ۱۳ مضمون کے اے نیلکنٹھ شاستری۔

جنوبی ہندوستان پر دو عوامل نے سیاسی صورت حال پر اثر ڈالا تھا۔ اوّل تو میسور اور مرہٹوں کے درمیان بڑی گہری رقابت تھی۔ دوسرا سبب انگریزوں کا رویہ تھا جنھوں نے حیدر کو "اپنا فطری دشمن" قرار دے دیا تھا۔ ایک فرانسیسی دستاویز سے معلوم ہوتا ہے کہ "اپنی شاطرانہ پالیسی کی بنا پر انگریزوں نے علیحدگی کو بڑھاوا دیا تھا اور ان دو طاقتوں (مرہٹوں اور میسور) کے درمیان جنگ برقرار رکھی تھی۔ دو حریف طاقتوں کے درمیان اتحاد محض گفت و شنید کے ذریعے پیدا کرنے کے لیے ایک عام پالیسی سے زیادہ کی ضرورت تھی"۔[1] اس کے بعد سے حیدر کے کردار کا مطالعہ انگریزی اقتدار کے خلاف ایک محاذ کے طور پر کرنا چاہیے جس کا موقعہ خود انگریزوں کی حکمت عملی کی حماقت نے فراہم کیا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کی انگریزوں سے پہلی جنگ ۱۷۶۷ء میں ہوئی تھی لیکن یہ سوچنے کی کوئی وجہ نہیں کہ اس نے اس وقت انگریزی طاقت کو اپنے لیے ایک ناقابل تسخیر دشمن سمجھا ہو۔ برخلاف اس کے یہاں اپنے علاقائی اور روایتی رقیب و حریف مرہٹوں کے خلاف انگریزوں کی مدد حاصل کرنے کی شدید خواہش ملتی ہے۔ ۱۷۷۰ء تک وہ انگریزوں سے بد دل نہیں تھا۔ اس نے غالباً غلط نہیں کہا تھا کہ "میں نے اپنی زندگی کے کئی برس اس خوش فہمی میں گذار دیے کہ انگریز ایک عظیم قوم ہے"۔ اس نے محمد علی کے سفیروں کو بتایا تھا کہ جنگ غالباً ناگزیر بن گئی ہے۔ ایک مرتبہ جب یہ فیصلہ ہو چکا تھا تو مرہٹوں سے صلح کرنا دوسرا قدم تھا بشرطیکہ مرہٹے اس پر اپنی رضامندی ظاہر کرتے۔ حکمت عملی کا انقلاب جس کے لیے نانا فرنویس کا انتظام و انصرام ذمہ دار تھا۔ صورت حال کا لازمی اور منطقی نتیجہ تھا لیکن ہمیں بہرحال نانا صاحب کی حکومت کو اس کے لیے خراج تحسین پیش کرنا چاہیے کہ اس نے روایتی دشمنی کے کمزور اور بچکانہ احساسات سے اپنا پیچھا چھڑا لیا تھا اور بدلی ہوئی سیاسیات اور حکمت عملی کو سمجھا تھا۔

---

(۱) ہندوستانی تاریخی دستاویزات کمیشن کی روداد جلد ۳۰ مضمون اے کے نیلکنٹھ شاستری۔

باب ۱۶

انگریزوں سے تعلقات ۱۷۶۹-۷۵ء

ولکس حیدر کے بارے میں لکھتا ہے کہ وہ واقعات کے سلسلے میں جذباتیت کا شکار نہیں ہوتا تھا۔[1] ۱۷۶۹ء سے ۱۷۷۵ء کے دوران جو معاملات پیش آئے اس کے نتیجے میں حیدر علی نے طے کر لیا تھا کہ اسے انگریز دشمن اتحاد میں شمولیت کر لینی چاہیئے اور اس سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا کہ کچھ اسباب کی بنا پر اس کی مخالفت حق بجانب تھی۔ ۱۷۶۹ء کے جس معاہدہ کے تحت میسور کے ساتھ انگریزوں کی پہلی جنگ ختم ہو گئی تھی۔ اس کی دوسری دفعہ میں یہ کہا گیا تھا کہ اگر فریقین میں سے کسی ایک پر حملہ کیا گیا تو وہ اپنے اپنے علاقوں کا تحفظ کریں گے اور دشمن کو باہر نکالنے کے لیے ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔[2] اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ دفعہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے لیے بڑی پریشان کن تھی کیونکہ اُسے جارحانہ اتحاد کے نتیجے میں جنگی مشکلات کے علاوہ اور کوئی فائدہ نہ تھا مگر اب جبکہ معاہدہ ہو چکا تھا تو اس قسم کا استدلال اس پر عمل درآمد ہونے میں بطور عذر پیش نہیں کیا جا سکتا تھا البتہ اس کے نتائج کے سلسلے میں یہ بات کہی جا سکتی تھی۔ یہ امر مسلم تھا کہ حیدر علی اس معاہدہ کو اپنے دفاعی منصوبے کا سب سے اہم حصہ سمجھتا تھا کیونکہ مرہٹوں کی طرف سے کسی وقت بھی حملہ ہو سکتا تھا۔ پیشوا مادھو راؤ کی دانشمندانہ قیادت کے تحت مرہٹہ ریاست پانی پت کی ہولناک جنگ کے اثرات سے سنبھل چکی تھی اس سے پہلے بھی ۱۷۶۵ء اور ۱۷۶۷ء میں دو بار

---

(۱) ولکس تاریخِ میسور جلد دوم ص ۲۷۹

(۲) فوجی مشاورتیں جلد ۲۳، ۱۷۶۹ء ص ۲۳۱ — مشاہدہ یہ تھا کہ "ہم ان مشکلات کو اچھی طرح سمجھتے تھے جن میں ہم مبتلا ہو سکتے تھے لیکن اس کے بغیر کسی امن کی توقع بھی نہیں کی جا سکتی تھی"

مادھوراؤ کے خطوں کا مقابلہ کر چکا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اس کا خطرناک دشمن پھر اس کے علاقوں پر حملہ آور ہوگا اور اس بات کی کوشش کرے گا کہ اس کے زیادہ تر علاقے پر مستقل قبضہ جمالے[1]۔ چنانچہ مرہٹوں کے خطرہ اور مادھوراؤ کی صلاحیتوں کے پیش نظر حیدرعلی بغیر مدد کے کامیابی کی توقع نہیں کرسکتا تھا۔ ۱۷۶۹ء کا یہ معاہدہ اس کی خارجہ پالیسی کا سنگِ بنیاد تھا۔

جنوری ۱۷۷۰ء میں جب مادھوراؤ اپنی میدانی افواج اور تربیت یافتہ محافظ دستوں کے ساتھ میدان جنگ میں اترا تو حیدرعلی نے انگریزوں سے مدد حاصل کرنے کے لیے اپنے وکیل کو بھیجا۔ اُدھر مادھوراؤ نے بھی اپنا وکیل مدراس بھیجا لیکن فورٹ سینٹ جارج کی حکومت نے یہ طے کیا کہ انھیں غیرجانبدار رہنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اس سلسلے میں اس نے بنگال کی حکومت کو جو خط لکھا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا ۱۷۶۹ء کے معاہدہ کا نہ کوئی وجود ہے اور نہ اس کی بنا پر کوئی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ انھوں نے لکھا تھا کہ اگر حیدرعلی کی مدد کی بھی گئی تو اس سے مرہٹوں کی طاقت کم نہیں ہوگی بلکہ اس سے کرناٹک مرہٹوں کے حملوں کی آماجگاہ بن جائے گا اور اگر حیدرعلی کے خلاف مرہٹوں کی مدد کی گئی تو وہ میسور ریاست کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیں گے جو اور بھی خطرناک ہوگا۔ اِس کے علاوہ اگر حیدرعلی کو یہ معلوم ہوگیا کہ انگریز مرہٹوں کو مدد دینے پر راضی ہیں تو وہ ان کے ساتھ معاملات طے کرلے گا اور پھر کرناٹک پر اس کا غصہ اترے گا چنانچہ "سب سے بڑا خدشہ یہ ہے کہ کہیں ان کے درمیان معاملات طے نہ ہوجائیں"[2]۔ انھوں نے یہ خدشہ بھی ظاہر کیا کہ اگر اس موسم کے ختم ہونے سے پہلے جو مہم جوئی کے لیے نہایت سازگار ہے، یہ مہم ختم ہوگئی تو عین ممکن ہے کہ مرہٹے کرناٹک میں داخل ہوجائیں۔ لہٰذا وہ اس قسم کے مختلف بہانوں سے گفت و شنید کو طول دیتے رہے۔ مدراس کی حکومت کو یہ توقع نہیں تھی کہ یہ مہم زیادہ عرصے تک جاری رہے گی۔ اتفاق سے مادھوراؤ بیمار ہوگیا لیکن اس کے باوجود اس نے اپنی جگہ ترمبک راؤ کو مقرر کر کے مہم جاری رکھنے کی تاکید کی۔ ترمبک راؤ مرہٹہ فوجوں کی قیادت کرنے میں مادھوراؤ کا اہل جانشین ثابت ہوا۔ مورخہ ۱۶ مارچ ۱۷۷۱ء کو چکمگرال میں حیدر کو مکمل شکست ہوئی۔ جنگ کے فوراً بعد اس نے کمپنی کی مدد کے لیے درخواست بھیجی اور اس کے عوض کمپنی، مدراس پریسیڈنٹ اور ہیسٹنگز کو گراں قدر تحائف دینے کی پیشکش کی بشرطیکہ اس کی درخواست قبول کرلی جائے لیکن اُسے کوئی جواب نہیں ملا۔

(۱) تفصیلات کے لیے دیکھیے باب ۶ و ۷

(۲) سلیکٹ کمیٹی کی روئداد ۱۷۷۰ء خط سینٹ جارج کی طرف سے مورخہ ۱۳ فروری ۱۷۷۰ء

صرف بمبئی کی حکومت نے حیدر کی درخواست پر پانچ سو جوانوں کے لیے ہتھیار بھیج دیے۔ یہ تباہ کن جنگ معرکۂ چنگرال کے بعد پندرہ ماہ تک جاری رہی۔ اس کے بعد صلح کا معاہدہ ہوا اور اس طرح مرہٹہ میسور جنگ جون ۱۷۷۲ء میں ختم ہوئی۔(۱)

جنگ کے دوران مدراس کی حکومت نے اپنے فوجی دستے ترچناپلی اور ویلور بھیج دیے جس سے یہ ظاہر کرنا تھا کہ اگر حملہ کیا گیا تو ہم اس کے مقابلے کے لیے تیار ہیں۔ اس طرح وہ دونوں فریقوں کی توقعات اور خدشات کو برقرار رکھنا چاہتی تھی۔(۲) لیکن جب انھیں اس بات کا علم ہوا کہ مرہٹے میسور ریاست کو مستقل طور پر اپنے تسلط میں رکھنا چاہتے ہیں تو ان کے رویے میں نمایاں تبدیلی واقع ہوئی ورنہ یہ علاقے مرہٹوں کے خطے اور تباہ کاریوں سے نہ بچ سکتے تھے۔ اس وقت مدراس کی حکومت کو یہ احساس ہوا کہ اس طرزِ عمل سے وہ خود بدعہدی کا الزام اپنے سر لے رہی ہے۔

نواب ارکاٹ مرہٹوں کے مقابلے میں کسی دوسرے کی مدد کرنے پر راضی نہیں ہوا تھا۔ اس نے ۱۷۶۹ء کے معاہدہ کی شمولیت سے بھی انکار کر دیا بلکہ جیسے جیسے جنگ طول پکڑتی گئی وہ مرہٹوں کی امداد کرنے پر آمادہ ہونے لگا۔ مدراس کی حکومت اپنی پالیسی کے مطابق یہ بہتر سمجھتی تھی کہ وہ حیدر کی مدد کرے۔ مورخہ ۱۲ر جون ۱۷۷۱ء کو مدراس حکومت نے لکھا کہ "حیدر اب تک امداد کے لیے ہم سے تقاضا کر رہا ہے جو ہمارے بس میں نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کرناٹک کے وسائل اور محاصل نواب کے قبضے میں ہیں اور وہ ہم پر دباؤ ڈال رہا ہے کہ ہم میسور کو زیر کرنے کے لیے مرہٹوں کے ساتھ تعاون کریں اور پھر اس منصوبے کو ارکاٹ میں حکومت برطانیہ کے نمائندے سر جان لنڈسی کی بھرپور تائید حاصل ہے۔"(۳) معاہدۂ پیرس کی گیارھویں دفعہ کے مطابق نواب حکومت برطانیہ کے تحفظ میں آگیا تھا۔ ۱۷۷۱ء کے اواخر میں بمبئی کی حکومت نے اونور کے ریزیڈنٹ سبالڈ کو حیدر سے یہ معلوم کرنے کی ہدایت کی تھی کہ اس کو مدد دینے کے سلسلے میں جو اخراجات ہوں گے آیا وہ ان کے لیے مناسب رقم جمع کرنے کے لیے تیار ہے۔ فورٹ سینٹ جارج کی حکومت نے مورخہ ۱۲ر دسمبر ۱۷۷۱ء کو لکھا تھا کہ ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ "اگر یورپ سے ہمارے پاس اس کی مدد کرنے کے لیے متوقع احکام آجاتے ہیں تو وہ ہم کو کتنی رقم اور کس قدر رسد مہیا کرے گا۔"(۴) ان دستاویزات

(۱) تفصیلات کے لیے دیکھیے باب ۱۱، ۱۲

(۲) سلیکٹ کمیٹی کی روئداد ۱۷۷۱ء سینٹ جارج کا خط مورخہ ۱۵ر اپریل ۱۷۷۱ء

(۳) " " " مورخہ ۱۲ر جون ۱۷۷۱ء

(۴) " " " " ۳ر فروری ۱۷۷۲ء

کا مطالعہ کرتے وقت جو ۱۷۶۹ء کے معاہدہ کی خلاف ورزی سے متعلق ہیں صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مدراس کی حکومت کسی بھی مرحلے پر معاہدہ کی شرائط پر عمل پیرا نہیں ہونا چاہتی کیونکہ ایسا کرنے سے اس کی حیثیت حملہ آور کی سی ہو جاتی تھی اور وہ اس سے بچنا چاہتے تھے ۔ جنگ کے دوران (جنوری ۱۷۷۱ء سے جون ۱۷۷۲ء تک) مدراس کی حکومت نے کچھ ایسا رویہ اختیار کیا جو معاہدہ کی خلاف ورزی کے مترادف تھا ۔ نواب ارکاٹ اور حکومت برطانیہ کے نمائندے سر جان لنڈ سے نے حیدر کی شکست کے لیے مادھوراؤ کا ساتھ دینے کا مشورہ دیا تھا ۔ ولکس کا بیان ہے کہ "حکومت نے نواب کی مخالفت کی وجہ سے معاہدہ پر عمل کرنا ناممکن سمجھا لیکن اُسی کے ساتھ یہ بھی طے کر لیا کہ وہ حیدر کو جس کے دفاع کی ذمہ داری اس نے قبول کی تھی، تباہ نہ ہونے دے گا چنانچہ اس نے حیدر اور مرہٹوں دونوں کو اس مراسلے کے جواب کا انتظار کرنے کا مشورہ دیا جو انھوں نے اپنے افسروں کو انگلینڈ میں بھیجا تھا"(۱) مدراس حکومت کے اس رویے کو حق بجانب قرار دینے کی کوشش کی گئی ہے ۔ اس منفی رویے کے حق میں کہا جاتا ہے کہ پیچیدہ سیاسی نظام نے حیدر سے کیے گئے وعدوں کے ایفاء کرنے میں کچھ شدید رکاوٹیں پیدا کر دی تھیں لیکن اگر ان تمام امور پر حیدر کے نقطۂ نظر سے غور کریں تو صورت حال اس کے برعکس نظر آئے گی ۔ جب کوئی معاہدہ کیا جاتا ہے تو فریقین سے معاہدے کی شرطیں قبول کرنے کی توقع کی جاتی ہے کیونکہ معاہدہ کرتے وقت دونوں فریق معاہدے کے تمام پہلوؤں اور جملہ دستوری مشکلات پر غور کر چکے ہوتے ہیں ۔ اس طرح دیکھا جائے تو اس رویے سے بین ریاستی تعلقات پر اثر انداز ہونے والے بنیادی اصولوں کی بھی خلاف ورزی ہوئی ہے ۔ زخم پر نمک چھڑکنا اسے کہتے ہیں کہ ۴۴ ماہ کی اس طویل جنگ میں دفاعی معاہدہ کے باوجود مدراس کی حکومت پوچھتی ہے کہ اگر اس کی مدد کی جائے تو وہ اسے کتنی رقم اور کس قدر رسد دے گا اور پھر کچھ عرصے کے بعد اطلاع دی جاتی ہے کہ برطانوی حکومت نے فریقین میں سے کسی کی بھی مدد کرنے کی ممانعت کر دی ہے ۔

۱۷۶۹ء کے معاہدہ کی اس خلاف ورزی نے حیدر کو انگریزوں سے متنفر کر دیا تھا ۔ مزید برآں سامان جنگ کی فراہمی سے متعلق انگریزوں کے رویہ نے تعلقات میں اور بھی تلخی پیدا کر دی تھی ۔ مدراس حکومت کی جانب سے ۱۷۶۹ء کا معاہدہ کرنے کے بعد بمبئی کی حکومت نے دو آدمیوں کو ایک اور معاہدہ کرنے کے لیے بھیجا تاکہ ساحلی علاقوں میں کمپنی کے مفاد کے جو معاملات طے ہونے باقی تھے انھیں بھی طے کر لیا جائے ۔ ۱۷۷۰ء میں اس معاہدہ کے تحت یہ طے پایا کہ انگریز اونور میں سیاہ مرچ اور صندل کی لکڑی کا ایک کارخانہ

---

(۱) ولکس جلد دوم ص ۲۱۵

لگائیں گے اور ان اشیاء کی خرید و فروخت کے کل حقوق کمپنی کو حاصل ہوں گے اور اس کے عوض میں دی جانے والی رقم (جس کا تعین معاہدہ میں کیا گیا تھا) یا جو رقم کمپنی کو منظور ہوگی وہ توپوں، شورے، جست اور نقد رقم کی شکل میں ادا کی جائے گی۔ اس معاہدہ کے مطابق حیدر نے جنگی سامان کے لیے باربار درخواست کی۔ ۱۷۷۳ء میں کورٹ آف ڈائریکٹرز نے اس معاہدہ کو رد کر دیا۔ نامنظوری کی اطلاع ملنے پر بمبئی کی حکومت نے فوجی سامان کی فراہمی سے گریز کرنا شروع کر دیا جس کے نتیجہ میں قدرتی طور پر حیدر فرانسیسیوں کی طرف متوجہ ہوا اور وہ اسے نہایت فیاضی کے ساتھ مطلوبہ سامان فراہم کرنے لگے۔ بمبئی کی حکومت کا نظریہ تھا کہ مطلوبہ اشیاء کچھ حد تک مہیا کی جائیں کیونکہ فرانسیسی ان گراں قیمت اشیاء سے کافی منافع کما رہے تھے اور ساتھ ہی سیاسی مشوروں میں ان کا دخل بڑھتا جا رہا تھا۔[1] مارچ ۱۷۷۵ء میں فورٹ سینٹ جارج کی حکومت نے حکومت بنگال کو اس کے دکن کے مقبوضہ علاقوں کی صورت حال کا خلاصہ لکھ کر بھیجا۔ انھوں نے لکھا کہ حیدر کے پاس ایک وسیع اور گراں قدر علاقہ ہے۔ اس کی حکومت نہایت عمدہ ہے۔ وہ ایک کثیر اور عمدہ تربیت یافتہ فوج رکھتا ہے اور اس کو تین کروڑ کے قریب محصول ملتا ہے۔ مادھوراؤ کی موت اور نرائن راؤ کے قتل سے مرہٹوں میں جو انتشار پیدا ہوگیا ہے اس نے اس سے فائدہ اٹھا کر وہ تمام علاقے پھر واپس لے لیے ہیں جو کبھی مرہٹوں کے حوالے کر چکا تھا۔ فرانسیسیوں نے اسے فوجی سازوسامان فراہم کیا ہے اور فرانسیسی قسمت آزما اس کی ملازمت اختیار کرنے لگے ہیں۔[2] درحقیقت اس شکایت کا انگریزوں کو کوئی حق نہیں پہنچتا کیونکہ وہ خود حیدر کی فرانسیسی نواز پالیسی کے ذمہ دار تھے۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ۱۷۷۱ء میں جب مرہٹے حیدر کے علاقوں میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے تو انھوں نے اس کے سامنے اپنے تمام اختلافات طے کرنے اور صلح کرنے کی تجویز پیش کی تھی اور شرط یہ رکھی تھی کہ وہ کرناٹک پر حملہ کرنے میں ان کا ساتھ دے۔ ممکن ہے کہ یہ پیشکش خلوص پر مبنی رہی ہو۔ حیدر نے انگریزی حکومت کو ان تجاویز کی اطلاع دی اور اس بات پر اپنی آمادگی ظاہر کی کہ اگر انگریز مصالحت کی کوشش کریں تو وہ محمد علی سے اپنی ذاتی پرخاش بھول سکتا ہے۔ اس نے اپنے سفیروں کو اختیارات دیے تھے کہ اگر انگریز فوری اور مؤثر امداد کے لیے رضامند ہو جائیں تو وہ بیس لاکھ روپے کی ادائگی کے ساتھ ساتھ بارہ محل، سلیم اور اتور کے صوبے ان کے

---

(۱) خفیہ روئدادیں مورخہ ۸ مارچ ۱۷۷۵ء

(۲) 〃 〃 〃 ۱۳ مارچ ۱۷۷۵ء ص ۲۹۰

حوالے کرنے کا وعدہ کرلیں اور آخر میں سفیروں کو ہدایت کی تھی کہ ان تمام پیشکشوں کی منظوری کی صورت میں وہ صاف طور پر اعلان کردیں کہ پھر ہم فرانسیسیوں کی امداد طلب کرنے پر مجبور ہوں گے۔ (اکتوبر ۱۷۷۱ء)(۱)

انگریزوں نے مورخہ ۱۷ر ستمبر ۱۷۷۳ء کو تنجور پر اچانک قبضہ کرلینے میں محمد علی کی مدد کی۔ حیدر علی نے یہ خیال کرکے کہ اس قبضے سے محمد علی اور مرہٹوں کے درمیان منافرت پیدا ہو جائیگی ایک بار پھر انگریزوں اور والئی ارکاٹ سے مصالحت کے لیے ایک معاہدہ کرنے کی کوشش کی۔ جس کے لیے اس نے اپنے نائبوں کو ان کے پاس بھیجا۔ اس نے تجویز کی کہ انگریزوں، محمد علی اور حیدر کی جانب سے ۱۷۶۹ء کے منسوخ شدہ معاہدہ کی تجدید کی جائے۔ جب بمبئی کی حکومت نے سلیسی کے جزیرہ پر قبضہ کرلیا اور اس کے نتیجے میں مرہٹوں سے جنگ ناگزیر ہوگئی تو حیدر کو پھر امید ہوگئی کہ نواب ارکاٹ اور فورٹ سینٹ جارج اور اس کی کونسل اور پریسیڈنٹ اس کی پیشکش کو قبول کرلیں گے(۲) لیکن محمد علی گفت وشنید کو طول دیتا رہا۔ بالآخر اس نے مجوزہ تجویز کو کچھ نئی ترمیمات کے ساتھ بشرطیکہ ان کو قبول کرلیا جائے، ماننا منظور کرلیا۔ اس دوران

---

(۱) ولکس تاریخ میسور جلد دوم ص ۲۱۹

(۲) خفیہ روئداد میں مورخہ ۱۳ر مارچ ۱۷۷۴ء ص ۳۳۵، ۳۳۶

حیدر نے حسب ذیل شرطوں کی تجویز رکھی تھی: " اس صورت میں کہ مغل (خاص طور پر نظام سے مراد ہے) یا مرہٹے میری حکومت کے علاقوں میں پیش قدمی کریں تو ان کو وہاں سے نکالنے اور دفع کرنے کے لیے مناسب فوج ایک قابل سپہ سالار کے زیر قیادت بھیجی جائے جو میرے ساتھ مل کر فوجی اقدام کرے۔ اور اس صورت میں کہ مغل یا مرہٹے نواب والئی جاہ کے علاقوں یا انگریزوں کے علاقوں میں حملہ آور ہوں تو میں بھی دشمنوں کے خلاف اقدامات کرنے کے لیے اپنی فوج بھیجوں گا جو ان کے ساتھ مل کر دشمنوں کو مار بھگائے گی۔ دشمنوں کے ساتھ صلح کا فیصلہ کیا جائے یا جنگ کا' میں، نواب اور انگریز ایک ذہن ہو کر متحدہ اقدام کریں خواہ وہ جنگ جاری رکھنے کے سلسلے میں ہو یا صلح کرنے کے سلسلے میں۔ فوجوں کے اخراجات اس طرح ادا کیے جائیں کہ ایک یوروپی سپاہی کو پندرہ روپیہ ماہانہ۔ دیسی سپاہیوں کو ساڑھے سات روپیہ ماہانہ اور افسروں کو ان کی خدمات حاصل کرتے وقت اسی حساب سے تنخواہ دی جائے گی جو مجھے بتائی جائے گی۔ میری فوج کے ہر سوار کی تنخواہ پندرہ روپیہ اور ہر سپاہی کی تنخواہ ساڑھے سات روپیہ ماہانہ ہوگی اور افسروں کی تنخواہ وہ ہوگی جو میں لکھ کر بھیجوں گا۔

جو اشیاء ایک دوسرے کے علاقے سے دوستی کے ناطے مطلوب ہوں گی وہ ایک دوسرے کی رعایا سے بغیر کسی استحصال یا جبر کے خریدی جائیں گی۔ اگر مغل یا مرہٹہ سردار ہمارے درمیان غلط فہمیاں پھیلانے کی غرض سے خط وکتابت کریں تو وہ

(بقیہ اگلے ص پر)

مہاراشٹر میں اندرونی اختلافات پھوٹ پڑے۔ محمد علی ان حالات کا جائزہ لے رہا تھا۔[۱] اس کا اندازہ تھا کہ مرہٹوں کی جانب سے فی الحال کوئی خطرہ نہیں ہے چنانچہ اس نے معاہدہ کی تفصیل میں سرد مہری کے ساتھ کام لیا۔ علی نواز اور فتح علی محمد علی کے دونوں سفیروں نے مختلف بہانوں سے حیدر علی کی توجہ ہٹانی شروع کر دی اور آخر کار حیدر نے انھیں ایک رسمی خط کے ساتھ واپس بھیج دیا۔ ان میں سے ایک سفیر کا بیان ہے کہ " انھوں نے معاہدہ کو انجام پہنچانے کی امید میں سات ماہ ضائع کر دیے۔ حیدر علی یہ سوچ کر کہ نواب دوستی کا خواہاں نہیں ہے بلکہ وہ صرف اس وجہ سے ریاکاری برت رہا ہے کہ اُسے مخالف

(بقیہ پچھلے ص سے)

(یعنی انگریز اور نواب) ان کے مطابق کوئی اقدام نہ کریں گے بلکہ وہ کاغذات میرے پاس بھیج دیں اور میں ان کے پاس بھیج دوں اگر وہ مجھے لکھیں گے تو میں اس کے بارے میں یہاں سے مشورہ دوں گا۔ اس سے ہمارے باہمی خلوص میں اضافہ ہوگا اور ہمارا اتحاد نیز مضبوط ہوگا۔

معاہدہ کی ان دفعات کی ضمانت خدا کی ذات، خدا کے رسول اور قرآن کریم کی قسم جلیل پر ہوگی۔

نواب نے حسب ذیل شرطیں تجویز کی تھیں:

" اس صورت میں کہ مرہٹے یا کوئی اور دشمن میرے علاقے میں آجائے تو مذکورہ بالا شخص (حیدر مراد ہے) اپنی مناسب فوج ایک اعلیٰ افسر کے زیر کمان بھیجے گا جو میری فوجوں اور انگریز کمپنی کی فوجوں کے ساتھ مل کر اور اتحاد کے ساتھ کام کرے گا تاکہ دشمن کو میرے علاقوں سے نکالا جائے اور مار بھگایا جائے۔ اسی طرح اگر کوئی دشمن مذکورہ بالا شخص کے علاقے میں گھس آئے تو میں اپنی فوج ایک اعلیٰ سپہ سالار کے زیر کمان بھیجوں گا جو اس کی فوج سے مل کر اور اس کے تعاون کے ساتھ اس کو نکال باہر کرے گا۔ فوج کی تنخواہ دونوں جانب پندرہ روپیے ماہانہ ہر سوار کو اور ساڑھے سات روپیے ہر سپاہی کو دی جایا کرے گی۔ اور افسر کی تنخواہ اس وقت طے کر لی جایا کرے گی جب ان کی خدمات حاصل کی جائیں گی اور امدادی فوج کے ساتھ ان کو بھیجے جانے کا مشورہ کیا جائیگا۔

" ایک دوسرے کے علاقے سے سامان تجارت حاصل کرنے کے سلسلہ میں یہ ضروری ہے کہ پہلے ان کی تفصیلات بھیج دی جائیں۔"

" اگر مرہٹے یا اور کوئی سردار ہمارے درمیان اختلاف پیدا کرنے کے لیے خط و کتابت کرے تو اس پر کوئی فریق عمل نہیں کرے گا اور جو ان کے پاس سے تحریریں آئیں گی ان کے بارے میں ایک دوسرے کو مطلع کر دیا جائے گا۔"

ایک دوسرے کے دشمنوں کی رعایا کو کوئی تحفظ نہیں دیا جائے گا اور وہ لوگ جو نفرت کے سبب بھاگ گئے تھے " دوبارہ واپس کر دیے جائیں گے۔" ہمیں اس معاہدہ پر انگریزوں کے تبصرہ کو بھی ذہن نشین رکھنا چاہیے: "نہیں معلوم کہ اس قسم کے کسی معاہدہ سے نواب یا کمپنی کو کوئی فائدہ ہو سکتا ہے اگرچہ اس کا براہ راست امن کے استحکام سے تعلق ہے تاہم حیدر علی خاں کی حمایت کرنے میں ہمیں اپنی باری میں مختلف جنگوں اور دُور دراز کے معرکوں میں شامل ہونا پڑے گا۔" (حیدر علی کے ایک مرسلہ خط کی نقل)

کارروائی کا موقع مل جائے، ہوشیار ہوگیا اور اس نے طے کر لیا کہ اسے اپنے بل بوتے پر اقدامات کرنے چاہئیں"[1]
حیدر خود بھی بڑا صاف گو تھا۔ اس نے علی نواز خاں کو بتایا تھا کہ "۱۰ ماہ سے وہ نواب کی دوستی کے لیے کوشاں رہا مگر نواب نے کوئی توجہ نہ دی۔ اگرچہ انگریزوں نے رگھوناتھ راؤ کی مدد کی تاہم ان کو اس حقیر مدد سے کیا ملا؟ وہ پونا کی فوج کے مقابلے میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ پونا حکومت کے لوگ نرائن راؤ کے بیٹے کے مقابلے میں میرے اتحاد و تعاون کے زیادہ متمنی ہیں اور انھوں نے میرے پاس اپنے اہم سفیر بھیجے ہیں۔ اب انھیں جلد معلوم ہوجائے گا کہ ہمیں کیا قبول ہے۔"[2] ان سفیروں نے واپس جاکر بتایا کہ "حیدر اب کڈپہ، کرنول اور ادونی پر قبضہ کرے گا اور اس کے بعد وہ کرشنا کے جنوب میں تمام علاقے پر اپنا تسلط جمائے گا۔ وہ انگریز دشمن اقوام مثلاً فرانسیسیوں اور ڈچ سے اتحاد کرے گا۔ اس کے علاوہ وہ مرہٹوں سے بھی اچھے تعلقات قائم کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس کے بعد محمد علی اور انگریزوں سے برسرپیکار ہوگا۔"[3]

۱۷۶۹ء سے حیدر نے حتی المقدور یہی کوشش کی تھی کہ وہ انگریزوں اور محمد علی کے ساتھ دوستی کے تعلقات قائم کرے لیکن جب اسے یہ یقین ہوگیا کہ ایسا ناممکن ہے تو وہ دوسری طرف جھک گیا۔ یہ انگریزوں کی خام حکمت عملی اور محمد علی کی ناعاقبت اندیشی کا نتیجہ تھا جس نے حیدر کو مرہٹوں اور فرانسیسیوں کی گود میں لے جاکر بٹھا دیا تھا اور اس طرح ۱۷۸۰ء اور ۱۷۸۲ء کے درمیان انگریزوں کے لیے نئی مشکلات پیدا ہوگئیں۔ جب ہم انگریزوں اور حیدر علی اور ٹیپو سلطان کی دشمنی کا ذکر کرتے ہیں تو ہمیں ۱۷۶۹ء سے لے کر ۱۷۸۰ء تک کے حالات و واقعات کو ذہن نشین رکھنا چاہیے۔ حیدر کے پاس بلاشبہ انگریزی حکومت کے خلاف شکایت کی جائز وجوہ موجود تھیں۔

---

(۱) خفیہ روئداد میں مورخہ ۲۳ اکتوبر ۱۷۸۰ء علی نواز خاں کی زبانی بیان۔

(۲) ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،،

(۳) ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،،

باب ۱۷

کنارا اور مالابار: مغربی ساحل پر یورپی طاقتیں

بحری بیڑہ

حیدر نے بدنور ۱۷۶۳ء اور سنڈا ۱۷۶۴ء میں فتح کیا تھا۔ ان فتوحات سے انورو (ہنوور) منگلور، بھٹکل اور پیرو (سداسیوگڈھ) کی بندرگاہیں اس کے قبضے میں آگئیں۔ سنڈا کا حکمران جب وہاں سے نکالا گیا تو اس نے گوا میں پرتگالیوں کے پاس پناہ لی جنھوں نے اسے ۱۲ ہزار زیرافین (XERAFINS) کا وظیفہ دیا جو بعد میں بڑھا کر بیس ہزار کر دیا گیا۔ پرتگالیوں نے پہلے اسے بندونا کے ایک خستہ حال گاؤں میں رکھا تھا۔ پھر گوا کے قریب اسے دیہی مکان میں رکھا جس کا پرتگالیوں نے برسوں تک اس کے ساتھ اچھا سلوک اس لیے کیا تھا کہ کہیں وہ حیدر یا مرہٹوں سے نہ جا ملے اور پونڈا، کنکونا اور سنگلیم پر اپنے حق ان کو منتقل نہ کر دے جس سے فائدہ اٹھانے کے وہ خواہشمند ہوں (۱)۔

ہونادر، منگلور، بھٹکل اور سداشیوگڈھ پر بھی قبضہ کرنے کے بعد حیدر نے اپنا سمندری بیڑا تیار کرنے کا ارادہ کیا۔ انگریز اور پرتگالی اپنے اپنے بیڑے رکھتے تھے جس پر ان کی طاقت کا بہت زیادہ انحصار تھا۔ یہاں تک کہ پیشوا کا بھی اپنا جہازی بیڑہ تھا۔ بیڑے کے بغیر حیدر ساحل سمندر پر ان بحری طاقتوں کے رحم و کرم پر ہوتا چنانچہ اس نے مغربی ساحل پر ایک بحری اسلحہ خانہ بنانے کا ارادہ کیا اور جنگی جہاز بنانے کا ایک منصوبہ تیار کیا۔ پرتگالیوں کے مطابق ۱۷۶۵ء میں حیدر کے پاس ۳۰ جنگی جہاز اور خاصی تعداد میں نقل و حمل کے جہاز تھے (۲)۔

(۱) پرتگالی دستاویزات جلد ۲، ۳، ۴

(۲) سین، ہندوستانی تاریخ کے مطالعے۔

جنوری ۱۷۶۶ء میں مادھو راؤ کے ساتھ معاہدہ کرنے کے بعد حیدر اب اپنی سلطنت کی توسیع کے نئے میدان تلاش کرنے کی سوچنے لگا۔ اس نے مالابار کو فتح کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس خطرناک مہم کا بیڑا اٹھانے سے پہلے اس نے مرہٹوں کی نگرانی کے لیے باسوپٹنا میں ایک مشاہد فوج کو تعینات کیا جو تین ہزار سواروں، چار ہزار باقاعدہ پیادوں، اور دس ہزار دستگی ہرکاروں پر مشتمل تھی۔ وہ خود کنارا پہنچا تاکہ مالابار کی جانب پیش قدمی کر سکے۔ منگلور میں چار دن کے قیام کے بعد فوج نے اپنا کوچ شروع کیا۔ پیدل فوج کے ساتھ ساتھ ایک سمندری بیڑا بھی آگے بڑھ رہا تھا۔ پیکسوٹو بیڑے کی تفصیل یوں بیان کرتا ہے: "وہ اسّی جہازوں، ۱۳ چوکور بادبانی جہازوں اور کئی جنگی کشتیوں پر مشتمل تھا۔ اس کے علاوہ بہت سی دخانی کشتیاں اور دریا پار رسد اور سامان لے جانے کے لیے چھوٹی چھوٹی کشتیاں بھی تھیں۔ ولندیزوں کا بیان پرتگالیوں سے ذرا مختلف ہے۔ ان کے مطابق بیڑے میں دو بڑے جہاز، سات چھوٹے جہاز اور چالیس کشتیاں تھیں۔ اس کے علاوہ پچاس سے زیادہ دوسرے جہاز سامان سے لدے تھے۔ بیڑے کے دو کماندار تھے۔ ایک مسلمان تھا جو جہازوں پر تمام چیزوں کی ہدایات دیتا تھا۔ جہاز رانی اور متعلقہ فرائض کی کمان ایک یورپی کماندار سٹانٹ کے سپرد تھی۔[1] مالابار کی مہم میں حیدر کے بیڑے نے سب سے زیادہ مؤثر کام کیا۔ اس نے فوجوں کا کالی کٹ تک ساتھ دیا اور ان کو ضروریات بہم پہنچاتا رہا۔ وہاں سے بیڑے کا بیشتر حصہ منگلور لوٹ آیا اور چھوٹی کشتیاں اور جہاز دریا پار کرنے کی سہولتیں فراہم کرنے کے لیے موجود رہے۔

مالابار کی فتح شاید حیدر کی سب سے زیادہ سخت اور پریشان کن یلغار تھی۔ یہ فتح ممکن نہ ہوتی اگر جنگجو طبقے یعنی نائروں میں سخت نااتفاقی نہ ہوتی۔ حیدر جو آگے چل کر فاتح بننے والا تھا، اس کے لیے سب سے زیادہ پریشانی کا سبب اس علاقے کی جغرافیائی حالت تھی۔ ساحلی علاقہ میں دو میل کی ریتیلی پٹی کے بعد منظر دم بدل جاتا ہے اور گھاٹ کی حدود تک میدان اٹھنا شروع ہوتا ہے۔ پہلے تو سرخ پہاڑوں کے نیچے سلسلے ہیں جن کے درمیانی حصوں میں دھان کے کھیت اور ان کے اردگرد ناریل کے باغات ہیں، آگے بڑھ کر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر گہری گھاٹیاں اور گھنے جنگل ہیں، جہاں سے پہاڑ اونچے ہونے شروع ہوتے ہیں۔ مزید مشکل یہ ہے کہ ان کے ڈھلوان گھنے جنگلوں سے ڈھکے ہوئے ہیں اور مغربی گھاٹ کے اونچے اونچے پہاڑوں پر سے ان کے دامن میں پھیلے ہوئے میدان بخوبی دیکھے جا سکتے ہیں۔ گھاٹوں کا سلسلہ اوسطاً پانچ ہزار فیٹ بلند ہے۔ وہ ساحل سے قریب بیس میل کے فاصلے پر کالی کٹ کے پہلو بہ پہلو دلول مالا یا کو ان تا پہاڑیوں تک متوازی چلے گئے

(۱) پیکسوٹو جلد ۲، پیرا ۵۲۔ وہ سوائے فوجوں کو لے جانے یا اتارنے کے وہ مسلمان کماندار کے احکام کا پابند نہیں تھا۔

ہیں ۔ وہاں مشرق کی طرف یہ اچانک مڑ جاتے ہیں اور وادی نیلمبر کے ارد گرد شمال کی جانب ذرا جھک کر اندر کی جانب پال گھاٹ کے تنگ راستے کے شمال میں پیچھے کی طرف ہٹتے جاتے ہیں ۔ اس تنگ راستے کے جنوب میں تین مالاؤں (TEN MALAS) یا جنوبی پہاڑیوں میں ان کی بلندی شروع ہو جاتی ہے ۔ ان میں سے بعض چار پانچ ہزار فیٹ بلند ہیں اور ایک بار پھر وہ مہیب انامالاؤں (ANAMALAS) کی شکل میں بلند ہو جاتے ہیں[1] زیادہ تر ندیاں اپنے دہانے سے صرف چند میل تک ہی جہاز رانی کے قابل ہیں ۔ اس کے علاوہ خشکی پر بھی نقل و حرکت میں انتہائی دشواری تھی ۔ پہیے دار سواریاں تقریباً مفقود تھیں ۔ اور بیل بھی استعمال نہیں کیے جاتے تھے ۔ گھوڑے ملتے ہی نہ تھے ۔ شاہراہوں کا وجود نہ تھا اور سڑکیں محض پتلی پگڈنڈیاں تھیں جو دھان کے کھیتوں سے گذرتی تھیں" ۔ جنوب مغربی مانسون کے زمانے میں جون اور ستمبر کے درمیان اس قدر بارش ہوتی کہ دریاؤں کو پانی پہنچانے والے چھوٹے چھوٹے سے نالوں کے کنارے بہہ کر سبز دھان کے کھیتوں کو جھیلوں میں بدل دیتے تھے ۔ اگرچہ شمال مشرقی مانسون میں اکتوبر اور دسمبر کے درمیان بارش اتنی زیادہ نہیں ہوتی تھی جتنی جنوب مغربی مانسون میں ۔ تاہم کافی ہوتی تھی ۔ گھاٹ کے ڈھلوانوں پر سال بھر میں تین سو انچ بارش ہونا عام بات تھی ۔ اس لیے لڑائی کا موسم بہت زیادہ طویل نہیں ہو سکتا تھا اور دشمن سال کے بیشتر حصہ میں حملہ سے اپنے آپ کو محفوظ سمجھتا تھا ۔ مالابار کی فتوحات سے پہلے حیدر کا کورگ پر قبضہ کرنے کا کوئی خیال نہیں تھا ۔ حالانکہ اس کا پریم وڈی گھاٹ کے ذریعے مالابار سے راستہ جڑا تھا اور نہ ہی اس کا قبضہ مالابار وائی ناڈ پر تھا جس کا راستہ پریا درے کو جاتا تھا ۔ تمراسری درے سے میسور کو اور کراگر گھاٹ سے نیلگری ضلع کو راستہ جاتا تھا لیکن پالا گھاٹ کا تنگ راستہ (۲۰ میل عریض) جو کوئمبٹور کے میدانوں تک لے جاتا تھا ۔ اندرون ملک سے فوجوں کی نقل و حرکت کے لیے بہت ہی اہم تھا ، خصوصاً جب تک کہ کورگ فتح نہیں ہوا تھا ۔ رسل و رسائل کی یہ مشکلات حیدر کی فوج کی نقل و حرکت کی راہ میں حائل تھیں ۔

مالابار کی سیاسی صورت حال حوصلہ مند میسوری حملہ آور کے حق میں بڑی معاون ثابت ہوئی جس کی بنا پر وہ قدرتی مشکلات پر غالب آسکا ۔ ایک وقت میں شمالی مالابار کولاتری کے زیر حکومت متحد تھا جس کا علاقہ کوہ ڈیلی سے دریائے کوٹہ تک پھیلا ہوا تھا لیکن نا اتفاقی بہت بڑھ گئی تھی اور شمالی مالابار میں افراتفری اور انتشار پھیلا ہوا تھا " وہ ریشہ دوانیوں ، سازشوں ، ذاتی مفادوں اور باہمی رقابتوں کا ایک اتھاہ سمندر" بن چکا تھا ۔ کولاتریوں کی حکومت اب صرف چرکل کے شہر تک محدود ہو کر رہ گئی تھی ۔ مسلمان حکمران علی راجہ

---

(۱) مدراس گزیٹر ، مالابار اور انجنگو جلد اول از انز و ایونز

کنانور کا حاکم تھا۔ کداتند حکمران ماہی اور کوٹہ دریاؤں کے درمیانی علاقے کا حکمران تھا۔ سماوی دریا کے شمال میں کداتند خاندان کی ایک شاخ حکومت کر رہی تھی۔ کوٹیم تعلقہ کچھ تو ایر دولناڈ نمپاروں اور کچھ پراناڈ یا کوٹیم راجاؤں کے قبضہ میں تھا۔ کولاتری خاندان کے کچھ غیر مطمئن افراد نے کسی وقت بڈنور کے حکمران کو مداخلت کرنے کی دعوت دی تھی اور حیدر نے اپنی پیش قدمی کے دوران یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ کولاتریوں کے خلاف بڈنور کے دُولاکھ پگوڈا کا مطالبہ وصول کرنے آیا ہے[۱]

برک نے ان نائروں کو جو مغربی ساحل کے فوجی اور جاگیر دار امرا کے طبقے میں تھے مصر کے مملوکوں کا ہم پایہ قرار دیا ہے۔ جاگیردارانہ نظام، انتشار و افراتفری پیدا کرتا ہے اور مالابار اس اصول سے مستثنیٰ نہ تھا۔ کنانور میں مسلمان حکمران علی راجہ تھا جو سمندر کا آقا کہلاتا تھا۔ وہ اپنے برائے نام حاکم چرکل کے حکمران کے پہلو میں ایک کانٹا تھا۔ جب حیدر نے بڈنور فتح کر لیا تو وہ حیدر سے منگلور میں ملا اور مالابار میں حیدر کا نمائندہ بن گیا[۲]۔ پیکسوٹو کا بیان ہے کہ علی راجہ نے حیدر کو بتایا تھا کہ وہ مالابار کو آسانی سے فتح کر سکتا ہے اور وہاں اسے کثیر دولت ملے گی۔ حیدر نے اسے ہدایت کی تھی کہ وہ کنانور جا کر اپنی فوجیں جمع کرے اور کافی مقدار میں گولہ بارود مہیا کرے[۳]

ولندیزیوں کے بیان کے مطابق حیدر کی فوج کی تعداد ۱۲ ہزار تھی جس میں دس ہزار سوار اور چار سو پچاس یوروپی بھی شامل تھے۔ وہ اپنے ساتھ چار ماہ کی رسد لے گیا تھا اس کا راستہ تھا منگلور سے منجیسور کومل اور مونٹ ڈیلی۔ جہازی بیڑا فوج کے ساتھ ساتھ تھا۔ حیدر غارت گری، لوٹ مار، آتشزدگی اور قتل کرتا ہوا پیش قدمی کرتا رہا۔ بیلیاپٹم میں پانچ سو نائروں نے ایک دن تک قلعہ کی مدافعت کی لیکن توپ خانے کی گولہ باری کامیاب رہی اور نائر بھاگ نکلے[۴] چھوٹی کشتیوں نے ہلکا سازو سامان دوسری طرف پہنچا دیا۔ نائروں نے چرکل کے قلعہ کو چھوڑ دیا جس پر جلد ہی علی راجہ نے قبضہ جما لیا۔ کداتند حکمران نے جو فرانسیسیوں کے بہت زیادہ زیر اثر تھا نواب کی مزاحمت کی۔ چرکل سے میسوری فوج نے کوٹیم پر قبضہ کرنے کے لیے کوچ

---

(۱) مدراس گزیٹیر مالابار اور انجنگو

(۲) پیکسوٹو دفتر ۳، پیرا ۱۸

(۳) " " " " اس نے حیدر کو تحفے میں چار سو روپے کی مالیت کی ایک چاندی کی میز اور کالی کٹ سے خرید کردہ ایک نیا جہاز پیش کیا۔

(۴) پیکسوٹو دفتر ۳ پیرا ۵۴، ۹۳

کیا۔ ان کو دریائے انجرکنڈی عبور کرنا تھا۔ دریا کے کنارے کافی بلند تھے اس لیے توپ خانے اور گھوڑوں کو بیحد کافی دِقت کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ اس کے مقابلے میں نائروں کی تعداد ۳۰ ہزار تھی۔ حیدر نے تمام قسم کی ۲۴ توپوں کو چڑھا دیا۔ جیسے ہی انھوں نے گولہ باری شروع کی نائر پسپا ہو گئے۔ تقریباً ایک ہزار نائر مارے گئے، کچھ جنگلوں میں بھاگ گئے اور کچھ نیل چری اور ماہی بھاگ گئے۔

حیدر نے تب چار کبیاروں کے علاقے کی طرف کوچ کیا۔ فیض اللہ خاں کے نوجوان بھائی گل محمد خاں کو علاقے کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے بھیجا گیا۔ دستہ پچاس یوروپی سواروں، ہلکے پیادوں کی چار رجمنٹوں، کچھ دوسرے سواروں، دو توپوں اور ٹوپاسوں کی ایک رجمنٹ پر مشتمل تھا۔ نائر اپنی بستیوں کے پیچھے چھپ گئے۔ انھوں نے دیسی بندوقوں سے ایک زبردست بوچھار کی۔ نائروں نے تین حملے ناکام کر دیے۔ لالہ میاں کے زیر قیادت میسور فوج کو کمک پہنچ گئی۔ انھوں نے یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ وہ پسپا ہو رہے ہیں پانچ سو بہترین سواروں کو جھاڑیوں میں چھپا دیا۔ نائر پلٹ پڑے اور ان کے ۸۰۰ آدمی مارے گئے۔ اور تقریباً اتنے ہی زخمی ہوئے۔ گل محمد خاں کے دوسو سپاہی کام آئے۔ یہ لڑائی ۱۶ مارچ ۱۷۶۶ء کو ہوئی۔ اگلے دن پوری فوج نے کالی کٹ کے زمورن کے خلاف کوچ کیا۔ سوار فوج آگے آگے کھلے علاقے کو تباہ و برباد کرتا چل رہی تھی۔

جنوبی مالابار میں اگرچہ زمورن کا اقتدار تھا لیکن نائر جو یہاں کے جاگیردار اور فوجی طبقہ امرا میں تھے وہی اہم کردار ادا کرتے تھے جو وہ شمال میں انجام دیتے تھے۔ حیدر کو اس علاقے کی معلومات حاصل کرنے کے لیے علی راجہ جیسے کسی کارندے کی ضرورت نہیں تھی۔ کالی کٹ کے زمورن نے ۵۷-۱۷۵۶ء میں پال گھاٹ کے راجہ کے علاقے کو فتح کرنے کی کوشش کی تھی۔ حیدر تب ڈنڈیگل کا فوجدار تھا۔ پال گھاٹ کے راجہ نے حیدر سے مدد کی درخواست کی تھی اور حیدر نے مخدوم علی کی زیر سرکردگی دو ہزار سوار اور پانچ ہزار پیادے اور پانچ توپیں بھیج دی تھیں۔ اس وقت مخدوم علی نے تقریباً ساحل سمندر تک پیش قدمی کی تھی جس کی وجہ سے زمورن کو پیچھے ہٹنا پڑا تھا، پال گھاٹ کے راجہ کے اضلاع واپس کرنے پڑے تھے اور بارہ لاکھ روپئے بطور تاوان جنگ ادا کرنے کا عہد کیا تھا۔ تاوان جنگ ادا نہیں کیا گیا تھا اور حیدر اس وقت اس قابل تھا کہ اس کو وصول کر لیتا۔ زمورن ۱۷۶۰ء میں مر گیا تھا۔ اس کا جانشین کوچین پر قبضہ کرنے کے فکر میں ٹراونکور ریاست سے مخاصمت لے بیٹھا تھا جس کو مرتند ورما نے مضبوط و مستحکم کر دیا تھا اور آخر کار اسے اس کے جانشین رام ورما سے ۱۷۶۳ء میں صلحنامہ تیار کرنا پڑا۔(۱)

---

(۱) پانیکر: مالابار میں ولندیزی

اس سے پہلے کہ زمورن ان جنگوں کے اثرات سے سنبھل پاتا اس پر طوفان ٹوٹ پڑا۔

نائروں نے مستحکم جگہوں کا فائدہ اٹھاکر ثابت قدمی سے جنگ کی۔ بہت سے لوگوں نے اپنے آپ کو اور اپنے گھروں کو نذر آتش کر دیا۔ کچھ ایک نے اپنے خاندانوں کو اندھے کنوؤں میں ڈال کر ان کو گھاس پھوس سے پاٹ دیا اور ان میں آگ لگاکر خود بھی آگ میں کود گئے۔ ونکٹ راؤ برکی کو ایک دستے کے ساتھ زمورن کو پکڑنے کے لیے بھیجا گیا۔ اس نے تیزی سے پیش قدمی کی اور زمورن کو گھیر لینے میں کامیاب ہوگیا اور آخرکار زمورن کو اپنے آپ کو اس کے حوالے کرنا پڑا۔[1] زمورن کو امید تھی کہ رائے ورگ کے حکمران کی طرح اسے بھی قابل قبول شرائط پیش کی جائیں گی۔ کالی کٹ پر حیدر کا قبضہ ہوگیا اور اس نے زمورن کو یہ یقین دلایا تھا کہ وہاں امن قائم کرنے اور سرداروں کی سرکوبی کے بعد کالی کٹ اسے واپس لوٹا دیا جائے گا۔ اس نے زمورن کو بطور ایک ماتحت حلیف کے علاقائی سالمیت کا یقین دلایا تھا لیکن زمورن کے بھتیجے اور اس کے ہونے والے وارث نے پھر بھی مزاحمت جاری رکھی۔ نائروں کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ وہ کئی جگہ اس کے مقابلے پر آیا۔ حیدر نے اس کے خلاف کئی بڑے سوار دستے بھیجے۔ حقیقت میں حیدر پونانی تک تمام علاقے کو اپنی سلطنت میں ملانا چاہتا تھا۔ اس کے جنرلوں میں سے ایک حفیظ اللہ خان کو شکست ہوگئی اور اس کے تین سو سپاہی اور دو کپتان مارے گئے ——— جن میں سے ایک انگریز تھا حفیظ اللہ کو واپس طلب کیا گیا اور تحت لعنت ملامت کی گئی اور وہ شرم کے مارے کچھ دن بعد مرگیا۔ زمورن اپنے بھتیجے کو مزاحمت سے روکنے میں کامیاب ہوا اور نہ ہی وہ اپنے عہد کے مطابق رقم کی ادائیگی کر سکا۔ اس نے سنا کہ حیدر اس کے لوگوں پر ادائیگی کے لیے دباؤ ڈال رہا ہے۔ یہ سوچ کر کہ اس کی حیثیت ایک قیدی سے کم نہیں ہے زمورن نے چار پانچ پٹھانوں کی مدد سے گھر کے سامان پر مٹی کا تیل چھڑک کر آگ لگالی اور جل کر مرگیا۔ دی لاتور کے بیان کے مطابق زمورن کی خودکشی کا سبب وہ لعنت، ملامت اور مذمت تھی جس کا اظہار اس کے بھتیجے اور کوچین و ٹراونکور کے راجاؤں نے اپنے خطوں میں کیا تھا۔[2]

زمورن کا بھتیجا اور اس کا خاندان ٹراونکور چلا گیا۔[3] بہرکیف ولندیزیوں نے ٹراونکور کے سردار کو غیر جانبدار رہنے کا مشورہ دیا۔ زمورن کے علاقے کی فتح وسط اپریل کے قریب مکمل ہوگئی تھی جیسا کہ ولندیزی

---

(۱) پیکسوتو (۲) دی لاتور ص ۱۔

(۳) ولندیزی دستاویز نمبر ۔۔ زمورن کے خاندان نے ۱۴ ہاتھیوں سمیت ریاست ٹراونکور کے ایک گوشے میں پناہ لی۔

کارخانے داروں کے ۱۰؍اپریل ۱۷۶۶ء کے خط سے ثابت ہوتا ہے۔ یہ خط انھوں نے کرنگانور سے کوچین بھیجا تھا۔ کالی کٹ میں حیدر نے انتظامِ سلطنت کے قواعد وضوابط مرتب کیے۔ اس نے اسے وسعت اور ترقی دی۔ اپنے قبضہ کو مستحکم کرنے کی غرض سے اس نے علاقے کے مختلف حصوں میں مزید چوکیاں قائم کیں اور ان میں اناج اور بارود کے ذخیرے جمع کیے۔ رضا علی کی زیر قیادت تین ہزار کے باقاعدہ پیادوں کے ایک دستے کو اس نے مالابار میں متحرک دستے کی خدمات پر مامور کیا۔ علی راجہ کے موپلوں کی مدد سے وہاں امن وامان برقرار رکھنا تھا۔ مالابار کی شہری حکومت مدنا کے سپرد کر کے حیدر کوئمبٹور لوٹ آیا۔

اُسے کوئمبٹور آئے ابھی ۲۵ دن ہوئے تھے کہ مالابار میں بغاوت کی خبر آئی۔ حقیقت میں مالابار ابھی پورے طور پر مطیع نہیں ہوا تھا۔ مدنا کے محاصل کے سلسلہ میں اقدامات مالابار کے رسوم ورواج کے خلاف تھے اور انھوں نے بحران میں اضافہ کر دیا۔ یہ توقع کرنا کہ جنگجو نائر اتنی آسانی سے اطاعت قبول کر لیں گے محض خام خیالی تھی۔ زمورن شہزادے کرنگانور سے تقریباً ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ شمال پہنچے۔ ان کے لشکر کی تعداد جلد ہی پانچ ہزار ہوگئی۔ انھوں نے پونا سے چار پانچ میل مغرب میں اپنا مورچہ قائم کیا۔ مال، کالی کٹ، کوڈاتند، کواتری اور کوئیم کے سرداروں نے تقریباً ۲۵ ہزار آدمی جمع کر لیے۔ علی راجہ کا علاقہ ضبط کر لیا گیا اور جو قلعے حیدر نے تحفظ کے لیے تعمیر کیے تھے ان کو دریاؤں میں سیلاب آجانے کی وجہ سے کمک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ کالی کٹ میں مقیم فوج سے بھی اس کا تعلق ٹوٹ گیا تھا۔ اس وسیع بغاوت کی خبر حیدر کو کوئمبٹور میں ملی۔ پونانی میں اس کے نمائندے ایک پرتگالی جہاز ران کے ذریعے یہ خبر اس تک پہنچنے میں کامیاب ہوگیا جو ایک بانس کی کشتی میں سوار تھا اور صرف رات کو سفر کرتا تھا[1]۔

آمد ورفت کی مشکلات اور دھان کے کھیتوں کے پانی سے بھرے ہونے کے باوجود حیدر نے مالابار واپس جانے کی تیاری شروع کر دی۔ اس نے موسم برسات کے شباب میں اپنے کوچ کو شروع کیا۔ پیادہ سپاہیوں کو اپنے ساتھ کمبلوں کے سوا اور کچھ نہیں لے جانا تھا، نہ نقارے اور جھنڈے لے جانے تھے گھوڑوں پر زینیں بھی نہیں تھیں اور جس طرح گھوڑے بار سے آزاد تھے اسی طرح سوار بھی تھے۔ یہاں تک کہ خود نواب کے پاس بھی کوئی زین نہیں تھی۔ فوج کے ساتھ بازار بھی نہیں تھا ہاتھی گولہ بارود اور رسد لے جا رہے تھے۔ دس ہزار پیادوں، تین ہزار سواروں، تین سو یوروپیئوں اور بارہ توپوں کے ساتھ کوچ شروع ہوا۔ تین ہزار کے متحرک

---

(۱) پیکسوتو دفتر IV دلندیزی دستاویز نمبر ۵

دستے کو جس کو حیدر نے مالابار میں چھوڑا تھا نائروں نے تونا اور پونانی دریا کے سنگم پر تقریباً بیکار اور ناقابل بنا دیا تھا جہاں سے نہ وہ آگے بڑھ سکتا تھا اور نہ پیچھے ہٹ سکتا تھا۔ پونانی تعلقے میں پوٹیاں گڈی کے مقام پر نائر شہزادوں کو حیدر نے جا گھیرا۔ انھوں نے اپنے لشکرگاہ کے اردگرد خندقیں کھودی تھیں اور توپ خانے سے لیس ایک دمدمہ تعمیر کیا تھا۔ اگرچہ پہلا حملہ ناکام رہا مگر آخرکار اس مقام پر قبضہ کر لیا گیا اور نائروں کو مکمل شکست ہوئی کیونکہ نائر کچھ خاص مقامات پر چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں گوریلا جنگ کرنے کے اہل تو تھے لیکن وہ ٹھنی ہوئی لڑائیوں میں ایک عمدہ تربیت یافتہ فوج کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ پیکسوٹو جو مالابار کی مہم میں حیدر کے ساتھ گیا تھا تحریر کرتا ہے کہ "نائر سو سپاہیوں کے مقابلے میں پانچ سواروں سے خوفزدہ ہو جاتے تھے۔ کئی بار سو سے زیادہ مسلح نائر صرف ایک سوار کے سامنے سے بھاگ نکلے۔ مالابار بادشاہوں کے پاس گھوڑے نہیں ہوتے تھے اور نہ ہی کبھی ان پر سواروں نے حملہ کیا تھا"[1] منظم مزاحمت اب تقریباً ختم ہو چکی تھی۔ حیدر نے منجری کو اپنا صدر مقام بنایا جو موپلوں کے کثیر علاقے میں واقع تھا۔ وہاں سے اس کی فوجیں آگ اور تلوار اپنے جلو میں لیے نکلیں۔ مدنا اور راجہ صاحب نے نائر اضلاع کی غارتگری کے لیے دو فوجیں بنالی تھیں۔ انھوں نے تمام نائروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یہاں تک کہ عورتوں اور بچوں کو بھی نہ چھوڑا۔[2] پکڑے جانے والے قیدیوں کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا گیا۔ ایک جوان اور تندرست نائر کے سر کا عوضانہ پانچ روپئے، بوڑھے آدمی کے سر کا معاوضہ چار روپئے اور عورت اور بچے کے سر کا تین روپئے معاوضہ دیا جاتا تھا۔ سپاہی لوگوں کو زندہ لانے کے لیے زیادہ کوشاں تھے کیونکہ سروں کو لے جانے کے مقابلے میں آدمیوں کو لے جانا آسان تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک گاؤں میں تقریباً چار ہزار آدمیوں نے خودکشی کر لی۔ جو لوگ زندہ پکڑ لیے گئے تھے حیدر نے ان کے لیے اپنی سلطنت کے دوسرے علاقوں میں رہائش کا ایک منصوبہ بنایا۔ تجربہ کامیاب نہیں رہا۔ ان تمام اقدامات میں تقریباً ایک مہینہ لگا۔ حیدر نے تب مالابار سے کوچ کیا۔ اس نے مدنا کو کوئمبٹور میں اور راجہ صاحب کو پال گھاٹ میں تعینات کیا جہاں انھوں نے مالابار اور کوئمبٹور کے درمیان رسل و رسائل کا سلسلہ قائم کرنے کے لیے ایک قلعہ تعمیر کیا۔ مدنا مالابار کے شہری انتظام اور راجہ صاحب

---

(۱) دی لاتور (ص ۶۸) کہتا ہے کہ "حیدر ہندوستان کے تمام لوگوں کی صلاحیتوں سے پوری طرح باخبر تھا اس لیے اس کو اپنی فتح کا یقین تھا اور اس نے اپنی توقعات اپنی سوار فوج سے وابستہ کر رکھی تھیں۔

(۲) پیکسوٹو دفتر IV

فوجی انتظام کے ذمہ دار بنائے گئے۔

جنوبی مالابار کو فتح کرنے کے بعد حیدر کی یہ قدرتی خواہش تھی کہ کوچین اور ٹراونکور کو بھی اپنے تسلط میں لائے۔ ولندیزیوں کی طاقت کمزور ہوگئی تھی۔ ٹراونکور کے مشہور راجہ مرتندا ورما نے (۱۷۵۸-۱۷۲۹ء) ان کو کولچل کے مقام پر (۱۷۴۱ء) میں شکست فاش دی اور مالابار کی فتح کے ولندیزی خواب کو چکنا چور کر دیا تھا۔ چنانچہ اب مالابار کے حریف دعویدار شہزادوں کی جانب ان کا رویّہ خوف اور غیر جانبداری پر مبنی تھا جو بعد میں میسور کے حکمران کی جانب "غلامانہ ماتحتی" کے رویّہ میں تبدیل ہوگیا۔(۱) کوچین اور کرنگانور میں ولندیزی اب بھی زبردست طاقت تصور کیے جاتے تھے۔ ان علاقوں میں ان کے جہاز اور قلعے موجود تھے اور اب تک ان کی کوئی کمزوری ظاہر نہیں ہوتی تھی۔ حیدر ولندیزیوں سے دوستی کا بہت خواہاں تھا اور اس کی وجوہ ظاہر تھیں۔ اسے توقع تھی کہ شاید وہ انگریزوں کے خلاف اس کے کسی کام آسکیں۔ ولندیزیوں نے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ ان کے ساتھ راجہ ٹراونکور اور راجہ کوچین کو دوستی جاری رکھنے کی اجازت دی جائے ان کے لیے نواب نے خود اظہار کیا تھا۔ گفت وشنید میں حیدر کے وزیر نے ولندیزی سفیر کو مشورہ دیا تھا کہ وہ صرف کوچین کے تحفظ کے لیے درخواست کرے کیونکہ وہاں کمپنی کا خاص مفاد وابستہ تھا مگر وہ ٹراونکور کا ذکر نہ کرے کیونکہ وہ حیدر کے لیے قابلِ قبول نہ ہوگا۔ ولندیزی سفیر اس پر راضی ہوگیا۔ دوسری جانب حیدر نے ولندیزی سفیر کو یقین دہانی کرائی تھی کہ وہ راجہ کوچین کو خوفزدہ نہیں کرے گا بشرطیکہ راجہ اس سے معاملات طے کرنے کے لیے اپنے سفارتی نمائندوں کو اس کے پاس بھیجے۔(۲) ٹراونکور کے سلسلہ میں ولندیزی حیدر سے صرف ایک مقصد کے تحت بات کرنا چاہتے تھے اور وہ یہ تھا کہ انھوں نے سیاہ مرچ کے لیے کثیر رقوم ٹراونکور کو دی تھیں۔ وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ حیدر کے ٹراونکور پر قبضہ کرنے کی صورت میں ان کی رقم محفوظ رہے۔ جہاں تک کوچین اور کرنگانور کا سوال تھا وہ تا مقدور حیدر کا مطالبہ ماننے کو تیار تھے لیکن کوچین اور کرنگانور کے سلسلہ میں حیدر کے اپنے سردار اور حکمران کا ولندیزیوں پر پورا انحصار تھا۔(۳)

ٹراونکور کے مرتندا ورما نے ولندیزیوں کو شکست دی تھی اور برہمن امرا نے ایک رضاکار امدادی فوج اور فلیمنگ ڈی لینائے (FLEMNIG DE LANNOY) ایسے غیر ملکی ماہرین کی مدد سے مالابار کے

---

(۱) پانیکار مالابار اور ولندیزی

(۲) ولندیزی دستاویزات نمبرہ و نمبر۱۳

(۳) 〃 〃 〃 〃

ساحل پر ٹراونکور کو سب سے بڑی ریاست بنا دیا تھا لیکن ہمیں اس کی سیاسی سوجھ بوجھ یا اس کی وطن پرستی کے بارے میں زیادہ خوش فہمی نہ ہونی چاہیے۔ اپنے دشمنوں کی طرف سے بہت دباؤ پڑنے کی صورت میں ایک وقت میں اس نے کرناٹک کے مغل گورنر کی مدد چاہی تھی۔ ولندیزیوں کے خلاف اس نے ڈوپلے تک رسائی حاصل کی تھی۔ یہ صرف اس کی اپنی تیز رفتار فتوحات تھیں جنھوں نے اس کو بچا لیا تھا ورنہ اس کے اتحادیوں نے ٹراونکور پر اپنی گرفت مضبوط کر لی ہوتی۔ حیدر اپنی ڈنڈیگل کے فوجداری کے زمانے ہی سے ایک ایسا اچھا سپاہی مشہور ہو گیا تھا جس کے پاس وسائل تھے اور وہ ٹراونکور کے کام آ سکتے تھے بشرطیکہ اس کی حمایت حاصل ہو جاتی۔ شمالی ٹراونکور میں اپنے باغی سرداروں کے سخت دباؤ سے مجبور ہو کر مرتنڈ اورما نے اسے اپنی مدد کے لیے درخواست کی لیکن بڑی تیزی سے امن و امان قائم ہو گیا۔ مرتنڈ اورما کی اس احمقانہ اور وطن دشمنانہ تجویز نے حیدر کو موقع فراہم کر دیا۔ وہ اسے مدد و تعاون دینے پر تیار تھا لیکن مرتنڈ اورما اپنی بات سے پھر گیا کیونکہ اس کے سرداروں نے پہلے ہی اطاعت قبول کر لی تھی۔ حیدر نے ہرجانے کا مطالبہ کیا جو ادا نہیں کیا گیا۔ ٹراونکور کی طرف اس کے سخت رویّہ کی شاید یہی وجہ ہے۔ اس کے علاوہ ٹراونکور کو دبائے بغیر وہ مالابار میں اپنے کو محفوظ نہیں سمجھ سکتا تھا۔ مرتنڈ اورما کے جانشین راما ورما کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ مالابار کی روایتی شجاعت کا پیکر تھا۔ جب حیدر نے اس سے دو لاکھ سکہ رائج الوقت اور دس ہاتھیوں کا مطالبہ کیا تو اس نے اس کو غیر معقول مطالبہ کہہ کر ماننے سے انکار کر دیا[1] وہ محمد علی اور انگریزوں کے اور قریب ہو گیا۔ ٹراونکور کے حکمران نے یہ معلومات بھی فراہم کی تھیں کہ نواب کی جانب سے حملہ ہونے کی صورت میں ولندیزی کمپنی اس کی مدد کرے گی یا نہیں۔ بہر کیف ولندیزی رویّہ کچھ حوصلہ افزا نہ تھا۔ حیدر کے متوقع حملے کے خلاف جو مؤثر ترین کاروائی راما ورما نے کی وہ ٹراونکور کی مشہور دفاعی حدبندی کی تکمیل تھی جس کو ڈی لینائے کی تعمیر کردہ اس طویل سرحد کی حفاظت آسانی سے کی جا سکتی تھی۔ تریوندرم میں انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی کے نمائندے جارج پاؤنے نے اس دفاعی سرحد کے بارے میں مدراس کی حکومت کے نام اپنے ایک خط ۱۷۷۵ء میں یوں لکھا تھا کہ "وہ مغرب سے مشرق کو جاتی ہے اور اناملائی پہاڑوں تک پھیلی ہوئی ہے جہاں وہ اس کی ایک چوٹی پر ختم ہوتی ہے۔ وہ سرحد تقریباً ۱۶ فیٹ چوڑی اور ۲۰ فیٹ گہری ایک خندق پر مشتمل ہے اور اس کے کنارے پر بانسوں کی ایک گھنی باڑھ ہے۔ چھپنے کے لیے ایک پشتہ، ایک عمدہ مورچہ اور اونچی جگہوں پر برج ہیں جو ایک دوسرے

---

(۱) ولندیزی دستاویزات نمبر ۵ اور نمبر ۳

سے تقریباً ملے ہوئے ہیں۔ سرحد کے ایک داخلی دروازے سے دوسرے دروازے تک صرف شمال کی جانب سے باقاعدہ راستوں کے ذریعے ہی اس پر حملہ کیا جا سکتا ہے۔"(۱)

حیدر ٹراونکور پر حملہ کی تیاری کر رہا تھا۔ اس کو یقین تھا کہ نائروں نے ٹراونکور میں پناہ لے لی ہے۔ اور وہاں سے اس کے علاقے میں آکر وہ بدامنی پھیلاتے رہتے ہیں لیکن حیدر علی کے متوقع حملے کے خلاف راما ورما کے دفاعی اقدامات نے ٹراونکور کی فتح کو ایک مشکل اور پیچیدہ مسئلہ بنا دیا تھا۔ اس مہم پر نکلنے سے پہلے حیدر نے انگریزوں اور نظام کے درمیان ایک معاہدہ ہونے کی اور مادھوراؤ کے دوسرے حملہ کی خبر سنی۔ چنانچہ اس خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لیے اسے اپنی ساری توجہ لگانی پڑی۔ مادھوراؤ کی واپسی کے بعد انگریزوں اور میسور کی پہلی جنگ ہوئی اور اس کے فوراً بعد مادھوراؤ کا تیسرا حملہ ہوا۔ بہرحال ۱۷۷۹ء میں حیدر نے ٹراونکور کی شمال مغربی جانب میں مغربی گھاٹ کے قریب واقع سات گاؤں گدالور، کمبم، پڈوپٹی، انومندناپٹی، پکھنوز، چکیان کوٹائے اور نصف اٹم پلیم کو تاخت و تاراج کر ڈالا۔ ان علاقوں کو ۱۷۵۶ء میں مرتنڈا ورما نے فتح کیا تھا۔(۲) اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حیدر ٹراونکور پر حملہ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دے گا لیکن ایک حقیقت پسند ہونے کی وجہ سے وہ اس بات کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا کہ حالات دوسری جگہ زیادہ توجہ دینے کے قابل ہیں۔ چنانچہ ٹراونکور کو تھوڑی سی مہلت مل گئی۔

جب حیدر اپنی دور دراز مہموں میں مشغول تھا جن میں بعض اوقات اُسے شکستوں کا بھی سامنا کرنا پڑا تو نائروں میں آزادی کی امید پیدا ہو چلی۔ انھوں نے حیدر کے کئی قلعے چھین لیے اور مالابار میں حیدر کے نائب مسلسل چوکنے رہنے لگے۔ تب انگریزوں کی منگلور کی مہم کا آغاز ہوا جو ابتدائی مرحلہ میں تو کامیاب رہی لیکن انجام کار ناکام رہی۔ اس کی مشکلات نے اسے مالابار کو نظر انداز کرنے پر مجبور کر دیا۔ اسے اس بات کا یقین تھا کہ وہ جب ان مشکلات سے نجات پائے گا وہ اس کو دوبارہ فتح کر لے گا۔ مدنا نے سرداروں کو مطلع کیا کہ حیدر مالابار چھوڑ دے گا بشرطیکہ سردار صرف وہ اخراجات ادا کر دیں جو اس سلسلہ میں ہوئے ہیں۔ مالابار کے سرداروں نے یہ رقم ادا کر دی۔ ولکس کے بیان کے مطابق یہ سودا آزادی کے ایک خواب

---

(۱) ٹراونکور کے ریزیڈنٹ کا خط بحوالہ پانیکار۔
کرنگانور میں ولندیزی ریزیڈنٹ نے مورخہ ۲ جون ۱۷۶۹ء کو لکھا تھا کہ ٹراونکور کے حکمران کا دیوانی جنگلات کے درخت کٹوانے میں منہمک تھا تاکہ دریا سے کرنگانور تک ایک دفاعی سرحد بنائی جائے۔

(۲) ٹراونکور کے ڈائرکٹر آف ریکارڈز سے موصول شدہ ایک اقتباس۔

کا تھا۔(۱) پیکسوٹو کا بیان ہے کہ زمورن سے حیدر نے ۱۲ لاکھ روپئے وصول کیے اور ۸ مارچ ۱۷۶۹ء کو اس کی سلطنت واپس کر دی گئی۔(۲) یہ ہمیں ان رقوم کا ایک تخمینہ فراہم کرتا ہے جو دوسرے سرداروں نے اسے ادا کی ہوں گی۔ مالابار میں حیدر کے فوجی دستے کاٹ دیئے گئے ہوتے لیکن اس ترکیب سے وہ اپنے آپ کو نہ صرف بحفاظت تمام نکال لائے بلکہ دولت بھی اپنے ساتھ لائے تاہم حیدر نے اپنی گفت و شنید میں پال گھاٹ اور کنانور کو چھوڑ دیا تھا۔ ان مقامات کے بارے میں یہ اندازہ کیا گیا تھا کہ مستقبل میں ان مقامات کو نزاع کا موضوع بنایا جا سکے۔

۳۰ اگست ۱۷۷۳ء کو نرائن راؤ کے قتل اور مرہٹہ حملہ کے خاتمہ کے بعد حیدر نے مالابار کو دوبارہ فتح کے سلسلہ میں اپنے منصوبہ پر بلاشبہ عمل شروع کر دیا۔ اس کی بازیابی کو آسان کرنے کے لیے اس نے کورگ اور وائی ناڈ پر قبضہ کر لیا۔ اس سے قبل اس کی فوج کو مالابار جانے کے لیے یا تو بڈنور اور شمالی کنارا کے راستے یا کوئمبٹور اور پال گھاٹ کے خلا کے راستے سے جانا پڑتا تھا۔ اب اس کی سلطنت سے ایک براہ راست راستہ کھل گیا تھا۔ حیدر نے کورگ کے صدر مقام پر جو سرنگاپٹم اور منگلور کے راستہ پر واقع تھا مرکارا کا قلعہ تعمیر کیا۔ نائر سردار آپس میں اس قدر بٹے ہوئے تھے کہ وہ ایک متحدہ مزاحمت نہیں کر سکتے تھے۔

حیدر کے دو افسر سیو صاحب اور سری نواس راؤ برکی وائی ناڈ کے راستے بڑھے اور کالی کٹ پر حملہ آور ہوئے جس نے جلد ہی ہتھیار ڈال دیے۔ متحدہ نائر سرداروں پر دو طرف سے حملہ ہوا۔ ان کو پسپا ہونا پڑا۔ زمورن اندرون ملک کے کسی پہاڑ میں روپوش ہو گیا۔ دوسرے سرداروں نے بھی پہاڑی شگافوں اور دراڑوں میں پناہ لے لی۔ زمورن جو جنوب کی جانب پیچھے ہٹا تھا ٹراونکور جانا چاہتا تھا۔ اس کو ولندیزیوں نے کرنگانور میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی۔ ٹراونکور کا حکمران زمورن کو پناہ دے کر اپنے آپ کو ان مصائب میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن نگرانی کے باوجود وہ بچ نکلا۔ اس نے دو کشتیاں لے کر ٹراونکور میں چرتلہ کے مقام پر جا اترا۔ جہاں اسے قید کر لیا گیا۔ کرنگانور اور کوچین کے حکمرانوں نے حیدر سے صلح کرنے میں عجلت دکھائی اور اس کو کثیر رقوم ادا کیں۔ کوچین نے دو لاکھ روپئے ادا کیے اور کرنگانور نے دو قسطوں میں ۵ لاکھ روپئے ادا کیے اور تین ہاتھی دیے۔ کرنگانور میں حیدر کے آدمیوں نے زمورن کے چھپے

---

(۱) ولکس جلد دوم ص ۱۹۱

(۲) پیکسوٹو دفتر چہارم

ہوئے مشہور خزانوں کو تلاش کرنا چاہا جن کا بڑا چرچا تھا لیکن حقیقت میں بہت کم ہاتھ لگا۔ بہر حال ولندیزیوں کا تخمینہ ہے کہ حیدر کی اس مہم میں زبردستی وصول کیے جانے والے خراج کی دس لاکھ روپئے کی رقم اور نوے ہاتھی سے تھے[1] ٹراونکور نے حیدر کو ناخوش نہ کرنے کی کوشش کے باوجود اسے کچھ نہ ادا کیا۔ یہ افواہ بہت گرم تھی کہ حیدر موقعہ پاتے ہی ٹراونکور میں گھس جائے گا۔ نائر سرداروں نے اپنی ماتحتی کی شرائط طے کرلیں اور سری نواس راؤ برکی کو صوبے کا گورنر بناکر تعینات کردیا۔

مالابار ساحل پر پرتگالیوں سے حیدر کے تعلقات بعض اہم خصوصیات کے حامل ہیں۔ سنڈا کے حکمران نے اپنی سلطنت سے محروم ہونے کے بعد ۱۷۶۳ء میں گھاٹ کے نشیب میں واقع پونڈا، کنکونا، کیپ راموس۔ سنگیم، پیرو (سدا سیوگڈ) اور دوسرے اہم مقامات پرتگالیوں کے حوالے کردیے۔ چنانچہ توقع یہ تھی کہ اب حیدر ان مقامات کو پرتگالیوں سے بزور شمشیر حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ گوا میں پرتگالی بھی اس خطرے کو محسوس کررہے تھے۔ حیدر پیرو (سداسیوگاڈ) پر قبضہ کرنے میں کامیاب رہا۔ نیز اس نے راس راموس کا محاصرہ کرلیا۔ پرتگالیوں کے پاس اس کے دفاع کے لیے کافی فوج تھی۔ ان کو یہ بھی خوف تھا کہ حیدر انجی دیوا جزیروں پر بھی حملہ کرے گا جن کے دفاعی انتظامات کو ادر مستحکم کرلیا گیا تھا۔ ڈی لاتور بتاتا ہے کہ اس کے زیرکمان فرانسیسی افسران نے پرتگالیوں سے لڑنے سے انکار کردیا[2] اور حیدر کو ان سے صلح کرنی پڑی کیونکہ وہ فرانسیسی انجنیروں کی مدد کے بغیر ان علاقوں پر قبضہ کرنا اس کے لیے ناممکن تھا۔ ڈی لاتور کے بیان کے مطابق ایک پرتگالی دستاویز سے کچھ حد تک اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ وزیر داخلہ (سکرٹیری آف اسٹیٹ) فرانسسکو اگزیویر ڈی میڈونکا فرتادو (FRANCISCO XAVIER DE MEDONCA FURTADO) کو مطلع کیا گیا تھا کہ "یہ نیا بادشاہ سنڈا کی پوری سلطنت فتح کرنے کے بعد ایک عظیم لشکر کے ساتھ راس راموس کو فتح کرنے آیا۔ میں اس کا دفاع کرنے پر مجبور ہوگیا۔ خدا کا فضل ہے کہ میں اس میں کامیاب رہا۔ شاہی افواج کی شہرت و نیک نامی نے دشمن کو قلعہ کے قریب تک آکر واپس جانے پر مجبور کردیا"[3] اس طرح حیدر کو مجبور ہوکر پرتگالیوں سے صلح کرنی پڑی۔ تاہم پیرو (سداسیوگڈ) اس کے پاس برقرار رہا۔ پیشوا مادھو راؤ اور حیدر علی دونوں اپنی نبرد آزمائی کے دوران پرتگالیوں کی خوشامد کرتے رہے۔ پیشوا نے

---

(۱) ولندیزی دستاویزات نمبر ۱۳

(۲) ڈی لاتور ص ۹۵

(۳) پرتگالی دستاویزات جلد ۵

پرتگالیوں کی جانب سے مدد قبول کرنے پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا اور یہ تجویز کی کہ پیشوا اور پرتگالیوں کے بیڑے مل کر مالابار میں حیدر کی تمام بندرگاہوں پر حملہ کریں اور اس کے لیے اس نے پیشکش کی کہ وہ فوجیوں کی تنخواہوں کے علاوہ پرتگالیوں سے چھینے ہوئے شمالی علاقے انھیں واپس کر دے گا۔ اور مستقبل کی فتوحات حلیفوں میں برابر برابر تقسیم کر لی جائیں گی۔ حیدر نے اپنی جانب سے پرتگالیوں کو اپنے جنرل فیض اللہ خاں کے ذریعے اپنی فوج کی خدمات پیش کی تھیں[1] گفت و شنید کے بارے میں یہ پرتگالی بیان ہے۔ پرتگالی بہرحال اپنی غیر جانبداری برقرار رکھتے رہے۔

مالابار میں حیدر کے مقبوضات میں پرتگالی تجارت اچھی خاصی تھی۔ حیدر کی جنوبی کنارا کی فتح سے پہلے ان کا ایک کارخانہ منگلور میں تھا جس کو ایک توپ خانے اور محافظ فوج سے انھوں نے لیس کر رکھا تھا۔ منگلور اور کنارا کی دوسری بندرگاہوں میں پرتگالی رعایا آزادی سے تجارت کرتی تھی۔ بدنور نے ان کو چاول کی قیمت میں تھوڑی سی رعایت دے رکھی تھی اور اس سلطنت میں پرتگالی مشنری آزادی اور حفاظت سے داخل ہو سکتے تھے۔ پرتگالی سیاہ مرچ کی کافی تجارت کرتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ حیدر کے علاقوں سے چاول برآمد کرتے تھے کیونکہ چاول ان کی بنیادی خوراک تھی اور ان کی مقامی پیداوار چھ ماہ سے زیادہ کے لیے بھی کافی نہیں ہوتی تھی۔ پرتگالیوں سے دوستانہ تعلقات قائم کرنے کے لیے حیدر نے ان کا کارخانہ واپس کر دیا اور منگلور میں ان کو تجارتی حقوق عطا کر دیے لیکن ۱۷۶۸ء میں جب انگریزوں نے منگلور پر حملہ کیا تو بیان کیا جاتا ہے کہ پرتگالیوں نے اپنے کارخانے کے ذریعے ان کو آزادی سے داخل ہونے کی اجازت دے دی۔ جب انگریزوں نے دفاع کی خندق پر قبضہ کر لیا تو گورنر شیخ علی نے پرتگالی کپتان کو انگریزوں پر گولی چلانے کا حکم دیا اور دھمکی دی کہ ایسا نہ کرنے کی صورت میں اسے گرفتار کر لیا جائے گا اور اس کے کارخانوں کی فصیلوں کو تباہ کر دیا جائے گا لیکن کنہا کسما دو نے جو کارخانے کا نگران تھا، کارخانے کے گورنر کے خلاف مدافعت کے لیے بہت سے ہندوستانیوں اور پرتگالیوں کو ملازم رکھا تھا

---

(١) پرتگالی دستاویز جلد ۷ – ایک فرانسیسی دستاویز سے ہمیں ایک ایسی اطلاع ملتی ہے جس کی کسی دوسرے ماخذ سے تصدیق نہیں ہوتی ہے۔ "مولندین، بونسول ڈی مارتس اور سندا کے حکمرانوں نے پرتگالیوں سے مل کر اپنی افواج کا ایک اتحاد بنا لیا تھا تاکہ حیدر علی خاں کو روکا جا سکے۔ گوا کی سرحد سے کافی دور ایک مقام پر حیدر علی کی فوجوں اور اتحادی فوجوں کے درمیان ایک بحری جنگ ہوئی جس میں نواب کو نقصان عظیم ہوا۔"

اور اس نے انگریزوں کو مطلع کیا کہ وہ کس رُخ سے بحفاظت حملہ کریں اور ساتھ ہی ان کو اپنی مدد کا پورا یقین دلایا لیکن جب انگریزوں نے قلعہ اور بندرگاہ فتح کر لی تو انھوں نے کنہا کسماؤ سے اس کے سپاہی اور ملازم چھین لیے اور اسے پرتگالی پرچم اتارنے پر مجبور کر دیا۔ اس کو اس کے عہدے سے برطرف کر دیا گیا اور گوا بھیج دیا گیا۔[1]

پرتگالیوں نے حیدر کو دوسرا صدمہ پہنچایا۔[2] ان کو خوف پیدا ہوا کہ انگریز پیرو (سداسیوگڈ) پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں گے جو نواب کا تھا اور انھوں نے سنا کہ انگریزوں اور مرہٹوں کے درمیان اتحاد کی اور بحری بندرگاہوں کی ممکن تقسیم کی تجویز تھی۔ ان کا خیال تھا کہ پیرو کا انگریزوں یا مرہٹوں کے ہاتھوں میں جانا گوا کی تباہی کے مترادف ہوگا۔ چنانچہ انھوں نے انگریزوں کو پریشان کرنے کی غرض سے پیرو پر قبضہ کرنے کی ایک مذموم کوشش کی۔ یہ ایک ایسی ناروا بات تھی جس پر ناراض ہونے کا حیدر کو پورا حق حاصل تھا۔ لیکن حیدر حقیقتاً پرتگالیوں سے دوستی قائم رکھنا چاہتا تھا۔ چنانچہ پرتگالیوں کی معذرت و عذر خواہی پر اس نے شیخ علی کو ایک حکم بھیجا جس کے تحت ان کو منگلور میں اپنا کارخانہ قائم کرنے کا حق مل گیا۔ بحالی کا کام مکمل ہو گیا اور منگلور میں ان کے کارخانے سے ان کو XERAFINS ۱۹۲۵۳ کی آمدنی ہوئی۔ حیدر نے پرتگالی پادریوں کو ان کی تمام قدیم آزادی بھی عطا کر دی تھی اور نئے معاہدہ کی ایک شق میں یہ ضمانت دی تھی کہ "کسی بھی دیسی شخص کے رضاکارانہ عیسائیت قبول کرنے پر سرکار کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے"۔[3] حیدر نے ایک قدم اور بڑھایا اور ان پانچ پادریوں کو رہا کر دیا جن کو اس نے انگریز نواز رویّہ کی بنا پر گرفتار کر لیا تھا۔

لیکن ۱۷۸۰ء میں حیدر نے یہ تمام مراعات منسوخ کر دیں۔ اس نے پرتگالی تجارتی جہاز روک لیے ان کے سامان کو ضبط کر لیا اور ان کے عملے کو گرفتار کر کے سڑکوں اور پلوں وغیرہ کی تعمیر پر لگا دیا۔[4] اس نے منگلور کے کارخانے کے پرتگالی پرچم کو اتار دیا، کارخانے داروں اور پرتگالی محافظ فوج کو بھی قید کر کے ان کے توپخانے پر قبضہ کر لیا۔ کچھ برس گذر جانے کے بعد اس نے پرتگالی سفیر کو باریابی کی اجازت بخشی۔ تب وہ خود انگریزوں کے خلاف نبرد آزما تھا۔ اس نے پرتگالیوں سے اپنی شکایات بیان کیں، ان کو انگریز نواز قرار

---

(۱) پرتگالی دستاویز نمبر ۱۳

(۲) 〃 〃 〃 ۱۷

(۳) 〃 〃 〃 ۳۱

دیا اور مراعات کی بحالی کی شرط کے طور پر انگریزوں کے خلاف ایک دفاعی معاہدہ کرنے کا مطالبہ کیا۔ اس کی کمان میں ایک دوسرا تیر بھی تھا۔ سنڈا کا جلاوطن حکمران گوا میں مرگیا تھا۔ اس کے نابالغ بیٹے کے اتالیق کو جیت لیا گیا تھا اور حیدر نے کمسن حکمراں کو اس کے آبائی علاقے واپس کرنے کی تجویز رکھی تھی۔ MARTINHO DE MELOE CASTO نے گوا کے گورنر کے نام اپنے خط میں اس پر یوں تبصرہ کیا ہے: "حیدر کے ان دعووں پر یقین کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ آدمی اپنی عقل کھو دے" یقیناً حیدر کمسن شہزادے کو اس کے مقبوضات واپس کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ سنڈا کے کمسن بادشاہ کے اس کی حفاظت میں ہونے سے اس کو یہ بہانہ آسانی سے مل جاتا کہ وہ اپنے زیر ولایت نابالغ کے لیے سنڈا کا وہ علاقہ بھی فتح کرنے کے لیے گوا پر حملہ کر رہا ہے جو پرتگالیوں نے بانٹ لیا تھا۔ بہرکیف کمسن شہزادے کو پرتگالی علاقے سے باہر نہیں جانے دیا گیا۔ چونکہ یورپ میں پرتگالیوں اور انگریزوں کے درمیان ایک معاہدہ اتحاد تھا اس لیے پرتگالی حیدر سے انگریزوں کے خلاف کوئی جارحانہ اتحاد نہیں کر سکتے تھے لیکن مارٹینو دی میلو کاسٹو حسب ذیل تبصرہ کرتا ہے کہ "ہم کو منگلور کی مدافعت کی ذمہ داری کو تسلیم کر لینا چاہیے تھا۔ اور چونکہ ہم وہاں جمے ہوئے تھے اس لیے ہمیں معاہدے کی پابندی سے قطع نظر بھی یہ کرنا چاہیے تھا۔ ۱۷۶۸ء میں ایسا نہ کرکے ہم نے خیانت و دھوکہ دہی اور کم ہمتی کا مظاہرہ کیا تھا جب ہمارے پرتگالیوں نے ان کو اپنے کارخانے کے راستے داخلہ کی اجازت دے دی تھی اور اس کے دفاع کے بہانے سے پیرو کے قلعے پر غداری سے حملہ کیا تھا۔ اس قابلِ نفرت غداری کی وجہ سے ہم کو وہ تحقیر و تذلیل برداشت کرنی پڑے گی جو حیدر علی خاں نے پرتگالی قوم پر لاد دی ہے"۔[1]

مغربی ساحل پر ولندیزیوں کے ساتھ[2] حیدر کو بہت کچھ کرنا تھا اور اسے توقع تھی کہ وہ انگریزوں کے خلاف ان کی مدد حاصل کر سکے گا۔ ۱۷۶۳ء میں سری لنکا جاتے ہوئے حیدر کا ایک سفیر کوچین پہنچا اور سفیر کے سری لنکا کے سفر کا انتظام کرنے پر ولندیزی تیار ہوگئے۔ ولندیزیوں نے کنارا میں اپنے حقوق کی جانب حیدر کی توجہ مبذول کرانے کے لیے اس سے فائدہ اٹھایا تھا۔ جب ان پر یہ بات ظاہر ہوگئی کہ حیدر کولاسٹری کو فتح کرنے کا فیصلہ کر چکا ہے تو ولندیزیوں نے حیدر کو اس کی فتوحات پر مبارکباد دیتے ہوئے اپنے حقوق کی جانب

---

(۱) پرتگالی دستاویز نمبر ۳۲

(۲) ، ، نمبر ۵ اور ۱۳ اور کوچین سے آمدہ خطوط۔ مورخہ ۱۵ر اکتوبر، ۱۸ر نومبر، ۲۸ دسمبر ۱۷۶۲ء، ۳ر اگست، ۳ر اکتوبر، ۳۱ر اکتوبر، ۲۸ر نومبر اور ۱۲ر دسمبر ۱۷۶۳ء

اس کی توجہ مبذول کرائی اور ان رقوم کا تذکرہ کیا جن کو وہ وہاں کے سرداروں اور علی راجہ کو پیشگی دے چکے تھے لیکن جب تک حیدر کی حدود سلطنت کنارا کے پار تک نہیں بڑھی تھیں وہ حیدر کو اسلحہ اور گولہ بارُود فراہم کرنے پر بہت زیادہ تیار نہیں تھے۔ چونکہ کنارا کی واحد پیداوار چاول تھی اور ولندیزی کمپنی سورت اور کوچین کے درمیان مزید دفاتر قائم کرنے کا ارادہ نہیں رکھتی تھی۔ اس لیے ولندیزیوں نے اپنے زبردست پڑوسی سے زیادہ دوستی اور خیر سگالی پیدا کرنا مناسب خیال نہیں کیا لیکن حیدر کی مسلسل پیش قدمی دیکھ کر ولندیزیوں کا رویہ بدل گیا۔ اب تک کنانور کے ولندیزی گورنر نے جو بہت محتاط تھا حیدر کو ناراض ہونے کا موقع نہ دیا ۔۔ اس نے کولاسٹری کے پرنس ریجنٹ کی جانب سے بھی کوئی درخواست نہیں کی تھی کہ کہیں اس سے حیدر ناراض نہ ہو جائے میسور کا حکمران ولندیزیوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنے کا خواہش مند تھا اور اس نے وہ رقوم بھی ادا کرنے پر اپنی رضامندی دے دی تھی جو ولندیزی کمپنی نے سیاہ مرچ کے لیے پیشگی دی تھی "اگرچہ اس نے فرانسیسیوں اور انگریزوں سے اسی سلسلہ میں انکار کر دیا تھا"۔ ولندیزیوں کو ان کے موجودہ حقوق کی برقراری کی یقین دہانی کرائی گئی تھی لیکن حیدر کی جوابی تجاویز بہت اہمیت کی حامل نہیں اس نے کہا تھا کہ اُسے یہ معلوم ہوا ہے کہ ولندیزیوں کے محمد علی خاں سے اختلافات ہیں جو جنگ کا سبب بن سکتے ہیں۔ اس نے تجویز رکھی کہ وہ اس صورت میں ان کی تیس ہزار فوج اور پورے بحری بیڑے کے ساتھ ان کی مدد کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ بھی اس کی وقت پر مدد کریں۔ ولندیزیوں نے ان پابندیوں کو نظرانداز کیا۔ یہ توقع غلط تھی کہ ولندیزی محض حیدر سے تعلقات خوشگوار رکھنے کے لیے انگریزوں سے جنگ کریں گے۔

ولندیزی حکمت عملی یہ تھی کہ کسی دوسری طاقت کو آزردہ کیے بغیر حیدر کو خوش رکھا جائے۔ انھوں نے حیدر کو سری لنکا کے بلند قامت ہاتھی، کالی کٹ میں اس کے جہازوں کی تعمیر کے لیے بڑھئی اور لوہار اور فوجی سامان بھی فراہم کیا تھا لیکن کالی کٹ میں حیدر کا گورنر سردار خاں ولندیزی دعوی کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھا کہ کرنگانور کا سردار ان کا ماتحت راجہ ہے بلکہ سردار خاں نے کرنگانور پر حملہ بھی کیا تھا جس میں اُسے شکست ہوئی تھی۔ ولندیزیوں نے شکایت کی کہ" اس کا رویّہ ایک ایسے دُشمن کی طرح ہے جس نے اعلانِ جنگ کر دیا ہو"(۱)

(۱) سردار خاں کی یہ نقل و حرکت ٹراونکور کو دھمکی دینے کے لیے تھی۔ شمالی کوچین غارت کر دیا گیا اور تری چور کے قلعہ پر قبضہ کر لیا گیا لیکن ٹراونکور کی سرحدوں نے مزید پیش قدمی روک دی اور اگلے کئی برس ایک معاہدہ اتحاد کرنے اور ساحل کے قریب ولندیزی علاقے سے آزادانہ گذرنے کے لیے بیکار گفت و شنید کرنے میں ضائع ہو گئے۔ گزیٹر مالابار اور انجنگو اضلاع۔

دوسری بار جب حیدر انگریزوں سے نبرد آزما تھا تو یوروپ میں ولندیزی بھی انگریزوں سے برسرِ پیکار تھے ۔ حیدر نے نیگاپٹم میں ولندیزیوں کو امداد بھیجی ۔ اس نے ولندیزیوں کے ساتھ کورومنڈل ساحل پر قریبی تعلقات قائم کرنے اور ان کی دوستی برقرار رکھنے کے لیے ایک معاہدہ بھی کیا ۔ مالابار کے ساحل پر حیدر نے فوجی مدد دینے کی پیشکش بھی کی لیکن انھوں نے عملی فوجی مدد قبول کرنے سے احتراز کیا ۔ انھوں نے کہا کہ " ٹراونکور کا بادشاہ ولندیزیوں کا ایک قابل اعتماد حلیف ہے اور کرنگانور کے قلعہ میں ایک زبردست محافظ فوج ہے ۔ کوچین کا راجہ بھی بھروسے کے لائق ایک حلیف ہے ۔ ہمیں آپ کی فوجی مدد کی ضرورت نہیں ہے جو آپ نے اتنی کرم فرمائی سے پیش کی ہے " وہ بہرکیف کرنگانور اور دوسرے مقامات کے سلسلہ میں میسور کی حکومت کے ساتھ اپنے اختلافات طے کر لینا چاہتے تھے ۔ ولندیزی جتنی اس کی مدد کر سکتے تھے وہ انھوں نے اطلاعات اور فوجی ساز و سامان کی فراہمی کی شکل میں کی تھی ۔ ان کے اور زیادہ تعاون کرنے کی راہ میں انگریزوں کا بحری اقتدار حائل تھا ۔ نومبر ۱۷۷۰ء میں حیدر نے ولندیزی حکام کو ۲۴ پونڈ والی توپوں کی فراہمی کے لیے لکھا ۔ انھوں نے جواب دیا کہ ان کے ۲۴ پونڈ والی توپیں ہیں ہی نہیں البتہ وہ دو ۱۸ پونڈ والی توپیں مع سو عدد گولوں کے فراہم کر سکتے ہیں لیکن انگریزی جنگی جہازوں کے قریب ہونے کی بنا پر حیدر کو خود ان کے لانے کے انتظامات کرنے ہوں گے ۔

اس سے ہماری توجہ حیدر کی بحری طاقت کے مطالعہ کی جانب مبذول ہوتی ہے ۔ ہم پہلے ہی ۱۷۶۶ء کی مالابار مہم کے وقت حیدر کی بحریہ کی طاقت اور اس مہم میں اس کی گرانقدر خدمات کا ذکر کر چکے ہیں ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ کنانور کے علی راجہ نے جزائر مالدیپ کو فتح کر لیا تھا اور اس کے راجہ کو اندھا کر دیا تھا ۔ اس بربریت کی بنا پر حیدر نے اس کو اپنے بحریہ کی کمان سے محروم کر دیا تھا[۱] جس کی بنا پر وہ مالدیپ کو فتح کر سکا تھا اور اس کی جگہ سٹانیٹ کو مقرر کیا تھا ۔ موپلے بہترین جہازران تھے اور وہ حیدر کے تعمیر کردہ جہازوں کے لیے بہترین عملہ ثابت ہوئے لیکن مشکل کمان کی تھی ۔ پیکسوٹو کے مطابق بحری بیڑے کے دو کمانڈر سٹانیٹ اور لطیف علی بیگ تھے ۔ ۱۷۶۸ء میں جب بمبئی کی حکومت نے جہازوں کا ایک بیڑا چار سو یوروپی سپاہیوں اور سپاہیوں کی ایک بڑی تعداد سے لدا پھندا مالابار ساحل پر حیدر کے بندرگاہوں پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا تو حیدر کی بحری طاقت بالکل ختم ہو گئی ۔ برطانوی جہاز اونور کے سامنے نظر آئے ۔ لطیف علی بیگ کو سٹانیٹ نہیں پسند کرتا تھا چنانچہ وہ موقع پاتے ہی دو جہازوں ، دو GIABS اور دس GALLIVATS کے ساتھ

---

(۱) دی لاتور ص ۹۳

انگریزوں سے جاملا۔ اگرچہ بری علاقے میں انگریزوں کی مہم قطعی ناکام رہی البتہ حیدر کی بحری طاقت ختم ہوگئی۔ ولکس اور لو LOW انگریز کمانڈر کی غداری کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ وہ لطیف بیگ کی نگہداشت سے بہت نالاں تھے۔ لطیف بیگ پہلے سوار فوج کا افسر تھا۔ ولکس بہرحال یہ تسلیم کرتا ہے کہ یہ غداری ایک سابقہ معاہدہ کے مطابق رونما ہوئی تھی(۱)۔ ہم کو یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ کسی ہندوستانی حکومت میں ملازم ایک یورپی افسر کی غداری (بقول جسونت راؤ ہولکر دغابازی) اٹھارہویں صدی کے ہندوستان میں ایک استثناد کی بجائے ایک عام قاعدہ او راصول تھی۔ ایس این سین کا خیال ہے کہ حیدر نے لطیف علی بیگ کو ایک مشترکہ کمانڈر اس لیے مقرر کیا تھا کہ وہ انگریز پر پورا بھروسہ نہیں کرسکتا تھا۔

اپنی پہلی ناکامی سے مایوس ہونے بغیر حیدر نے اپنی بندرگاہوں میں ایک بار پھر ایک نئے تجربے کی تشکیل میں اور سامان سے اس کو لیس کرنے میں لگ گیا۔ ولیم ٹاؤن شینڈ نے اونور سے اکتوبر ۱۷۶۵ء میں یہ اطلاع بھیجی تھی کہ اونور میں حیدر کے کاریگر اتنی تیزی سے کام کررہے ہیں جتنی تیزی سے ممکن ہے۔ جہاز سازی کے منصوبہ(۲) میں حسب ذیل چیزیں شامل تھیں:

ایک	GRAB	——————	۱۰۳½ فیٹ پینڈا
〃	〃	——————	۵۶½ 〃 〃
〃	〃	——————	۵۴ 〃 〃
〃	〃	——————	۹۸ 〃 〃
〃	〃	——————	۷۲ 〃 〃
ایک	GALLIVAT	——————	۵۲ 〃 〃

۱۷۷۸ء کی پرتگالی اطلاعات کے مطابق حیدر دوسری بار ایک عظیم بیڑا تیار کررہا تھا۔ اس نے تمام ساحلی مقامات پر جہاں اس قسم کا کام ہوسکتا تھا بحری جہاز بنانے کے احکام جاری کردیے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے کونن ڈاشتامار کو جو گوا کے ایک مشہور جہاز ساز کو بہت مناسب اور موافق پیشکش کی تھی۔ لیکن محب وطن جہاز ساز نے اپنی ریاست کی خدمت کرنے کے پیش نظر اس پیشکش سے گریز کیا تھا(۳)۔

---

(۱) ولکس جلد دوم ص ۵۸

(۲) خفیہ روئدادیں مورخہ ۱۲ فروری ۱۷۶۵ء۔ اونور سے مرسلہ خط مورخہ ۲ اکتوبر ۱۷۶۵ء

(۳) پرتگالی دستاویز نمبر ۲۱

اس نے ۱۷۶۵ء میں کالی کٹ میں اس کے جہاز تعمیر کرنے کے لیے ولندیزیوں سے نجاروں اور لوہاروں کی مانگ کی تھی۔ دسمبر ۱۷۶۶ء میں اس کے پاس تین ستونوں والے آٹھ جہاز تھے جو ۲۸ سے ۴۰ توپیں لے جا سکتے تھے اور ان کے علاوہ کئی کم ٹن وزنی جہاز اس کے پاس تھے۔ خلیج بھٹکل میں اس نے ایک عظیم زبردست گودی کی تعمیر شروع کی تھی جہاں شدید جوار بھاٹے میں بھی اس کا بحری بیڑا آسانی سے لنگر انداز ہو سکے۔ اس نے تاجروں کے لیے ایک بڑے احاطے کی تعمیر کا بھی منصوبہ بنایا تھا۔ اس نے اس عظیم منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کا کام ایک ولندیزی جوزازلیرز نامی کے سپرد کیا۔ تخمیناً اس کی کل لاگت ۱۷ لاکھ پگوڈا تھی۔ بہرکیف منصوبہ پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچا کیونکہ وہ حد سے زیادہ پُرامنگ تھا۔ ۱۷۸۰ء میں سر ایڈورڈ ہیوس نے ملابار گودی میں داخل ہو کر دو جہاز ایک بڑا GRAB، تین KETCHIS اور بہت سی چھوٹی کشتیاں جو وہاں لنگر انداز تھیں تباہ کر دیں۔ اس طرح حیدر کی دوسری بحریہ تشکیل کرنے کی کوشش بھی ناکام رہی۔(۱)

تنگ بھدرا پر جہاز رانی شروع کرنے کی حیدر کی کوشش کا ذکر کرتے ہوئے BUCHANAN کہتا ہے کہ "مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حیدر کے آٹھ ٹن وزنی ہلکے جہاز بالکل بیکار پائے گئے۔ بہرکیف یہ کوشش یا تبصرہ حیدر کی ذکاوت پر کوئی شبہ نہیں ہے لیکن وہ جہاز رانی کی تمام اقسام سے دور ایک علاقے میں پلا بڑھا تھا اور اس کو اس کا کچھ پتہ ہی نہ تھا لیکن اس سے حیدر کی دُور اندیشی پر شبہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس نے ایسے علاقے میں تربیت پائی تھی جو جہاز رانی سے دور تھا۔ چنانچہ اس کو یہ بھی نہیں پتہ تھا کہ کون سی کشتیاں کارآمد ثابت ہو سکتی ہیں اور نہ ہی یہ پتہ تھا کہ کون سی مشکلات ان کی افادیت میں حارج ہو سکتی ہیں"۔ جہاز رانی سے عدم واقفیت کی وجہ سے حیدر کو بحریہ کی تعمیر کے سلسلہ میں مشکلات کا سامنا رہا۔ اس کے تکنیکی ماہرین یوروپی قسمت آزما تھے جن سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ جوش اور تندہی سے اس کا کام کریں گے۔ یہ سوچنا بھی بیوقوفی تھی کہ حیدر اتنی جلدی ایک ایسا بیڑا بنا سکتا ہے جو انگریزوں کی برابری اور ان کا مقابلہ کر سکے۔ اگر اس کو امن کا نسبتاً ذرا لمبا اور دراز زمانہ مل جاتا تو وہ اپنی سرگرمی اور جوش اور وسائل کے ساتھ یقیناً اچھی ترقی کرتا اور انگریزوں سے اچھا مقابلہ کرتا لیکن ہوا یہ کہ بحریے کا تجربہ شروع کرنے کے چار ہی سال بعد پہلا معرکہ ہوا اور دوسرا معرکہ محض پانچ یا چھ سال کی تیاری کے بعد پیش آیا جہاں پرتگالی، ولندیزی اور فرانسیسی ناکام رہے۔ وہاں وہ آسانی سے کامیابی کی توقع نہیں کر سکتا تھا اور نہ ہی اسے ضروری مہلت مل سکی۔

---

(۱) لو LOW، ہندوستانی بحریہ کی تاریخ جلد اول - سین ہندوستانی تاریخ کے مطالعے ص ۱۸۵، ۱۸۶

باب ۱۸

انگریزوں سے روابط ۱۷۷۵-۷۹ء

۱۷۷۵ء میں حیدر نے محمد علی کے سفیروں کو مطلع کیا تھا کہ چونکہ ان کا آقا اس کی دوستی کا خواہاں نہیں ہے اس لیے یہ حیدر کا فرض ہے کہ وہ ہوشیار رہے اور جو کچھ کرنا ہو اپنے بل بوتے پر کرے۔[1] اس کے بعد ہر سال محمد علی، حیدر کی تیاریوں اور اس کی جانب سے ایک یقینی حملے کی خبر دیتا رہا لیکن اس کی پیش گوئیوں کا مدراس کونسل مضحکہ اڑاتی اور ان بار بار کی تنبیہات کو وہ محض غلط خطرے کی گھنٹی تصور کرتے تھے۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ اس نے بالکل تیاری نہیں کی۔

مگر حیدر اپنی دُھن کا پکا تھا۔ اس نے نہ اپنے رویہ پر پردہ ڈالا اور نہ ہی اپنی تیاریوں کو پوشیدہ رکھا۔ مہاراشٹر میں انتشار و ابتری نے مرہٹوں کے سالانہ حملوں سے مہلت دے دی اور اس کو رتناگری اور بلاری پر قبضہ کرنے کا موقع فراہم کر دیا۔ اب یہ ہر شخص پر ظاہر ہو گیا تھا کہ وہ آئندہ مرار راؤ سے گوٹی، بسالت جنگ سے ادونی اور کرنول کو اس کے فوجدار سے چھین لے گا۔ یہ سردار و حکمراں قدرتی طور پر پریشان تھے اور انگریزوں کے ساتھ ایک معاہدہ کرنے کے خواہاں تھے۔ محمد علی کی دلیل تھی کہ "ضائع کرنے کے لیے ذرا بھی وقت نہیں ہے کیونکہ اگر حیدر نے کڈپہ پر قبضہ کر لیا اور پڑوسی سرداروں کو اطاعت پر مجبور کر دیا تو اس وقت اس کو روکنا ناممکن ہو گا۔"[2] اس نے انگریزوں کو کافی متنبہ کر دیا تھا تاہم جب

---

(۱) خفیہ روئداد میں ۲۴ اکتوبر ۱۷۷۵ء: علی نور خاں کا زبانی بیان۔

(۲) گورنر وانچ کے نام نواب کے ایک خط مورخہ ۴ دسمبر ۱۷۷۵ء کا ترجمہ۔

حیدر نے گوٹی کا محاصرہ کر لیا تو انگریزوں نے مرار راؤ کی حمایت میں اُنگلی بھی نہ اٹھائی۔ ایک طویل محاصرہ کے بعد حیدر نے اس پر قبضہ کر لیا اور مرار راؤ اور اس کے خاندان کو جیل میں ڈال دیا۔ تین برس بعد جب حیدر اور مدراس کے گورنر کے درمیان الزامی خطوط کا تبادلہ ہو رہا تھا گورنر نے لکھا کہ "اگر مجھے شکایت کرنے کی اجازت دی جائے تو مرار راؤ کو ختم کر کے تم نے مجھے کافی اسباب فراہم کر دیے ہیں۔ وہ ہمارے دوست اور حلیف کے طور پر ۱۷۶۹ء کے معاہدہ میں شریک تھا۔ تم نے کڈپہ اور کرنول کے زمینداروں کے خلاف اقدام کر کے ہمیں شکایت کا موقعہ دیا ہے اور بسالت جنگ کے بارے میں بھی سن رہا ہوں کہ تم اس کے خلاف بھی منصوبے بنا رہے ہو"۔[1] فورٹ سینٹ جارج کی حکومت کو اس بات کی سخت شرمندگی تھی کہ انھوں نے حیدر کو مرار راؤ کو مغلوب کر لینے کی اجازت دے دی۔ اسی لیے وہ بسالت جنگ کی حمایت میں انتہائی سرگرمی اور جوش کا مظاہرہ کر رہی تھی اور اس کی بنا پر نظام کو برگشتہ کر رہی تھی۔ اس طرح وہ ایک فروگذاشت کا کفارہ ایک نئے جرم کے ارتکاب سے کر رہی تھی۔ لیکن تاریخ کے اعتبار سے بسالت جنگ کا واقعہ بعد میں آتا ہے۔

مئی ۱۷۷۹ء کے اواخر تک مرہٹے اپنے مسائل میں اُلجھے رہے۔ اس وقت حیدر کا انگریزوں سے بھڑنے کا ارادہ بھی ہوتا تب بھی اسے اس کا موقع نہ ملتا۔ اس وقت حیدر علی اور انگریز دونوں میں جزوی باہمی اتحاد پیدا ہو گیا تھا کیونکہ دونوں ہی جماعت وزراء کے خلاف رگھوناتھ راؤ کی حمایت کر رہے تھے۔ یہ یقیناً ایسا موقع تھا جو اس کو انگریزوں کا ایک قیمتی حلیف بنا سکتا تھا لیکن واقعات کا رُخ انگریزوں کے لیے بالکل ناموافق تھا۔ فورٹ سینٹ جارج کے پریسیڈنٹ اور کونسل نے لکھا کہ "حیدر نے ایک مدت دراز تک درخواست کی بلکہ وہ اس حکومت کے پیچھے پڑ گیا کہ اس کے ساتھ ایک پائدار اتحاد کر لیا جائے لیکن ایسے کسی اتحاد سے پیدا ہونے والی عارضی مشکلات کے مدنظر جو بہرصورت ایک دوسرے کی باہمی امداد و تعاون کے معاہدہ پر مبنی ہوتا اس اقدام کی راہ میں اب تک رکاوٹیں حائل ہوتی رہیں اور نتیجہ کے طور پر حیدر نے اپنی مشکلات اور پریشانیوں سے مجبور ہو کر دوسری غیر ملکی قوموں خصوصاً فرانسیسیوں کی مدد حاصل کی ایک ایسے وقت میں جب ہماری مدد اس کے لیے مفید ہو سکتی تھی۔ حیدر کی بار بار کی پیشکش کو قبول کرنے میں ہماری رد و کد نے ہمارے لیے اس کا تعاون حاصل کرنا یا اس کا کم سے کم غیر جانبدار رہنا مشکل بنا دیا ہے"۔[2]

(۱) خفیہ روئداد مورخہ ۳ مئی ۱۷۷۹ء

(۲) 〃 〃 ۱۰ اگست ۱۷۷۹ء

بمبئی کونسل اور اس کے پریسیڈنٹ نے اپنے ایک خط مورخہ ۹ مئی ۱۷۷۸ء کو یہ تجویز رکھی کہ حیدر علی کے دربار میں ایک ریزیڈنٹ مقرر کیا جائے تاکہ ولندیزی اور فرانسیسی منصوبوں پر نگاہ رکھی جا سکے اور ان کا تدارک کیا جا سکے۔ فرانسیسیوں اور ولندیزیوں نے حیدر علی کے دربار میں اپنے ریزیڈنٹ مقرر کر رکھے تھے لیکن اس معاملہ میں بھی تھوڑی سی مشکل تھی کیونکہ یہ ضروری تھا کہ محمد علی کو اس پر راضی کیا جائے۔ بنگال سے مدراس جانے والے ایک خط میں درج ہے کہ "ہماری آپ سے درخواست ہے کہ اس کو تقرری کے سلسلہ میں ہم خیال بنانے کی کوشش کریں اور اس سے پیدا ہونے والے کسی اختلاف کو دور کریں"۔ مدراس کی حکومت نے فطری طور پر یہ دلیل دی کہ کرناٹک اور سواحل پر کمپنی کے مقبوضات کے سلسلہ میں حیدر کے دربار میں رہنے کے لیے ایک ذہین شخص کو بھیجا جائے۔"(۱)

لیکن اب انگریز اور فرانسیسی ایک دوسرے کے ساتھ نبرد آزما تھے اور انگریزوں اور میسور کے تعلقات میں اس نے ایک پیچیدہ صورت پیدا کر دی۔ اگر انگریزوں نے ۱۷۷۸ء میں پانڈیچری پر قبضہ کر کے اپنی بالادستی منوانے کے لیے جنگ کا آغاز نہ کیا ہوتا تو حیدر جو پہلے ہی سے فرانسیسیوں کی طرف زبردست میلان رکھتا تھا غالباً ابتدا ہی سے ایک فیصلہ کن رویہ اختیار کرتا۔ انگریزوں کے اتنے زیادہ دشمنوں کے درمیان حیدر کو غیر جانبدار رکھنے کے لیے ضروری تھا کہ انگریز اپنی جنگی بالادستی برقرار رکھتے اور کسی بھی حادثہ کے لیے پوری طرح تیار رہتے۔ لیکن تالیگاؤں کی تباہ کن پسپائی اور وارگاؤں کے معاہدے نے مغربی محاذ پر انگریزوں کی کمزوری عیاں کر دی اور حیدر کا رویہ سخت ہو گیا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اسے پوری طرح علم تھا کہ حکومت مدراس کی تیاری بہت کم ہے۔ مدراس کی حکومت معاملات کے اس پہلو سے بالکل ناواقف نہ تھی ۱۷۸۰ء کے آغاز میں ہی پریسیڈنٹ اور فورٹ سینٹ جارج کونسل نے لکھا تھا کہ "ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ موجودہ انتظام کے تحت ہر بٹالین کے ایک ہزار آدمیوں کو کم کر کے سات سو کر دیا جائے اور اپنی بٹالین بڑھائی جائیں جس کی بنا پر ہم نواب کے قلعوں میں جو اس وقت ہمارے مقبوضہ ہیں محافظ فوج متعین کر سکیں گے اور فوری اطلاع پر ہم دو یورپی بٹالین، توپ خانے کی تین بٹالین اور سپاہیوں کی نو بٹالینوں کے ساتھ میدانِ جنگ میں اتر سکیں لیکن بغیر پیسے کے نہ تو فوجیں رکھی جا سکتی ہیں اور نہ فوجی معرکے انجام دیے جا سکتے ہیں اور اس معاملہ میں ہم کو ڈر ہے کہ ہم ناکام رہیں گے۔ پندرہ سو یورپیوں اور بارہ ہزار کالے سپاہیوں کی فوج جس کی تنخواہ ہمارے خزانے سے ادا کی جاتے لوگوں کو مرعوب کرنے کے لیے کافی ہے

---

(۱) خفیہ روئدادیں مورخہ ۲۵ جون ۱۷۷۸ء

اور ممکن ہے کہ انھیں کرناٹک کے چین و سکون کو غارت کرنے کی کوشش کرنے سے باز رکھے"(۱) لیکن محض تشخیص ہی تو علاج نہیں۔ مذکورہ بالا حکومت نے فروری ۱۷۷۹ء میں لکھا کہ "یہ یقین ہے کہ جہاں تک وسائل کا تعلق ہے ہم اس حالت میں نہیں ہیں کہ کسی بھی طاقتور حملے کا چاہے وہ حیدر علی کی طرف سے ہو یا فرانسیسیوں کی جانب سے دفاع کر سکیں"(۲) تب بھی شاید حیدر انگریزوں سے جنگ کرنے کے لیے آزاد نہ ہوتا اگر رگھوبا سندھیا کی قید سے نکل کر نہ بھاگا ہوتا اور اس نے جنرل گوڈرڈ کے پڑاؤ میں پناہ نہ لی ہوتی۔ اس واقعہ نے پونا کی جماعت کے وزراء کو حیدر کی جانب اپنا رویہ بدلنے اور انگریزوں کے خلاف ایک جارحانہ معاہدہ کرنے پر مجبور کر دیا۔

ماہی کی انگریزی مہم کو ایک ایسا واقعہ تصور کیا جاتا ہے جس نے دوسری انگریز میسور جنگ کو جلدی آنے میں مدد کی۔ ماہی ایک فرانسیسی مقبوضہ تھا جس کی راہ سے حیدر کو فوجی ساز و سامان فراہم کیا جاتا تھا۔ جب بریتھ ویٹ کے زیر کمان مہم بھیجی گئی تو حیدر کے وکیل نے مدراس پریسیڈنٹ کو رسمی طور پر باخبر کیا کہ اس کا آقا ماہی اور مالابار کے ساحل کے دوسرے مقامات و بستیوں کو اپنے زیر حفاظت تصور کرتا ہے۔ حیدر نے خود بھی لکھا تھا کہ "میرے علاقے میں انگریزوں، ولندیزیوں، پرتگالیوں اور فرانسیسیوں کے کارنامے ہیں اس کے علاوہ وہاں بہت سے ایسے تاجر ہیں جو میری رعایا سمجھے جاتے ہیں۔ اگر کوئی بھی ان تاجروں کے خلاف کوئی پیش قدمی کرتا ہے تو میں بلا شک و شبہ ان کی مدد کے لیے مؤثر طریقے اختیار کروں گا"(۳) انگریزی حکومت سے توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ اس سلسلہ میں متفق ہو جاتی۔ بہر حال یہ مصلحت کا ایک مسئلہ تھا اور مدراس کی حکومت نے منطقی لحاظ سے دلیل دی کہ "ہمارے سامنے یہ ایک سوال ہے کہ آیا ماہی کے خلاف مہم کو جسے ہم شروع کر چکے ہیں، جاری رکھنا ہمارے لیے مناسب اور مفید ہوگا۔ ہمیں اس میں مزید ایک خطرہ نظر آتا ہے کہ ایسے وقت فوج کو کرناٹک سے باہر بھیجنا مشکل ہے لیکن ہمارے اقدامات سے جو فائدے حاصل ہو سکتے ہیں ہم ان سے بھی اچھی طرح باخبر ہیں۔ ہمیں صرف یہی موقع نظر آتا ہے کہ ہم اپنی آخری شکست کے پیدا کردہ نقصان دہ اثرات کو دور کر سکیں۔ اس موقع پر بزدلی اور کمزوری کے اظہار سے ان اثرات کو تقویت ملے گی اور وہ جڑ پکڑ جائیں گے اور شاید کسی دوسری مہم سے پیدا شدہ شکست سے

---

(۱) خفیہ روئدادیں مورخہ ۲۰ جنوری ۱۷۸۰ء

(۲) 〃 〃 〃 ۱۸ مارچ ۱۷۷۹ء

(۳) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 حیدر علی کا خط بنام گورنر

زیادہ یہ شکست ہمارے نقصان کا موجب ہوگی۔ آخری بات یہ ہے کہ ہماری افواج کی واپسی کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ تیلی چری ہماری بستی پر قبضہ ہو جائے گا جو بذاتِ خود اہم نہیں ہے لیکن وہ دیسی حکمرانوں کی نگاہ میں فرانسیسیوں کی ایک اہم فتح ہوگی اور غالباً ان لوگوں کو ان کی کھل کر حمایت کرنے پر آمادہ کردے گی جو ابھی تک تذبذب میں ہیں۔ (۱) ماہی ۱۹ مارچ ۱۷۷۹ء کو انگریزوں کے قبضہ میں آگیا باوجودیکہ حیدر کی فوجوں نے اس کے دفاع میں مدد کی تھی اور قلعے پر حیدر کا پرچم لہرا رہا تھا۔ لیکن یہ تسلیم کرنا چاہیئے کہ بالفرض اگر انگریز حیدر کے احتجاج کی بنا پر ماہی سے لوٹ جاتے تو بھی جنگ نہ رکتی کیونکہ فرانسیسی جنگ کے علاوہ دوسرے اسباب بھی تھے جنھوں نے اس کو ناگزیر بنا دیا تھا۔

دوسرا واقعہ جو دوسری انگریز میسور جنگ کی تعمیل کا سبب بیان کیا جاتا ہے وہ فورٹ سینٹ جارج کی حکومت کا بسالت جنگ کی غیر مشروط مدافعت کا معاہدہ تھا۔ واقعات مختصراً یوں بیان کیے جاسکتے ہیں: نظام علی کا ایک بھائی بسالت جنگ ادونی، گنٹور اور دوسرے مقامات کی جاگیر کا مالک تھا۔ اس کے بارے میں شبہ کیا جاتا تھا کہ وہ بہت کٹر فرانسیسی نواز ہے اور بسالت جنگ کے انتقال پر نظام علی اور انگریزوں کے درمیان معاہدہ کی بنا پر گنٹور انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی کو ہبہ کر دینا تھا۔ بنگال کی حکومت کی جانب سے مدراس حکومت کو اختیار دیا گیا تھا کہ وہ بسالت جنگ کے دربار سے فرانسیسی اثرات دور کرنے کے اقدام کرے۔ اگرچہ نظام علی تک رسائی حاصل کی گئی تاہم دسمبر ۱۷۷۸ء تک مزید قدم نہیں اٹھائے گئے۔ جب فورٹ سینٹ جارج کی کونسل اور پریسیڈنٹ نے بسالت جنگ کی سلسلہ جنبانی کے نتیجہ میں تجویز رکھی کہ اس کی زندگی میں گنٹور کی ایک سرکار بنا دی جائے اور اس کی ملازمت سے فرانسیسی سپاہیوں کو الگ کرنے کے لیے اس کے علاقوں کے تحفظ کی خاطر کمپنی کے دستوں کو ان کی جگہ مقرر کیا جائے (۲) فرانسیسیوں کو مات دینے کے شوق سے انھوں نے بسالت جنگ سے متعلق دوسری معلومات حاصل نہ کیں۔ بسالت جنگ کے دوسرے مقبوضات کے دفاع کی یہ ڈھیلی شرط ہی تھی جس نے مشکلات پیدا کر دیں۔ حیدر کی پیش قدمی سے ہونے والے خطرات کے مدِنظر ادونی اور رائے چور کو مدد دینے کے لیے فورٹ سینٹ جارج کی حکومت نے یورپی توپ خانے کی ڈیڑھ کمپنی، دو پیادہ کمپنیوں اور سپاہیوں کی چار بٹالینوں کو روانگی کا حکم دیا لیکن اس فوج کا راستہ جو تقریباً سڑک کے فاصلہ کے لحاظ سے دو سو میل تھا کڈپہ اور کرنول کے

---

(۱) خفیہ روئدادیں مورخہ یکم مارچ ۱۷۷۹ء ص ۲۷، ۳۲۶

(۲) 〃 〃 ۲۰ مارچ ۱۷۷۹ء ص ۴۱۵

صوبوں سے ہوکر دو طاقتوں یعنی حیدر اور نظام علی کے علاقوں سے گذرتا تھا) اور ان علاقوں سے ایک فوج کے گذرنے کی نہ تو ان کو اطلاع دی گئی تھی اور نہ اجازت طلب کی گئی تھی۔ چنانچہ یہ نظام علی اور حیدر علی نے بظاہر ان پیش قدمیوں کو ناپسند کیا اور انھوں نے اپنی تمام کوشش اس پر لگا دیں کہ بسالت جنگ گنٹور سرکار کو اپنے ہاتھوں میں رکھے اور فوجوں کے کوچ کو روک دے۔ نظام نے تو اپنے بھائی کے سامنے یہاں تک تجویز رکھی کہ اپنے اس ضلع کو حیدر کو کرایہ پر دے دے اور حیدر نے اس کو خوف زدہ کرنے کے لیے اس علاقہ پر ایک طاقتور فوج کے ساتھ حملہ کیا اور اس کو مکمل فتح کی دھمکی دی اگر اس نے کمپنی سے اپنے معاہدہ کو نہ توڑا۔ بسالت جنگ طاقتور حکمران کی خواہش کے سامنے جھک گیا اور کوچ کو منسوخ کر دیا گیا۔"(۱) لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس ناقابل یقین کوتاہ اندیشی نے حیدر کو انگریز دشمنی میں اور کٹر کر دینے کے علاوہ نظام کو بھی ان سے برگشتہ کر دیا۔ وجوہ کی تلاش کوئی مشکل نہیں: "ہندوستان کی تمام شاہی حکومتوں میں تمام بھائی مسند کے دعوے دار ہوتے ہیں۔ بادشاہت کی حمایت حکمران کے چند بڑے فوجی نوکر کرتے ہیں اور کچھ ان کی آپسی رقابت و حسد سے بھی اسے تقویت پہنچتی ہے وہاں رقابت و حسد کی وجوہ موجود تھیں کیونکہ بسالت جنگ ایک حکمران خاندان کا شہزادہ تھا اور نواب اس وقت تک مطمئن نہیں ہو سکتا تھا جب تک انگریزی فوجیں اس کے ساتھ تھیں۔ ایک مناسب جاگیر کی فراہمی اور ذاتی تحفظ کی ضمانت اس کو دی جا سکتی تھی لیکن جب تک ایک جماعت اس کے ساتھ تھی۔ نواب کے غرور کی تسکین یا اس کے شبہات کا ازالہ بہت مشکل تھا۔ ادونی میں ہمارے قدم جمانے پر حیدر کو کچھ کم حسد نہ تھا۔ کیونکہ وہ اس علاقہ کو ایک شکار سمجھتا تھا اور اسے پہلے ہی موقعہ پر ہڑپ کر لینا چاہتا تھا۔"(۲) چنانچہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تمام کارروائیوں کے دوران سب سے زیادہ ناعاقبت اندیشانہ قدم تھا اور بلاشبہ وہ بڑی حد تک نظام علی اور حیدر کے رویّہ کو سخت و شدید کرنے کا ذمہ دار تھا۔ حیدر کے ساتھ انگریزوں کے طریقہ کار نے اس کو مزید برگشتہ کر دیا۔ بعد میں اس نے انگریزی وکیل سری نواس راؤ کو بتایا کہ ان تین برسوں کے دوران اس نے ارکاٹ میں اپنے وکیل بناجی پنت کو ہزار بار لکھا کہ وہ امن برقرار رکھنا چاہتا ہے لیکن ہر دن اُسے خبر ملی کہ ڈنڈیگل کی سرحد پر ایک نیا جھگڑا کھڑا ہو جاتا ہے۔ اس نے دھمکی دی کہ وہ کرناٹک میں داخل ہو جائے گا، تمام علاقے کو تباہ و برباد کر دے گا اور سب کچھ جلا کر خاکستر کر دے گا لیکن جواب

---

(۱) خفیہ روئداد میں مورخہ ۲۰ مارچ ۱۷۸۰ء ص ۶۹۴

(۲) " " " ۱۴ فروری ۱۷۸۰ء ص ۲۴۰

میں مدراس کی حکومت نے محمد علی سے اور محمد علی نے مدراس کی حکومت سے استفسار کیا۔

حیدر نے حسب ذیل الفاظ میں فورٹ سینٹ جارج کی حکومت کے خلاف اپنی شکایات ایک بار پھر دوہرائیں: "آپ کی حدود میری حدود سے ڈنڈیگل سے لے کر کڈپہ تک ملحق ہیں اور آپ کی جانب سے میرے علاقے میں مسلسل شورشیں برپا کی جاتی رہی ہیں نیل چری کا حاکم میرے ماتحت نائروں کو تحفظ دیتا ہے اور اپنے کارخانوں میں ان کے خاندانوں کو پناہ دیتا ہے۔ جستہ، بارود، آتشی اسلحوں سے ان کی مدد کرتا ہے اور میرے علاقے میں بدامنی پھیلاتا ہے۔ جب آپ اس بے اصولے ڈھنگ سے کام کر رہے ہیں اور آپ کے درمیان کون سا معاہدہ برقرار ہے یا ہم میں سے کس نے اس کی خلاف ورزی کی ہے"۔ (۱)

آیئے ہم حیدر کی خارجہ پالیسی کے اصولوں کا جہاں تک انگریزوں کا تعلق ہے ایک جائزہ لیں۔ ابتدائی برسوں میں فرانسیسیوں سے اس کے قریبی تعلقات نے اس کے دل میں انگریزوں کی طرف سے کد پیدا کر دی تھی۔ سنہ ۱۷۶۰-۷۱ء کے انتہائی اہم سال میں انھوں نے تعلقات بہتر بنانے کے لیے کوئی اقدام نہیں کیے۔ جب انھوں نے نظام سے مل کر حیدر کے خلاف اچانک اتحاد کر لیا تو اس کو تعجب بھی ہوا اور تکلیف بھی لیکن اس نے ان کی بساط انھیں پر الٹ دی۔ اس نے نظام کو اپنا ہمنوا بنا لیا اور ان کو الگ تھلگ کر دیا اور عین مدراس کے دروازوں پر ان سے اپنی شرطیں منوالیں۔ بہرکیف ایک حقیقت پسند ہونے کے ناطے اس نے یقیناً یہ محسوس کیا ہوگا کہ انگریزوں کے ساتھ ایک دفاعی معاہدہ اس کی خارجہ پالیسی کا سب سے اہم مہرہ ہے۔ نظام بالکل ناقابل اعتماد تھا اور کسی بھی طرح سے وہ ایک مضبوط سہارا نہیں تھا۔ مرہٹے اس کے سب سے بڑے دشمن تھے جنھوں نے دوبارہ شکست دی تھی اور اس سے گراں قیمت علاقے چھین لیے تھے۔ ان حالات میں انگریزوں کی فوجی طاقت مرہٹوں کے خلاف ایک دفاعی معاہدے کی شکل میں استعمال کی جا سکتی تھی لیکن تیسرے مرہٹہ حملے نے اسے یقین دلا دیا تھا کہ انگریزوں کے وعدوں پر بالکل بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ مدراس کی حکومت فریبی اور بالکل ناقابل اعتماد تھی۔ تب بھی اس نے محمد علی کو رجھانے اور پھر سے گہری دوستی قائم کرنے کی کوشش کی۔ اسے احساس تھا کہ مرہٹہ خطرہ کا اور کسی طریقے سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا لیکن محمد علی اور انگریز اس کی پہل کو قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ ان کو ہمنوا بنانے میں ناکام رہنے پر اور ان کی لایعنی تاخیر، ان کی غداریوں اور حیلوں بہانوں سے تنگ آ کر اس نے ان کی دوستی حاصل کرنے کی بے سود پالیسی ہمیشہ کے لیے ترک کر دینے کا فیصلہ کر لیا لیکن یہ اس کے لیے ناممکن تھا کہ وہ جنوب میں ہونے والے واقعات سے اپنا دامن بچا سکتا اور تعلقات کا دو طرفہ پل بنا سکتا۔ ایک پونا کی طرف اور دوسرا مدراس کی طرف۔ ایک بار جب یہ ظاہر ہو گیا کہ انگریز مرہٹوں

---

(۱) خفیہ روئدادیں مورخہ ۳ مارچ سنہ ۱۷۷۱ء ص ۲۰۷

کے خلاف اس کے ساتھ دفاعی اتحاد کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں تو اُسے سمجھنا پڑا کہ مستقبل میں اس کے خلاف ان کے ایک جارحانہ اتحاد کر لینے کا امکان ہے ۔ یہ امکان ہمیشہ کے لیے ختم کر دینا چاہیئے اور پہلی انگریز مراٹھا جنگ نے اس کے لیے ایک سنہرا موقع فراہم کیا ۔ جیسے کہ کورٹ آف ڈائرکٹرز نے اپنے مراسلے میں بیان کیا تھا کہ " اس کی طاقت خطرناک حد تک پہنچ گئی تھی اور وہ بڑی حوصلہ مند اور غیر معمولی قابلیت رکھتا تھا۔ اس کے پاس اسباب بھی بہت اور مختلف النوع تھے اور اس کا اقتدار اس کے علاقوں کے ہر حصہ میں مضبوطی سے قائم ہو گیا تھا۔ ان تمام وجوہ کی بنا پر وہ ہندوستان کے سیاسی نظام میں سب سے اہم شخص بن گیا تھا "۔[1] مرہٹوں نے صورت حال کو بہتر طور پر سمجھنے کا ثبوت دیا اور وہ قدرتی طور پر اس کی طرف زیادہ مائل ہو گئے ۔ اس طرح حیدر کے دل سے شدید مرہٹہ دشمن رویہ ختم ہو گیا اس کے بعد جنگ کم و بیش ناگزیر ہو گئی تھی ۔ اس کی سب سے بڑی مشغولیت انگریزوں کو ختم کرنا تھا ۔ حیدر کو یقین ہو گیا تھا کہ اس کے لیے اسے مرہٹوں کے ساتھ اور اگر ممکن ہو تو نظام کے اتحاد کے ساتھ اور اگر ضروری ہو تو ان کی مدد کے بغیر بھی انگریزوں کو ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے جیسے کہ اس نے بعد میں ایک انگریزی سفیر کو بتایا تھا کہ وہ کرناٹک سے انگریزوں کا نام و نشان مٹا دینا چاہتا تھا اور یہ اس کی زندگی کا نصب العین بن گیا تھا۔ لہذا اس کا ہر فوجی، سیاسی اور فکری اقدام اپنے اس مقصد کی تکمیل کے لیے ہوتا تھا "۔[2]

انگریزوں کا ماہی پر قبضہ کرنا، بسالت جنگ کا قضیہ، سرحدی جھگڑے، مالابار میں اختلافات، ان سب نے اسے برانگیختہ کر دیا تھا اور غالباً اس کے ذہن میں انگریز دشمن رجحان شدید کر دیا تھا لیکن حیدر نے اپنے جذبات کو اپنی پالیسی پر اثر انداز نہیں ہونے دیا جیسا کہ ولکس نے لکھا ہے کہ " ہر چیز کی قدر و قیمت کا اندازہ اس کی افادیت سے لگایا جاتا تھا "۔ ہمیں بتایا جاتا ہے کہ بعد میں حیدر کو اپنی پالیسی کی تبدیلی پر پچھتاوا ہوا تھا ۔ اگر یہ بات درست ہے تو ہمیں یہ نتیجہ اخذ کرنے میں کوئی عار نہیں کہ اس سے بہتر اور مؤثر حکمت عملی اس وقت ممکن ہی نہیں تھی ۔

---

(۱) فوجی محکمہ ۔ انگلستان سے مراسلات مورخہ ۳ ر اپریل ۱۷۸۰ء

(۲) فارسٹ انتخابات جلد دوم روئدادیں مورخہ ۲۶ ر اگست ۱۷۸۲ء

باب ۱۹

حکمت عملی کا پس منظر ۸۲-۱۷۷۹ء

دکن اور جنوبی ہند میں جو چار طاقتیں دل چسپی رکھتی تھیں وہ حیدر علی، نظام، مرہٹے اور انگریز تھے ان میں سب سے زیادہ کمزور اور سب سے کم جنگ جو نظام علی تھا جسے جنگ سے بہت کم فائدہ ہو سکتا تھا اور جو حتی الامکان متضاد مفادات کے جھگڑوں میں غیر جارحانہ حکمت عملی اختیار کرنا چاہتا تھا۔ مرہٹہ ریاست بہت سی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کا ایک ڈھیلا ڈھالا وفاق تھا جن کے حکمران اگر متضاد نہیں تو مختلف مقاصد ضرور رکھتے تھے اور مختلف پالیسیوں پر عمل کرتے تھے۔ ان کا اقتدار بہر حال مختلف حدود میں مغربی ساحل سے مشرقی ساحل تک اور دریائے گنگا سے دریائے کرشنا و تنگ بھدرا کے پار تک پھیلا ہوا تھا۔ ان کے وسیع اثرات اور ان کے مرکزی مقام نے ان کو بنگال، بمبئی اور مدراس کی انگریزی حکومتوں کے لیے اور نظام اور حیدر علی کے لیے ایک خطرہ بنا دیا تھا۔ حیدر کی طاقت کا استقلال و استحکام انگریز اور مرہٹوں دونوں کے خلاف تحفظ پر منحصر تھا۔ اس نے اچھی طرح محسوس کر لیا تھا کہ اس کے وسائل دو محاذوں پر جنگ کے لیے ناکافی ہیں اور انگریزوں کے خلاف جنگ میں کامیابی کی پہلی شرط یہ ہے کہ مرہٹوں سے اتحاد کیا جائے یا کم سے کم ان کو غیر جانبدار ہی رکھا جائے۔ اس کی خوش قسمتی سے اس وقت کے حالات اس کے موافق تھے جو مرہٹہ میسور اتحاد کی شکل میں رونما ہوئے۔ یہ مہتم بالشان سیاسی حکمت عملی کا یہ عظیم انقلاب ہندوستانی تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے اگرچہ بالآخر یہ اپنے مقصد میں ناکام رہا۔

پونا دربار میں رگھوناتھ راؤ کی ساکھ ختم ہو چکی تھی کیونکہ یہ محسوس کیا جا رہا تھا کہ اس کی روش کا ردِ عمل "پھوٹ، نقصان اور بے عزتی" تھا۔ نانا فرنویس برسرِ اقتدار آ گیا اور اگرچہ کچھ پہلے ہی اس نے

سکھارام باپو اور مرا با فرنویس جیسے حریفوں سے چھٹکارا پایا تھا تاہم جون یا جولائی ۱۷۷۸ء تک اس کا اقتدار مستحکم ہو گیا تھا اور وہ مرہٹہ خارجہ پالیسی کا نگران بن چکا تھا۔ اس نے مفاد کے ربط کو برقرار رکھنے میں پیشوا کا کردار انجام دیا تھا جس نے مرہٹہ وفاق کو ایک رشتہ میں پرو رکھا تھا۔ یہ فطری بات تھی کہ انگریز رگھوناتھ راؤ جیسے موم کی ناک والے حکمران کو زیادہ ترجیح دیتے۔ شاید یہ توقع رکھتے تھے کہ وہ مغربی ہند میں وہ کردار انجام دے گا جو میر جعفر نے بنگال میں اور محمد علی نے کرناٹک میں انجام دیا تھا۔ رگھوناتھ راؤ کی کمزوری ۱۷۷۶ء میں اس وقت ظاہر ہو گئی تھی جب بمبئی کی حکومت اور رگھوناتھ راؤ کے درمیان ہونے والے معاہدہ کو بنگال کی حکومت نے رد کر دیا تھا اور جب جماعت وزراء سے پورن دھر کا معاہدہ کیا گیا تھا۔ رگھوناتھ راؤ نے یہاں تک پیشکش کی تھی کہ وہ انگریزوں کو پورا کونکن حوالے کرنے، گھاٹ کے مختلف دروں میں سے کسی ایک کو انگریزی فوجوں کے قبضہ میں دینے اور اس کو مرہٹہ سلطنت[1] میں واقع جاگیروں سے سردیش مکھی وصول کرنے کا حق دینے پر تیار تھا۔ رگھوبا کی حمایت میں بمبئی کی حکومت کی گرمجوشی کا عقدہ اس سے کھلتا ہے۔ ہیسٹنگز نے لکھا تھا کہ "ان کے جذبات اس کے مفاد کی تائید کرتے ہیں اور وہ مفاد حقیقت میں خود ان کا اپنا ہے"[2] حیدرآباد میں متعین انگریزی نمائندے نے لکھا تھا کہ "عالیجاہ پونا کی حکومت پر رگھوناتھ راؤ کو متصرف کرنے کی ہماری کوشش کو شبہ کی نظر سے دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ ان کے مقبوضات پر ہمارے حملہ کا پیش خیمہ ہے۔ اس کا خیال ہے کہ مرہٹہ سردار کے ساتھ ہمارے تعلقات ان کے خلاف جنگ وجدل کے مرادف ہیں"۔[3]

ہیسٹنگز نے خود بھی شاید محسوس کر لیا تھا کہ رگھوبا اتنا نامقبول تھا کہ وہ دوبارہ اقتدار نہیں حاصل کر سکتا تھا، یا اقتدار برقرار نہیں رکھ سکتا تھا۔ بہرکیف ناگپور کا مدھوجی بھونسلے اس کا اپنا امیدوار تھا۔ مرہٹہ معاملات میں مداخلت کے بارے میں اس کی اور بمبئی کی حکومت میں صرف اس قدر اختلاف تھا کہ کٹھ پتلی کس کو بنایا جائے۔ اسے علم تھا کہ مرہٹہ وفاق میں شگاف ہو چکا ہے۔ ناگپور کے بھونسلوں نے دیدہ و دانستہ اپنے کو پیشوا کے دشمنوں کی صفوں میں شامل کروا لیا تھا۔ وارن ہیسٹنگز کے پرائیویٹ سیکرٹری ایلیٹ کو ۱۷۷۸ء میں ایک معاہدہ کی گفت وشنید کے لیے بھیجا گیا تھا لیکن راستے میں ہی وہ مر گیا۔ جنوری ۱۷۷۹ء میں گفت وشنید

---

(۱) گرانٹ ڈف جلد دوم ص ۳۲۳

(۲) " " " ۳۶۱

(۳) ایم ایم سی مورخہ ۱۸ ستمبر ۱۷۷۸ء ص ۱۳۰۱، ۱۳۰۷

پھر سے ویڈربرن کے ذریعہ شروع کی گئی لیکن مدھوجی پونا کے ساتھ جنگ نہیں کرنا چاہتا تھا وہ برطانوی پیشکش کو محض سودے بازی کے لیے استعمال کرنا چاہتا تھا۔ ہیسٹنگز نے اپنی غلطی جلد ہی محسوس کر لی اور منصوبے کو ترک کر دیا جسے گرانٹ ڈف نے "نامنصفانہ، نامناسب، پیچیدہ اور غیر دانشمندانہ" قرار دیا ہے۔

نانا فرنویس نے مرہٹہ ریاست کی جانب انگریزی حکمت عملی میں پنہاں خطرہ کو چاہے وہ بمبئی کی طرف سے ہو یا کلکتہ کی طرف سے محسوس کر لیا۔ جس قدر اس نے مرہٹہ ریاست میں کٹھ پتلی دعویداروں کو کھڑا کرنے کی برطانوی کوششوں کا سدّباب کیا اتنا ہی وہ مرہٹہ ریاست کے استحکام کے لیے برطانوی خطرے سے مزید واقف ہوتا گیا۔

پونا میں ایک فرانسیسی قسمت آزما سینٹ لوبن کی موجودگی سے خوف اور شبہ اور گہرا ہوتا گیا۔ وہ نومبر ۱۷۷۷ء میں وہاں پہنچا تھا۔ انگریز فرانسیسیوں کے اس منصوبہ سے خوفزدہ رہتے تھے کہ کہیں وہ ہندوستان میں اپنی طاقت کو دوبارہ قائم کرنے کی کوشش نہ کریں اور اس وقت یوروپ میں دونوں ممالک کے درمیان تعلقات کشیدہ تھے۔ پیشوا کی جانب سے گورنر جنرل کو اطلاع دی گئی کہ "فرانسیسی سفیر اس کی درخواست پر نہیں آیا ہے بلکہ اپنے فرمانروا کے حکم پر آیا ہے جس کی وجہ سے وہ عزت کا حق دار تھا۔ لہٰذا وہ آسانی سے نکالا نہیں جا سکتا چنانچہ اس وقت تک انتظار کرنا پڑے گا جب تک کہ وہ اپنی روانگی کے لیے خود درخواست نہ کرے۔"(۱) لیکن انگریزی حکومت کے خدشات اس وضاحت سے دُور نہیں ہوئے۔ فرانسیسیوں سے جنگ شروع ہو جانے کا خدشہ روز بروز بڑھتا جا رہا تھا۔(۲) اور اس کے لیے کرنل لزلی کی قیادت میں ایک فوج بری راستے سے کالپی بھیجی گئی تاکہ وہ بمبئی حکومت کی فوجوں کو تقویت پہنچائے۔ مارچ ۱۷۷۸ء میں لزلی نے جمنا پار کی اور مرہٹہ علاقوں سے گذرا۔ برطانوی نمائندے نے دربار پونا اور سندھیا کو بھی پروانہ راہداری کے لیے درخواست دی تاکہ کوچ میں آسانیاں ہو جائیں۔ پیشوا نے جواب دیا کہ "گورنر جنرل کو چاہیے تھا کہ پہلے اپنی اس خواہش سے مطلع کرتے کہ وہ انگریزی افواج کے ایک حصہ کو بھیجنا چاہتے ہیں اور اس کی جانب سے جواب موصول ہونے پر اس کے راستے کا تعین کرتے۔ زمانہ قدیم سے کمپنی کی فوجیں بری راستے سے کبھی

---

(۱) جی۔ پی۔ جی جلد ۵ نمبر ۲، ۹۷۔ اس فرانسیسی نے آخر کار پونا ہر جولائی ۱۷۷۹ء کو چھوڑا۔ بہر صورت نانا فرنویس کے اقتدار پر محفوظ طریقے سے حاوی ہو جانے کے بعد یہ سوچنے کی کوئی وجہ نہیں کہ فرانسیسیوں کی مرہٹہ حکومت کی طرف سے کوئی ہمت افزائی ہو رہی تھی۔

(۲) ۷ اگست ۱۷۷۸ء کو بنگال کی حکومت کو جنگ کی سرکاری طور پر اطلاع ملی۔

نہیں گذری ہیں۔ انگریزی فوج کے لیے یہ بہتر ہوتا کہ اس نے اپنی منزل مقصود بمبئی کے لیے قدیم راستہ اپنایا ہوتا (۱) لیکن ہیسٹنگز نے جواب میں لکھ بھیجا کہ "وہ فوجوں کو واپس بلانے پر راضی نہیں ہو سکتا کیونکہ بمبئی والوں کو ان کی ضرورت ہے۔"(۲) کرنل لزلی نے قلعوں میں محافظ فوج متعین کی اور مرہٹہ علاقے میں رقوم و اشیاء وصول کیں۔ اس نے پونا کی حکومت کو برانگیختہ اور چوکنا کر دیا جس کو دوسری اور شکایات بھی تھیں۔ مثلاً یہ کہ معاہدۂ پورن دھر کی ایک شق پر بھی عمل نہیں کیا گیا تھا اور انگریزوں نے رگھوناتھ راؤ کو پناہ دی تھی اور پیشوا کے علاقوں میں انتشار برپا کرنے کی کوشش کی تھی۔(۳) لہٰذا اب جنگ ناگزیر ہو گئی تھی۔

یکم جنوری کو پانچ ہزار آدمیوں پر مشتمل ایک انگریزی فوج نے رگھوناتھ راؤ کی معیشت میں پونا کی جانب پیش قدمی کی۔ وہ اس کے بیس میل کی حدود تک آگئی لیکن ایک برتر فوج کی موجودگی کی وجہ سے اُسے پسپا ہونا پڑا اور ۱۴ر جنوری کو اسے معاہدۂ وارگاؤں پر دستخط کرنے پڑے۔ فوج کو یرغمال چھوڑ کر واپس جانے کی اجازت دے دی گئی اور رگھوناتھ راؤ نے اپنے آپ کو مہادجی سندھیا کے حوالے کر دیا۔ معاہدہ کو بمبئی کی حکومت نے رد کر دیا اور کرنل لزلی کا جانشین کرنل گوڈرڈ فروری کے اختتام سے پہلے سورت پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ معاہدۂ پورن دھر کی بنیاد پر فرانسیسیوں کے خلاف کچھ مزید تحفظات کے ساتھ ایک نئے معاہدہ کے لیے گفت و شنید از سرِ نو شروع کی گئی۔(۴) لیکن بمبئی کی حکومت نے اعلیٰ حکومت کی منظوری سے فتح سنگھ گایکواڑ کی حمایت کرنے کا ارادہ کیا۔ مرہٹہ معاملات میں مداخلت کی برطانوی پالیسی نئی راہوں کی تلاش میں تھی اور مرہٹوں میں اختلاف اور پھوٹ سے فائدہ اٹھانے کے لیے وہ کسی موقعہ کو کھونا نہیں چاہتے تھے۔ دوسری جانب مرہٹوں نے اپنی فتح سے ہمت پاکر سیلسٹ (SALSETTE) کے تخلیہ کا مطالبہ کیا۔ نظام کا یہ رویّہ

---

(۱) C.P.C.V ۱۰۸۰ (۲) C.P.C.V ۱۲۲۷ (۳) جان اپٹن کی روانگی کے بعد سرچیز معطل کا سکار تھا اور پونا میں تھامس موسٹن نے نانا فرنویس کو اطلاع دی تھی کہ بمبئی کے گورنر کے حکم کے بغیر وہ اس کی خدمت میں نذر نہیں ہو سکتا۔

C.P.C.V ۱۲۲۲ (۴) اس تمام وقت میں پونا کی حکومت انگریزوں اور مرہٹوں کی پکی دوستی قائم ہو جانے کی توقع کر رہی تھی اور حیدر علی کے خلاف اپنی پوری فوج کو بھیجنے کو سوچ رہی تھی۔ رگھوناتھ راؤ کے مہادجی سندھیا کی حراست میں ہونے کے سبب شاید ان کا یہ احساس تھا کہ انگریزوں کے پاس جنگ شروع کرنے کا اب کوئی بہانہ نہیں ہے لیکن ان کی حکمت عملی سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لڑائی کے امکانات سے بھی پوری طرح باخبر تھے۔ وہ حیدر کے ساتھ خط و کتابت بھی کر رہے تھے انھوں نے اس سے پیشکش کی بقایا کا مطالبہ کیا تھا اور اس کو انگریزوں کے خلاف اتحاد کرنے کی دعوت دی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ پونا کے وزراء کی طرف سے ایک خط موصول ہونے کے فوراً بعد حیدر نے تبصرہ کیا تھا کہ غالباً انگریزوں کے سر پر بدبختی کا بادل پھٹنے والا ہے۔ C.P.C جلد ۶ نمبر ۲

ان کی طرف دوستانہ تھا اور اس کا مشیر اعلیٰ معین الدولہ مرہٹہ نواز تھا۔ وہ برار کے حکمران مدھوجی بھونسلے پر اس کے دیوان دیواکر پنڈت کے ذریعہ خاصا اثر رکھتا تھا۔ اس مرحلے پر رگھوناتھ راؤ اپنے نگرانوں کو فریب دے کر بڑوچ کی جانب فرار ہوگیا اور ۱۲ جون کو گوڈرڈ کے لشکرگاہ میں پہنچ گیا۔ انگریزوں نے اس کا استقبال کیا اور اس کو شاہانہ نذر دی اور فیاضانہ وظیفہ مقرر کیا۔ مرہٹوں نے اس کو حوالے کرنے اور سلسیٹ کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ اس نازک مہینوں جولائی سے ستمبر ۱۷۷۹ء کے درمیان پیدا ہونے والی صورت حال کو بعد میں مدھوجی بھونسلے نے اس طرح بیان کیا: "جب رگھوناتھ راؤ مہادجی سندھیا کی قید سے فرار ہوگیا اور سورت میں کرنل گوڈرڈ کے پاس جا پہنچا تو اتفاق سے اس وقت دیواکر پنڈت پونا میں موجود تھا۔ پیشوا کے وزیر نے اس کو بتایا کہ اس کو بیک وقت دو دشمنوں کا سامنا تھا۔ ایک حیدر علی جو جنوب میں اس کے علاقوں پر غاصبانہ تسلط جماتا جا رہا تھا اور دوسرے انگریز تھے جو رگھوناتھ راؤ کی حمایت میں لڑ رہے تھے انھوں نے اس صورت حال کا مقابلہ کرنے کے بارے میں اس کی رائے پوچھی۔ پنڈت نے ان کو بتایا کہ ان کو انگریزوں کے ساتھ دوستی کرنی چاہئیے اور دونوں کو مل کر حیدر علی کا مقابلہ کرنا چاہئیے۔ وزیر اس پر راضی ہوگیا اور فوراً کرنل گوڈرڈ کے ساتھ گفت وشنید شروع کردی گئی لیکن وہ ناکام ہی رہی۔ دوسرا کوئی راستہ نہ دیکھ کر اس نے اپنے پرانے دشمن حیدر علی سے سمجھوتہ کرلیا۔"(۱) ۱۷۷۹ء کے مانسون کے ختم پر گوڈرڈ نے بمبئی حکومت کو مرہٹوں، نظام اور حیدر کے درمیان ہونے والے ایک عام وفاق کی اطلاع دی۔ ستمبر ۱۷۷۹ء میں نواب ارکاٹ نے بھی اس اتحاد کے بارے میں لکھا کہ "نظام حیدر کے ساتھ ایک سمجھوتہ کر رہا ہے اور پونا کے وزیر کے ساتھ اس کا اتحاد ہے۔"(۲) اس کے بارے میں اختلاف ہے کہ کس نے پہل کی تھی۔ بعد میں ہیسٹنگز نے نظام علی کو سرزنش کی کہ "اسی کی در پردہ اجازت اور تحریک سے مرہٹے اور حیدر علی متحد ہوگئے تھے"(۳)۔ لیکن یہ ممکن معلوم ہوتا ہے کہ اس نے پیشوا کی طرف خود قدم بڑھائے ہوں۔ محمد علی کے کارندوں اور نمائندوں کی یہی اطلاع تھی۔ مرہٹوں نے کچھ مدت تک کوئی قطعی جواب نہیں دیا کیونکہ انھیں توقع تھی کہ انگریز ان کی شرائط کو قبول کرلیں گے لیکن جیسے ہی ان کو معلوم ہوا کہ بمبئی کی حکومت ان کی شرائط تسلیم نہ کرے گی انھوں نے جلدی کی اور حیدر کی پیشکش قبول کرلی۔ سرنگاپٹم میں متعین مرہٹہ سفیروں کے مراسلات سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اتحاد ماہ اسوج (ستمبر اکتوبر) میں پایۂ تکمیل کو پہنچا تھا۔(۴)

---

(۱) C.P.C جلد ۶ (۲) C.P.C جلد ۵ نمبر ۱۹۰۷ (۳) C.P.C جلد ۶ نمبر ۹۳

(۴) اتہاس سنگرہ ۱۷۷۹ء نمبر ۶۸

نانا فرنویس کا دوسرا مُدعا نظام کو شامل کرنا تھا۔ اس کو اس وقت انگریزوں سے کچھ شکایات تھیں جنھیں شمالی سرکار کی پیش کش کی دست برداری کے لیے ملا۔ اس حکومت کے مطالبے نے (جون ۱۷۸۰ء) بسالت جنگ سے اُن کے معاہدے (اپریل) اور بعد میں حیدر اور نظام کے علاقوں سے کرنل ہارپر (HARPER) کی فوج کے کوچ نے شدید کر دیا تھا۔ مدراس کی حکومت نے گنٹور سرکار نواب ارکاٹ کے حوالے کرکے نظام کو اور مشتعل کر دیا تھا۔[1]

خود نظام نے صورت حال کو اس طرح بیان کیا تھا: "پونا کے حکمرانوں کے میرے ساتھ تعلقات ہیں مدھوجی بھونسلے میرا حلیف ہے اور وہ پونا کے حکمرانوں اور حیدر نایک کے ساتھ ہے جو انگریزوں کے ساتھ عداوت رکھتے ہیں اور ابھی جلد ہی پونا کے وزیروں کے ساتھ جنھوں نے معاہدہ کیا ہے وہ بھی ہمارے ساتھ تمام معاملات پر متفق ہیں"۔[2] لیکن حیدر نظام کی طرف اچھی طرح مائل نہیں تھا۔ اس نے شکایت کی کہ جب وہ انگریزوں سے لڑ رہا تھا تو نظام نے اسے دھوکہ دیا۔ صرف دو سال پہلے دھونسہ نے اس کے علاقے پر حملہ کیا تھا اور غارت گری مچائی تھی اور اس کے چند مالدار آدمیوں کو اغوا کر لے گیا تھا جو اب بھی قیدی تھے۔ پیشوا کے نمائندوں اور سندھیا کے وکیل نے یہ دلیل دی تھی کہ جنوبی ہند کی تین طاقتوں کے اتحاد کی صورت میں فتح یقینی ہوگی۔ تاہم حیدر نے یہ کہا تھا کہ اگر نظام نے ان کے ساتھ اشتراک نہ کیا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ انگریزوں سے اشتراک کرے گا"۔[3] مگر آخر کار وہ بھی راضی ہوگیا۔ نظام نے بالینڈ کو ۱۷۸۰ء میں بتایا تھا کہ اس کا وفاق میں سب سے بڑا حصہ بھونسلے کی شمولیت ہے۔" راجہ برار پونا وزارت کی جانب سے موصول ہونے والی امداد کی درخواست پر ان اشتراک کے لیے تیار ہوگیا اور اس سے یہ جاننے کے لیے درخواست کی کہ ایسا کرنے میں اس کو اپنے مقبوضات کے لیے کوئی خطرہ تو نہیں ہے۔ عالیجاہ نے اچھی طرح غور و خوض کرکے اعلان کیا کہ اگر برار کے راجہ نے ہمارے خلاف پیش قدمی کی تو اس کی ریاست کو اس کی طرف سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا"۔[4] یہ سوچنا غلط ہوگا کہ نظام اس حکمت عملی میں مرکزی حیثیت

---

(۱) نواب ارکاٹ نے لکھا ہے کہ "یہ نظام علی کی طاقت کے باہر ہے کہ مرہٹوں کی مخالفت میں انگریزوں کا ساتھ دے اور اگر اس کے ساتھ کوئی اتحاد ہو بھی جائے تو یہ انگریزوں کو مرہٹوں سے جنگ کرنے سے روک بھی نہیں سکتا۔ C.P.C.V نمبر ۴۰۶

(۲) C.P.C.V (۳) اتہاس سنگرہ ۱۸۰۰ نمبر ۴۹ (۴) انگریزوں کے ساتھ اپنی خط و کتابت میں نظام نے ایک مرحلہ پر یہ دعویٰ کیا تھا کہ وفاق کے قیام کے سلسلہ میں وہ مشیر اعلیٰ رہا ہے لیکن ہم یہ نتیجہ اخذ کرنے میں غلطی نہیں کہ اس نے یہ دعویٰ اس امید پر کیا تھا کہ برطانوی حکمت عملی پر اس کا پسندیدہ اثر مرتب ہوگا۔ جہاں تک مرہٹوں اور حیدر کے سمجھوتے کا تعلق ہے اس میں نظام کا کوئی تعلق نہ تھا۔

رکھتا ہے جو وفاق کے قیام کا سبب بنی۔

لڑائی چھڑنے کے بعد نظام کی سرد مہری اس نتیجہ کی تائید کرتی ہے۔ منصوبہ یہ تھا کہ نظام چکاکول اور راجہ منڈری پر حملہ کرے، حیدر مدراس پر، مدھوجی بنگال پر اور مرہٹے انگریزوں کا مقابلہ مغربی ساحل پر کریں۔ لیکن ہیسٹنگز کا ایک دوستانہ خط نظام کے نام عین وقت پر پہنچ گیا۔ اس نے گورنر جنرل کو لکھا کہ "آپ کے خط کے آنے میں کافی تاخیر ہوئی اور اس دوران مدراس کونسل اور اس کے گورنر کی زیادتی بڑھتی گئی۔ میں ان سے اس کا مناسب انتقام لینے والا ہی تھا کہ آپ کا خط موصول ہوا اور اس کے مضمون کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد میں نے اپنی تیاریاں ختم کر دیں۔"(۱) گنٹور اسے بحال کر دی گئی اور پیشکش کا وعدہ کر لیا گیا۔ لیکن اگرچہ نظام نے عملی طور پر اتحاد سے قطع تعلق کر لیا تھا مگر وہ حیدر کے خلاف انگریزوں کے ساتھ اشتراک نہیں کر سکتا تھا۔ وہ رگھوناتھ راؤ کے اقتدار کی بحالی سے اب بھی خوفزدہ تھا اور اس وقت وہ بہت خوش ہوا جب گوڈرڈ کو اپریل ۱۷۸۲ء میں گھاٹ سے پسپا ہونا پڑا۔ وہ غیر جانبدار رہا اور اگر نہ بھی رہتا تو کسی طرف بھی اس کی امداد کچھ زیادہ مددگار نہ ہوتی۔ ہالینڈ نے (۱۳ ستمبر ۱۷۷۹ء کو) اطلاع دی کہ اس کی ساٹھ ہزار سواروں کی سوار فوج کمزور اور غیر تربیت یافتہ اور اس کے پیادے جن کی تعداد آٹھ ہزار کے قریب تھی، عام چپراسیوں سے بھی کم خدمت کے لائق تھے اور اس کی تیاریاں اتنی ناقص تھیں کہ اس نے حیدر آباد کی فصیلوں پر ایک بھی توپ نہیں نصب کی تھی۔(۲) لیکن ہیسٹنگز وفاق کے ایک اور مذبذب رکن مدھوجی پر اس کے اثر سے واقف تھا۔ ہیسٹنگز مشرقی ساحل کو انگریزوں کے لیے محفوظ دیکھنا چاہتا تھا۔

مدھوجی بھونسلے اس پر دل سے راضی نہیں تھا اگرچہ وہ تخریب و انتشار کی کافی طاقت رکھتا تھا۔ "مڈناپور سے جلیسر تک پھیلے ہوئے برطانوی بنگال کی وسیع جنوبی سرحد پر کم سے کم ۵ لاکھ مسلح آدمی درکار تھے۔ جن کے بغیر اس کو ہلکے سواروں اور پنڈاری لٹیروں سے محفوظ نہیں رکھا جا سکتا تھا جو ناگپور سے ذرا سا اشارہ ملنے پر کسی حصے میں بھی لوٹ مار مچا سکتے تھے۔ سرحد کی ایسی خلاف ورزی چاہے جتنی مختصر اور فوجی اثرات کے لحاظ سے چاہے جتنی غیر مؤثر ہوتی بنگال کے جنوبی اضلاع کے محفوظ امن و امان اور معاشی زندگی کو بے انتہا نقصان پہنچا سکتی تھی۔"(۳) اس نے ۳۰ ہزار آدمیوں پر مشتمل ایک فوج اپنے بیٹے چمناجی کے زیر کمان کٹک

---

(۱) C.P.C.V ۱۷۸۰ء ۱۹ جنوری

(۲) M.M.C یہ نظام کی اہمیت کا احساس تھا جس نے مدراس حکومت کو مشتعل کرنے والا بنا دیا تھا لیکن ہیسٹنگز بہتر طور پر سمجھتا تھا۔

(۳) پونا ریزیڈنسی کی خط و کتابت، ناگپور کے معاملات، مقدمہ

کی طرف اکتوبر ۱۷۸۰ء میں سچ مچ بھیج دیا لیکن فوج کی رفتار سست تھی۔ وہ کٹک مئی ۱۷۸۱ء میں پہنچی حکومت نے کلکتہ، بردوان، مڈناپور کے برطانوی افسروں کے نام احکامات جاری کیے کہ کٹک میں مرہٹہ لشکر گاہ کو غلہ رسد اور دوسری ضروری اشیاء فراہم کریں اور ان کے کارندوں کی ان کی فراہمی میں مدد کریں[1] ہیسٹنگز نے اس کو تین لاکھ اکتوبر ۱۷۸۰ء کو اور تیرہ لاکھ اپریل ۱۷۸۱ء کو ادا کیے چنانچہ اس کے مطابق چمناجی نے بنگال پر حملہ نہیں کیا بلکہ ڈھنکنل کے راجہ کے خلاف الٹ پڑا جبکہ کرنل ہف پیرس (HUFH PEARSE) نے بنگال سے پولی کٹ کی طرف پیش قدمی کی۔ اپنے راستہ میں پیرس کو ناگپور کے کارندوں اور نمائندوں سے ضروریات کا سامان اور دوسری مدد ملتی رہی۔ مدھوجی نے نہ صرف پیرس کو ایک ایسے علاقے سے آزادی سے گزرنے کی اجازت دے دی جہاں محض ضروریات کا روک لینا اس کے بڑھتے قدموں کو روک دینے کے لیے کافی ہوتا[2] بلکہ اس کے لیے اس نے جنگلات بھی صاف کرا دیے۔ نانا فرنویس نے بیکار میں مدھوجی کے سامنے منڈلا کے عطیہ کا امکان پیش کیا جس کو وہ بہت پسند کرتا تھا بشرطیکہ وہ انگریزوں کے خلاف جنگ کرے[3] غالباً حیدر بھونسلے کے کردار کو زیادہ بہتر طور پر سمجھتا تھا۔ اس نے اس کی جانب سے یقین دہانی کا مطالبہ نہیں کیا تھا لیکن اس نے صرف تنہا سندھیا کے تعاون کی درخواست کی تھی جس نے بنگال پر حملے کے آزادانہ منصوبے کی تجویز رکھی تھی۔ مدھوجی کی عملی طور پر غداری نے پونا کے وزراء کو پریشان کن حالت میں مبتلا کر دیا اور انھوں نے سیاجی کے سابق دیوان بھوانی شیورام کو بیس ہزار آدمیوں کے ساتھ بنگال کے خلاف بھیجنے کا بھی خیال کیا[4]

---

(۱) دیکھو روئداد ۱۷۸۱ء ۲۲ جون ص ۹۵۰-۹۵۲

(۲) پیرس نے لکھا "میں ایک ایسے علاقے سے گزر رہا ہوں جو اتنا غیر معروف ہے جیسے وہ چین کے اندرونی علاقے میں واقع ہو وہ ایسا علاقہ ہے جیسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ DAME NATUE کی دکان کے حصوں اور ٹکڑوں سے بنا ہو اور جس میں کوئی ریت اور اونچی نیچی چٹانوں کے اور کھاری پانی اور مہلک ہواؤں کے اور کچھ نہیں ملتا" قلی مور، ہندوستانی دستاویزات کا جائزہ جلد اول ص ۵۴، ۵۵

(۳) C.P.C اس نے اس کو اپنی روانگی کی ایک شرط نہیں قرار دیا تھا کہ مدھوجی بھونسلے اور ہولکر سے یقین دہانی کرائیں لیکن وہ مرہٹہ وفاق کے دوسرے تمام ارکین میں سندھیا کی جانب سے یقین دہانی پر ضرور اصرار کیا تھا۔

(۴) C.P.C.v ۲۹۰ ۵ مارچ ۱۷۸۱ء

نانا فرنویس حیدر کے تعاون کا اتنا مشتاق تھا کہ وہ مراعات دینے پر راضی ہو گیا۔ رگھوناتھ راؤ کے دیے ہوئے عطیوں کی منظوری دے دی گئی۔ جس کا عملی لحاظ سے مطلب یہ ہوا کہ حیدر کی شمالی سرحد کرشنا تک وسیع ہو گئی تھی۔ ان قطعات کے لیے حیدر کو سال بھر میں صرف گیارہ لاکھ ادا کرنے تھے اور مرہٹوں نے اپنے بقایا خراج کا دعویٰ بھی ترک کر دیا۔ عہد نامہ (جنوری ۱۷۸۰ء) یا دستاویز معاہدہ نے یہ صراحت کر دی تھی کہ اس وقت ادا کردہ رقوم کا اندراج سال آئندہ کے لیے کیا جائے گا جو وسط اپریل سے شروع ہونے والا تھا[1] اور مشترکہ مقصد کے حصول کے لیے کثیر فوجی اخراجات کے پیش نظر مرہٹہ حکومت نے بقایا خراج کا اپنا مطالبہ بھی چھوڑ دیا۔ انگریزوں کو امید نہیں تھی کہ مرہٹے اس قدر چھوڑنے پر تیار ہو جائیں گے اور جب نواب ارکاٹ کے ذریعے اتحاد کی پہلی خبر پہنچی تو مدراس کی حکومت نے اعلان کیا کہ "خبر رسانی کا غذات میں جن تفصیلات کا ذکر ہے وہ اتنی ناقابلِ یقین ہیں کہ ان پر ہم زیادہ بھروسہ نہیں کر سکتے"۔[2] لیکن سرنگاپٹم میں مرہٹہ سفیر نے بہت مسرت کا اظہار کیا اور اس نے اپنے جوش کی حالت میں لکھا کہ "معاہدہ کوئی چھوٹی چیز نہیں ہے۔ ہم مشترکہ طور پر ایک خطرناک مہم کا بیڑا اٹھانے جا رہے ہیں۔ ایسا سمجھوتہ اور ایسی دوستی آنجہانی پیشوا (مادھو راؤ) کے عہد میں نہیں قائم ہو سکی تھی"۔[3]

لیکن یہ مراعات محض انگریزوں کے خطرے کو روکنے کے لیے دی گئی تھیں اور اس کی مشکل ہی سے توقع کی جا سکتی تھی کہ وہ ذہنی تحفظات و شرائط کے ساتھ نہیں دی گئی تھیں۔ جیسے ہی حالات بہتر ہوئے نانا کو یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ دی ہوئی رعایتیں واپس لے لے۔[4] شمال میں جنگ مرہٹوں کے لیے موافق نہ تھی۔ برطانوی

---

(۱) اتہاس سنگرہ خط نمبر ۴۹ ۱۷۸۰ء (۲) فورٹ سینٹ جارج ۲۹ نومبر ۱۷۷۹ء

(۳) 〃 〃 جلد ۱۹ خط نمبر ۱۳۲ مورخہ ۲۲ مئی ۱۷۸۰ء۔

(۴) ویدصر ستھی نے پونا سے جنوری ۱۷۸۰ء میں تحریر کیا "وزیر نے ہری پنت سے اس خط کے مضمون پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا جو حیدر نے اس کے دربار میں اپنے وکیل لچھمن راؤ اسنیا کے ذریعے بھیجا گیا تھا اور جس کے بارے میں اس کا خیال تھا کہ پہلے خط میں پیش کردہ تجویز سے بہت زیادہ مختلف تھا۔ ہری پنت کی پیش کردہ دلائل کے جواب میں کہ اس غلطی کا ازالہ غالباً اگلے خط میں کر دیا جائے گا وزیر نے ذرا گرمی سے اپنی بے اطمینانی کو دہرایا اور اس نے اعلان کیا کہ وہ حیدر کی اس درخواست کو کبھی نہیں منظور کرے گا کہ اسنیا اس کی خدمات کے لیے اپنی جاگیر میں ایک فوج تیار کرے جو غالباً کرناٹک کی سمت میں دریائے کرشنا کے کناروں پر واقع ہے لیکن اگر اس نے اسے پسند کیا تو اس کے ایسا کرنے کے ارادے کی خبر کو شائع عام کر دے گا۔

فوجیں سندھیا کے علاقوں کے قلب تک جا گھسیں اور اس کو کرنل موئر (MUIR) کے ساتھ اگست ۱۷۸۱ء میں گفت و شنید شروع کرنے پر مجبور کر دیا۔ سندھیا کے ساتھ ایک معاہدہ ۱۳ اکتوبر کو پایا اور سندھیا نے پونا کی حکومت اور انگریزوں کے درمیان ثالثی کرانے کا وعدہ کر لیا۔(۱) معاہدہ کی شرائط نور الدین محمد اور پنڈت نرسنگھ راؤ پونا میں حیدر کے وکیلوں کو معلوم ہو گئیں اور انھوں نے فوراً بلا تاخیر حیدر کو مطلع کر دیا۔ انگریز حیدر کے خلاف مرہٹوں کی امداد یا کم سے کم ان کے ساتھ الگ ایک معاہدۂ صلح کرنا چاہتے تھے۔ تانا فرنویس نے واضح طور پر قسمیہ کہا کہ پیشوا حقیقت میں حیدر کا دشمن تھا لیکن چونکہ ان دونوں کے درمیان معاہدۂ اتحاد تھا اور حیدر کی جانب سے ابھی تک اس کی خلاف ورزی نہیں ہوئی تھی لہٰذا "یہ عزت و وقار اور عوام کے اعتماد کے خلاف تھا کہ اس کے خلاف جنگ شروع کر دی جائے اس لیے حسب ذیل منصوبہ ہی اس کی سمجھ میں آیا ہے جو انگریز اور مرہٹہ ریاست دونوں کے خیالات کا جواب دیتا ہے اور وہ یہ ہے کہ فوری طور پر ایک عام معاہدہ کر لیا جائے جس میں حیدر بھی شامل ہو اور تب اس صورت میں پیشوا تمام ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوگا۔ اور حیدر کے خلاف انگریزوں کا ساتھ دینے میں آزاد ہوگا"۔(۲)

ویدھرسٹن کے ساتھ اپنی گفتگو میں تانا نے کسی بھی معاہدۂ صلح میں حیدر کی شمولیت کو ضروری شرط قرار دیا۔(۳) لیکن اس نے برطانوی پیشکش کو حیدر پر دباؤ ڈالنے کے لیے استعمال کیا۔ حیدر کے وکیل نور الدین سے اس نے مہادجی کے ثالثی کو قبول کرنے کے اپنے ارادے کا اظہار کیا اور حیدر کو ایک معقول صلح کرنے پر مجبور کرنے کے لیے انگریزوں کے ساتھ اشتراک کرنے کی بھی دھمکی دی۔(۴) لیکن اس نے یہ بھی کہا کہ وہ حیدر تنگ بھدرا کے شمال میں واقع علاقوں کا تخلیہ کر کے اور اس کے جنوب میں پالیگاروں پر اپنے وعدوں کو ترک کر کے اس کو روک سکتا ہے۔ ایسی صورت میں جنگ جاری رہے گی۔ فطری بات تھی کہ حیدر گفت و شنید کو طول دینا چاہتا تھا۔

---

(۱) اس وقت میدان میں کئی صلح کرانے والے تھے۔ گوڈرڈ نے ویدھرسٹن کو فروری ۱۷۸۱ء میں پونا بھیجا۔ سر آئر کوٹ، مسٹر اینڈرڈ ہنس، میکفرسن اور میکارٹنی نے پیشوا کے نام ایک خط تحریر کیا اور اسے محمد علی کے وکیل کے پاس بھیج دیا جس میں صلح کی خواہش کا اظہار کیا گیا تھا۔

(۲) ویدھرسٹن کا خط بنام میکارٹنی مورخہ ۲۶ فروری ۱۷۸۲ء

(۳) • • • • • •

(۴) ولکس جلد دوم ص ۳۶۳

۱۷ مئی ۱۷۸۲ء کو معاہدہ سلبائی (SALBAI) عمل میں آیا جس کا حکم اور ضامن مہادجی سندھیا تھا۔ اور کلکتہ میں ۶ جون کو اس کی تصدیق ہو گئی۔ شق نمبر ۹ اور ۱۰ کا مفہوم کچھ یوں تھا:

" پیشوا تسلیم کرتا ہے کہ جیسے ہی نواب حیدر علی اس کے ساتھ معاہدہ کرے گا اس کو ان علاقوں کو چھوڑنے پر مجبور کیا جائے گا جو بدامنی کا شکار ہیں اور جو انگریزوں اور اس کے حلیفوں سے چھینے گئے ہیں اور ان کو کمپنی اور نواب محمد علی خاں کے حوالے کر دیا جائے گا۔ حیدر علی خاں کو انگریزوں اور اس کے حلیفوں کے ایسے تمام علاقوں کو چھوڑنے پر مجبور کیا جائے گا جس پر اس نے ۹ رمضان ١١٨١ھ کو پیشوا کے ساتھ معاہدہ ہونے تک کی مدت کے دوران قبضہ کیا ہو گا۔ انگریز اس صورت میں یہ اقرار کرتے ہیں کہ جب تک حیدر علی خاں اس کے بعد ان کے اور ان کے حلیفوں کے خلاف جنگ کرنے سے احتراز کرے گا اور جب تک وہ پیشوا سے دوستی برقرار رکھے گا وہ کسی طرح بھی اس کے خلاف کوئی معاندانہ کارروائی نہیں کریں گے۔"

" پیشوا اپنی جانب سے اور اپنے حلیفوں نواب نظام علی خاں، رگھوجی بھونسلے اور نواب حیدر علی خاں کی جانب سے بھی اقرار کرتا ہے کہ وہ انگریزوں اور ان کے حلیفوں کے ساتھ ہر لحاظ سے دوستی برقرار رکھے گا۔"(۱) معاہدۂ سلبائی کی شرائط سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جیسے مرہٹوں کا ایک ماتحت تھا۔

لیکن پونا کی حکومت نے مہر تصدیق ثبت کرنے میں تاخیر کر دی۔ گرانٹ ڈف کے خیال میں اس کی وجہ سلیسٹ کی بحالی کی امید کی طرف تھی لیکن غالباً اس کا مقصد حیدر کو نرم پڑنے پر آمادہ کرنا تھا۔ حیدر کی پریشانی بجا تھی۔ مرہٹوں اور انگریزوں میں معاہدہ نظام کی وابستگی کو تقریباً یقینی بنا دیتا۔ اس کا امکان ہے کہ نانا نے پہلے ہی اس کے خلاف نظام کے ساتھ معاہدہ کرنے کو سوچا ہو تاکہ کھوئے ہوئے مرہٹہ علاقوں کو واپس لیا جا سکے۔ یہ بھی ناممکن نہیں ہے کہ وہ حیدر کی اس کامیابی سے بھی فائدہ اٹھانا چاہتا ہو جو وہ مشرقی ساحل پر فرانسیسیوں کی مدد سے انگریزوں کے خلاف حاصل کر لیتا۔ وہ انگریزوں کی اس سیاسی چوک سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا جو ان سے تصدیق معاہدہ کے تبادلے کی تاریخ نہ مقرر کر کے سرزد ہوئی تھی۔

ستمبر ۱۷۸۲ء میں حیدر نے اپنے وکیل سو بھارام کو قیمتی تحائف کے ساتھ نظام کے پاس بھیجا اور

AITCHISON III (1)

بعد میں وکیل سری نواسس راؤ پنڈت حیدر اور بسی کی طرف سے خطوط لے کر پہنچا۔ نظام کے نزدیک اس عظیم فرانسیسی کی بہت عزت تھی وہ اس کے دربار میں تقریباً ایک روایتی شخصیت بن گیا تھا۔ اس نے نظام کو خبر بھیجی کہ وہ مورشیس ایک بیڑے کے ساتھ پہنچ چکا ہے اور ایک فوج انگریزوں کے خلاف حیدر کے ساتھ مل کر جنگ کرنے کے لیے جلد ہی ہندوستان کے لیے روانہ ہونے والی ہے۔ حیدر نے اپنے وکیل نرسنگھ راؤ کو سندھیا کے پاس بھی بھیجا اور گرانٹ ڈف کے مطابق تعاون کے عوض فیاضانہ امداد کی پیشکش کی۔ اس میں شک ہے کہ آیا ان تجاویز سے واقعات کے رُخ میں کوئی تبدیلی آتی۔ لیکن حیدر اچانک ۷ دسمبر کو وفات پا گیا اور پونا کی حکومت نے ۲۰ دسمبر کو معاہدہ کی بسرعت توثیق کر دی۔ بخت خاں کی موت نے سندھیا کے لیے دہلی میں امکانات کا دروازہ کھول دیا کہ وہ انگریزوں کی غیر جانبداری سے فائدہ اٹھا سکے۔ مرہٹہ حکمت عملی کا اندازہ تھا کہ ٹیپو معاہدہ سلبائی کو تسلیم کر لے گا لیکن ٹیپو نے مرہٹوں کے ماتحت کی حیثیت میں ظاہر ہونا پسند نہیں کیا۔ ۱۱ مارچ ۱۷۸۴ء کے منگلور کے معاہدہ میں معاہدہ سلبائی کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

مرہٹوں کے ساتھ اپنے سلوک میں حیدر اپنے آپ کو فریب دیتا نظر آتا ہے۔ وہ اور مرہٹے دونوں انگریزوں سے جنگ کرنے کے الگ الگ وجوہ رکھتے تھے اور ان کا اتحاد ایک دوسرے کے مفاد میں تھا۔ ان حالات میں ایک حلیف سے ایک ایسے علاقے کو طلب کرنا جس کو نہ تو فتح کر سکتا تھا اور نہ اس پر اپنا تسلط برقرار رکھ سکتا تھا ایک ایسا قدم تھا جو وفادارانہ تعاون یا مستقل دوستی کو جنم نہیں دے سکتا تھا۔

باب ۲۰

دُوسری میسور۔ انگریز جنگ
پلور کی فتح

حیدر اب جنگ کا فیصلہ کرچکا تھا اور اس نے اپنے ارادوں کو چھپایا نہیں۔ اس نے گرے (GRAY) کے ساتھ جو فروری ۱۷۸۰ء میں صلح کی ایک سفارت پر آیا تھا بالقصد ذلت آمیز سلوک کیا۔* برہمن نجومیوں کی بنائی ہوئی ساعت کے مطابق ۲۸؍ مئی کو اس کی فوج کے دستے سرنگاپٹم سے روانہ ہوئے

---

* گرے کی رپورٹ: —— آپ کے ۱۴؍ جنوری کے احکام کی تعمیل میں میں سرنگاپٹم گیا جہاں میں ۱۰؍ فروری کو پہنچا۔ نواب حیدر علی خان نے اپنی مرضی سے ان لوگوں کو آزاد کر دیا جن کی رہائی کے لیے مجھے درخواست کرنے کی ہدایت کی گئی تھی چنانچہ میرے لیے صرف تب شکریہ ادا کرنا رہ گیا تھا...... جب میں شکریہ ادا کرچکا تو اس موقع کو غنیمت جانا اور میں نے نواب سے دوستی اور خیر خواہی کے ان جذبات کا اظہار کیا جو فورٹ سینٹ جارج کی حکومت اور برطانوی قوم کے دل میں عالیجاہ کے لیے موجود ہیں۔ لیکن مجھے یہ کہتے ہوئے افسوس ہوتا ہے کہ اس موضوع پر میرے ادعا کے جواب میں معاہدوں کی متوقع خلاف ورزی پر طنز کیا گیا اور برطانوی قوم پر معاہدہ کی قطعی وصریح خلاف ورزی کا الزام عائد کیا گیا۔ نواب کے ان جذبات کے ناپسندیدہ اور ناخوش کن اظہار کے باوجود میں اس امید پر سرنگاپٹم میں ٹھہرا رہا کہ شاید وضاحت کرنے کا کوئی مناسب موقع مل جائے لیکن مجھے مایوسی کا منہ دیکھنا پڑا کیونکہ اس نے مجھے دوبارہ ۱۹؍ مارچ تک اپنی خدمت میں حاضری کی اجازت نہیں دی اور اس وقت بھی اس نے مجھے خاص طور سے صرف رخصت کی اجازت دینے کے لیے طلب کیا تھا۔ میں یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہوں کہ دربار میں میرا استقبال نہ تو دوستانہ تھا اور نہ عزت و احترام کے ساتھ۔ خوش خلقی اور شائستگی کے ایک دو اظہار کے مقابلے میں سرد مہری اور بے گانگی کا اظہار کہیں زیادہ کیا گیا اور میں یہ کہنے کی جسارت کروں گا کہ موخر الذکر رویّہ قصداً کیا گیا اور جان بوجھ کر برتا گیا۔ M.M.C یکم اپریل ۱۷۸۰ء ص ۴۳۹ — ۴۳۸

اور دوسرے دن وہ خود بھی روانہ ہوگیا۔ بنگلور میں ۲۲ دن قیام کرنے کے بعد اور اپنی فوج کو جمع کرکے اس نے اپنا کوچ جاری رکھا۔(۱)

حالانکہ اس کے ارادے اور تیاریوں کا دنیا کو علم تھا تاہم حکومت اور اس نے غفلت میں نہ تو اپنی افواج ایک جگہ جمع کیں اور نہ محافظ افواج کو کمک بھیجی۔ ویلور سے کرنل لینگ نے ۱۰ر جولائی کو اور چار دن بعد کرنل کوسٹنگ نے امبور سے اطلاع دی کہ میسور کی فوج روانہ ہو چکی ہے۔ لیکن کوئی مؤثر قدم نہیں اٹھایا گیا۔ برطانوی فوجیں منتشر رہیں۔ مرکزی افواج میں دو ہزار سپاہی کرنل کوسبی (COSBY) کے زیر کمان ترچناپلی میں تھے۔ ڈیڑھ ہزار آدمی ڈیڑھ ہزار آدمی کرنل بریتھ ویٹ (BRAITH WAITE) کے زیر قیادت پانڈیچری میں، دو ہزار آٹھ سو سپاہی کرنل بیلی (BAILLIE) کے زیر کمان گنٹور میں اور تقریباً پانچ ہزار سپاہی سر ہیکٹر منرو (HECTOR MUNRO) کے تحت مدراس میں تھے۔(۲) سرحدی چوکیوں اور شہروں کی قلعہ بندی کمزور تھی اور مدافعت بھی اچھی نہ تھی۔ حیدر کی طرف سے حملہ کے خطرے کے باوجود انگریزوں کی خاموشی نے اس کو اور دوسرے مشاہدین کو حیرت میں ڈال دیا۔ حیدر نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ "انھوں نے کچھ بھی انتظام نہیں کیا تھا۔ جب میں نے ان کے علاقے میں حملہ کرنے کے لیے اپنی تمام افواج اکٹھا کرلیں تو ان کی صلاحیت و لیاقت کی ہلکی سی جھلک بھی نہیں دکھائی دی"۔(۳) حیدر کے فرانسیسی سپاہیوں میں سے ایک نے لکھا تھا کہ "انگریز جنھوں نے اپنے فوجی حملوں میں ہوشیاری، مستعدی اور چستی کا مظاہرہ کیا تھا جس نے ایشیا کے تمام حکمرانوں کو حیرت میں ڈال دیا اس وقت انھوں نے اپنے دشمن کی پیش قدمی روکنے کے لیے ایک آدمی بھی نہیں بھیجا . . . . حیدر کے ساتھ اپنے پہلے مقابلے میں انھوں نے اپنی افواج کو اکٹھا نہ کرکے ناقابل تلافی غلطی کی"۔(۴)

---

(۱) نواب حیدر علی خاں کی مہم۔ ترجمہ از سرکار (۲) برطانوی فوج کی تاریخ جلد ۳ ص ۴۴۰۔ ایشیا میں سابق جنگ جلد اول ص ۱۴۱

(۳) محمد علی کی طرف سے پرواڈ خبر رسانی مورخہ ۲۵ر جولائی ۱۷۸۰ء (۴) نواب حیدر علی خاں کی مہم۔ ترجمہ سرکار ۱۷۸۰ء: ـــــ مدراس کی حکومت کی ناقابل یقین نااہلی کا ۲۵ر جولائی ۱۷۸۰ء کو گورنر کی جانب سے اس وقت ارکاٹ میں مقیم بیلی کے نام مرسلہ ہدایات سے زیادہ کہیں اور مظاہرہ نہیں ہوتا ـــــ "چونکہ حیدر نے کرناٹک کے خلاف حملے شروع کر دیے ہیں اس لیے ہماری خواہش ہے کہ تمہارے زیرکمان فوجیں شمالی جانب اس کے علاقے میں اس کو تنگ و پریشان کریں۔ اگر تمہیں کڈپہ کے قلعہ کے حالات کے بارے میں اطلاعات ہوں اور ان سے تمہیں یہ اندازہ ہو کہ تم اپنی فوج کے ساتھ اس پر قبضہ کرسکتے ہو تو انتہائی مستعدی سے اس مقصد کے حصول کے لیے کوشش کرو . . . . اور اگر تمہاری یہ رائے ہو کہ اس پر بھاری توپوں کے بغیر قبضہ نہیں کیا جاسکتا تو تب تک انتظار کرو جب تک کہ بھاری توپیں تمہارے پاس نہ پہنچ جائیں اور اس دوران اپنی فوجوں کو ہماری ہدایات کے مطابق دشمن کو پریشان کرنے کے لیے استعمال کرو جتنا تم اسے پریشان کرسکتے ہو"۔ فوجی مشاورتیں ۲۳ر جولائی ۱۷۸۰ء۔

حیدر نے اس مہم کے لیے ایک بڑی فوج اکٹھا کرلی تھی۔ انتہائی قابل اعتماد اندازوں کے مطابق جو وِلکس نے پونا سے حاصل کیے تھے اور جو حقیقی اطلاعات پر مبنی تھے۔ یہ فوج ۲۵ ہزار پیادوں اور ۲۸ ہزار سوار اور اس کے علاوہ تیر اندازوں اور دوسرے فوجیوں پر مشتمل تھی اور جن کی مجموعی تعداد نوے ہزار تھی۔ اس کے علاوہ چند سو فرانسیسیوں پر مشتمل ایک فوجی دستہ جن میں کچھ سوار بھی تھے پومورن (PUYMORIN) اور لالی کے زیر کمان تھا اور کچھ توپیں بھی تھیں۔ حیدر کے ساتھ اس کے دو بیٹے ٹیپو اور کریم بھی تھے اور ان میں سے مؤخر الذکر پہلی بار کمان کر رہا تھا۔(۱)

۲۱ر جولائی کو جیسے ہی حیدر نے گھاٹ پار کیے اور چنگما (CHANGAMA) کے درّے کے قریب میدان میں اترا۔ اس نے چار ڈویژنوں میں ۱۵ ہزار سواروں کو الگ کرکے برطانوی محافظ فوجوں پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا۔ انھوں نے بیک وقت پورٹونوو، کانجی ورم اور ترنامل کو لوٹا اور آگ لگادی۔ دیہی علاقوں میں بے امتیاز اور وحشت آمیز تباہی کے الزام کی وِلکس نے تردید کی۔ پہلے تو حیدر نے مدراس اور ویلور اور رسل و رسائل کے راستوں کے ارد گرد کے علاقوں تک تباہی و بربادی محدود رکھی۔ بعد میں اس نے ساحل سمندر پر کڈالور اور نیگاپٹم کے آگے تک کے علاقے کو آگ لگادی لیکن اس کا ایک فوجی مقصد تھا اور وہ برطانوی فوجوں کی نقل و حرکت کو ممکن حد تک مشکل بنانا تھا۔

۳۰ر جولائی کو وہ برق رفتاری سے ترنامل پہنچا۔ انگریزوں نے ترونا ملائی کے مندر کے چار برجوں میں چڑھ کر اور اس کی دیواروں پر پانچ توپیں نصب کرکے اس کی مدافعت کرنی چاہی لیکن حیدر کی آمد پر چند گولے پھینک کر انھوں نے اُسے خالی کردیا۔ یہاں کریم حیدر کے ساتھ آملا۔ مشہور تھا کہ وہ اپنے ساتھ پورٹونوو کا مال غنیمت دو سو اونٹوں پر لاد کر لایا تھا۔ ۶ر اگست کو حیدر چیتپٹ پہنچا جس کی محافظت کے لیے تین سو

---

(۱) MS. EUR. E. 86 — ۱۰۰ یورپی سوار دستہ، ۴۰۰ پیادے پومورن اور لالی کے زیر کمان، ۱۵ سو TOPASSES، ۱۲ ہزار باقاعدہ مسلح سوار، چالیس ہزار بے قاعدہ سوار، بیس ہزار سپاہی، تیس ہزار بندوقچی، آٹھ ہزار دیسی ملاح اور ۴۴ توپیں تھیں ———— افواہوں نے حیدر کی فوج کی تعداد کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا تھا اور غالباً برطانوی تخمینہ کی اور کوئی بنیاد نہیں تھی۔

نواب حیدر علی خاں کی مہم ۱۷۸۰ء ———— بیس ہزار سپاہی، بیس ہزار سوار، دس ہزار بیدر (BEDARS)، سولہ ہزار چپراسی (PEONS)، چھ ہزار COMATIS، ڈھائی ہزار پٹھان، چالیس توپیں PIECES OF ORDNANCE، لالی اور پومورن کے زیر کمان چار سو پچاس یورپی بھی تھے۔

آدمیوں پر مشتمل ایک فوج تھی اور جو بارہ برجوں والی فصیل اور ایک خندق کے عقب سے اس کا دفاع کر رہے تھے۔ اس پر اسی شام قبضہ ہوگیا۔ ایک ہفتہ کی مزاحمت کے بعد ارنی نے بھی ہتھیار ڈال دیے۔ ان تمام شکستوں کا سبب غداری اور بزدلی بتائی جاتی ہے لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ ان میں سے کوئی زیادہ دنوں تک کیسے مزاحمت جاری رکھ سکتا تھا۔ ارکاٹ کی فوج ایک پریشان بھیڑ تھی۔ موسلا دھار بارش نے حیدر کی پیش قدمی میں رکاوٹ تو ڈالی لیکن اسے روک نہ سکی۔ پھر ڈوبی گڑھ اور چمبر گڑھ کی زوال کی باری آئی اور ۲۰ تاریخ کو وہ ارکاٹ کے اہم شہر کے سامنے موجود تھا اور اس کے محاصرے کے لیے اس نے مورچے تعمیر کیے لیکن آخرکار انگریزوں نے نقل و حرکت شروع کی اور منرو کی آمد کی خبر سن کر حیدر نے محاصرہ اٹھالیا۔ ارکاٹ میں ٹیپو جو کاویری کے دور دراز علاقے تک چلا گیا تھا پھر اپنے باپ سے آملا۔(۱)

انگریز جنگ کا پہلا دور اور اس کے ساتھ پہل کی استعداد کھو چکے تھے۔ انھیں کئی قلعوں اور محافظ فوجوں کا نقصان بھی اٹھانا پڑا۔ آخرکار وہ حرکت میں آئے۔ منرو کا منصوبہ یہ تھا کہ کوبسی کی فوج کو حیدر کی رسل و رسائل کے ذرائع کو درہم برہم کرنے کے لیے استعمال کرے۔ بریتھ ویٹ کو پانڈیچری سے چنگل پٹ کی راہ سے مدراس کی طرف بھیجے اور مدراس کے تحفظ کی خاطر بیلی کی فوج اور اپنی افواج کو کانجی ورم میں اکٹھا کرے اور جنگ شروع کرے۔ منرو کے ماتحت کمانڈر لارڈ میکلیوڈ نے اعتراض کیا۔ اس نے فوج کو مدراس کے بالکل قریب اکٹھا کرنے کی بجائے کانجی ورم جیسے کھلے علاقے میں جو میسوری سواروں سے پٹا پڑا تھا فوجی اجتماع کے خطرات کی طرف توجہ دلائی۔ منرو نے جواب دیا کہ "اگر کمیٹی کی رائے میں صرف مدراس اور جگہر کی حفاظت مقصود ہے تو پریسیڈنسی میں یا اس کے قریب فوجوں کے اجتماع کے سلسلہ میں لارڈ میکلیوڈ کی رائے صحیح ہوسکتی ہے۔ لیکن چونکہ صرف مدراس کی حفاظت مقصود نہیں بلکہ اگر ممکن ہو تو حیدر علی کو کرناٹک میں اہم قلعوں پر قبضہ کرنے سے روکنا بھی مقصود ہے لہذا میں نے کمیٹی کے ایک رکن کی حیثیت سے رائے دی تھی اور اب بھی میری رائے ہے کہ فوجوں کو میدان جنگ کے قریب جمع کرنا چاہیے یا اس جگہ جمع کرنا چاہیے جہاں اس مہم کے حملوں کا سب سے زیادہ امکان ہے نہ کہ پریسیڈنسی میں یا اس کے قریب"۔(۲)

اس منصوبہ کے کچھ حصہ پر کامیابی کے ساتھ عمل کیا گیا۔ بریتھ ویٹ نے شمال میں مدراس کی طرف کوچ کیا اور کرنگلی سے کیپٹن فلنٹ کو سو سپاہیوں کے ساتھ ونڈی واش کو بچانے کے لیے روانہ کیا۔ فلنٹ

---

(۱) نواب حیدر علی خاں کی مہم ۱۷۸۰

(۲) M.M.C. یکم اگست ۱۷۸۰ء ص ۱۰۷۵، ۱۰۷۹

قلعہ پر عین وقت پر پہنچ گیا۔ اور اس کو سپرد کرنے سے روک دیا۔ میلیسن (MALLESON) نے مبالغہ آمیز خطابت کے ساتھ لکھا کہ فلنٹ نے ونڈی واش کے لیے وہی کارنامہ انجام دیا جو پاٹنگر نے ہرات میں ۱۸۳۸ء میں انجام دیا تھا۔ وہ ایک ڈھال تھی جو مدراس کی حفاظت کرتی تھی۔ بریتھ ویٹ نے جب پیش قدمی کی تو اس کو کمک پہنچ گئی اور وہ ۱۱ ر اگست کو تین ہزار سات سو آدمیوں کے ساتھ مدراس پہنچ گیا اور غالباً حیدر سے چوک ہو گئی جو اس نے دوران کوچ اس پر حملہ نہیں کیا۔[1]

بیلی کو پہلے یہ احکام بھیجے گئے تھے کہ وہ کڈپہ کی جانب پیش قدمی کرے، اس جانب سے میسور پر حملہ کرے اور حیدر کے رسل و رسائل کا سلسلہ درہم برہم کر دے۔[2] بہرکیف یہ فیصلہ کیا گیا کہ کرناٹک میں ایک عظیم فوجی اجتماع بہت عقلمندی ہے اور بیلی کو کانجی ورم میں منرو سے آملنے کا حکم دیا گیا۔ منرو ماؤنٹ سے ۵ ہزار دو سو فوجیوں اور ۴۲ توپوں کے ساتھ روانہ ہوا اور ۲۹ ر اگست کو کانجی ورم پہنچا لیکن لالی نہایت ہوشیاری اور مستعدی سے اس کی نگرانی کر رہا تھا جس کو حیدر نے اس مقصد سے بھیجا تھا۔[3] اس پر حیدر نے آرکاٹ سے اپنے خیمے اکھاڑ لیے اور کانجی ورم سے چند میل کے فاصلے پر پڑاؤ ڈالا۔

وہ ۵ ر اگست کو دریائے کرٹلیار کے کناروں پر واقع :نیگل پہنچا۔[4] دریا خشک تھا لیکن وہ شمالی کنارے

---

(۱) MS. EUR. F. 87 : جب حیدر ارنی اور چنپٹ کے درمیان خیمہ زن تھا تو یہ سوچا گیا تھا کہ وہ کرنل بریتھ ویٹ پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے: "یہ کہنا مشکل ہے کہ حیدر نے اتنا اچھا موقع کیوں کھو دیا کیونکہ اس فوج کے خلاف اس کی کامیابی کا یقینی ہونے کی وجہ تھی جیسے اس کو کرنل بیلی پر فوج حملہ کرنے میں تھی جب اس سے کرنل فلیچر اور سر ہیکٹر منرو کے دستی بم پھینکنے والے سپاہی آملے تھے۔"

(۲) چارلس اسمتھ نے مورخہ ۳۰ ر جولائی ۱۷۸۰ء کی اختلافی روئداد میں لکھا تھا کہ "مجھے انتہائی خلوص سے یہ افسوس ہو رہا ہے کہ کمیٹی کی اکثریت کرنل بیلی کو کڈپہ کے علاقے میں پیش قدمی کرنے کے حکم دینے کے فیصلہ پر بھی ہوئی ہے۔ اس فوج کو واپس نہ بلانے کی صورت میں کرناٹک کے لیے شدید خطرہ پیدا ہو سکتا ہے۔ کڈپہ اور وہ تمام علاقہ بہت اہم نہیں ہے اور حیدر علی اس پر اپنی فرصت کے اوقات میں پھر قبضہ کرے گا۔"

(۳) لالی نے حیدر کو اطلاع بھیجی تھی کہ منرو کو نہ صرف سامان خورد و نوش لانا پڑا تھا بلکہ چارہ اور ایندھن بھی لانا پڑا تھا ——— نواب حیدر علی خاں کی مہم۔

(۴) ۲۵ ر اگست کو ان کے بالترتیب مقامات کے مطالعہ سے جب بیلی سینٹ تھامس ماؤنٹ میں مقیم منرو کے پڑاؤ کے ۲۰ میل کی حدود کے اندر گمراپونڈی میں موجود تھا ولکس یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ فوجوں کا اجتماع آسانی سے کونجیوڑ میں ۲۶ تاریخ کو ہو سکتا تھا ولکس جلد ۲ ص ۲۴۴۔ اس خیال کے مطابق یہ اس لیے نہیں کیا گیا تھا تاکہ ایک غلط رائے کو صحیح ثابت کیا جائے کیونکہ سیکریٹری کی تنبیہ سے منرو کی پیشہ وارانہ غرور کو ٹھیس لگی تھی۔

پر ٹھہر گیا۔ رات کو موسلا دھار بارش ہونے سے دریا میں پانی بڑھ گیا چنانچہ ۴ ستمبر تک حیدر اُسے عبور نہ کر سکا۔ "جو نیت و نسل کی ایک اچھی مثال اور عظیم ثبوت تھا"۔ ۶ تاریخ کو وہ پیرم بوکم[1] پہنچا جہاں اس پر ٹیپو کی زیر کمان میسور کی سوار فوج نے حملہ کیا لیکن تین گھنٹے کی جنگ کے بعد اس نے انھیں مار بھگایا۔[2] منرو نے جو وہاں صرف ۱۵ میل دور تھا توپوں کی گرج سنی اور شمال کی طرف دو میل اور بڑھا۔ حیدر اس سے تھوڑے فاصلے پر اس کی نگرانی کر رہا تھا اور رنگ رنگ کے تیر اور گولیاں چلا رہا تھا۔ ۸ تاریخ کو منرو نے مدراس حکومت کو لکھا کہ "کرنل بیلی نے مجھے خبر دی ہے کہ اس سے پہلے کہ وہ پیرم بوکم کے اپنے پڑاؤ سے کوچ کرے مجھے اس سے جا ملنا چاہیے۔ میں آج شام اس کے پاس ایک فوجی دستہ بھیجوں گا اور بقیہ کے ساتھ دشمن کی نگرانی کروں گا اور کانجی ورم کی حفاظت کروں گا۔ دشمن ہم سے دو میل دور ہے۔ ہم ایک دوسرے کی نگرانی کر رہے ہیں۔"[3] یہ ایک مہلک فیصلہ تھا۔ کانجی ورم کے تحفظ کی خواہش کی بنا پر منرو کو اپنی فوج کو تقسیم کرنا پڑا تھا اور بیلی کو کمک بھیجنی پڑی جو اس کو نجات دلانے کے لیے کافی نہیں تھی اور اس نے محض مصیبت میں اضافہ ہی کیا۔ ولکس تبصرہ کرتا ہے کہ تقسیم کی بنیادی اور بے ضرورت غلطی کو تیسری تقسیم کے امکان پیدا کر دیے تھے کیونکہ مرکزی فوج بہت کمزور ہو گئی تھی اور اس طرح خطرہ بجائے کم ہونے کے بڑھ گیا۔

۸ تاریخ کی شب کو منرو نے اپنے بہترین سپاہیوں میں سے ایک ہزار سپاہی فلیچر کے زیر کمان بیلی سے اشتراک کرنے کے لیے بھیجا۔ اجتماع ۹ تاریخ کی صبح کو ہوا اور بیلی کے پاس اب تین ہزار تین سو بیس

---

(۱) بیان کیا جاتا ہے کہ بیلی نے مدراس کی حکومت کو لکھا تھا کہ وہ دریا کے چڑھنے پر اترے گا اور وہاں سے کشتی کے ذریعہ [illegible] تک جائے گا۔ اس کو اپنے خط کا کوئی جواب نہیں موصول ہوا۔ ولکس جلد ۲ ص ۲۶۹۔ پالیلور یا پلور ترپاسور سے ۱۰ میل شمال مغرب میں واقع ہے، پیرم بوکم ترپاسور سے ۹ میل شمال مغرب میں اور تکم، پیرم بوکم سے ساڑھے پانچ میل دور ہے۔

(۲) بیلی نے ۶ ستمبر کو تین بجے شام کو مدراس کونسل اور پریسیڈنٹ کے نام لکھا کہ "میں نے حیدر کی افواج کے ایک حصہ سے جو اس کے بیٹے ٹیپو کے زیر کمان تھا آج گیارہ بجے سے دو بجے تک مقابلہ کیا اور خوش بختی سے ان کو مار بھگایا"۔ M.M.C. ۱۷۸۰، ۱۸ الف ص ۳۲۶۱

(۳) M.M.C. 1780 جلد ۱۸ الف ص ۳۲۸۳۔ خفیہ رسم تقابل میں اس خط کی تاریخ ۷ کانجی ورم کے قریب کے پڑاؤ سے بھیجا گیا تھا۔ مگر جلد ۲ ستمبر ہے۔ حقیقتاً نقل کنندہ کی غلطی ہوگی کیونکہ دوسرے خطوط ثابت کرتے ہیں کہ فلیچر بیلی سے ۹ تاریخ کی صبح کو آملا تھا۔

سپاہی اور پانچ سو یورپی تھے ۔ کہا جاتا ہے کہ فلیچر کا رہنما حیدر کا تنخواہ دار تھا لیکن فلیچر نے عقلمندی سے دوسرا راستہ اختیار کیا ۔ جب معلوم ہوا کہ فلیچر بحفاظت بیلی تک پہنچ گیا ہے تو حیدر کے افسروں نے اور فرانسیسیوں نے اس کو پسپائی کا مشورہ دیا تاکہ میسوری فوج منرو اور بیلی کے درمیان پھنس نہ جائے ۔ حیدر نے دفاع کے لیے ضروری پسپائی کے انتظامات کر لیے لیکن اس کو اس کے بہترین محکمہ خبر رسانی کے ذریعے خبر ملی کہ منرو پیش قدمی کی تیاری نہیں کر رہا ہے ۔ چنانچہ حیدر نے بیلی پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا ۔ یہ ایک خطرناک قدم تھا ۔ ایسا لگتا ہے کہ حیدر نے منرو کے محتاط اور غیر فیصلہ کن رویے کا بالکل صحیح اندازہ لگا لیا تھا ۔

جب اندھیرا ہو گیا تو اس نے بھاری توپیں اور پیادے ٹیپو کے پاس بھیج دیے اور اپنے پاس صرف سوار اور ہلکا توپ خانہ رکھا تاکہ اگر منرو ذرا بھی نقل و حرکت کرے تو وہ اس کی توجہ بٹا سکے ۔ چونکہ بھانوی پڑاؤ میں خاموشی چھائی رہی اس لیے ۱۰ کی صبح وہ بھی روانہ ہوا ۔ اس نے اچانک حملہ کے خلاف تمام ضروری احتیاطی تدابیر اختیار کیں ۔ اس معرکہ کے دوران جو ۱۰ ستمبر کو واقع ہوا منرو کی نقل و حرکت کی تمام صحیح خبریں اس تک برابر پہنچتی رہیں ۔

بیلی نے ۹ تاریخ کی صبح اپنے کوچ کو پھر شروع کیا ۔ دو یا تین گھنٹے بعد ٹیپو کے ایک کمانڈر محمد علی نے عقب پر حملہ کیا اور بیلی اپنے ساز و سامان کی حفاظت کی خاطر رُک گیا ۔ یہ قیام صبح تک رہا ۔[1] صبح تک بیلی کے قیام کی وجہ ولکس یہ بتاتا ہے کہ " وہ سامان کا ذرا بھی نقصان اٹھائے بغیر فوج سے آملنا چاہتا تھا اور جو رات کے وقت ممکن نہیں تھا ۔" بہر حال انگریزوں کی سستی نے ٹیپو کو توپیں نصب کر کے سڑکوں پر اپنا تسلط جمانے کا موقع دے دیا ۔ جب بیلی نے اپنا کوچ شروع کیا تو اس کے دونوں بازوؤں پر شدید گولہ باری شروع ہو گئی اور محمد علی نے عقب پر اپنا حملہ سخت کر دیا ۔ حیدر کی مرکزی فوج بھی اب قریب تھی ۔ ۹ بجے صبح بیلی کی دو فوجی گاڑیاں تباہ ہو گئیں اور اس کے پاس صرف لوہے کی سلاخوں کے علاوہ کوئی ہتھیار باقی نہ رہا ۔ بیلی نے اپنی فوجوں کو روک دیا اور دستی بم پھینکنے والے سپاہیوں کی ایک کمپنی کو عقب میں چلے جانے کا حکم دیا ۔ سپاہیوں نے حکم کو غلط سمجھا اور وہ تیزی سے پسپا ہونے لگے ۔ حیدر کے ایک سوار دستے نے سپاہیوں پر حملہ کیا اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے یا گاڑیوں اور سامان میں جا چھپے ۔ بیلی کی فوج میں کوئی نظم و نسق باقی نہ

---

(۱) کہا جاتا ہے کہ فلیچر اس قیام کے خلاف تھا ۔ کچھ افسروں کے پوچھنے پر کہ کرنل بیلی کیوں ٹھہرا ہوا ہے ۔ اس نے طنزاً جواب دیا تھا کہ کرنل بیلی ایک مشہور یافتہ افسر ہے اور بلاشبہ وہ اپنے برتاؤ اور سلوک کی وجہ رکھتا ہے ۔ ایشیا میں سیاسی جنگ جلد اوّل ص ۱۵۳ ۔

رہا اور صرف یوروپیوں کا دستہ تھوڑی دیر میدان میں جما رہا لیکن ان پر ہر طرف سے گولیوں کی تیز بوچھاڑ ہو رہی تھی۔ یہ دیکھ کر کہ اب مزاحمت بیکار ہے بیلی نے سفید رومال ہلایا اور اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے آپ کو دشمن کے حوالے کر دیں لیکن اس وقت بھی انتشار جاری تھا اور اکا دکا گولی چلتی رہی۔ اس میں میسوری گھس پڑے اور بہت آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ لومورن نے غیظ و غضب اور غلط فہمی کے بعض شکاروں کو بچانے کے لیے مداخلت کی۔ قیدیوں میں بیلی بھی تھا جس کو ایک زخم آیا تھا۔[1] فلیچر لڑتا ہوا مارا گیا۔ تقریباً پچاس انگریز افسر پکڑے گئے۔ بیلی کی فوج کا نام و نشان مٹ گیا۔[2] منرو نے جنگ کے نقارے سن لیے تھے۔ اور بیلی کی مدد کے لیے روانہ ہو گیا تھا۔ اگر وہ ذرا تیز رفتاری سے آتا تو شاید شکست نہ ہوتی۔ لیکن جب وہ کچھ میل قریب پہنچا تو خبر ملی کہ سب کچھ ختم ہو چکا تھا۔ لڑائی صرف ۷ بجے صبح سے ۱۰ بجے صبح تک جاری رہی تھی۔[3]

اس فتح نے حیدر کی بہترین قائدانہ صلاحیتوں کو اجاگر کر دیا یعنی اس کی صحیح خبر رسانی[4] دشمن کی ذہنی صلاحیتوں کا صحیح اندازہ اور ایک عظیم فتح حاصل کرنے کے لیے خطرہ مول لینے کی اس کی آمادگی ہندوستانی جنگوں میں انگریزی فوج کی شکست ایک نادر کارنامہ تھا۔ حیدر کے ایک فرانسیسی افسر نے لکھا تھا کہ "اس قسم کی شکست کی ہندوستان میں کوئی مثال نہیں ہے"۔[5] یہ صحیح ہے کہ فوجیں ایک دوسرے کے مدِ مقابل نہیں تھیں۔ فوج کی تعداد سوار فوج (انگریزوں کے پاس کوئی سوار فوج نہیں تھی) اور توپ خانہ میں حیدر

---

(۱) بیلی نومبر ۱۷۸۲ء میں جیل ہی میں مر گیا۔

(۲) M.M.C. 1780، جلد ۱۷، الف ص ۱۴۳۰، ۱۴۳۱

(۳) منرو کو بیلی کی فوج پر بڑا بھروسہ تھا کیونکہ اس کو فلیچر کی کمک مل چکی تھی نیز اس کے پاس فوج کے بہترین فوجی تھے اور ان کی قیادت آزمودہ اور تجربہ کار لوگوں کے ہاتھ میں تھی۔

(۴) "جو کچھ بھی برطانوی لشکرگاہ میں ہوتا تھا حیدر کو اس کی متواتر اور بالکل صحیح خبر ملتی تھی .... وہ کرنل فلیچر کی روانگی کے وقت اس کی فوج کی تعداد جانتا تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ اس کے پاس کوئی توپ نہیں ہے"۔ ایشیا میں سابق جنگ جلد اوّل ص ۱۵۱
اس اطلاع کے بعد جب وہ ہرکارے یہ خبر لے کر آئے کہ منرو کی فوج روانگی کی کوئی نقل و حرکت نہیں کر رہی ہے تو اولاً کو یہ خیال گزرا کہ شاید وہ میسوری فوج کو دھوکہ دینے کی غرض سے جھوٹ بول رہے ہیں۔ (ایشیا میں سابق جنگ جلد اوّل ص ۱۵۱)
لیکن حیدر کو یقین تھا کہ وہ اپنی خبر پر اعتماد کر سکتا ہے۔

(۵) نواب حیدر علی خاں کی مہم ۱۷۸۰ء۔

کو برتری حاصل تھی اور یہ انگریزوں کی غلطی اور منرو کی سستی تھی جو اس سانحے کا سبب بنی تھی۔ بہرحال حیدر نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور اس کو شاندار طریقے پر استعمال کیا تھا۔ اس کا اخلاقی اثر بہت گہرا پڑا۔ فلپ فرانسس نے ایک ماہ بعد گاؤفرے کو لکھا تھا کہ "سر آئر کوٹ ساحل کی طرف کرناٹک کی بازیابی کے لیے جا رہا ہے یا مدراس کو بچانے جا رہا ہے۔ اگر وہ کامیاب ہو جائے تو اس کو خدا کا خاص بندہ سمجھا جائے گا۔"[1]

---

(۱) انڈیا آفس لائبریری میں یورپی مخطوطے جلد ۲ حصہ دوم از کے (KAYE) اور جان اسٹون (JOHN STONE)، ص ۵۷۱

ولکس تبصرہ کرتا ہے کہ "اگر ان دونوں فوجوں میں کسی کے کمانڈر نے وہ تاریخ کو فوجی تجربے کے عام قواعد و ضوابط سے رہنمائی حاصل کی ہوتی تو دونوں فوجیں غالباً محفوظ ہو جاتیں اور دونوں نے بروقت اور صحیح طور پر کام کیا ہوتا تو انگریزوں کی بجائے میسوریوں نے ہزیمت کا منہ دیکھا ہوتا۔"

ولکس اس کارنامے کی اہمیت "اگر مگر" سے وقعت گھٹانا چاہتا ہے۔

باب ۲۱

پلور سے پورٹونووو تک

پلور (پولیلور) کی شکست سے انگریزوں کا وقار بہت گر گیا۔ یہ وقار اور بھی گھٹ گیا ہوتا اگر حیدر فوراً منرو کے خلاف کارروائی کر لیتا یا مدراس کی جانب پیش قدمی کرتا۔ لالی نے حیدر کو منرو کے تعاقب پر آمادہ کرنا چاہا تھا جو سخت خطرہ میں تھا لیکن حیدر کی سستی نے منرو کو بحفاظت لیکن بعجلت پسپا ہونے کا موقع فراہم کر دیا۔[1] اس نے اپنا بھاری توپ خانہ اور سامان کانجی ورم کے بڑے تالاب میں پھینک دیا اور پہلے دن صبح سے شام تک اور دوسرے دن صبح ہونے تک مسلسل سفر کر کے وہ ۱۲ر تاریخ کو چنگل پٹ پہنچا۔ یہاں اس سے کوبی دو ہزار آدمیوں کے ساتھ آملا جو ترچناپلی سے آرہے تھے۔ چنگل پٹ میں سامان رسد کی کمی تھی اور ۱۵ر تاریخ کو منرو مدراس آپہنچا۔

---

(۱) منرو نے ۱۰ ستمبر کو چنگل پٹ سے لکھا کہ "اس قلعہ پر پہنچنے والی فوجوں نے دو دن صبح سے شام تک پہلے دن اور دوسرے دن صبح کے تڑکے تک برابر کوچ جاری رکھا۔ یہاں چاول نہیں ہے اس لیے انھیں دھان سے چاول نکالنے پڑے۔ براہ کرم اس خط کے ملتے ہی کچھ چاول بھیجیے جو ہم کو ماؤنٹ میں مل جائیں اور کچھ کشتیوں میں سدراس (SADRAS) بھیجئے اس لیے کہ میں یہ فیصلہ نہیں کر سکتا کہ کون سا راستہ اختیار کروں گا جب تک کہ دشمن کے لشکرگاہ سے یا اس کے قریب سے ہرکارے دشمن کی نقل و حرکت کی اطلاع لے کر نہ آجائیں۔ M.M.C. — ۷۱ الف ص ۱۳۷۸، ۱۳۷۹

اینس منرو (INNES MUNRO) کا بیان ——— ساحل کورومنڈل پر جنگ کا بیان ——— کانجی ورم اور چنگل پٹ کے درمیان تقریباً پانچ سو سپاہی یا تو مارے گئے یا زخمی ہوئے۔

حیدر نے اسے جانے دیا اور صرف ٹیپو کو اسے پریشان کرنے کے لیے بھیجا۔ وہ خود گول کنوؤں کی جانب روانہ ہوا اور کادیری پک میں اس نے اپنے زخمیوں کے لیے اسپتال قائم کیا۔ بیلی اور چار دوسرے افسروں کو فوج کے ساتھ رکھا گیا اور بقیہ قیدیوں، ۵۵ افسروں اور چار سو تیس فوجیوں کو بنگلور بھیج دیا گیا۔(۱)

ایسا لگتا ہے کہ حیدر غلبہ حاصل کرنا اور لوٹ مار کرنا چاہتا تھا اور قطعی فتح نہیں چاہتا تھا۔ کوٹ نے نومبر میں مدراس میں آنے کے بعد لکھا کہ "مجھے یقین ہے کہ اگر حیدر علی نے اس وقت مدراس کے دروازوں تک اپنی فتوحات جاری رکھی ہوتیں تو وہ اس اہم قلعے پر قابض ہو جاتا لیکن اس نے وہ موقع کھو دیا"۔ میلسن کا خیال ہے کہ "عمر کے اثرات حیدر پر ظاہر ہونے لگے تھے"۔ بہرصورت حیدر نے مدراس پر چڑھائی کرنے کے بجائے ۱۰ر ستمبر کو ارکاٹ کا محاصرہ پھر سے شروع کر دیا۔ شہر کا قطر سات میل کا تھا اور اس کی محافظ فوج کمزور تھی کیونکہ وہ صرف ڈیڑھ سو انگریز، ڈیڑھ سو سپاہیوں اور نواب محمد علی کی ڈیڑھ ہزار فوج اور کچھ بے قاعدہ فوجیوں پر مشتمل تھی۔ گہری خندقیں کھودی گئیں اور آخرکار پیٹھ میں دو شگاف پڑ گئے۔ شہر دشمن کے قبضہ میں آ گیا۔ اور ارکاٹ کے بہت سے سپاہی اس کے ہاتھ لگے جن کے کچھ خاندانوں نے دشمن سے اپنی قسمت وابستہ کر لی۔ ۳ر نومبر کو سولہ توپوں کے ایک مورچے نے قلعہ پر گولہ باری شروع کر دی۔ مزاحمت بیکار تھی اور کمانڈر کیپٹن جان ڈوپنٹ (DUPONT) نے اس شرط پر قلعہ حوالے کر دیا کہ تمام یوروپی و دیسی سپاہیوں کو پورے جنگی اعزاز کے ساتھ جانے کی اجازت دی جائے اور افسروں کو مدراس یا چنگل پٹ تک اس وعدے پر پہنچا دیا جائے کہ وہ جنگ میں نہیں لڑیں گے اور ان کو خیمے اور سامان رسد بھی فراہم کیا جائے۔ بقیہ انگریزی فوج کو بھی بطور جنگی قیدیوں کے مدراس بھیجا جانا تھا۔ نواب محمد علی کے کچھ افسروں اور ان کے خاندانوں کو بھی مدراس پہنچانا تھا۔ مجموعی طور پر حیدر نے ان شرائط کو پورا کیا لیکن زیادہ تر دیسی سپاہیوں کو ترغیب دے کر ملا لیا گیا اور ڈیڑھ سو سپاہیوں میں صرف تیس مدراس پہنچے۔(۲)

---

(۱) نواب حیدر علی خاں کی مہم۔ حیدر کے ساتھی فرانسیسی افسروں کی رائے تھی کہ اگر میسوری حکمراں نے منرو کا تعاقب کیا ہوتا تو برطانوی جنرل اپنے ہتھیار پھینکنے پر مجبور ہو جاتا اور اسے جنگی قیدیوں کے روپ میں اپنی فوج سمیت پیش کر دیتا۔"

(۲) M.H.C. 67 جب ۳۰ر دسمبر ۱۷۸۰ء ص ۲۲۲، ۲۲۸

ایک فرانسیسی روایت کے مطابق صلح کی بات چیت کرنے والے ممبر کیپٹن ثالث ہنٹ مونٹگری کے کنایاتی انداز اور بعض سیاسی وجوہ کی بنا پر حیدر ہتھیار ڈالنے کی مجوزہ دفعات کو ماننے پر تیار ہو گیا تھا۔ MS.EUR.E.67 کے مطابق وہ کیپٹن پنڈرگاسٹ (PENDERGAST) تھا لیکن وہ بہت سخت زخمی ہو گیا تھا اور بہ ادائے اطاعت پر ڈوپنٹ نے دستخط کیے تھے۔ ولسن، مدراس فوج کی تاریخ جلد ۲ صفحہ ۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

حیدر نے ارکاٹ کو اپنا صدر مقام بنایا۔ فصیلوں کی مرمت کی اور اس کی قلعہ بندی مستحکم کی۔ اس نے کرناٹک کے دوسرے مقامات پر حملہ کرنے کے لیے پیش قدمی کی اور وہ سب کے سب خطرہ میں تھے اور ان کا دفاع کمزور تھا۔ جنجی اور کرنت گڑھ نے بغیر کسی مزاحمت کے گھٹنے ٹیک دیے۔ کرنگل اور چدبرم پر نومبر میں قبضہ ہوگیا پرماکولی کا اسی ماہ میں اور ویلور اور وندی واش کا دسمبر میں محاصرہ کر لیا گیا۔ ۱۵ر جنوری کو امبور نے اپنے آپ کو دشمن کے حوالے کر دیا۔ کیپٹن کیٹنگ کو پوری جنگی اعزاز کے ساتھ قلعہ سے نکلنے اور مدراس جانے کی اجازت دے دی گئی۔ لیکن ولسن کا بیان ہے کہ محافظ فوج کو ارکاٹ جانے پر مجبور کیا گیا جہاں کیٹنگ کو یہ وعدہ کرنے پر مجبور کیا گیا کہ وہ آئندہ مہم میں شرکت نہیں کرے گا اور سپاہیوں کو حیدر کی فوج میں شامل کر لیا گیا[1] ساحل پر ایک فرانسیسی بیڑے کی آمد متوقع تھی اور حیدر ساحل کے ساتھ اپنے رسل و رسائل کے تعلقات قائم کرنے کے لیے کوشاں تھا۔

اسی دوران ۵ر نومبر کو کوٹ کچھ کمک لے کر مدراس پہنچا[2] انگریزوں کی حالت اچھی نہیں تھی۔ بری راستوں پر حیدر کی فوج کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ علاقے کے پالیگار اور نواب محمد علی کے افسر بھی جن کو ان کے متعلقہ عہدوں پر برقرار رکھا گیا تھا اس کے دربار سے وابستہ ہو گئے۔ وہ اپنے اور انگریزوں کے درمیان کے تقریباً تمام اہم مقامات عملی لحاظ سے قبضہ کرنے اور ان کو مستحکم بنانے میں کامیاب ہو گیا۔[3] مانسون نے دریا کے استعمال کو مشکل بنا دیا۔ نظام گنٹور کی بحالی کے بعد بھی اور ناگپور کے بھونسلے کا رویہ اب بھی غیر یقینی تھا۔ انگریزی فوج کی ہمت پست تھی اور چند سپاہی جن کے خاندان یا رشتے دار حیدر کے قبضہ میں تھے حیدر سے آملے اس لیے کوٹ کا اولین فرض یہ تھا کہ وہ مدراس میں اپنی فوج کو تربیت دے۔ اس نے

(بقیہ پچھلے ص سے (۲))

نواب ارکاٹ کی فوج کے بارے میں کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا لیکن تحریری معاہدہ میں ہم کو حیدر کی مہر کے ساتھ یہ ملتا ہے کہ نجیب خاں، ارشد بیگ خاں، اکبر بیگ، ہاشم الدین خاں، ہاشم اللہ خاں کو مع ان کے متعلقین کے مدراس پہنچا دیا تھا اور اس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ محمد علی کے افسر تھے۔ M.M.C.72 ۲۰۳۴، ۲۰۳۸

(۱) ولسن II ص ۱۷ "حیدر نے اپنے کو اس بنیاد پر حق بجانب قرار دیا کہ محافظ فوج کے پاس صرف ایک دن کا گولہ بارود رہ گیا تھا جبکہ جنگ کی روایات کے مطابق کیٹنگ کو اس وقت اطاعت کر لینی چاہیے تھی جب اس کے پاس صرف تیس دن کے لیے کافی مقدار رہ گئی تھی۔"

(۲) ۲۲۴ پیادے، سو آدمی کی کمپنی پر مشتمل توپ خانے کی دو کمپنیاں، ۷۰۰ LASEAR، اور چالیس اور پچاس کے درمیان شہری رضاکار (پیرس کی یادداشت)۔

(۳) SEE PROGS. ۱۰ر دسمبر ۱۷۸۰ء۔

جنوری ۱۷۸۱ء میں لکھا کہ "دشمن کی سوار فوج چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں ہمارے گرد پھیلی ہوئی ہے۔ وہ روزانہ کسی نہ کسی علاقہ میں گھس آتے ہیں۔ کل انھوں نے اتنی جرأت کی کہ وہ شہر کی فصیل پر نصب کی ہوئی توپوں تک آگئے، انھوں نے دھوبیوں کے تمام عمدہ کپڑے چھین لیے اور فورٹ سینٹ جارج کے باشندوں کے استعمال کے لیے شمال میں چند میل کے فاصلے سے آنے والی سبزیوں اور پالتو جانوروں کے گوشت کی فراہمی کی راہ بھی مسدود کردی لیکن جب تک میں پیش قدمی کرنے کے قابل نہ ہوں اور فوج کارروائی کرنے کے لیے تیار نہ ہو یہ دانشمندی کے خلاف ہوگا کہ میں کچھ میل تک جاؤں اور اس طرح تھوڑا بہت جو اثر ہے اس کو بھی ختم کردوں[1]۔

بہر حال پرماکولی اور ونڈی واش کو دشمن کے سامنے نہیں جھکنے دیا گیا اور ۱۷ر جنوری ۱۷۸۱ء کو کوٹ آٹھ ہزار پیادوں، آٹھ سو سواروں اور ۶۲ توپوں کے ساتھ میدان میں اترا[2]۔ حیدر نے مستعدی سے ویلور، ونڈی واش اور پرماکولی کا محاصرہ اٹھالیا اور کوٹ ساحل کے قریب آنے پر مجبور ہوگیا کیونکہ اس کو رسد کی فراہمی سمندر کی راہ سے ہورہی تھی۔ ایک چھوٹے بحری بیڑے نے اس کا تعاقب کیا۔ اس کا نشانہ پانڈیچری تھا جس نے حیدر کی حمایت کا اعلان کیا تھا۔ ونڈی واش کے فوراً بعد ہی اس کو فرانسیسی بیڑے کی آمد کی خبر ملی اور تیزی سے وہ کرنگل کی جانب اُلٹے پاؤں لوٹ گیا۔ اس نے مدراس واپس جانے کے سفر کی تیاری کی تاکہ اگر یہ معلوم ہوا کہ حیدر اور فرانسیسی شہر پر حملہ کرنے والے ہیں تو وہ مقابلہ کرسکے۔ کرنگل پر ۲۰ر جنوری کو دوبارہ قبضہ ہوگیا اور میسور فوج کے کیے ہوئے دفاعی استحکامات اور مرمت کی کوٹ نے تعریف کی۔ "دفاعی مورچے جو دوبارہ تعمیر کیے گئے ہیں نہ صرف عمدہ بنائے گئے ہیں بلکہ ان کی تعمیر میں اتنی مہارت سے کام لیا گیا ہے جیسے اس کی نگہداشت عجیب الطرفین یوروپیوں نے کی ہو اگرچہ قلعہ میں ایک بھی یوروپی نہیں تھا"[3]۔

کرنگل میں کوٹ کو خبر پہنچی کہ لڑنے والی فوج کے سات جہازوں اور تین جنگی جہازوں پر مشتمل فرانسیسی بیڑا پانڈیچری کی طرف بڑھ رہا ہے اور اس پر کوئی فرانسیسی فوج نہیں ہے۔ کوٹ نے ایک فوجی دستہ بھیجا جس نے دیکھا کہ بیڑے کو خورونوش کا سامان مسولا کشتیوں کے ذریعے پہنچایا جارہا ہے۔ ان میں تینتیس کشتیاں جلادی گئیں[4]۔

---

(1) SEE PROGS ۲۵ر جنوری ۱۷۸۱ء

(2) ایشیا میں سابق جنگ جلد اوّل ص ۱۸۱

(3) SEE PROGS ۲۰ر فروری ۱۷۸۱ء ضمیمہ

(4) 〃 〃 ۲۰ر اپریل ۱۷۸۱ء۔ سر آئر کوٹ کا خط مورخہ یکم مارچ ۱۷۸۱ء

کوٹ کا خیال تھا کہ حیدر ارکاٹ میں ہے لیکن اچانک اسے خبر ملی کہ وہ فوجوں کے ساتھ کڈلور کی جانب بڑھ رہا ہے۔ کوٹ تیزی سے کڈلور کی جانب ، ۸ فروری کو پہنچا اور تین دن بعد دوسری جنگ کے لیے کوچ کیا جو نہیں لڑی گئی۔(۱) حیدر نے اپنا ارادہ ظاہر نہیں ہونے دیا اور انتظار کرتا رہا کیونکہ فرانسیسی بیڑے کے محاذ ساحل پر ہونے کی وجہ سے اور بری راستوں میں چاروں جانب میسور کے سوار دستوں کے پھیلے ہونے کی وجہ سے کوٹ کو نہ تو بحری راہ سے سامان رسد مل سکتا تھا اور نہ بری راستے سے۔ رسد بہت کم ہو گئی تھی۔ فرانسیسی بیڑا جو کڈلور کی شاہراہ تک بڑھ آیا تھا اب مورشیس کے لیے روانہ ہو گیا۔ مدراس اور سدراس سے چاول سے بھرے جہاز ، ۱۱ تاریخ کو پہنچے۔ کوٹ نے لکھا کہ "اس وقت تک شہر کے باشندے بھکمری کا شکار ہونا شروع ہو گئے تھے اور فاقوں سے مرنے لگے تھے۔ دو دن کی مزید تاخیر نہایت مہلک اور خطرناک ثابت ہوئی۔ کیونکہ فوجوں کے پاس کھانے کے لیے ایک دانہ بھی نہ بچتا۔ میں نے آخری تین دن کی رسد کے بچ رہنے پر یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ مجھے تنجور کے علاقے میں مجبوراً جانا پڑے گا لیکن اب میں اپنے مقام پر رہ سکتا ہوں۔"(۲) بالینڈر روز نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ "اس مصیبت کے وقت فرانسیسی بیڑا ایڈمرل ڈی اروس (D'ORVES) کی بزدلی یا کاہلی کی بنا پر مفلوج ہو کر رہ گیا تھا اور جس کی پانڈیچری سے آئل ڈی فرانس کی جانب روانگی سے حیدر سر آئر کوٹ پر ایک یقینی فتح حاصل کرنے سے محروم رہ گیا تھا۔ یا تو بدانتظامی کی وجہ سے یا بدقسمتی سے فرانس کے پاس نہ تو کوئی قابل جنرل تھا اور نہ کوئی باصلاحیت ایڈمرل تھا۔"(۳)

اس کے باوجود برطانوی فوج ساحل کے ساتھ لگی ہوئی تھی کیونکہ سامان رسد کی فراہمی کی ضرورت اسی طرح پوری ہو سکتی تھی اور پورا اندرونی علاقہ حیدر کے حملوں کے لیے کھلا ہوا تھا۔ اس نے کڈلور سے نیگاپٹم تک آگے کے تمام علاقہ کو غارت کیا اور جلا کر خاک کر دیا۔ اس کے سوار دستے ترووندپورم اور پانڈیچری کے درمیان کے علاقے میں دندناتے پھر رہے تھے۔ مارچ کے وسط تک کڈلور، تنجور اور ترچناپلی کے درمیان واقع تمام اہم مقامات کا یا تو حیدر نے محاصرہ کر رکھا تھا یا ان پر قابض ہو چکا تھا۔ ٹیپو نے تیاگر دتیا گا درگم،

---

(۱) "حیدر نے پہلے یہ مظاہرہ کیا کہ وہ جنگ لڑنا چاہتا ہے۔ کیونکہ وہ تین دن بعد خیمہ لگائے رہا اور ایک مقابلے کے لیے اشتعال دلانے کے لیے وہ سوار دستوں کو بھیجتا رہا۔ جنرل کڈلور کے قریب اپنے سابق مقام پر پلٹ گیا۔" MS. EUR. E. 87

(۲) SEE. PROGS ۲۶ اپریل ۱۷۸۲ء۔ سر آئر کوٹ کا خط مورخہ یکم مارچ ۱۷۸۲ء۔

(۳) ایچ روز۔ جدید جنگ کا مذہب۔ کتاب کا عنوان وقیانوسی محسوس ہوتا ہے۔

کا محاصرہ کیا جس کے دباؤ میں آکر دشمن ۵ جون کو معاہدۂ ارکاٹ کی شرائط قبول کرنے پر مجبور ہوگیا[1] لالہ میاں نے ناگر کا محاصرہ کرکے اویرلیم، اریالور اور ملم کوٹا پر قبضہ کرلیا۔ کوٹ کم وبیش کڈلور تک محدود تھا جس سے وہ کبھی کبھی حملہ کرنے کے لیے نکلتا تھا جیسے ۱۶ اپریل اور ۲۷ مئی کو اس نے ترووندپورم پر کیا تھا۔ ۵ مئی کو سرایڈورڈ ہفس کی زیرکمان ایک بیڑا اسّی یوروپی اور نوسو سپاہی لے کر بمبئی سے پہنچا تو اُسے کمک پہنچی[2] حیدر تنجور اور ترچناپلی سے ۱۰ میل دُور واقع للّٰہ گوڈی کی طرف لَوٹ آیا۔ اس کی فوج کو چھوٹی چھوٹی کامیابیاں ہوتی رہیں۔ انھوں نے تنجور کے قریب ویناریں ایک انگریزی سرحدی چوکی اور کچھ توپوں پر قبضہ کرلیا اور کیپٹن ہال کے ۵ سو سپاہیوں کے ایک دستے کو تباہ کردیا جسے وہ ترچناپلی سے غلہ کے قافلوں کی حفاظت لے کر نکلا تھا۔ اس نے اس قلعہ کے محاصرہ کا ارادہ بھی کیا تھا۔

کوٹ کا زیادہ مدّت تک خاموش رہنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ ۱۶ جون کو اس نے چدبرم پر حملہ کیا، پیٹھ میں داخل ہوگیا اور گوڈا پر حملہ کیا۔ پہلے دروازہ پر قبضہ کرلیا گیا لیکن دوسرے دروازے سے سپاہیوں کو دھکیل دیا گیا اور ان کے دو سو آدمی ہلاک یا زخمی ہوئے۔ کوٹ کو پورٹو نوو میں پناہ لینی پڑی اور دوسرے حملے کی تیاری کرنے لگا۔ جب حیدر سو میل کی مسافت تیز رفتاری سے ڈھائی دن میں طے کرکے پورٹو نوو اور کڈلور کے درمیان آپہنچا تو اس نے بڑی مستعدی سے ریت کے ایک تودے پر جو شاہراہ کے اہم مقام پر تھا اپنے مورچے قائم کرلیے[3]

کوٹ کا اب اپنے صدر مقام کڈلور سے رابطہ ٹوٹ گیا تھا اور اس کے لیے بہتر یہی تھا کہ قبل اس کے کہ حیدر اپنے مورچے مسلح کرپائے اس پر حملہ کردے۔ حالانکہ حیدر نے فوج کا ایک بڑا حصّہ ٹیپو کے زیرکمان ونڈی واش کے محاصرہ کے لیے بھیج دیا تھا تاہم اس کے پاس ایک بڑا لشکر تھا۔ کوٹ کے تخمینے کے مطابق اس کے پاس ۴۲۰ یوروپی، گیارہ سو TOPASSES، چالیس ہزار سوار، اٹھارہ ہزار تربیت یافتہ پیادے اور ۴۷ توپیں اور دُور مار توپیں تھیں اور ایک بڑی تعداد کدال بردار مزدوروں اور تیر اندازوں کی تھی۔ غالباً یہ تخمینہ مبالغہ آمیز تھا اور پوری فوج غالباً چالیس ہزار سے زیادہ نہ تھی کیونکہ بہت سے ان میں بے قاعدہ

---

(۱) مدراس فوج کی تاریخ جلد دوم ص ۱۲۔ ولسن کا دعویٰ ہے کہ ہتھیار ڈالنے کی شرائط کی خلاف ورزی صرف ارکاٹ یا بعد میں کڈلور ہی میں نہیں کی گئی تھی۔ یہ بیان کرنا یہاں مناسب ہوگا کہ اطاعت کی شرائط پر تیاگر میں بھی عمل کیا گیا تھا۔

(۲) MS. EUR. E. 87 ص ۳۔ ایشیا میں سابق جنگ جلد اوّل ص ۱۸۱: "سرایڈورڈ ہفس کی انگریزی بحری دستے اور نقل وحرکت کے سامان کے ساتھ ۱۰ جون کو آمد"

(۳) MS. EUR. 87 ص ۳۴، ۳۵

سوار تھے۔ کوٹ کے ساتھ صرف ساڑھے آٹھ ہزار آدمی تھے (۱)

یکم جولائی ۱۷۸۱ء کو لڑائی ہوئی۔ تقریباً ۹ بجے صبح انگریزی فوج نے سامان کی حفاظت کے لیے ایک دستہ چھوڑ کر پیش قدمی کی۔ سامنے اور داہنے بائیں کی توپوں کی وجہ سے حیدر کی صفیں بہت محفوظ تھیں۔ اس کے دائیں جانب کچھ خندقوں کا ناقابل عبور جال بچھا تھا۔ وسطی حصہ کی حفاظت کے لیے بھاری توپیں تھیں۔ بائیں جانب سمندر کی طرف حیدر نے بیس توپوں کا ایک مورچہ تعمیر کرنا شروع کر دیا۔ جیسے ہی انگریزوں نے پیش قدمی کی وہ توپوں کی زد پر آگئے اور رُک گئے۔ کوٹ نے محسوس کر لیا کہ صرف ایک موقع ہے اور وہ حیدر کے میسرہ کی طرف بڑھنے سے مل سکتا ہے۔ اس نے ۹ بجے صبح دو قطاروں میں بڑھنا شروع کیا۔ آٹھ توپوں کے ساتھ دو بٹالینوں کی ایک فوج نے اپنا تیسرا محاذ بنا لیا تھا اور بائیں بازو کی حفاظت کر رہی تھی۔ سخت گولہ باری کے دوران انگریزوں کو بائیں طرف ایک سڑک مل گئی وہ اس کے ساتھ ساتھ بڑھتے رہے اور چند ریت کے تودوں کے پار وہ حیدر کے میسرہ کی جانب سے نکل گئے جبکہ اس کی توپوں کا رُخ بازو کی طرف تھا وہ ان ریت کے تودوں پر جن پر حیدر قبضہ قائم نہیں رکھ سکا تھا۔ دوسری صف نے قبضہ جما لیا۔ حیدر نے ایک فوج منرو کے بائیں جانب تودوں پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجی لیکن اسٹورٹ کی زیر کمان دوسری قطار نے اُسے پسپا کر دیا۔ بار بار متواتر شدید حملے پسپا کر دیے گئے۔ اپنے عقب کو محفوظ دیکھ کر پہلی قطار نے پیش قدمی کی۔ حیدر نے منرو کے بائیں بازو پر اپنی سوار فوج سے حملہ کیا لیکن توپ خانے اور بندوقوں کی گولہ باری نے حملہ ناکام کر دیا۔ میسور سواروں کو سامان پر قبضہ کرنے کے لیے اردگرد کے علاقے میں بھیجا گیا تھا لیکن کنارے سے لگی ہوئی سراغ رساں بادبانی کشتی نے گولے برسا کر پیچھے دھکیل دیا۔ اپنے بائیں بازو کو پلٹتے دیکھ کر حیدر نے اپنی توپیں پیچھے ہٹا لیں (۲)

---

(۱) کوٹ کی اطلاع کا ماخذ ایک پرتگالی افسر تھا جو حیدر کی ملازمت چھوڑ کر اس سے آملا تھا۔ انگریز جنرل کا تھوڑا سا رجحان یہ بھی تھا کہ وہ اس فوج کی تعداد میں تھوڑا سا مبالغہ کر دیتا تھا جس کے خلاف وہ نبرد آزما ہوتا تھا۔ کڈلور سے مرسلہ کورٹ کے تحریر کردہ خط مورخہ ۲ جون ۱۷۸۱ء کے مطابق ٹیپو نے ونڈی واش کا محاصرہ تیس ہزار فوج اور ۳۰ توپوں کے ساتھ کیا تھا۔ حیدر نے اپنی کچھ فوج یقیناً ارکاٹ اور دوسرے مقامات پر چھوڑی ہوگی۔ ولسن کے بیان کے مطابق جس فوج کے ساتھ وہ اس علاقے میں داخل ہوا تھا اس کی تعداد ۸۰ ہزار تھی۔ شاید ہم یہ نتیجہ اخذ کرنے میں غلطی نہ کریں گے کہ پورٹو نووو میں حیدر کی مؤثر فوجی طاقت شاید چالیس ہزار تھی۔
SEE. PROGS مورخہ ۷ ستمبر ۱۷۸۱ء۔

(۲) مورخ کی نقل و حرکت کی کامیابی پر ختم ہونے والے اس معرکہ کے ابتدائی مراحل کا ذکر کرتے ہوئے کوٹ کہتا ہے: "ہم ایک میل سے زیادہ نہیں

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

یہ جنگ تمام تر فوجی تدابیر کے ساتھ دس بجے صبح سے تین بجے سہ پہر تک جاری رہی ۔کوٹ کا اندازہ تھا کہ حیدر کو تین ہزار آدمیوں سے زیادہ کا نقصان ہوا ہے ان کے علاوہ ایک بڑی تعداد سواروں کی تھی"۔ ان میں حیدر کا نسبتی بھائی اور ایک چہیتا جنرل میر صاحب بھی تھا جو زخموں کی تاب نہ لا کر مر گیا تھا۔ انگریزوں کا نقصان چار سو یا پانچ سو کا ہوا لیکن اس میں افسر بہت کم تھے (۱)۔
برطانوی فوج کا مورخ فورٹسکیو (FORTESQUE) کہتا ہے کہ "کوٹ کی یہ فتح ان معنوں میں کوئی بڑی فتح نہیں تھی کہ اس کے پاس انعام کے طور پر نہ توپیں تھیں اور نہ قیدی اور دشمن کی فوج تباہ ہوئی تھی لیکن یہ فتح جنوبی ہند کے لیے نجات کا سبب تھی"۔ میلسن نے اس کو ہندوستان کی فیصلہ کن جنگوں میں سے ایک قرار دیا ہے اور اس کو حیدر کی لیپزگ (LEIPZIG) گردانا ہے۔ حیدر کی کثیر فوج اب بھی محفوظ اور نقل و حرکت کے قابل تھی۔ حیدر اب بھی جنگ لڑنے کے قابل تھا اور یہ شکست کسی طرح بھی شکست فاش نہیں تھی۔ ایک

(پچھلے ص سے آگے) (۲):
گئے ہوں گے کہ ہمارے راستے پر نصب دشمن کے مورچوں کا پتہ چل گیا۔ میں تقریباً ایک گھنٹہ ٹھہرا رہا۔ اپنے داہنی جانب راستہ تلاش کرنا ضروری تھا تاکہ آگے بڑھا جاسکے اور دشمن کے مورچوں سے ہونے والی سیدھی گولہ باری سے بھی بچا جاسکے اور ان کے چوکیوں کے بائیں بازو کا رُخ بدلا جاسکے یا ان پر تسلط کیا جا سکے .... ہم کو ایک زبردست گولہ باری کا سامنا کرنا پڑا۔ ہم نے اپنی گولہ باری محفوظ رکھی۔ میں نے داہنی جانب پیش قدمی کرنے کا فیصلہ کر لیا اور نو بجے صبح روانہ ہوا۔ دو قطاریں ایک دوسرے کے متوازی بڑھ رہی تھیں۔ اپنی اصلی ترتیب پر آنے کے لیے ان کو صرف سامنے کی جانب رُخ کرنے کی ضرورت تھی۔ آٹھ توپوں کے ساتھ دو بٹالینوں کو تیسری سمت بنائی تھی اور فوجیوں کے بازوؤں کو دونوں قطاروں کو اس طرح ملانا تھا کہ اس طرف کے کچھ مورچوں سے گولہ باری روکی جاسکے۔ داہنی جانب ایک قابل گذر سڑک ملی جو حیدر نے ساحل سمندر سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ایک عظیم مورچہ تک توپیں لے جانے کے لیے تعمیر کی تھی۔ کام کے مکمل ہونے کے لیے ایک دن اور درکار تھا۔ اس کی گولہ باری سے پریشان ہوتے ہوئے زخم کھاتے ہوئے ہم اس کے میدان کی جانب بڑھے۔ سڑک پار کرنے کے بعد مجھے اپنا مقدمہ کم کرنا تھا اور جیسے ہی زمین موافق و ہموار ہوئی وہ پہلی جیسی ترتیب میں آگئیں۔ ایک موتے (CALDERA) کی باڑھ ہمارے میمنے کی محافظت کر رہی تھی اور بعض ریت کے تودے خوش بختی سے خالی تھے اور وہ میرے منصوبے کے عین مطابق تھے۔ میں دشمن کے مورچوں کے پہلو میں پہنچ گیا اور وہاں رُک کر سازگار موقع کا انتظار کرنے لگا۔ جب مجھے یہ یقین ہو گیا کہ میرے عقب کی بلند زمین پر دوسرے دستے نے قبضہ کر لیا ہے تو میں نے پہلے دستے کے ساتھ تیزی سے پیش قدمی شروع کر دی"۔

(۱) M.M.C. ۵، الف ص ۱۴۸۹ تا ۱۴۹۲

تدبیری فتح جس کے کوئی اہم حربی اثرات نہ ہوں کوئی فیصلہ کن جنگی واقعہ نہیں تصور کی جاسکتی لیکن اس کی راہ میں شدید مزاحمت پیدا ہو گئی تھی۔ انگریزوں نے پلور (پالیلور) میں کھوئے ہوئے وقار کو کافی حد تک بحال کر لیا۔ ٹیپو کو ونڈی واش کا محاصرہ اٹھانا پڑا تھا اور حیدر کو تنجور اور ترچناپلی کے علاقے کو خالی کرنا پڑا تھا۔ برطانوی فوج کو دوبارہ اپنی نقل و حرکت کی آزادی مل گئی تھی اور غالباً یہ کہنا مبالغہ نہ ہو گا کہ اگر انگریزوں کو پورٹو نوو کی فتح نصیب نہ ہوئی ہوتی تو معاہدہ سلبائی وجود میں نہ آیا ہوتا۔

باب ۲۲

پورٹو نووسے شولنگورتک

پورٹو نووکی جنگ نے حیدر کو بے دست و پا نہیں کر دیا تھا۔ اس کے پاس اب بھی کثیر فوج تھی جو حسب موقع جارحانہ یا دفاعی حملے کرنے کے لیے تیار تھی لیکن انگریزوں کو نقل و حرکت کی کچھ آزادی ضرور مل گئی۔ وہ کوٹ کڈ لور اس ارادے سے روانہ ہوا کہ ونڈی واش کو مدد پہنچائے اور بنگال سے پیرس کے زیر کمان آنے والی کمک کے ساتھ جا ملے جو نیلور پہنچ چکی تھی۔ جیسے ہی کوٹ نے پیش قدمی کی حیدر، جو سُرخ پہاڑیوں سے چند میل کے فاصلے پر پانڈیچری کے قریب پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا جنجی روڈ کے ساتھ ساتھ پیچھے ہٹ آیا۔ ارکاٹ میں اس سے ٹیپو آملا جس نے انگریزوں کی آمد پر ونڈی واش کا محاصرہ اٹھا لیا تھا وہاں سے وہ ارکونم کو روانہ ہوا جہاں اس نے حیدر کو آٹھ ہزار سوار، پانچ ہزار پیادے اور ۱۳ توپیں دے کر بھیجا کہ وہ لالہ میاں سے جا ملے اور پیرس کا راستہ مسدود کر دے۔ ۱۰ر جون کو لالہ میاں نے پولی کٹ جھیل عبور کی اور ارکم پہنچا جو ولندیزیوں کا ایک جزیرہ تھا اور جہاں مدراس کے بہت سے باشندوں نے اپنی قیمتی اشیاء حفاظت کی غرض سے بھیج دی تھیں۔ ارکم اور پولی کٹ کو لوٹنے کے بعد لالہ میاں ستیا ویدو چلا گیا جہاں ٹیپو ترووَلور سے آکر ۲ر جولائی کو پہنچا۔ وہاں وہ ٹھہرا رہا اور اسے اچانک یہ خبر ملی کہ پیرس ۳ر اگست کو کوٹ سے ملنے میں کامیاب ہو گیا ہے (۱)

ہوا یہ کہ جب ٹیپو ایک راستے کی نگرانی کر رہا تھا پیرس نے دوسری راہ اختیار کی۔ پولی کٹ کی جھیل

---

(1) MS. EUR. E. ۵۸ ص ۹۴ تا ۱۰۵

حقیقت میں شمال سے جنوب کی جانب تقریباً ۴۰ میل لمبی اور زیادہ سے زیادہ چھ میل چوڑی سمندر کی ایک آبنائے تھی۔ اس کے اور سمندر کے درمیان طویل تنگ خشکی کی پٹی کے دو راستے ہیں ایک جنوبی کنارے پر اور دوسرا شمالی کنارے پر۔ مدراس کو جانے والی شاہراہِ عام جس کی نگرانی ٹیپو کر رہا تھا سمندر سے پندرہ بیس میل کے فاصلے پر جھیل کی مغربی جانب کو واقع ہے لیکن پیرس نے درگر جاپٹرم پہنچنے کے بعد یہ افواہ اڑائی کہ وہ ارکاٹ کی طرف روانہ ہو رہا ہے۔ ادھر جانے کے بجائے وہ وینکٹ گری کے راجہ کی مدد سے (جس نے انگریزوں سے اشتراک کر لیا تھا اور اس کی فوج ۴۴ ہزار تھی) دونوں پٹیوں کو کشتی کے ذریعہ پار کر کے پولی کٹ پہنچ گیا جو خلیج کے جنوبی سرے پر واقع تھا اور وہاں کوٹ کرنگل، چنگل پٹ اور سینٹ تھامس ماؤنٹ کے راستے سے ہو کر پہنچ گیا تھا۔ اس طرح ۱۲ ہزار سپاہیوں پر مشتمل متحدہ فوج مدراس کی طرف پلٹ گئی۔

اس پر حیدر نے ارکونم سے کانجی ورم کو کوچ کیا اور ٹیپو کو واپس بلا لیا جو وینکٹ گری کے علاقہ کو تاراج کر رہا تھا۔ کوٹ کے پاس ایک طاقتور فوج تھی لیکن وہ نقل و حمل کے وسائل کے لحاظ سے کمزور تھا جو صرف ڈھائی دن کی رسد لے جانے کے قابل تھے۔[1] وہ تباہ شدہ علاقے پر بھی بھروسہ نہ کر سکتا تھا۔ ترپاسور میں کچھ غلہ حاصل کرنے کی امید میں جو تین سو باقاعدہ اور نو سو بے قاعدہ فوجیوں پر مشتمل ایک میسوری فوج کے قبضہ میں تھا اس نے اس کا ۱۹؍ اگست کو محاصرہ کر لیا اور ۲۲؍ تاریخ کو حیدر کی امدادی فوج کے آنے سے پہلے اس پر قبضہ کر لیا۔ جب اس نے قیدیوں کے تبادلے کی تجویز رکھی تو حیدر نے جو محافظ فوج کے ہتھیار ڈالنے پر بہت برہم تھا جواب دیا کہ "ترپاسور میں گرفتار ہونے والے لوگ غدار اور نالائق ہیں۔ وہ میرے پاس آنے کی جرأت نہیں کریں گے۔ وہ آپ کے قیدی ہیں اور میں آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ ہر شخص کو آپ جلدی سے موت کے گھاٹ اتار دیں۔"[2] کوٹ کو قلعہ میں جو دھان ملا تھا وہ صرف چھ روز چل سکتا تھا اس لیے وہ قیدیوں کو ضمانت پر چھوڑنے پر مجبور ہو گیا کیونکہ وہ ان کو خوراک نہیں دے سکتا تھا۔ رسد کی کمی کی وجہ سے وہ ارکاٹ کا محاصرہ نہیں کر سکا جس کے دفاع کے بارے میں اس نے سنا تھا کہ حیدر نے دس ہزار فوجی اور ۳۰ توپیں بھیجی تھیں۔ اس کے لیے صرف ایک صورت تھی کہ وہ دشمن کو کھلے میدان میں شکست دے اور اسے کرناٹک خالی کرنے پر مجبور کر دے۔ اس کی خوش قسمتی سے حیدر نے اسے موقع فراہم کر دیا۔

---

(۱) اس کے پاس صرف ڈھائی دن کی رسد کے لیے کافی گاڑیاں تھیں اور سپاہیوں کے پاس صرف چار دن کا سامان خورد و نوش تھا۔

(۲) "ترپاسور کی سپردگی کے صرف ایک گھنٹے بعد دشمن کی ایک بڑی فوج سوار و پیادہ پر مشتمل مغربی جانب پہنچی جیسے کہ ان کا قلعہ کو بچانے کا ارادہ ہو"۔ MS. EUR. E. 87 ص ۹۰، ولکس جلد دوم ص ۳۲۴

۲۷ تاریخ کو کوٹ نے ترپاسو میں سنا کہ حیدر کی پوری فوج "ترپاسو سے ۱۰ میل جنوب میں پولیلور کے مقام پر خاص اس جگہ مقیم ہے جہاں ایک سال پہلے بیلی کو اطاعت کرنی پڑی تھی (۱)" کوٹ پیرم بوکم کی طرف بڑھا جہاں اسے دشمن کی اگلی ٹکڑیاں ملیں جو پسپا ہو گئیں۔ پیرم بوکم سے ۲۰ تاریخ کو صبح تڑکے کوٹ نے کوچ کیا اور داہنی جانب ٹکولم کے قلعہ کو چھوڑ دیا۔ ۹ بجے صبح اس نے حیدر کی فوج کو ڈیڑھ میل آگے دیکھا! انگریز گھنے درختوں کے درمیان ایک راستے پر پیش قدمی کر رہے تھے۔ تیز ہوا ان کے چہروں پر تھپیڑے مار رہی تھی اور خشک زمین سے اتنی گرد اڑ رہی تھی کہ کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا تھا۔ کوٹ بیان کرتا ہے کہ "ہمارے بالکل سامنے داہنی جانب ایک میدان تھا جس میں جابجا جھاڑیاں تھیں اور جابجا پانی کے نالے تھے۔ ہمارے میسرے کی طرف بھی ایک میدان تھا اور یہ وہی جگہ تھی جہاں لفٹیننٹ کرنل بیلی کی فوج کی قسمت کا فیصلہ ہوا تھا۔ اس میدان میں دوسروں کی بہ نسبت زیادہ گہرے نالے تھے" حیدر کی فوج کوٹ کی فوج کے بائیں بازو کے قریب تھی۔ اس کے میسرے کی طرف ایک گاؤں تھا۔ اور میمنہ دوسرے گاؤں سے محفوظ تھا جبکہ سامنے کے حصے کو ٹیپو کے زیر قیادت ایک فوج نے مسدود کر رکھا تھا۔ پہلے کوٹ کا خیال تھا کہ میسور کی مرکزی فوج سامنے ہے۔ چنانچہ اس کے مطابق اس نے فوج کو ترتیب دی تھی۔ تین بٹالینوں کے ساتھ اس نے ایک گھنے کنج پر قبضہ کیا جو اس مقدمۃ الجیش سے بائیں جانب آٹھ سو گز کے فاصلے پر تھا اس کی تین برگیڈ کی پہلی صف نے جو منرو کے زیر کمان تھی داہنی جانب اپنی ترتیب جمائی جبکہ اسٹورٹ کے تحت دو برگیڈ کی دوسری صف کسی کو بھی مدد پہنچانے کے لیے رکھی گئی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ انگریزی فوجیں حیدر کی مرکزی فوج کے سامنے نہیں تھیں بلکہ وہ اس سے ایک خاص زاویے پر کھڑی تھیں۔ جب پہلی صف متعینہ مقام کی طرف بڑھ رہی تھی تو ٹیپو کے توپ خانے کی زد میں آگئی اور اس سرے سے اس سرے تک صفایا ہو گیا۔ پہلی صف کی ترتیب میں تبدیلی ضروری تھی۔ فوجی ایک جنگل میں گھس گئے اور اس کو پار کر کے ایک وسیع میدان میں دوبارہ اپنی تنظیم کی۔ ایک اٹھارہ پونڈ کی توپ کو ایک تالاب کے کنارے تک کھینچ کر لے جایا گیا۔ اس سے برطانوی کماندار کو بالادستی حاصل ہو گئی اور دشمن توپوں کی زد پر آگیا۔ ٹیپو پیچھے ہٹ گیا اور مرکزی فوج سے جا ملا۔ دوسری صف کو بھی اپنی صفیں باندھتے وقت میسور کے توپ خانے سے شدید نقصان پہنچا۔ حیدر نے اس مقام پر زبردست گولہ باری جاری رکھی اور کوٹ کے لیے یہ ضروری ہو گیا کہ وہ جگہ پر قابض رہنے کے لیے دوسری صف کی تمام بٹالینوں کو وہاں باری باری بھیجتا

---

(۱) M.M.C. ۱۲ ستمبر ۱۷۸۱ء ص ۲۴۵۲

* توہم کے اصول کے مطابق حیدر نے کوٹ سے مقابلہ کرنے کے لیے وہی جگہ منتخب کی جہاں اس نے بیلی پر فتح پائی تھی۔

رہے۔ میسوری پالیگاروں نے بھی کنج پر زبردست گولہ باری جاری رکھی، جو کنج کے بائیں جانب جنوبی سمت میں ایک خشک تالاب کے کنارے ڈٹے ہوئے تھے۔ شمالی سرکار کی بٹالینوں کو حکم دیا گیا کہ وہ پالیگاروں کو اس جگہ سے ہٹائیں جو ایک تباہ شدہ گاؤں کی طرف پسپا ہو گئے تھے۔ بٹالینوں کو حکم دیا گیا کہ وہ ان کو پسپا کردیں۔ لیکن وہ افراتفری اور بدنظمی کا شکار ہو گئیں اور ان کو واپس بلانا پڑا۔ دوسری صف کی بیسویں سپاہی بٹالین بہرحال جمی رہی اور اس نے تباہی سے بچا لیا۔ حالانکہ کنج ایک زبردست گولہ باری کی زد میں آگیا تھا۔ اپنے میسرہ کی حفاظت کے لیے کوٹ نے اب پہلی صف سے دوسری صف میں ایک برگیڈ بلالیا۔ میسور سواروں کے راستے کے دوسری طرف انگریزی سامان پر حملہ کا خطرہ بڑھ گیا اور برگیڈ کو بار بار پلٹ کر اس کی حفاظت کرنی پڑی تھی۔ آخرکار توپوں کی گولہ باری نے میسور سواروں کو واپسی پر مجبور کردیا۔ کوٹ نے اب بخوبی دیکھ لیا کہ حیدر کی مرکزی فوج اس کے بائیں جانب جنوب میں ہے اور اس نے تیسری بار اپنی پہلی صف کی جگہ بدل دی۔ انگریزوں نے پلوری گاؤں پر حملہ کیا جو میسور فوج کے میسرے کی حفاظت کر رہا تھا۔ چھتوں سے گولی برسنے کے باوجود اس نے اس پر قبضہ کرلیا اور مدافعت کرنے والوں کو پسپائی پر مجبور کردیا۔ کوٹ نے اب اپنی پوری فوج کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ بہرکیف داہنی جانب اس کی پہلی صف دلدلی زمین اور دھان کے کھیتوں کی وجہ سے آگے نہ بڑھ سکی۔ اس کا میسرہ آگے بڑھتا رہا جس کو قریب دیکھ کر حیدر نے اپنی توپ گاڑیوں کو باہم جرڑ دیا اور اپنے فوجیوں کو بلالیا۔[1] جنگ کے دوران انگریزی فوج کئی بار سخت خطرے میں تھی۔ کہا جاتا ہے کہ جب منرو نے یہ کہا کہ دونوں فوجوں کے درمیان میدان ناقابل عبور تھا تو کوٹ نے اسے جھڑک دیا۔ "جناب آپ اس وقت مجھ سے گفتگو فرما رہے ہیں جب آپ کو اپنا فرض منصبی انجام دینا چاہیئے۔" دو توپ گاڑیاں اڑ گئیں۔ کم سے کم ایک حملہ افراتفری کا شکار ہوا۔ احکامات میں بھی ابتری پیدا ہو گئی۔ اگر میسوریوں نے موقع سے فائدہ اٹھایا ہوتا تو کوٹ کی فوج کا بار بار اپنے رُخ کا بدلنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ کوٹ کا ایک ناقد کہتا ہے کہ "اگر دو گھنٹے میں جب ہم انتہائی خطرناک حالت کا شکار تھے دشمن نے اپنی بے شمار سواروں کے ساتھ بائیں جانب سے ہمارے آدمیوں پر حملہ کردیا ہوتا تو ہم کو شکست کا منہ دیکھنا پڑتا اور تکولم کے میدان انگریزوں کے زخمی اور مردہ جسموں سے بھرے ہوتے جو وحشی فاتح کے وہم اور سفاکی کو اور مشتعل کرتے۔"[2] لیکن بقول ولکس یہ ایک

(۱) توہم کے اصول کے مطابق حیدر نے کوٹ سے مقابلہ کرنے کے لیے وہی جگہ منتخب کی جہاں اس نے پیلی پر فتح پائی تھی۔

(۲) ایشیا میں جنگ جلد اول ص ۲۰۶ ۔ کوٹ اپنے شکست خوردہ دشمن کی فوجوں کی تعداد میں مبالغہ کرنے کا عادی تھا کہتا ہے کہ پلیلور میں حیدر کے پاس ڈیڑھ لاکھ آدمی تھے! (تر پاسور کا مورخہ ۳ ستمبر ۱۷۸۱ء کا مراسلہ) جو ایک بعید از قیاس تعداد ہے شکست خوردہ فوج میں مقتولوں کی تعداد کے بارے میں اس کا تخمینہ میدان میں موجود گھوڑوں کی تعداد پر مبنی تھا ہندوستانی عموماً زخمی ہو جانے والے سپاہیوں کو لے جانے کا خاص طور سے دھیان رکھتے تھے۔

"مشکوک فتح" تھی۔ کوٹ کا تخمینہ تھا کہ حیدر کے دو ہزار آدمی کام آئے اور اس کے اپنے صرف چار سو بیس آدمی اس جنگ سے انگریزوں کو کوئی فائدہ نہیں ہوا اور رسد کی کمی نے کوٹ کو ۳۰ تاریخ ترپاسور واپس آنے پر مجبور کر دیا۔ مدراس واپس آنے پر اس نے وسائل نقل و حمل اور رسد کی کمی پر احتجاج کرتے ہوئے استعفا دے دیا لیکن اس کو استعفا واپس لینے پر آمادہ کر لیا گیا اور اس نے پھر میدان جنگ میں اترنا قبول کر لیا اور ۱۲ ستمبر کو ترپاسور سے ویلور کی مدد کے لیے روانہ ہوا۔

اس معرکے سے سبق حاصل کر کے حیدر نے پلور (پلیلور) کے مغرب میں تقریباً ۱۵ میل کے فاصلے پر شولنگور میں ویلور کو جانے والی شاہراہ پر اپنی فوج جمع کر دی۔ موسلا دھار بارش کوٹ کے سفر میں مخل ہوئی۔ اور ۲۷ تاریخ کو وہ غنیم کی فوج کا جائزہ لینے کے لیے آگے روانہ ہوا۔ اس نے چٹانوں کے ایک طویل سلسلہ میں حیدر کی فوج کے دستوں کو بکھرا ہوا پایا۔ آگے بڑھتے ہوئے اس نے ایک برگیڈ بھیجا جس نے اگلے دستوں کو ان کی جگہ سے ہٹا دیا اور اب پہاڑی سلسلہ کی بلندی سے انگریز اپنے دشمنوں کو جنوب میں تقریباً تین میل کے فاصلے پر پوری فوج کے ساتھ دیکھ سکتے تھے۔

حیدر پر ایک بار بے خبری میں حملہ ہو گیا۔ اس کا اندازہ تھا کہ رات کی موسلا دھار سخت بارش کوٹ کو اگلے دن کوچ کرنے میں مانع ہوگی۔ اس کے بہت سے سپاہی نواحی گاؤں میں اس کی تلاش میں گئے تھے اور چوپایوں کو چارے کے لیے ہانک دیا گیا تھا۔ حیدر نے بہرکیف اپنی جگہ بڑی سمجھ داری سے منتخب کی۔ اس کی فوج ایک طویل پہاڑی سلسلہ کے پیچھے پھیلی ہوئی تھی جس کے سامنے تقریباً ۱۵ سو گز تک چپٹی اور دلدلی زمین تھی اور جس کے بیچ میں ایک چھوٹی سی ندی کوام (COOUM) تھی۔[1] جہاں کہیں بھی چٹانوں یا چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں پر جگہ ملی توپیں نصب کر دی گئیں۔ کوٹ نے چاہا کہ حیدر کو اپنا رُخ بدلنے پر مجبور کر دے تاکہ اگر کوئی افراتفری اور گڑبڑی کا موقع آئے تو وہ اپنی چھوٹی سی فوج کے ساتھ اس کا فائدہ اٹھا سکے۔ اس کی ترکیبیں پہلی جنگوں کی ترکیبوں جیسی تھیں یعنی "ایک بازو دشمن پر حملہ کرے اور دوسرا بازو اس کی مدد کے لیے تیار کھڑا رہے۔" اس کی پہلی صف دونوں بازوؤں اور عقب کی جانب سے پہاڑیوں اور چٹانوں سے محفوظ تھی لیکن دوسرا برگیڈ بہت آگے بڑھ گیا

---

(1) MS. EUR. E. ۸۶، ص ۳۰۲: وہ میدان جس میں معرکہ ہوا ارکاٹ سے شمال غرب میں تقریباً ۱۰ میل کے فاصلہ پر تھا۔ حیدر نے اس طرح ایسی جگہ منتخب کی تھی کہ اگر وہ چاہتا تو جم کر مقابلہ کر سکتا تھا اور اگر چاہتا تو اس کے راستے کے علاوہ جس سے کوٹ پیش قدمی کر رہا تھا دوسرے راستوں سے فرار ہو سکتا تھا اور انگریزوں کے پہنچنے سے پہلے ارکاٹ یا ویلور پہنچ سکتا تھا۔

اور سخت گولہ باری کی زد میں آ گیا۔ کوٹ نے اسے حکم دیا کہ وہ بغیر رُکے بائیں جانب مڑ جائے۔ اس کے بعد اُس نے پیش قدمی کا اشارہ دے دیا۔ کوٹ کہتا ہے کہ میسوری سواروں نے پلٹ کر "اس ثابت قدمی اور استقلال سے حملہ کیا جس کا انھوں نے کبھی مظاہرہ نہیں کیا تھا۔" کوٹ کے آدمی صف توڑنے اور پرے بنانے پر مجبور ہو گئے تاکہ اپنے راستے کی چٹانوں سے بچ سکیں اور بٹالینوں کے درمیانی جگہوں میں حیدر نے اپنے سوار دستوں کو میدان میں اتار دیا لیکن انگریزوں نے سنورتھم کے سواروں اور حیدر علی کے اصطبل کے گھوڑوں کے چیدہ دستوں کا انتہائی مستعدی سے مقابلہ کیا انھوں نے اپنی گولہ باری اس وقت تک روکے رکھی جب تک کہ گھوڑے ان کی سنگینوں کی زد پر نہ آ گئے۔ چیدہ دستوں کے دو پرچم چھین لیے گئے اور چھ پونڈ کی اس توپ پر بھی قبضہ ہو گیا جو بیلی سے چھینی گئی تھی۔

اسی دوران دوسری صف پر ٹیپو نے حملہ کیا اور جنگ جاری رہی یہاں تک کہ بعض بٹالینوں کا بارود ختم ہو گیا۔ حریف کے میمنے سے میسرے تک مقابلہ کرنے کے لیے کوٹ نے صف کو سامنے کا رُخ بدلنے کا حکم دیا۔ "دشمنوں کے بائیں جانب پوری فوج مقابلہ کرے اور سامان کے ساتھ ضروری رابطہ قائم رکھے۔ اگر بہت زیادہ ضروری ہو تو وہ اپنے میمنہ سے مدد لے سکتے تھے اور پہلی صف سے پھر مل سکتے تھے۔" سامنے کے رُخ کی اس تبدیلی کے بعد میسوری فوج منظم نقل و حرکت میں ماہر نہیں تھی چنانچہ اسے انگریزی توپوں سے بہت نقصان پہنچا۔ تقریباً اسی وقت ٹیپو مرکزی فوج کے ساتھ ساتھ کاویری پک کی جانب پسپا ہو گیا۔

انگریزوں کا نقصان ایک ہزار سے زیادہ نہیں تھا۔ حیدر کی فوج کے سات سو پچاس سوار اور چار سو سپاہی میدان میں ہلاک ہوئے۔ کوٹ کا تخمینہ ہے کہ مرنے والوں کی تعداد دو ہزار تھی۔ دوسرے تخمینے کے مطابق یہ تعداد ۵۰۰ اور ایک ہزار تھی۔ ان کے علاوہ کافی بڑی تعداد میں گھوڑوں کا نقصان ہوا تھا۔ ولکس کا یہ بیان جس کا ماخذ مجھے نہیں معلوم ہے کہ حیدر نے پانچ ہزار آدمیوں سے زیادہ کھوئے انتہائی مبالغہ آمیز ہے۔[1]

شولنگور میں شکست سے حیدر کے وقار کو بہت گزند پہنچا۔ اس کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ کروٹ نگر اور کل ہستی کے پالیگار اپنی فوجوں کے ساتھ اس کا ساتھ چھوڑ گئے۔ کوٹ نے رسد کی تلاش میں کروٹ نگر کے سردار کے علاقے میں پیش قدمی جبکہ حیدر نے اپنی جانب سے سردار کو سزا دینے کے لیے غارتگر دستے بھیجے۔ کروٹ نگر کے صدر مقام اتی مجری سے کوٹ نے میکارٹنی کی جنگ کے بارے میں اپنے مراسلات بھیجے۔

---

(۱) حیدر کی فوجی تعداد اور اس کے نقصان کے بارے میں کوٹ کے مبالغہ کرنے کا رجحان شولنگور کی جنگ کے سلسلے میں ارسال کردہ مراسلے سے بھی واضح ہوتا ہے۔

باب ۲۳
شولنگور سے اناگڈی تک

شولنگور کی جنگ کے بعد لڑائی پرانے بے ترتیب اور غیر فیصلہ کن انداز میں گھسٹتی رہی۔ حیدر کوٹ اور مرکزی انگریز فوج کو کبھی شکست دینے کے قابل نہیں ہو سکا اور اس نے بڑی دانشمندی سے کسی نئے معرکے میں ملوث ہونے سے گریز کیا۔ جب تک انگریز سمندر پر اپنا تسلط قائم کیے ہوئے تھے تب تک نہ مدراس اور نہ اور دوسرے انگریزی قلعوں پر حملہ کرنا ممکن تھا۔ جو کچھ حیدر کر سکتا تھا وہ یہ تھا کہ دشمن کی فوجوں اور خورونوش کے قافلوں، الگ تھلگ سرحدی چوکیوں اور قلعوں پر اچانک حملے کر کے ان کو پریشان اور تنگ کرتا رہے اور جہاں تک ممکن ہو ان کی طاقت کو ساحلی علاقوں تک محدود رکھے۔ یہ کام اس نے بڑی کامیابی سے انجام دیا۔

دوسری جانب انگریز خاص طور پر مدافعت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ ساحل پر ان کے مورچے مضبوط تھے اور میدان جنگ میں کوٹ ناقابل تسخیر تھا۔ بہرحال اس کی فوج اتنی بڑی کبھی نہیں ہو سکی جو حیدر کو کمزور شکست دے سکتی اور سوار فوج کی کمزوری اور سامان کی نقل و حمل کی دقت ہمیشہ اس بات میں مانع رہی کہ وہ کسی فتح سے فائدہ اٹھا کر دشمن پر کاری ضرب لگا سکے یا دشمن کو شکست فاش دے کر اس کا فوجی نظام درہم برہم کر کے اسے مکمل پسپائی پر مجبور کر سکے۔ بھاری اور بوجھل باربرداری انگریزوں کی ہمیشہ کمزوری رہی جس کا اثر ان کی رفتار اور جنگی صلاحیت پر پڑتا تھا اور جس کی وجہ سے دشمن کے تعاقب میں رکاوٹ پڑتی تھی۔ حیدر کی فوج اس سے کہیں زیادہ تیز رفتار تھی اور اکثر جنگ میں پہل اسی کے ہاتھ رہتی تھی۔

شولنگور کے بعد حیدر نے کوٹ سے دس میل کے فاصلے پر کاویری پک کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ جب انگریز بمروز کے علاقے میں بڑھے تو لالہ میاں کے زیر کمان میسور کے ایک سوار دستے نے بمروز کے پولم پر حملہ کیا۔

لیکن کوٹ نے لالہ میاں کے پڑاؤ پر اچانک تین رجمنٹوں کے ساتھ حملہ کر دیا۔ اگرچہ سوار دستے بچ کر نکل گئے لیکن وہ اپنے ہتھیار، ساز و سامان اور کچھ گھوڑے اور بیل چھوڑ گئے۔(۱)

وِل چِری درّے کے راستے سے حیدر کو پہنچنے والی رسد کو مسدود کرنے کے لیے کوٹ نے لفٹنٹ کرنل اوون کو چھ بٹالینوں، دو سو سواروں اور بارہ توپوں کے ساتھ بھیجا۔(۲) یہ ایسا موقع تھا جس کا حیدر کو ہمیشہ انتظار رہتا تھا اور وہ اوون کے پیچھے تیزی سے روانہ ہوا۔ اوون کو تعاقب کا کوئی علم نہیں تھا۔ اسے اس بات کا اس وقت پتہ چلا جب حیدر کی فوج سامنے نظر آنے لگی۔ ۲۲ر اکتوبر کی صبح جب انگریز ویراکنڈلور درّے سے تقریباً ڈیڑھ میل دُور تھے میسوری ظاہر ہوئے اور اوون اور درّے کے درمیان حائل ہونے کے لیے تیزی سے بڑھنے لگے۔ اوون نے درّے تک جلدی پہنچنے کے لیے اپنے خیموں اور سامان کو چھوڑ دیا۔ حیدر کی فوج کا ایک حصّہ ساز و سامان کی لوٹ مار میں مشغول ہو گیا لیکن ایک پہاڑی کی چوٹی پر نصب دو میسوری توپوں نے بڑھتی ہوئی انگریز فوج کا ایک سرے سے دوسرے سرے تک صفایا کر دیا اور توپیں اوپر نصب کر دی گئیں اور میسوری سوار دستوں نے بار بار حملے کیے۔

درّے کے داخلی دروازے پر نصب ایک انگریزی توپ خانے نے اس اُمڈتے سیلاب کو روکے رکھا۔ اسی دوران مرکزی میسور افواج پہنچ گئیں اور طرفین کی فوجیں درّے میں داخل ہو گئیں جو تین چوتھائی میل چوڑا تھا۔ ایک گڈمڈ معرکہ شروع ہو گیا۔ کیپٹن واکر کی ایک بٹالین پوری طرح تہس نہس ہو گئی۔ واکر خود مارا گیا اور ایک چھ پونڈ والی توپ چھن گئی لیکن کیپٹن مور نے دستی بم اندازوں کی ایک کمپنی کی قیادت کرتے ہوئے اس کو پھر واپس چھین لیا۔ قرب و جوار کی پہاڑیوں سے میسوریوں نے دیسی بندوقوں سے مسلسل گولہ باری جاری رکھی۔ اوون بہرکیف آگے بڑھتا ہی رہا اور دو بجے دن کو وہ زیادہ کھلے ہوئے علاقے میں پہنچ گیا جہاں میسوری فوج کی گولہ باری سست پڑ گئی۔(۳) اوون دوپہر کے قریب پہلے ہی ایک افسر کو کوٹ کو اس حملہ سے آگاہ کرنے کے لیے بھیج چکا تھا لیکن جب شام کو کوٹ پہنچا تو حیدر ارکاٹ کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔ انگریزوں کے دو افسر مارے گئے اور پانچ زخمی ہوئے۔ ان کے علاوہ تقریباً تین سو آدمی قتل یا زخمی ہوئے۔ یا غائب تھے۔ ان کا حیدر کے نقصان کے بارے میں اندازہ تھا کہ کم سے کم اس کے سات سو آدمی مارے گئے۔(۴)

---

(۱) MS. EUR. E. 87 ص ۷۸ (۲) ایشیا میں جنگ جلد اول ص ۲۱۴

(۳) 〃 〃 〃 ص ۸۰، ۸۲ (۴) 〃 〃 〃

اس کے بعد کرناٹک میں جنگ معمولی محاصروں کی شکل میں تبدیل ہو کر رہ گئی۔ ویراکنڈلور سے کوٹ پال پٹ (پلی پٹہ) لوٹ آیا اور پھر وہ ویلور کی امداد کے لیے روانہ ہوا اور وہاں سے چتور پر حملہ کرنے کے لیے پیش قدمی کی۔ قلعے کے جنوب میں واقع ایک پہاڑی پر نصب دو بارہ پونڈ والی توپوں نے تباہ کن گولہ باری جاری رکھی۔ گولے قلعے کے اندر گرتے رہے لیکن محصورین نے مزاحمت جاری رکھی۔ پیٹھ پر دشمن کا قبضہ ہو گیا اور محصورین اور دروازے اور فصیلوں کے درمیان صرف تین سو گز کا فاصلہ رہ گیا۔ قلعہ میں ایک شگاف پڑ گیا اور کماندار حسین علی بیگ نے اس شرط پر قلعہ حوالے کر دینے کی پیشکش کی کہ محافظ کو ہتھیار، ساز و سامان اور سرکار کی مملوکہ ہر چیز کے ساتھ قلعے سے باہر لے جانے کی اجازت دے دی جائے۔ کوٹ نے اس کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور دوسرے دن شگاف ایک گذرگاہ میں تبدیل ہو گیا لہذا حملے کا حکم دیا گیا۔ تب قلعدار نے یہ درخواست کی کہ محافظ فوج کو چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں کی شکل میں ان کے گھروں کو جانے کی اجازت دی جائے "کیونکہ ہتھیاروں کے چھن جانے کی صورت میں وہ فوجی خدمات سے ہمیشہ کے لیے محروم قرار دیے جائیں گے۔" کوٹ اس امید پر راضی ہو گیا کہ شاید قلعے میں اسے رسد مل جائے۔ محاصرہ چار دن تک جاری رہا تھا۔(۱)

اسی وقت لالہ میاں نے لفٹنٹ پیرسن کے زیر کمان ایک فوج کو تہس نہس کر دیا تھا جو پرنگول کے عامل دار سے مل کر تروید (ترو ویلد پورم) پر حملہ کرنا چاہتی تھی۔ پیرسن اور عامل دار شیو چدمبر پلے کو قیدی بنا لیا گیا۔(۲)

کوٹ نے پول پٹ اور پولور میں سامان کی حفاظت اور غلہ حاصل کرنے کے لیے کچھ فوجی دستے چھوڑے اور خود ویلور کی طرف پیش قدمی کی۔ جب چتور کا محاصرہ جاری تھا حیدر نے پول پٹ پر حملہ کیا۔ باہری مورچے پر قبضہ کر لیا اور کیپٹن ٹیمپل کو اپنی توپیں اور سامان چھوڑ کر اندرونی احاطے میں پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ حیدر نے اس پر حملہ نہیں کیا بلکہ وہ لوٹ گیا کیونکہ کوٹ کو چتور کا محاصرہ اٹھانے پر مجبور کرنے کا اس کا خاص مقصد حل نہیں ہوا تھا۔ بہرکیف اسی دوران ٹیپو اور لالی کو لفٹنٹ برکماٹر پر حملہ کرنے کا حکم دیا گیا جس کو پولور میں بھاری توپ خانے کے ساتھ تعینات کیا گیا تھا۔ برکماٹر نے اپنی توپوں میں دوگنی مقدار میں بارود بھر کر اڑا دیا اور رات میں قلعہ چھوڑ کر شمال کی طرف سرعت کے ساتھ روانہ ہو گیا اور اس کے تعاقب میں میسور سوار چل پڑے۔ اس نے ایلید پولم کا رخ کیا۔ وہاں سے وہ نگری کوٹہ گیا اور تب وہ بمروز خاندان کے ساتھ جا ملا اور بمروز خاندان

---

(۱) ایشیا میں جنگ جلد اوّل ص ۲۴۳

(۲) " " " " "

کے ساتھ کل ہستی کے علاقے میں جا نکلا جس کو میسوری سواروں نے تاخت و تاراج کیا تھا۔ آخر وہ اپنی بچی کھچی جماعت کے ساتھ مدراس پہنچ گیا۔(۱)

چونکہ انگریز اب تک چتور میں تھے لہٰذا حیدر نے ٹیپو اور لالی کو ترپاسور کے محاصرہ کے لیے بھیجا جس کی حفاظت کیپٹن بشپ کے سپرد تھی۔ محاصرہ ۱۷ر نومبر کو شروع ہوا۔ جلد ہی فصیل میں شگاف پڑ گیا۔ لیکن محافظ فوج نے بڑی جرأت سے مزاحمت کی۔ جب کوٹ ۲۲ر نومبر کو براہ پول پیٹ اورنگری وہاں آ پہنچا اور ٹیپو وہاں سے محاصرہ اٹھانے پر مجبور ہو گیا اور انگریز فوج بہ حفاظت اپنی چھاؤنیوں میں چلی گئی ——— اس اثنا میں حیدر نے بمروز کے علاقے کو اور کل ہستی کے علاقے کو تاخت و تاراج کیا اور ٹیپو کو چتور کا محاصرہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ ۱۰ر دسمبر کو شہر کا محاصرہ کر لیا گیا اور ۲۲ر تاریخ کو جب ایک قابل گزر شگاف پڑ گیا تو کیپٹن لیمیٹ کی زیر قیادت محافظ فوج نے قلعہ حوالے کر دیا۔ ٹیپو نے تب چندرگری پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا اور نواب کی محافظ فوج کو قتل کر دیا۔(۲) شروع جنوری میں کوٹ ویلور کی مدد کے لیے روانہ ہوا جو رسد کی کمی کا شکار تھا۔ حیدر نے اس کے عقب پر حملے کرنے اور سامان پر قبضہ کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا اور کوٹ کی واپسی پر اسی خاص مقام پر دوسرا حملہ بھی اسی طرح ناکام اور غیر مؤثر رہا۔ کوٹ پھر مدراس چلا گیا۔

کرناٹک میں چھوٹے قلعے کم ہی اتنے مستحکم ہوتے تھے کہ وہ شدید حملوں کا مقابلہ کر سکیں یا طویل محاصرہ کے سامنے ٹھہر سکیں لیکن ویلور کا قلعہ سب سے زیادہ مستحکم تھا اور سر آرتھر ویلزلی کی رائے میں وہ ہندوستان کے مضبوط ترین قلعوں میں سے ایک تھا۔(۳) امبور وادی کے دہانے پر واقع جو میسور کے اہم ترین دروں میں سے ایک

---

(۱) ایشیا میں جنگ جلد اوّل ص ۲۱۴

(۲) SEE PROGS. مورخہ ۲۵ر فروری ۱۷۸۱ء کوٹ کا مراسلہ مورخہ ۱۱ر جنوری ۱۷۸۱ء شمالی ارکاٹ ضلع کا کتابچہ MANUEL۔ کوکس نواب ارکاٹ کا بھائی عبدالوہاب خاں چندرگری میں تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کی حیدر کے ساتھ غدارانہ خط و کتابت میں مشغول تھا اور جب عملاً بغیر کسی مزاحمت کے قلعہ حوالے کر دیا گیا تو حیدر نے سابقہ غداری اور بے وفائی کا الزام لگا کر پورے خاندان کو قیدی بنا کر سرنگاپٹم بھیج دیا۔

(۳) اودن ۔ ولنگٹن کے مراسلات کا انتخاب ص ۲۸۰

جب ہم ویلور کے طویل محاصرہ یا اس کی خاکہ بندی پر غور کرتے ہیں تو ہم کو دوسرے قلعوں کو امداد پہنچانے کے برطانوی اقدامات کو بہت کم چھوٹی سطح کا سمجھنا چاہیئے۔ یہاں یہ مطالعہ غالباً غیر متعلق نہ ہوگا کہ ٹیپو سلطان کے جاری کردہ فوجی قواعد و ضوابط کے دستور العمل میں بغیر نام لیے سر آئر کوٹ کے برتر فوجوں کی موجودگی میں ویلور کو بار بار رسد پہنچانے کا حوالہ موجود ہے۔ ولکس جلد سوم ص ۲۵۹

اہم درّے کی جانب جاتی تھی وہ میسور فوج کے سامانِ رسد پہنچانے والے کے ایک بہت اہم راستے پر واقع تھا۔ محافظ فوج کی طرف تجارتی قافلوں کی راہ میں مداخلت کو روکنے کے لیے ان کی سخت محافظت کی ضرورت تھی۔ ایک فوجی افسر نے اس کی قلعہ بندی کو اس طرح بیان کیا ہے: "قلعہ ایک بے قاعدہ چوکور شکل میں تعمیر کیا گیا ہے۔ اس کی قلعہ بندی ایک مرکزی دمدمے پر مشتمل ہے جس میں جگہ جگہ مدور مینار اور باہر نکلے ہوئے چھجے ہیں۔ اس کے نیچے ایک FAUSSIE BRAIE ہے جس میں تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر جھروکے دار برج بنائے گئے ہیں۔ اس میں ایک کافی چوڑی اور پانی سے بھری خندق ہے جس کی چوڑائی کہیں کم اور کہیں زیادہ ہے خندق کی طرف نکلا ہوا ایک پختہ مضبوط پشتہ ہے اور تین طرف ایک مسقف راستہ ہے۔ مرکزی فصیلیں بڑے بڑے پتھروں سے بنائی گئی ہیں جو بڑی خوبصورتی سے کاٹے گئے ہیں اور بغیر گارے کے جوڑے گئے ہیں۔ FAUSSIE BRAIE کا پشتہ مضبوط پتھروں کا بنایا گیا ہے جس کی اوپری قطار کے پتھروں کو نیم مدور شکل میں کاٹا گیا ہے تاکہ سوراخوں سے دفاع کیا جا سکے۔ خندق کی طرف نکلا ہوا پشتہ کلہاڑی نما ہے اور مضبوط پتھروں کا بنا ہوا ہے۔ اس میں کوئی بیرونی فصیل، کوئی چھت دار راستہ، کوئی بغلی راستہ، اور کوئی مسقف حصوں کی حفاظت کرنے والے دمدمے نہیں ہیں۔ اس میں داخل ہونے کے لیے ایک چکر دار سڑک ہے جس پر بھاری دروازے ہیں اور جن کی حفاظت کے لیے ایسے پُل تھے جن کو وقت ضرورت اٹھایا جا سکتا تھا۔ جنوب میں پیدل چلنے کا راستہ ہے جو خندق کے اُوپر سے گذرتا ہے۔ خندق کے اوپر ہو کر قلعہ میں داخلے کا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔"(۱) تین پہاڑیاں جو قلعے سے زیادہ فاصلہ پر نہیں ہیں قلعہ کے بالکل سامنے واقع ہیں اور قلعہ ان کی توپوں کی زد میں آتا ہے۔ ان پہاڑیوں کو بھی مسلح کیا گیا تھا ان میں مرکزی پہاڑی جو بعد میں "سائر کی پہاڑی" کے نام سے مشہور ہوئی صرف ایک میل کے فاصلے پر واقع تھی ۱۷۸۰ء کے اواخر میں میسوریوں نے اس پر حملہ کیا اور ۲۳ر دسمبر کو میر صاحب نے سرنگیں اڑا دیں اور قلعہ سے اتنی شدید گولہ باری کی کہ محاصرین کی پیش قدمی کی بہت سست ہو گئی۔ آخر کار ایک طرف فصیل کا ایک حصہ تباہ ہو گیا اور شگاف سے بیس گز کے اندر اندر حملے کے لیے خندقیں بنائی گئیں۔ ۱۴ر جنوری ۱۷۸۱ء کو ایک حملہ ناکام بنا دیا گیا اور اسی طرح سیڑھیوں کے ذریعے قلعہ پر چڑھنے کی دو کوششیں ناکام بنا دی گئیں۔ جب کوٹ اپنی فوج کے ساتھ بڑھا تو حیدر پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گیا لیکن اس نے ویلور کے محاصرہ کو ایک قسم کی ناکہ بندی میں تبدیل کر دیا۔ کرنل لینگ ویلور میں کمان کر رہا تھا اس وقت اس کے پاس ڈھائی سو یورپی، پانچ سو دیسی

(۱) شمالی ارکاٹ ضلع کا کتابچہ۔ کوکس ص ۱۸۸

سپاہی اور بارہ سو نواب ارکاٹ کے سپاہی تھے۔ اس نے اس وقفہ کا بخوبی فائدہ اٹھایا اور پہاڑی قلعہ کی مرمت کرا ڈالی اور مدراس سے آنے والی رقم سے چاول کا ذخیرہ کر لیا۔ بہرحال وہ ویلور سے چھ میل دور واقع کیلاس ورگ کے پہاڑی قلعہ پر قبضہ کرنے میں ناکام رہا۔ اس پر قبضہ کی وجہ سے حیدر ناکہ بندی جاری رکھ سکا۔ اس کے فوجیوں نے انگریزوں کی فوج کے لیے رسد لانے والے لوگوں کی ناکیں کاٹ دیں۔ جب ۳ نومبر ۱۷۸۱ء کو کوٹ پہنچا تو رسد بہت کم ہو چلی تھی۔ وہ اپنے ساتھ تازہ ذخائر لایا تھا جو بہرصورت آٹھ یا دس ہفتوں کے لیے ہی کافی تھے۔ چنانچہ ۱۲ دسمبر ۱۷۸۱ء کو کوٹ مدراس سے ۱۴ سو قلیوں پر سامان، رسد کے ساتھ دوبارہ ویلور کی امداد کے لیے روانہ ہوا۔ وہ ۱۱ جنوری ۱۷۸۲ء کو تین ماہ کی رسد اور بیس ہزار پگوڈا سمیت قلعہ پہنچا۔ تازہ رسد بیشتر وینکٹ گری کے راجہ اور کل ہستی کے راجہ کے بیٹے کے ذریعے ۱۴ جون کو مہیا ہوئی تھی۔ حیدر کی فوجیں صرف واپس آنے والے قلیوں اور بیلوں کو روک سکیں۔ کوٹ ایک بار پھر ۱۲ اگست ۱۷۸۲ء کو آیا۔ پولی کٹ میں تقریباً تین چار ہزار بیلوں پر لدے سامانِ رسد کے ایک میسوری قافلے پر قبضے سے محافظ فوج کو اتنا غلہ مل گیا جو مارچ ۱۷۸۳ء تک کے لیے کافی تھا۔[1]

اسی دوران تنجور اور ترچنا پلی کے علاقے میں بھی لڑائی جاری رہی۔ انگریز اور محمد علی عملاً اس علاقہ پر پورا تسلط رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ فرانسیسیوں کے تعاون کی امید حیدر کو فروری ۱۷۸۲ء میں کڈلور کھینچ لائی۔ لیکن پورٹونووو کی شکست کے بعد وہ شمال کی طرف پلٹ گیا۔ جب یورپ میں ولندیزیوں کے ساتھ جنگ شروع ہو گئی تو لارڈ میکارٹنی نے کرنل بریتھ ویٹ کو نیگا پٹم پر حملہ کرنے کے لیے فوجیں اکٹھا کرنے کا حکم دیا۔ اسی اثنا میں میجر گالوے نے جو کلا کوٹہ میں ارکاٹ کی فوجوں کی کمان کر رہا تھا بریتھ ویٹ کو ترکٹا پلی (ترکٹو پلی) پر ایک حملہ کرنے میں تعاون دینے کی درخواست کی۔ گالوے کو ترچنا پلی واپس طلب کر لیا گیا تاہم بریتھ ویٹ نے ڈھائی ہزار سپاہیوں اور چھ توپوں کے ساتھ قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ ۲۱ اگست ۱۷۸۱ء کو فصیل میں دو شگاف پڑ گئے تاہم رات میں ایک حملہ کو شدید نقصانات کے ساتھ پسپا کر دیا گیا۔ محصورین بڑی جرأت کا ثبوت دے رہے تھے۔ بریتھ ویٹ تنجور چلا گیا لیکن ۲۲ اگست کو کرنل نکسن کو خبر ملی کہ میسوریوں نے ترکٹو پلی کو چھوڑ دیا ہے اور وہ کولرون کے شمال کی جانب چلے گئے ہیں چنانچہ اس نے قلعہ پر قبضہ کرنے کے لیے اپنی فوج بھیج دی۔ بریتھ ویٹ نے دوبارہ تنجور سے پیش قدمی کی اور سمندر سے اپنے رسل و رسائل کے ذرائع قائم کرنے کے لیے

---

(۱) شمالی ارکاٹ ضلع کا کتابچہ۔ اے، ایف کوکس ۱۸۸۱ ص ۴۴، ۴۸، ۱۸۸؛ MS.EUR.E. ۸۴ ص ۱۹، ۲۶، ۳۳، ۸، ۱۱، ۱۸، ۱۸۸، ۲۰۶، ۲۰۸؛ SEE.PROGS مورخہ ۲۵ فروری ۱۷۸۲ء ص ۸۳۶، ۸۴۲

پٹوکوناٹے کا (۲۰ اگست کو) محاصرہ کرلیا لیکن اسے ناکامی ہوئی اور وہ زخمی بھی ہوگیا۔ میکارٹنی نے جنوبی افواج کو یوروپی کمک بھیجی۔ اسی دوران ولندیزیوں نے حیدر کے ساتھ ایک معاہدہ کرلیا اور کہا جاتا ہے کہ ٹانن جلی کے غیر مطمئن پالیگاروں کے ساتھ بھی ایک معاہدہ کیا۔ خبر ملی کہ انھوں نے کمباکونم میں حیدر کی افواج سے جا ملنے کے لیے چار سو سپاہیوں، دو سو گھوڑ سواروں اور چھ توپوں پر مشتمل ایک فوج بھیجی تھی لیکن وہ نہ جانے کن وجوہ سے واپس بلالی گئی۔(۱)

تنجور فوج کے عارضی کمانڈار نکسن نے منارکوٹلی (منارگوڈلی) پر حملہ کیا اور آسانی سے اس پر قابض ہوگیا۔ پھر کئی بار پسپا ہونے کے بعد وہ مہادیوپٹنم پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوگیا کیونکہ محافظ فوج میں پھوٹ پڑگئی تھی اور اس نے اس پھوٹ کا پورا پورا فائدہ اٹھایا تھا۔ اڈریاپٹنم میں اسے مدراس سے رسد موصول ہوئی لیکن اسے منارگوڈی واپس آنا پڑا کیونکہ اس پر میسوریوں کے حملہ کا خطرہ بڑھ گیا تھا۔

بریتھ ویٹ نے اپنے زخموں سے صحتیاب ہوکر ۲۷ ستمبر ۱۷۸۱ء کو پھر اپنی افواج کی کمان سنبھال لی۔ اس کا ارادہ ناگور اور نیگاپٹم پر حملہ کرنے کا تھا۔ راستے میں اسے خبر ملی کہ ایک میسوری فوج کا دستہ الن گوڈی میں غلہ جمع کررہا ہے چنانچہ اس نے گاؤں پر قبضہ کرلیا۔ دشمن کو مار بھگایا اور ایک توپ اور دو فرانسیسی

---

(۱) حیدر علی اور ولندیزی کمپنی کے ڈائرکٹرا اور گورنر رینیر وان ولینگن کے درمیان ہونے والے معاہدہ کی دفعات میں تین بہت اہم ہیں :- چونکہ تنجور اور ترچناپلی سے دشمن کمباکونم میں خیمہ زن عالیجاہ کی فوجوں کے خلاف اقدام کرسکتے ہیں۔ عزت مآب کمپنی اپنی جانب سے یہ وعدہ کرتی ہے کہ وہ یہاں سے وہاں دو ہزار فوج جو یوروپیوں، ملائے اور سپاہیوں پر مشتمل ہوگی اور جس کے ساتھ پانچ یا چھ توپیں اور یوروپی افسر بھی ہوں گے نواب کے مذکورہ بالا سپاہیوں کی مدد کے لیے اور دشمن کو مار بھگانے کے لیے بھیجے گی اور اگر انگریز نیگاپٹم کا محاصرہ کریں تو عزت مآب نواب ان کو یہاں سے نکالنے کے لیے اپنی فوجیں بھیجیں گے۔ کمپنی یہ وعدہ کرتی ہے کہ نواب کی مذکورہ بالا فوجوں کی آمد پر وہ ان کے لیے اچھی قیام گاہوں کا انتظام کریں گے۔

دفعہ ۹: چونکہ عزت مآب نواب نے ولندیزی کمپنی کو تنجور کے متعلقہ علاقہ جات مثلاً کیواور کا صوبہ، وڈیم کوٹن، ٹوپاپوری اور ناگور مع ان کے ماتحت گاؤں کے ازراہ کرم عطا فرمادیا ہے۔ لہٰذا ہم اس کی کوشش کریں گے کہ ان مذکورہ بالا علاقوں میں سے کسی جگہ سے بھی کچھ بھی غلہ یا رسد دشمن کو نہ برآمد کیا جاسکے اور عزت مآب کمپنی کی جانب سے نواب کی مدد کے لیے مرسلہ فوج کے سلسلہ میں جو اخراجات آئیں گے وہ بعد میں طے کرلیے جائیں گے (قلعہ نیگاپٹم میں متفقہ طور پر منظور کردہ - ۴ ستمبر ۱۷۶۹ء - MS.EUR.E. ۸۶ ص ۱۰۶، ۱۰۷

بٹالین کمانداروں کو قید کر لیا۔ اس ڈر سے کہ نیگاپٹم پر برسات سے پہلے حملہ ناقابل عمل ہوگا وہ تنجور لوٹ گیا اور نکسن کو ناگور بھیج دیا۔ راستے میں اس نے کمبا کونم کے پگوڈا کو تباہ کر دیا اور بندرگاہ سے ایک جنگی جہاز کی مدد سے دشمن کو ناگور سے نکال باہر کیا اور ان کی چار توپوں پر قبضہ کر لیا۔ اسی دوران ۵ نومبر کو منرو نے نیگاپٹم کا محاصرہ کر لیا تھا اور محافظ فوج نے ایک ہفتے بعد قلعہ حوالے کر دیا۔

جنوب میں ولندیزی طاقت لگ بھگ ختم ہو گئی تھی لیکن اسی دوران کورمنڈل ساحل پر ایک فرانسیسی بیڑا نمودار ہوا۔ اس پر حیدر نے ونڈی واش کی جانب پیش قدمی کی اور ٹیپو کو ایک بڑی فوج کے ساتھ بریتھ ویٹ کو تباہ کرنے کے لیے بھیجا۔ ٹیپو کے پاس تیرہ سو سوار، ڈھائی ہزار پیادے اور چھ توپیں تھیں اور پنڈلور سے چار میل شمال مشرق میں دریائے کولرون کے جنوبی کنارے پر واقع اناگڈی میں مقیم تھا اور منرو کی جانب سے اسے یہ ذمہ داری سونپی گئی تھی کہ وہ فصلوں کی حفاظت کرے جو اب کٹائی کے لیے بالکل تیار تھیں۔ ٹیپو کے پاس چھ ہزار سوار، بارہ ہزار پیادے اور بیس توپیں تھیں۔ بریتھ ویٹ ٹیپو کی تیز پیش قدمی سے بے خبر تھا۔ یہاں تک کہ ۱۷ فروری ۱۷۸۲ء کو اس پر چاروں جانب سے حملہ ہوا۔ وہ میدان میں جما رہا لیکن رات کے وقت پسپا ہونے کا اس نے فیصلہ کر لیا۔ دشمن کو دھوکہ میں رکھنے کے لیے اس نے اپنے پیچھے سواروں اور سپاہیوں کی ایک بٹالین چھوڑ کر صبح دس بجے وہ سپاہیوں کی دو بٹالینوں کے ساتھ مایاورم کی طرف روانہ ہو گیا لیکن ٹیپو ہوشیار تھا اور وہ بریتھ ویٹ اور اس کے عقبی نگران دستوں کے بیچ حائل ہو گیا۔ بریتھ ویٹ بہت مشکلوں سے لڑتا بھڑتا نکل گیا اور پھر اس سے جا ملا۔ میسوریوں کی گولہ باری اور تیر اندازی نے انگریزی صفوں میں بڑی ابتری پھیلا دی۔ لڑائی جاری رہی اور گیارہ بجے کے قریب بریتھ ویٹ ایک میل کے فاصلے پر واقع ایک پگوڈا کی طرف روانہ ہوا لیکن جب وہ قریب پہنچا تو اس کی ایک بٹالین نے دشمن کو حملہ کرتے دیکھا تو صف توڑ دی اور اپنی بندوقیں چھوڑ کر پگوڈا کی طرف بھاگ نکلے۔ پوری فوج میں بدنظمی اور افراتفری پھیل گئی اور میسوری صفوں کے درمیان گھس گئے۔ بریتھ ویٹ کی پشت پر ایک زخم لگا۔ سپاہی تقریباً دو دنوں سے مسلسل لڑ رہے تھے۔ افسروں نے دانشمندی سے ہتھیار ڈال دینے کا فیصلہ کر لیا۔ صلح کے جھنڈے پھہرانے کے بعد کوئی شخص قتل نہیں کیا گیا لیکن بقیہ فوج کو قیدی بنا لیا گیا۔ ایک بٹالین جو پگوڈا پہنچ گئی تھی اسے بھی اپنے آپ کو دشمن کے حوالے کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ اگلے کچھ دنوں میں تقریباً سات سو سپاہی اور کچھ ہندوستانی افسر نکل بھاگنے میں کامیاب ہوئے۔ لیکن یورپیوں کو سرنگاپٹم بھیج دیا گیا۔ بریتھ ویٹ کو حیدر اپنے لشکری خیمہ میں رکھتا تھا۔[1] اس شکست سے انگریزوں کو بہت دھکا

(۱) M.M.C. مورخہ ۲ مارچ ص ۱۷۱، ۷۸۴، SEE. PROGS. مورخہ ۱۱ مارچ ۱۷۸۲ء - ای ایم فالو فیلڈ کا خط

پہنچا اور اس نے پورٹو نوو کے کیے دھرے پر پانی پھیر دیا ۔ جنوب پر انگریزوں کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور اب وہ تنجور کے سرسبز شاداب میدانوں سے مزید غلہ اور مویشی حاصل نہیں کر سکتے تھے ۔

مغربی ساحل پر لڑائی جاری تھی ۔ اگست ۱۷۸۰ء سے میجر ابنگڈن کی قیادت میں ایک چھوٹی سی انگریز محافظ فوج نے تیلی چری میں سردار خاں کے زیر کمان حیدر کی فوج کے خلاف بڑی جرأت سے مدافعت جاری رکھی ۔ محافظ فوج کو ۱۷۸۱ء کے موسم بہار میں کمک پہنچی ۔ ۸ دسمبر کو ابنگڈن نے ایک شبخون مارا اور حیدر کے ایک چہیتے افسر سردار خاں کو شکست فاش دی ۔ اس کی فوج بالکل تہس نہس ہو گئی اور وہ اپنے خاندان اور افسروں سمیت گرفتار ہو گیا ۔ اس کی تمام توپیں، گولہ بارود اور سامان کے ذخیرے انگریزوں کے ہاتھ لگے ۔ ابنگڈن نے اپنی فتح جاری رکھی اور کالی کٹ پر قبضہ کر لیا لیکن وہ منگلور پر قبضہ نہ کر سکا اور اس طرح ساحل پر اب بھی حیدر کے قدم جمے رہے ۔

اناگڈی کی فتح کے باوجود حیدر نے محسوس کر لیا تھا کہ مستقبل بہت اچھا نہیں ہے ۔ اس کے اصل منصوبے نظام اور مرہٹوں کے ساتھ اتحاد عظیم پر مبنی تھے ۔ اس کو شاید یہ توقع تھی کہ یہ حلیف انگریزوں کے ساتھ ڈٹ کر جنگ کریں گے اور ہر طرف سے حملہ کی صورت میں انگریز جنوب میں کافی تعداد میں فوج رکھنے کے قابل نہ رہیں گے ۔ بہر صورت شمال میں اس کی سرحد محفوظ رہے گی اور اسے صرف ایک دشمن کا مقابلہ کرنا پڑے گا ۔ جنگ کے جاری رہنے سے یہ بات صاف ظاہر ہو گئی تھی کہ وہ مرکزی انگریزی فوج کو نہ تو میدان جنگ میں شکست دے سکتا ہے اور نہ ہی اسے مدراس تک محدود رکھ سکتا ہے ۔ شاید یہی وقت تھا ۔ یعنی اناگڈی کی فتح کے بعد اور ۱۰ مارچ کو فرانسیسی فوج کی یقینی آمد سے پہلے ۔ کہ اس نے پورنیہ کو بتایا تھا جو پورنیہ نے بعد میں ولکس کو بتایا کہ "انگریزوں اور اس کے درمیان شاید باہمی بے اطمینانی اور نزاع کی وجوہ موجود تھیں لیکن جنگ کی کافی وجہ موجود نہیں تھی"۔ اس نے مزید کہا تھا کہ "کئی بیلیوں اور بریتھ ویٹوں کی شکست سے وہ تباہ نہ ہو جائیں گے ۔ میں بری راستوں پر ان کے وسائل تباہ کر سکتا ہوں لیکن میں سمندر خشک نہیں کر سکتا اور میں اس جنگ سے یقیناً تنگ آ جاؤں گا جس میں مجھے سوائے لڑائی کے اور کچھ حاصل نہیں"۔(۱) واقعات سے بھی صاف ظاہر تھا کہ اس کے حلیفوں پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا ۔ نظام کی جانب سے اسے یوں بھی کبھی بہت زیادہ امید نہیں رہی تھی ۔ مدھوجی بھونسلے شروع ہی سے ڈھیلا تھا اور اب حیدر کو خبر مل گئی تھی کہ مہادجی سندھیا نے انگریزوں کے ساتھ ایک

---

(۱) ولکس جلد دوم ص ۲۷۳، ۲۷۴

معاہدہ کر لیا ہے اور پونا کی حکومت بھی کسی وقت کرے گی۔ وہ جانتا تھا کہ مرہٹے ان علاقوں کو دوبارہ فتح کرنے کی کوشش کریں گے جو انھوں نے اسے اتحاد میں شامل ہونے کی ترغیب دینے کے لیے اس کے حوالے کر دیے تھے۔ حیدر تنگ بھدرا اور کرشنا کے درمیانی علاقے کو میسور کی حدود اور مرہٹوں کے حملوں کے درمیان ایک وسیع سدِّ راہ بنانا چاہتا تھا لیکن اب اُسے ایسا لگ رہا تھا کہ اس کو انگریزوں کے ساتھ ساتھ مرہٹوں سے بھی لڑنا پڑے گا۔ اس نے ایک مہنگا سودا کیا تھا اور دوسرے فریق سے اسے امید نہیں تھی کہ وہ اسے تسلیم کر لیں گے جبکہ وہ ان کے اب موافق بھی نہیں تھا۔ اس نے پورنیہ سے کہا تھا کہ "عام سوجھ بوجھ کا کوئی بھی آدمی مرہٹوں پر بھروسہ نہیں کر سکتا اور وہ خود بھی یہ توقع نہیں کرتے کہ کوئی ان پر اعتماد کرے گا۔ مرہٹوں کا موجودہ رویّہ اس کے نزدیک ایک مشترکہ مقصد سے غداری کے مترادف تھا۔ لیکن اس حقیقت سے بھی آنکھ نہیں بند کی جا سکتی کہ اس نے ان کی خیر سگالی حاصل کرنے کے لیے کچھ بھی نہیں کیا تھا اور نہ ان کے اعتماد کو حاصل کرنے کی کوئی کوشش کی تھی۔ حقیقت میں مشترک مقصد جیسی کسی چیز کا وجود ہی نہیں تھا۔

ایک اور حلیف جس سے اسے بہت امید تھی فرانسیسی تھے۔ ایک فرانسیسی بحری بیڑے نے انگریزوں کی بحری طاقت کو غیر مؤثر بنا دیا ہوتا اور ایک فرانسیسی بری فوج نے اس کی اپنی فوج کو کافی تقویت بہم پہنچائی ہوتی لیکن وی اور وس کڈلور میں اسے کشمکش میں چھوڑ گیا تھا۔ اس نے فضول بسی کا مہینوں انتظار کیا تھا اور اگر وہ آتا بھی تو بھی حیدر کو شمال میں مرہٹوں کے حملے کی سرکوبی کے لیے جانا پڑتا اور فرانسیسی عدم اعتماد کی شکایت کرتے۔ اس نے پورنیہ کو بتایا تھا کہ "مجھ کو مرہٹوں کے خلاف تنہا ہی جانا چاہیے اور چاہے اس کے لیے مجھے فرانسیسیوں کی ناراضگی مول لینی پڑے۔ میں ان پر اعتماد نہیں کرتا اور ان کی فوج کو میسور میں داخلے کی اجازت نہیں دے سکتا۔" فرانسیسی انگریزوں کے خلاف تو مفید ثابت ہو سکتے تھے لیکن ہندوستان میں ان کو ایک بڑی طاقت بننے دینا خطرناک بات تھی لیکن ان شرائط پر وہ فرانسیسیوں کا پورا تعاون مشکل ہی سے حاصل کر سکتا تھا۔ اس کے باوجود سفرن کی قیادت میں ایک فرانسیسی بیڑے کی آمد سے ایسا لگا کہ اس طویل اور غیر فیصلہ کن جنگ میں یہ کامیابی کا آخری موقع ہے۔ اس نے اپنی بعض چوکیوں کو ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور ارکاٹ کے مورچوں میں سرنگیں بچھا دی تھیں کہ اسی اثنا میں اس کو فرانسیسی بیڑے کی آمد کی خبر ملی اور اس کی امیدیں ایک بار پھر زندہ ہو گئیں۔

باب ۲۴
اناگڈی کی جنگ سے حیدر کی وفات تک

جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں حیدر اس جنگ سے پریشان ہوگیا تھا جس کے بارے میں اس نے محسوس کرلیا تھا کہ یہ طویل اور غیر فیصلہ کن ہوگی۔ اسے یہ بھی ڈر تھا کہ اگر شمالی سرحدوں پر مرہٹوں نے جارحانہ کاروائیاں شروع کردیں تو مزید خطرہ بڑھ جائے گا لیکن اسی وقت کورومنڈل ساحل پر ایک فرانسیسی بحری بیڑا فرانس پہنچ گیا جس کی قیادت انتہائی تجربہ کار اور شہرت یافتہ امیرالبحر کر رہا تھا۔ اگر ایم۔ ڈی سفرن برطانوی بیڑے کو ہندوستانی سمندر سے نکال سکتا اور کافی فرانسیسی فوج سے اس کی فوج کو تقویت دے سکتا تو جنوبی ہند میں انگریزی طاقت کا خاتمہ یقینی تھا۔

انگریزوں کی خوش بختی تھی کہ اس وقت ان کے پاس تقریباً برابر کا ایک بیڑا ایک لائق افسر کی کمان میں موجود تھا۔ دونوں بیڑوں کے درمیان پہلا معرکہ ۱۵ فروری کو پولی کٹ کے پاس پیش آیا اور فیصلہ کن رہا لیکن برطانوی بیڑے کو سری لنکا میں ترنکوملی کو مرمت کے لیے جانا پڑا۔ سفرن پورٹو نوو پہنچا لیکن اس وقت تک اس نے لنگر نہیں ڈالا جب تک کہ حیدر سے معاہدہ کی گفت و شنید مکمل نہ ہوگئی۔ حیدر نے ارکاٹ سے ونڈی واش کا رخ کیا۔ کوٹ کو فطری طور پر یہ خیال گذرا کہ وہ جنوب میں خاص طور پر بریتھ ویٹ کی شکست کے بعد دہشت کا بازار گرم کرے گا۔ اس نے تین ہزار بیلوں، دو ہزار قلیوں اور چاول سے لدی تقریباً سو گاڑیوں پر مشتمل ایک رسد کا قافلہ چنگل پٹ بھیجا جس کی حفاظت میجر بائرن (BYRNE) کی قیادت میں کچھ بٹالینیں اور سپاہیوں کی ایک رجمنٹ کر رہی تھی۔ واپسی پر میسور سواروں اور تیر اندازوں کا ایک دستہ نمودار ہوا اور بائرن نے اسے غلطی سے میسور کی مرکزی فوج سمجھ لیا اور بیلوں کو حیدر کے آدمیوں کے ہاتھوں میں پڑ جانے کے لیے پیچھے چھوڑ کر تیزی

سے روانہ ہوگیا۔(۱) اس نقصان نے جس کی تلافی آسانی سے نہیں کی جاسکتی تھی کوٹ کے نقل وحمل میں سخت رکاوٹ پیدا کردی۔ اس کے بعد دو ہزار میسوری فوج ماؤنٹ کے قریب انگریز کے ارد گرد منڈلاتی رہی تاکہ چارے کے لیے نکلنے والی ٹولیوں کو اور ان کے بیلوں کا راستہ کاٹنے کی کوشش کرے۔ کوٹ نے رات کی تاریکی میں منی منگلم میں ان پر حملہ کرنے کے لیے ایک فوج بھیجی لیکن وہ تھوڑا سا نقصان اٹھا کر بچ نکلے۔

۱۰ مارچ کو دو ہزار فرانسیسی سپاہی پورٹونوو پر لنگر انداز ہوئے جو ڈچی من (DUCHIMEN) کے زیر قیادت تھے اور انھوں نے یکم اپریل کو کڈلور کا محاصرہ کرلیا جسے ۴ اپریل کو بغیر ایک گولی چلائے دشمنوں کے حوالے کردیا گیا۔ ٹیپو، لالی اور اس کے مختصر فرانسیسی دستے کے ساتھ بریتھ ویٹ کی شکست کے بعد کرور چلا گیا تھا۔ وہ تقریباً وسط مارچ میں واپس ہوا اور فرانسیسیوں کے ساتھ مشترکہ کارروائی کرنے کے لیے کڈلور روانہ ہوا۔ قرب و جوار میں اس کی موجودگی کی وجہ سے کڈلور نے فرانسیسیوں کے سامنے جلد ہتھیار ڈال دیے۔(۲)

پرماکوئل اور ونڈی واش کے خلاف حیدر کے ارادوں کو خاک میں ملانے کے لیے ۱۰ اپریل کو کوٹ ماؤنٹ سے روانہ ہوا۔ ۱۴ اپریل کو اس نے سینٹ تھام سے ایک برطانوی رجمنٹ طلب کی۔ حیدر نے جو ونڈی واش کے جنوب مشرق میں تقریباً ۲۰ میل کے فاصلے پر موجود تھا چار ہزار سوار، دو ہزار سپاہیوں اور دو ہزار پالیگاروں اور چھ توپوں پر مشتمل ایک فوج اپنے بیٹے کریم صاحب کی قیادت میں بھیجی۔ تاکہ وہ اس رجمنٹ کا راستہ روکے لیکن وہ اس کے عقب کو پریشان کرنے کے سوا اور کچھ نہ کرسکا۔ تب کریم صاحب نے مدراس کی طرف پیش قدمی کی۔ مدراس سے کچھ میل ادھر پوناملی سڑک پر واقع ایک مورچے پر حملہ کیا جس میں اسے کامیابی نہیں ہوئی اور پھر وہ شہر کی طرف بڑھا۔ محمد علی کے فرزند ثانی امیر الامراء کی ماتحتی میں فوجوں نے باغوں اور گھروں کی حفاظت کی۔ چونکہ دشمن کو کمک پہنچ گئی تھی اس لیے کریم صاحب

---

(۱) SEE.PROGS مورخہ ۱۸ مارچ ۱۷۸۲ء ص ۸۰۰

"سینٹ تھامس ماؤنٹ اور پالر کے دوسرے کنارے پر واقع خطّے کے درمیان کے انگریزی علاقے کے لیے چنگل پٹ کو کلیدی حیثیت حاصل رہی۔"

چنگل پٹ ضلع کا کتابچہ۔ سی۔ جے، کرول (CROLE)

(۲) SEE.PROGS ۲۹ اپریل ۱۷۸۲ء ص ۱۵۴۰

پیچھے ہٹ آیا اور پیرم بوکم کے راستے کا نجی ورم لوٹ آیا۔ مدراس کو خطرہ میں دیکھ کر کوٹ دوبارہ پالار کو عبور کر کے واپس لوٹ آیا تاکہ وہ کریم صاحب کو روک سکے۔ لیکن تب تک بہت دیر ہو چکی تھی۔ حیدر نے اپنے بیٹے کو پسپائی پر سرزنش کی اور کریم صاحب نے ایک بار پھر پیش قدمی کی لیکن اسے ایک بار پھر جلدی سے پیچھے ہٹنا پڑا۔ یہ واضح ہو گیا تھا کہ کریم صاحب بطور سپاہی کوئی امتیازی حیثیت حاصل نہیں کر سکا۔(۱)

کوٹ کی حالت بڑی تشویشناک تھی۔ اس نے بتایا کہ جنوب میں اس کی کسی پیش قدمی کے لیے رسد کافی نہیں ہے اور سمندر کی راہ سے رسد کی فراہمی کا اس کو یقین نہیں ہے۔ مزید برآں اُسے یہ بھی ڈر تھا کہ فرانسیسیوں اور حیدر کے درمیان وہ اتحاد پیدا ہو جائے گا جو اب تک چند آداب و رسوم کی پابندی اور ایک دوسرے پر بھروسہ کی کمی نے نہ ہونے دیا تھا اور جو اس کی پیش قدمی کے بعد دونوں کے مفاد میں ضروری ہو جائے گا۔ یہ ایک ایسا معرکہ ہوگا جس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا نتیجہ کیا نکلے گا۔ اگر مان بھی لیا جائے کہ ہمیں کامیابی ہوگی تب بھی رسد کی کمی کی وجہ سے ہم اس کامیابی کو پایۂ تکمیل تک استحکام نہ دے سکیں گے اور ہم کو پسپائی پر مجبور ہونا پڑے گا اور اس سے نہ صرف ہماری کمزوری ظاہر ہوگی بلکہ ہمارے دامن پر ایسا داغ لگے گا جو ہماری متوقع فتح کے فوائد اور حاصل شدہ عزت و وقار سے بھی نہ دُھل سکے گا۔(۲)

کوٹ ہمبرم سے ۱۰ مئی سے پہلے روانہ نہ ہو سکا اگرچہ اسے یہ اطلاع مل گئی تھی کہ حیدر نے ۱۔ ارکوپاکوٹل کا محاصرہ کر لیا ہے۔ اس وقت اس کے میکارٹنی سے شدید اختلافات تھے اور ایک مرحلہ پر تو اس نے کمان سے استعفادے دینے کی سوچی تھی۔ حیدر ۱۰ مئی کو پرماکوئل کا محاصرہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے آسانی سے پیٹھ کو تباہ کر دیا اور مرکزی دروازے تک اپنی خندقیں بنا کر اس نے ۱۵ تاریخ کو ایک سرنگ اُڑا دی۔ دوسرے دن ایک شگاف ہو گیا اور ۱۰ ارکو لفٹیننٹ پلو (PLOW) نے جو کمان کا نگران تھا قلعہ حوالے کر دینے کی پیشکش کی۔ بشرطیکہ تمام یوروپیوں کو ایک نگران دستے کے ساتھ مدراس واپس جانے کی اجازت دے دی جائے۔(۳)

اسی اثنا میں ۱۲ اپریل کو ہیفس اور سفرن نے ایک اور غیر فیصلہ کن جنگ سری لنکا کے قریب لڑی تھی اور دونوں فریق جزیرے کے مختلف بندرگاہوں میں مرمت کے لیے چلے گئے تھے۔ فرانسیسیوں اور حیدر نے حالات سے مجبور ہو کر ایک معاہدہ کر لیا تھا اور پرماکوئل کی سپردگی کے بعد مشترکہ متحدہ فوج نے

---

(۱) MS. EUR. E. ۸۸ ص ۱۵۸ (۲) SEE. PROGS ۴ جولائی ۱۷۸۲ء ص ۲۰۳۴

(۳) 〃 〃 〃 〃 ۸۸ ص ۱۶۴

ونڈی واش پر چڑھائی کر دی۔

بہر حال کوٹ روانہ ہوا۔ جب وہ کرنگل سے ونڈی واش کی جانب بڑھا تو حیدر اور اس کے اتحادی پانڈیچری کی جانب پلٹ گئے۔ کوٹ اور قریب آیا اور اس نے انھیں ویلی نور اور سرخ پہاڑیوں کے درمیان ایک طویل صف کی شکل میں مورچہ بند پایا۔[1] ان کو اس مضبوط مقام سے باہر نکالنے کے لیے کوٹ نے حیدر کے ذخائر کے صدر مقام ارنی پر حملہ کرنا چاہا۔ یکم جون کو وہ ارنی کے قریب تھا۔ حیدر کو تیزی سے واپس آنا پڑا اور اس نے فرانسیسیوں کو اپنے پیچھے چھوڑا جن کو لسبی کی جانب سے یہ ہدایات ملی تھیں کہ وہ اس کی آمد تک کوئی عام جنگ نہ لڑیں۔

۲ جون کو ارنی کی جنگ کے بارے میں ولکس نے بیان کیا ہے کہ "یہ ایک سخت تھکن اور گھٹتی بڑھتی گولہ باری کا دن تھا۔ یہ جنگ دانشمندانہ جنگی تدابیر کا دن نہیں تھا جس کا مقصد ساز و سامان کے ضروری تحفظ کے ساتھ ساتھ دشمن سے قریب پہنچنا رہا ہو۔

چٹ پٹ کی جانب ایک چھوٹی سی ندی ایک ہلکے سے نشیب کی طرف جاتی ہے۔ جس کے درمیان ایک چھوٹی سی گھاٹی ہے جو رفتہ رفتہ ارنی کی جانب بلند ہوتی جاتی ہے۔ حیدر نے ٹیپو کی ماتحتی میں محافظ فوج کی امداد کے لیے ایک چھوٹی سی فوج تیز رفتاری کے ساتھ روانہ کی تھی۔ جب انگریزی ہراول دستہ صبح سویرے قلعے پہنچا تو اس پر قلعہ سے اور ٹیپو کی فوج کی جانب سے گولہ باری ہوئی اور حیدر کی فوج نے عقب سے اس پر توپوں کے دہانے کھول دیے۔ کوٹ نے اپنا ساز و سامان نیچے کی طرف ڈھال پر رکھا اور اس کی حفاظت کے لیے سپاہیوں کی پانچ بٹالینوں اور پوری سوار فوج کو متعین کر دیا۔ حیدر اب بائیں جانب نمودار ہوا اور کوٹ کو اپنا رُخ داہنی جانب موڑنا پڑا۔ وہ ارنی کی جانب سے اپنا راستہ طے نہیں کر سکتا تھا۔ حسب دستور اس کے فوجیوں کی دو قطاریں بنائی گئی تھیں۔ دوسری قطار نے تیزی سے اس گاؤں پر قبضہ کر لیا جس کا پورے علاقے پر اثر پڑتا تھا۔ تب پہلی صف نے چاول کے کھیتوں کو عبور کیا اور حیدر کی فوج کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ اسی دوران حیدر انگریزی سامان کے لیے خطرہ بن گیا تھا چنانچہ کوٹ کو اپنی فوج کی ترتیب و تقسیم پھر سے درست کرنی پڑی۔ اس نے لکھا "چنانچہ میں نے حکم دیا کہ پہلی صف دوسری صف کے عقب میں پہنچے اور پہلی صف کے دائیں طرف سے پیش قدمی کرے۔" حیدر کے آدمی پیچھے ہٹ گئے۔ لیکن مشکل سے انگریزی فوج دو میل ہی ہوگی کہ انھوں نے میسوری سواروں کو

---

(1) M.S. EUR. E ص ۱۰۶

سامان پر حملہ کرنے کے لیے قریب آتے دیکھا چنانچہ وہ خود ٹھہر گئے اور سازوسامان کو آگے بڑھا دیا گیا۔ ایک میسوری دستے نے ان کے ٹھہرنے سے فائدہ اٹھاکر دگّی منگلم میدان میں صبح کو انگریزی لشکرگاہ پر قبضہ جمالیا۔ یہ مقام اس جگہ سے کہیں بہتر اور فوجی لحاظ سے اہم تھا جہاں اب تھے۔ میسوری توپ خانے نے پھر گولہ باری شروع کردی۔ چونکہ سازوسامان محفوظ تھا اس لیے انگریزوں کی پہلی صف نے تیزی سے کاروائی کی اور حیدر کو جلدی پسپا ہونے پر مجبور کردیا۔ ایک دریا کے کناروں پر جسے انھیں پار کرنا تھا انھوں نے ایک طویل پیتل کی چھ پونڈ والی توپ اور کچھ گولہ بارود رکھ دیا۔ اس وقت جب کہ تعاقب جاری تھا میسور سوار فوج کے ایک دستے نے سازوسامان پر پھر حملہ کرنا چاہا لیکن ان کو بروقت روک دیا گیا۔ انگریز تعاقب سے صبح کو تقریباً چھ بجے واپس آئے۔ دونوں جانب نقصانات بہت ہلکے ہوئے کیونکہ دست بدست لڑائی کے بجائے یہ کافی دور سے ایک دوسرے پر گولہ باری تک ہی محدود تھی۔(۱) کوٹ کو صدمہ تھا کہ رسد کی کمی کی وجہ سے وہ ارنی پر حملہ کا دباؤ نہ بڑھا سکا۔ اس نے ۴ تاریخ کو ایک بار پھر نمائشی حملہ کیا کہ اس طرح شاید وہ حیدر کو ایک اور جنگ پر مجبور کردے لیکن حیدر سنجیدگی سے ارکاٹ کی جانب شاہراہ پر بڑھتا رہا۔ جب انگریز ونڈی واش کے راستے میں تری ولور کے مقام پر خیمہ زن تھے حیدر اس کے ایک حصے پر گھات لگانے میں کامیاب ہوگیا۔ برطانوی فوج کا بڑا نگران دستہ کاٹ ڈالا گیا۔ انگریزی نقصان ۱۶۶ پیادے، ۵۹ سوار اور دو تین پونڈ والی توپوں پر مشتمل تھا۔ حیدر، ٹیپو، لالی اور چھ سو چیدہ سواروں کے ساتھ اس معرکہ میں خود موجود تھا اور جو بقول کوٹ اتنا شدید اور تیز و تند تھا کہ پانچ منٹ کے اندر اندر ختم ہوگیا۔ جب حیدر اپنے لشکرگاہ میں پہنچا تو اس نے اپنی اس کامیابی کے اعزاز میں سلامی کی توپیں داغیں۔ انگریزی فوج منی منگلم لوٹ آئی۔(۲)

کوٹ کوئی واضح قدم نہیں اٹھا سکا کیونکہ اسے حیدر کے ارادوں اور بحری بیڑے کے صحیح مقام کا علم نہیں تھا۔ "میری کامیابی اور میرے ارادے دونوں پر ایک ناگزیر روک لگ گئی تھی"۔ اس نے لکھا تھا اسی دن یعنی ۶ جولائی کو ایک اور غیر فیصلہ کن بحری جنگ کڈلور کے قریب لڑی گئی لیکن ہفنس کی راہ میں حالات

---

(۱) کوٹ نے لکھا کہ "دشمن کے نقصان کا جائزہ اور اندازہ میں نہیں کرسکا لیکن میں نہیں سوچتا کہ وہ کچھ بہت زیادہ رہا ہوگا"۔
M.M.C ۱۵ جون ۱۷۸۲ء ص ۱۸۳۵، کوٹ کا خط مورخہ ۱۰ جون، SEE.PROGS مورخہ ۴ جولائی ص ۲۰۵۳،
MS.EUR.E ۸۴ ص ۱۷۷ – ۱۸۱

(۲) کوٹ کا خط لشکرگاہ آوٹرا طور مورخہ ۱۳ جون ۱۷۸۲ء ۔ .MS.EUR.E ۸۴ ص ۱۸۲ – ۱۸۴

نے اتنی رکاوٹیں پیدا کیں کہ سفرن سری لنکا کے لیے روانہ ہو گیا اور اس نے ترنکوملی پر حملہ کر کے اس پر انگریزوں کے پہنچنے سے پہلے قبضہ کر لیا۔ ۳ ستمبر کو چوتھی فیصلہ کن جنگ کے بعد ہیوز کو مرمت کے لیے بمبئی اور سفرن کو سماترا جانا پڑا۔

شروع اگست میں حیدر فرانسیسی بحری فتح کی امید میں ترویدی (تروویند پورم) گڈیلم اور پونیتر کے بیچ واقع سینٹ ڈیوڈ میں پڑاؤ ڈالے پڑا تھا۔ فرانسیسی فوج کڈلور ٹیپو گدیرون کے شمال میں (چدمبرم سے ۱۵ میل جنوب مغرب میں) لالی پیٹ میں خیمہ زن تھی اور اسے پار کر کے نیگاپٹم پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنا رہی تھی[1] کرنل نکس کی فتوحات نے میسوری فوج کو کمباکونم اور کولیرون کے جنوب میں واقع علاقے کو چھوڑ دینے پر مجبور کر دیا تھا۔ حیدر کو لبی کی آمد کی توقع تھی۔ جیسا ہم دیکھ چکے ہیں کوٹ نے ویلور میں سامان خورد و نوش کے ذخائر جمع کر لیے تھے اور وہ ویلور سے چھ میل کے فاصلے پر واقع قلعہ کال گھڑی کو تباہ کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ ۲۰ اگست کو کڈلور پر حملہ کرنے کے لیے انگریزوں نے تبرم کی جانب پیش قدمی کی اور ان کا ایک جنگی جہاز کشتیوں کی مدد سے فوج کے لیے رسد لے کر آ پہنچا۔ اس وقت حیدر کڈلور میں فرانسیسیوں کی مدد کے لیے موجود نہیں تھا بلکہ ارنی اور ڈوبی گڑھ کے درمیان خیمہ زن تھا۔ جیسے ہی اس نے انگریزوں کی جنوب میں پیش قدمی کی خبر سنی اس نے کڈلور میں مقیم فرانسیسیوں کی مدد کے لیے دو بٹالینیں بھیج دیں اور کوٹ کو یہ محسوس کرایا کہ وہ ترپاسور کی طرف بڑھ رہا ہے۔ کلیانور میں کوٹ نے ٹرنکوملی کی شکست کی خبر سنی۔ جلد ہی وہ خود بیمار ہو گیا اور چونکہ رسد وقت پر نہیں پہنچی لہذا وہ پانڈیچری کے قریب واقع سرخ پہاڑیوں سے مدراس کی جانب لوٹ گیا۔ ایک ہمعصر سوانح نگار نے اس جنگ کا موازنہ "جاگیردارانہ نظام کے دنوں کی اس مہم سے کیا ہے جب بادشاہ ۲۰ یا ۴۰ دن تک میدان میں جمے رہتے تھے"[2] بحری جنگ کے غیر تصفیہ کن ہونے کی وجہ سے بری جنگی اقدامات میں بھی غیر فیصلہ کن ہو گئے تھے۔

شمالی محاذ پر بہت زیادہ تیزی اور سرگرمی تھی۔ اپنی فتح کے بعد میجر ابنگڈن کو کمبٹور کی جانب پیش قدمی کرنا چاہتا تھا لیکن بمبئی کی حکومت برطانوی فوجوں کو جگہ جگہ بانٹنا نہیں چاہتی تھی۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ زمورن اور دوسرے سرداروں کی جو حیدر کے خلاف علم بغاوت بلند کر چکے تھے مدد کرے لیکن یہ منصوبہ عملی جامہ نہ پہن سکا۔ مالابار میں موجود انگریزی فوج کو کمک سے تقویت پہنچائی گئی اور کرنل ہمبرسٹون کو

---

(۱) M.M.D ۱۷۸۲ جلد ۱ ج ۳ ۲ اگست ۱۷۸۲ء ص ۲۳۱۹، ۲۳۱۷

(۲) ایشیا میں جنگ جلد اوّل ص ۴۰۹

سپہ سالار بنایا گیا۔ اس کا بنیادی منصوبہ یہ تھا کہ وہ انجنگو کے راستے سے تجنور میں پیش قدمی کرے اور حریف کو مغالطہ میں ڈال دے تاکہ حیدر کی توجہ اس طرف مبذول ہوجائے[1] لیکن اپریل ۱۷۸۲ء میں اس نے فیصلہ کیا کہ پہلے وہ پال گھاٹ پر اس کے بعد[1] پلاکوٹہ پر حملہ کرے جو پلاکیچری سے تقریباً ایک میل اور کالی کٹ سے اسی میل کے فاصلے پر واقع ایک مضبوط و مستحکم قلعہ تھا اور وہاں سے کوئمبٹور جاتے[1]۔ کالی کٹ کے جنوب میں ۲۰ میل کے فاصلے پر ترکالور میں اس کا مقابلہ ایک میسوری فوج سے ہوا جو تقریباً ایک ہزار سواروں اور ساڑھے تین ہزار پیادوں پر مشتمل تھی اور مخدوم علی کے زیر قیادت تھی۔ انگریزوں کی پیش قدمی اتنی تیز رفتار اور خوفناک تھی کہ میسوری افراتفری کا شکار ہو گئے۔ کماندار اور اس کے تین سو آدمی مارے گئے اور دو سو گرفتار ہوئے لیکن ایک تیز آندھی و طوفان نے اس کے گولہ بارود اور سامان کے ذخائر کو نقصان پہنچایا اور ہمبرسٹون کو برسات کی وجہ سے کالی کٹ چھوڑنا پڑا۔ ولکس کے مطابق یہ برطانوی کاروائی موافق حالات اور اتفاقات کا نتیجہ تھی اور وہ کوئی طے شدہ اور سمجھے بوجھے اقدام نہیں تھے۔

۲؍ستمبر کو وہ میدانِ جنگ میں دو ہزار بمبئی کے سپاہیوں اور نو سو انگریزوں کے ساتھ ایک بار پھر میدان میں اترا۔ وہ ترلاتک بڑھ گیا جبکہ اس کے سامان کے ذخائر پونانی دریا تک ہی پہنچ سکے تھے۔ رام گری میں اپنا بھاری ساز و سامان چھوڑ کر اس نے میسوریوں کو پیچھے دھکیل دیا اور پال گھاٹ تک پیش قدمی کی لیکن ایک دھاوے میں اس کی تقریباً رسد جاتی رہی۔ بارش ایک بار پھر شروع ہو گئی تھی۔ اور بمبئی سے آنے والی ہدایات نے اسے ساحل پر پہنچنے کا حکم دیا تھا اور وہ تیزی سے پلٹا کیونکہ مزید اندرونی علاقے میں آنے پر ٹیپو اس پر حملہ کرنے کا انتظار کر رہا تھا۔ ٹیپو لالی اور ۲۰ ہزار آدمیوں کے ساتھ تیز رفتاری سے آرہا تھا۔ منکرائے میں وہ دشمن کو نہیں پا سکا لیکن پونانی میں اس نے ان کو جا پکڑا جہاں ان پر اس نے ۲۹؍ نومبر کو حملہ کیا۔ اس طرح ہمبرسٹون دریائے پونانی کو رات کے وقت عبور کرنے میں کامیاب ہو گیا چونکہ پانی زیادہ گہرا نہیں تھا اس لیے وہ بریتھ ویٹ جیسے انجام سے بچ گیا(۱)" کرنل میکلیوڈ نے کمان سنبھال لی تھی۔ ٹیپو اب اپنے بھاری توپ خانے کا انتظار کر رہا تھا لیکن اپنے باپ کی موت کی خبر سن کر تیزی سے واپس لوٹ گیا۔ انگریزوں کو اس کی واپسی کا اندازہ بھی نہ ہو سکا۔ وہ تیزی سے اپنے باپ کی لشکرگاہ میں پہنچا جہاں حیدر کی موت کو ٹیپو کی آمد تک پوشیدہ رکھا گیا اور پھر اس کی تاج پوشی کا اعلان کر دیا گیا۔

جنگ کے آخری دور میں حیدر نے انگریزوں کو زیادہ تر ساحل تک محدود رکھا اور اس طرح کوٹ کی

---

(۱) MS.EUR.E ۸۷، ص ۱۹۵، ۱۷۰، ایشیا میں جنگ جلد اول ص ۲۶۲، ۲۷۲

نقل و حرکت کو مسدود رکھا۔ ولسن کا یہ تبصرہ کہ اگر فرانس کے ساتھ صلح نہ ہوگئی ہوتی تو انگریزوں کے ہاتھ سے جنوبی ہند نکل جاتا اور مدراس ٹیپو اور فرانسیسیوں کے قبضہ میں آجاتا غالباً مبالغہ آمیز تبصرہ ہے لیکن یہ کہنا مناسب ہوگا کہ حیدر کے ہاتھ میں پہل عام طور سے رہی اور اس نے جو زخم انگریزوں کو پہنچائے تھے وہ اس کی فوج کو انگریزوں کے ہاتھوں پہنچنے والے زخموں سے کہیں زیادہ گہرے تھے۔[1] اگر سفرن نے سمندر میں تسلط حاصل کر لیا ہوتا تو غالباً حیدر کے بری اقدامات اور زیادہ بہادرانہ اور فیصلہ کن ثابت ہوتے۔

---

(۱) ایشیا میں جنگ جلد اوّل ص ۲۰۹

باب ۲۵
حیدر اور فرانسیسی

سپاہی کی حیثیت سے حیدر یورپی اقوام کی فوجی لیاقت اور کارکردگی کو بنظرِ تحسین دیکھتا تھا۔ فوجی فتوحات کے لیے وہ چاہتا تھا کہ کچھ یورپی سپاہیوں کے ذریعے اپنے فوجی دستوں کو مضبوط بنانے اور توپیں اور گولہ بارود حاصل کرے۔ انگریزوں سے اس کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ ۱۷۷۰ء میں بمبئی کی حکومت نے ایک معاہدہ کے تحت اسے توپیں، شورہ اور جستہ فراہم کرنے کی ذمہ داری لے لی تھی لیکن کورٹ آف ڈائرکٹرز نے اس معاہدہ کو نامنظور کر دیا۔ ماہی کے زوال کے بعد بریتھ ویٹ نے لکھا تھا کہ "مجھے ہر طرف سے یہ خبر ملی ہے کہ اس کا مقصد توپ خانہ اور اس کے ذخائر کو حاصل کرنا ہے۔ ولندیزیوں سے اس کے کوئی تعلقات نہیں، پرتگالیوں کے بارے میں اس کی کوئی رائے نہیں اور وہ نہیں جانتا کہ اس فوجی ساز و سامان کے لیے کہاں جائے جس کے بارے میں اس کا خیال ہے کہ انگریز اسے فراہم نہیں کریں گے۔"[1] ولندیزی کبھی کبھی انگریزوں سے جنگ کرتے تھے لیکن ہندوستان میں ان کی طاقت اتنی کمزور تھی کہ وہ مؤثر اور کارآمد حلیف نہیں بن سکتے تھے۔ حیدر سے انھوں نے ان چند توپوں کی باربرداری کا انتظام کرنے کو کہا تھا جن کی فراہمی کا انھوں نے وعدہ کیا تھا۔[2] مرہٹوں کے خلاف پرتگالی کسی کام

---

(۱) M.M.C مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۷۷۹ء ص ۱۴۰۳ — ۱۴۱۲

(۲) ۱۷۸۱ء کی انگریز ولندیزی جنگ میں قدرتی طور پر حیدر اور نیگاپٹم کے ولندیزیوں کے درمیان کچھ نہ کچھ تعاون ہو گیا تھا اور ولندیزی گورنر اور حیدر علی کے درمیان ایک معاہدہ ہو گیا تھا جس کی رو سے ولندیزی اس بات پر راضی ہو گئے تھے کہ وہ

(بقیہ اگلے ص پر)

نہیں آسکتے تھے۔ حکومت گوا نے منگلور میں متعینہ اپنے سفیروں کے ذریعے اس کو مطلع کیا تھا کہ گوا مرہٹہ علاقوں سے گھرا ہوا ہے اور اگر وہ حیدر کے ساتھ پیشوا کے خلاف کوئی اتحاد کرتے ہیں تو نہ صرف گوا خطرہ میں پڑ جائے گا بلکہ ان کی تجارت بھی تباہ ہو جائے گی اور وہ کسی جنگ کے بھاری اخراجات بھی نہیں برداشت کرسکیں گے۔[1] وہ انگریزوں کو اشتعال نہیں دلا سکتے کیونکہ سمندر پر ان کا مکمل اقتدار تھا۔ ۱۷۶۹ء میں تو انھوں نے منگلور میں انگریزوں کے خلاف اپنے کارخانے کی مدافعت تک نہ کی تھی۔

اب لے دے کر فرانسیسی ہی ایسے تھے جو ایک طاقتور قوم تھے اور جن کے ہندوستان میں مقبوضات بھی تھے اگرچہ ان کا ایشیائی طاقت بننے کا خواب انگریزوں نے ختم کر دیا تھا تاہم یہ آرزو اب بھی ان کے دل میں پل رہی تھی۔ انگریزوں کے دشمن ہونے کی وجہ سے حیدر اور فرانسیسی ایک دوسرے کے قریب آگئے۔ انفرادی طور پر کچھ فرانسیسی (جیسے الین اور ہیوگل) شروع ہی سے میسوری فوج میں رہے تھے اور بعد میں لالی اور ہیومورن کے زیر کمان تقریباً چار سو سپاہیوں پر مشتمل ایک فرانسیسی دستہ بھی بن گیا تھا۔ بقول باؤرنگ یہ صحیح بھی ہو سکتا ہے کہ "ہندوستانی باشندوں کے ساتھ فرانسیسیوں کا رویہ اور سلوک ان کے موروثی دشمنوں یعنی انگریزوں کے مقابلے میں زیادہ ہمدردانہ تھا۔"[2] لیکن حیدر کی زندگی کے آخری دور میں میسور اور فرانسیسیوں کے تعلقات کی یہ توجیہ سیدھی سادی اور بہت زیادہ سطحی ہے۔ حقیقت میں وہ دونوں کے مشترکہ مفادات تھے جنھوں نے حیدر اور فرانسیسیوں کو متحد کر دیا تھا۔ وہ ماہی کے ذریعے اسے ہتھیار اور فوجی ذخائر فراہم کرتے تھے اور اس کے عوض مالابار میں مخصوص مراعات حاصل کرتے تھے۔ جب ۱۷۷۸ء میں انگلستان اور فرانس کے درمیان اور ۱۷۸۰ء میں حیدر اور انگریزوں کے درمیان جنگ بھڑک اٹھی تو یہ لازمی بات تھی کہ حیدر اور فرانسیسی ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے۔

ہندوستان میں جنگ جاری رکھنے کے سلسلہ میں بہر حال فرانسیسیوں کو مشکلات کا سامنا تھا اس کا سب سے قریبی بحری اساس موریشس تھا جس کو فرانسیسی بحرِ ہند کی کلید سمجھتے تھے لیکن کونکن ساحل سے

(بقیہ پچھلے ص سے)

فرانسیسیوں کے ساتھ مل کر انگریزی بیڑے کو مار بھگانے میں مدد کریں گے اور حیدر کو توپیں، بندوقیں اور گولہ بارود مہیا کریں گے لیکن وہ واضح طور پر اتنے کمزور تھے کہ کوئی مدد نہیں کر سکتے تھے۔ جب نیگاپٹم انگریزوں کے قبضہ میں آگیا تو معاہدہ کی دفعہ ۲ کی رو سے حیدر علی کی فوجوں کو آزادانہ گذرنے کے لیے راستہ دیا گیا اور حیدر علی کی لشکر گاہ میں چار ولندیزی نمائندوں کو معاہدے کے تحت مکمل آزادی اور اختیار حاصل ہوگا۔ MS. EUR. E. ۸۷

۱) پرتگالی دستاویز ۷ (۲) باؤرنگ ص ۱۰۶

تقریباً ڈھائی ہزار میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ ایک ایسا اڈہ جو لڑنے والی فوج فراہم نہ کر سکے اُس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے بلا سپاہی کے فوجی چوکی۔ ہندوستانی سمندروں پر انگریزوں کا تسلط تھا۔ ہندوستان میں فرانسیسیوں کی فوجی طاقت زیادہ نہیں تھی۔ ہندوستان میں انگریزوں پر مؤثر حملے کے لیے ضروری تھا کہ سمندر پر اقتدار حاصل ہو اور کسی طاقتور ہندوستانی حکمران کے ساتھ اتحاد ہو۔ سر رابرٹ ہرلینڈ نے ۱۷۷۱ء میں لکھا تھا کہ "جو یورپی یہاں لنگر انداز ہوئے ہیں اگرچہ وہ تعداد میں کافی ہیں لیکن کسی دیسی طاقت کی مدد کے بغیر ان کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا ہوگا اور ان سے کسی بڑے نقصان کا خدشہ تصوّر نہیں کیا جا سکتا۔"(۱) حیدر کی نومولود بحریہ اتنی کمزور تھی کہ وہ ہفس کے زیرکمان انگریزوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ لیکن آخرکار ۱۷۸۰ء میں ایسا محسوس ہونے لگا تھا کہ یہ کمی پوری ہو جائے گی۔

حیدر نے فرانسیسیوں سے ہمیشہ رابطہ قائم رکھا تھا۔ پانڈیچری میں بیلی کومب کے پاس اس کا وکیل رہتا تھا اور دونوں میں مسلسل خط و کتابت ہوتی رہتی تھی۔(۲) جب حیدر نے کڈپہ پر قبضہ کر لیا اور بسالت جنگ کے دربار میں فرانسیسیوں کا اثر بڑھ گیا تو انگریزوں کو خدشہ ہوا کہ وہ دونوں کورومنڈل ساحل پر بھی روابط

---

(۱) رچمنڈ ص ۵۷

(۲) مدراس کے گورنر وائٹ ہل نے ہیسٹنگز کو ۱۷۸۰ء میں (M.M.C. جلد ۱۹۱ الف) لکھا تھا کہ "مسٹر بیلی کومب سے اسے وہ تمام مدد ملتی ہے جو اس وقت فرانسیسی اسے دے سکتے ہیں۔" C.P.C.V. ۱۶۰۸ مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۷۷۹ء۔ حیدر کی لشکرگاہ میں تعینات ایک خبررساں نے نواب ارکاٹ کو لکھا تھا کہ "چند دن پہلے حیدر نے شاہ فرانس کو ایک خط اور چند تحائف بھیجے ہیں۔ اس کا جواب مورشیس سے اسے موصول ہوا ہے جس کے ساتھ کچھ تحائف بھی ہیں اور وہ ایک جوڑ پستول، تین خانوں والی ایک جوڑ رائفل، ایک قلم تراش چاقو جس کے دستے پر ہیرے جواہرات لگے ہیں اور بڑے عرض کی نفیس سیلہ بانات اور مخمل کے چند ٹکڑے ہیں۔" خط یہ بھی بتاتا ہے کہ مورشس میں ایک طاقتور فرانسیسی فوج بھی جمع ہو گئی ہے۔ ۲۱ اپریل کو پانڈیچری کے کماندار کو جنرل بیلی کرم کا ایک خط موصول ہوا جس میں یہ اطلاع دی گئی تھی کہ کوٹ کرشنا نامی ایک برہمن جو حیدر علی خاں کی لشکرگاہ میں موخرالذکر کا نمائندہ تھا اپنے فرائض کامیابی سے بجا کر اس کے پاس لوٹ آیا ہے۔ اس خدمت کے عوض برہمن کو کرناپلی کے ضلع میں کئی تعلقوں پر مشتمل ایک جاگیر ملی ہے۔ اس کے علاوہ اُسے ایک پالکی، ایک چتر شاہی اور ایک خلعت ملا ہے اور حیدر کے دربار میں اس کی بحیثیت مستقل سفیر کے تقرری ہو گئی ہے۔ جنرل بیلی کرم ماہی سے روانہ ہو چکا ہے اور جلد ہی پانڈیچری کے قلعہ پہنچ جائے گا۔" C.P.C.V. ۹۰۰، مورخہ ۱۵ جون ۱۷۸۰ء۔

قائم کریں گے۔ گنٹور سرکار کو حاصل کرنے کے لیے انگریزوں کی بے تابی کو شاید اس خدشہ سے تحریک ملی تھی(۱) مدراس کی کونسل اور پریسیڈنٹ اس کی بحالی کے سلسلہ میں اتنے متامل تھے جیسے انھیں خوف رہا ہو کہ حیدر اس ضلع پر قبضہ جمانے کی کوشش کرے گا لیکن انگریزوں نے پانڈیچری پر اکتوبر ۱۷۷۸ء میں اور ماہی پر مارچ ۱۷۷۹ء میں قبضہ کرلیا اور اپریل ۱۷۸۰ء میں بسالت جنگ کے ساتھ ایک معاہدہ کرلیا۔

ستمبر ۱۷۷۹ء میں ہی افواہیں گرم تھیں کہ مورشیس سے ایک فوج آرہی ہے لیکن ۹ اکتوبر ۱۷۸۰ء تک واقعتاً ڈی اروس نے مورشیس نہیں چھوڑا۔ اس نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے چینی جہازوں کو روکنے کے خاطر مشرق کی جانب ادھر اُدھر چکر لگایا اور ۲۸ فروری ۱۷۸۱ء کو مدراس پہنچا۔ اس کو ہدایات دی گئی تھیں کہ اپنے آدمیوں کو ساحل پر نہ اتارے۔ اپریل تک واپس آجائے اور وہ صرف ایک سیاسی مظاہرہ کرے جس سے ہندوستانی حکمرانوں کو ہماری حکومت و قوت پر اعتماد ہو سکے"۔(۲) جب وہ وہاں پہنچا تو ساحل پر کوئی انگریزی بیڑا نہیں تھا۔ کوٹ نے پانڈیچری کی طرف پیش قدمی کی جس کے قریب فرانسیسی موجود تھے لیکن حیدر نے ایک متوازی راستہ اختیار کیا۔ فرانسیسی بیڑے کے کڈلور کی شاہراہ کے پاس ہونے اور قرب و جوار کے علاقے میں حیدر کی موجودگی سے کوٹ بڑی خطرناک صورت میں تھا۔ ڈی اروس کو سال کے بہترین موسم میں لنگر انداز ہو کر اپنے دشمنوں کو بھوکا مرتے دیکھنا تھا"۔(۳) یہ صحیح ہے کہ کوٹ نے ان طوفانی کشتیوں کو تباہ کر دیا تھا جو بیڑے کو پانی مہیا کرتی تھیں لیکن ڈی اروس کسی بھی ولندیزی بندرگاہ پر پورٹونوو میں دریا میں جہازوں کی کشتیوں کے ذریعے پانی حاصل کر سکتا تھا۔(۴) حیدر نے اس سے ٹھہرنے کی درخواست کی تھی اور سمندر میں کوئی دشمن بھی نہیں تھا کہ جس کا اسے ڈر ہوتا لیکن ڈی اروس میں جرأت اور حوصلہ کی کمی تھی۔ اس نے بہانہ تراشا اور واپس چلا گیا۔ مورشیس کے گورنر نے لکھا تھا کہ "ایم ڈی اروس کی حیرت انگیز ضد کی وجہ سے جس کی اس وقت حکومت کو اطلاع ملی ہے ہم نے ایک ایسا موقع کھو دیا ہے

---

(۱) بریتھ ویٹ نے ... ہی سے اگست ۱۷۸۰ء میں لکھا تھا (M.M.C. ۱۷۷۹ جلد ۹۸ الف) کہ "مجھے ایک فرانسیسی نے بتایا ہے کہ جب حیدر نے یہ دیکھا کہ بنگال اور مدراس دونوں مالابار ساحل پر اتنی بڑی فوج بھیج رہے ہیں تو اسے اپنی حالت بڑی دگرگوں نظر آئی چنانچہ اس نے کڈپہ اور بسالت جنگ کے علاقہ کو زیر کر کے سمندر میں اس سے رابطہ قائم کرنا چاہا تاکہ وہ پھر فرانسیسیوں کے ساتھ مل کر مشترکہ کارروائی کر سکے اور اس علاقہ کی فتح کے فوراً بعد منگلور سے مورشیس ایک خط بھیجا گیا ہے جس میں مجوزہ اقدامات کا ایک منصوبہ بتایا گیا ہے"۔

(۲) میلسین ص ۹ (۳) میلسین ص ۸ (۴) رچمنڈ ص ۱۰۸، ۱۰۹

جو ہمیں اب بھی نہیں ملے گا جب ہم کورومنڈل ساحل کے پورے طور پر مالک بن سکتے تھے۔"(۱) کہا جاتا ہے کہ اگر اس نے کڈلور میں صرف دو جنگی جہاز چھوڑ دیے ہوتے تو وہ انگریزوں کے لیے مہلک ثابت ہوتے۔

ماہل ڈی اروس ایک بار پھر ۷ دسمبر ۱۷۸۱ء کو موریشس سے روانہ ہوا لیکن ۹ فروری ۱۷۸۲ء کو اس کی موت پر سفرن امیر البحر بن گیا۔ پیری انڈرئی ڈی سفرن تمام فرانسیسی بحری افسروں میں سب سے عظیم تھا لیکن وہ ایک سال دیر سے آیا۔ ہندوستان میں تمام جگہ انگریزوں کی طاقت مستحکم ہو چکی تھی اور حیدر علی کا ستارہ بھی اب عروج پر نہیں تھا۔ مزید برآں ساحل پر انگریزوں کا اپنا ایک بحری بیڑا تھا جو فرانسیسیوں سے کسی طرح کم نہ تھا اور اس کی کمان ایک لائق امیر البحر کے ہاتھ میں تھی۔ سفرن کی نمایاں ممتاز صلاحیت نے "اس زمانے کے واقعات کو نمایاں کر دیا اور اپنی کارکردگی سے واقعات و اشخاص کو ایک غیر قدرتی جلا بخشی اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد وہ تیز رفتار زمانے پر کوئی خاص نقش چھوڑے بغیر غائب ہو گیا۔"(۲)

سفرن کے پاس گیارہ بحری جنگی جہاز تھے جن پر سات سو پچاس توپیں نصب تھیں اور ان میں پانچ ہزار نو سو سترہ جہازی تھے۔ چار دوسرے جنگی جہاز تھے جن میں ایک سو اٹھارہ توپیں تھیں، ۱۳۹۰ سپاہی اور ساڑھے تین سو آدمیوں پر مشتمل تین مستول کشتیاں تھیں، ایک تیل بردار جہاز، ایک شفاخانہ اور آٹھ نقل و حمل کے جہاز تھے جو ۲۲۵۳ یوروپی فوجوں، ۱۱۵۷ KAFNS اور ۴۷ سپاہیوں کو لائے تھے۔ راستے میں فرانسیسی بیڑے نے اس انگریزی جہاز ہنی بال کو پکڑ لیا تھا جو سینٹ ہلینا سے مدراس جا رہا تھا۔ ہغس کے پاس نو بحری جنگی جہاز تھے جن میں پانچ سو اٹھاسی (۵۸۸) توپیں تھیں اور دو جنگی جہاز تھے جن میں ۳۲ توپیں تھیں۔(۳) فرانسیسی بری افواج کی قیادت ڈچی من کر رہا تھا۔ سفرن کا پہلا مقصد یہ تھا کہ وہ اپنی فوجوں کو اتار دے اور تعاقب میں آنے والے جہازوں سے اپنا پیچھا چھڑا لے۔ پانڈیچری سے گذرتے ہوئے اس نے لفٹیننٹ کرنل کناپل (CANAPLE) کو حیدر کے پاس اپنے عزائم سے مطلع کرنے بھیجا۔ تعاقب کرنے والے جہازوں کا راستہ کاٹنے کی انگریزی کوشش کا نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۷ فروری ۱۷۸۲ء کو سدراس میں ایک معرکہ ہوا جو ساڑھے تین بجے بعد دوپہر سے سات بجے شام تک جاری رہا۔ اگرچہ پانچ فرانسیسی کپتانوں نے اس کے احکام کی تعمیل نہیں کی۔ پھر بھی اس نے انگریزوں کو

---

(۱) بحوالہ میلسن۔ بعد کی فرانسیسی کشمکش ص ۹ فرانسیسی بحریہ آرکائیور ایک یادداشت

(۲) پانیکر ص ۶۸ MS.EUR.E.(۳) ۸۷ص ۱۳۰، ۱۳۱

شدید نقصان پہنچایا۔ اس دوران حیدر ونڈی واش کی جانب پیش قدمی کر چکا تھا۔ فرانسیسی فوجیں ۱۰ مارچ ۱۷۸۲ء کو پورٹو نوو میں لنگر انداز ہوئیں۔ حیدر نے بحری بیڑے کو رسد فراہم کی۔ لالی سفرن سے اکثر ملتا رہا تاکہ حیدر کے ارادوں کی وضاحت کر سکے اور معاملات کسی حد تک طے ہو گئے اور حیدر نے سفرن کی تعریف کی[1] تاہم وہ فرانسیسیوں کو ان کا صدر مقام بنانے کے لیے چدمبرم حوالے کرنے پر تیار نہیں ہوا بلکہ ان کو مشورہ دیا کہ وہ کڈلور پر قبضہ کر لیں۔ ۱۳ مارچ کو سفرن حیدر کو اطلاع دینے کے بعد جنوب کی طرف چلا گیا تاکہ وہ ہنس کے لیے آنے والی کمک روک سکے جس سے اس کو کافی تقویت اور ہمت حاصل ہو گئی۔

سفرن کی غیر موجودگی میں غلط فہمیاں بڑھ گئیں۔ فرانسیسی ایک معاہدہ کرنے کے لیے گفت و شنید کر رہے تھے جبکہ حیدر ایک فوری حملہ کرنے کا خواہاں تھا۔ اس نے ایک لاکھ روپیہ بھیج دیا لیکن وہ فرانسیسیوں کی تمام شرائط ماننے کے لیے تیار نہیں تھا۔ تین برہمنوں نے اس کی نمائندگی کی۔ جہاں تک غیر مفتوحہ علاقوں کی تقسیم کا سوال تھا حیدر ان کو سب دینے پر تیار تھا جو اس کا نہیں تھا یا اس کا ہو نہیں سکتا تھا لیکن اس نے تین ہزار یورپیوں کے لیے ماہانہ ایک لاکھ روپیے سے زیادہ دینے سے انکار کر دیا۔ اگرچہ فرانسیسی دینے اور بعد ادائیگی کرنے کا وعدہ کرنے پر تیار تھے۔ حیدر تمام افسروں کی ایک فہرست معہ ان کی تنخواہوں کے چاہتا تھا۔ چنی وائل (CHENNIVILLE) فرانسیسی سفیر طویل گفت و شنید سے تنگ آکر واپس جانا چاہتا تھا لیکن کچھ عرصہ تک حیدر سے اس کی ملاقات نہ ہو سکی اسے واپس جانے کی اجازت نہ مل سکی۔ حیدر نے آخر کار اسے جانے کی اجازت دے دی اور وعدہ کیا کہ معاہدہ کرنے کے لیے وہ ایک سفیر بھیجے گا۔ فرانسیسیوں نے ۴ اپریل کو کڈلور پر قبضہ کر لیا۔ لیکن چونکہ سپاہی بڑی تعداد میں مر رہے تھے اس لیے فرانسیسی فوج منڈی یم پکم کو روانہ ہو گئی[2] بناجی پنڈت اب لشکرگاہ میں حیدر کے سفیر کی حیثیت سے آیا لیکن اس کو فرانسیسی مطالبات

---

(۱) جے بی ص ۱۰۸

(۲) حیدر کو توقع تھی کہ فرانسیسیوں اور میسور کے اتحاد کا مرہٹوں پر کچھ اثر پڑے گا۔ ایک مرحلے پر تو اس نے کھلے دربار میں مرہٹوں کی موجودگی میں فرانسیسی سفیروں کو اس طرح بولنے پر اصرار کیا تھا: "اگرچہ فرانسیسی بحری اور بری جنرلوں نے اپنے خطوط میں ان وجوہ سے آپ کو باخبر کر دیا ہے جو ان کو یہاں لے کر آئے ہیں تاہم مجھ کو آپ کو دوبارہ یہ بتانے کا فرض سونپا گیا ہے کہ بادشاہ سلامت نے اپنی فوجیں اس لیے ہندوستان بھیجی ہیں کہ انگریزوں نے اعلانِ جنگ کیے بغیر پانڈیچری پر قبضہ
(بقیہ اگلے ص پر)

کو آگے بڑھانے کے علاوہ کوئی اختیار حاصل نہ تھا۔ تنخواہ کے سوال نے ناقابل بیان مشکلات پیدا کردیں۔ خاص طور پر جوں جوں یوروپی سپاہیوں کی تعداد گھٹتی گئی۔ حیدر نے خدشہ ظاہر کیا کہ یوروپ میں کسی وقت بھی صلح ہو سکتی ہے اور وہ فرانسیسی امداد سے محروم ہو جائے گا۔ اس نے اس بات پر بھی اصرار کیا کہ جب تک وہ انگریزوں کے ساتھ نبرد آزما ہے، ہندوستان میں فرانسیسی اس کی مدد کرتے رہیں۔ لہٰذا یہ شرط معاہدہ کی راہ میں ناقابل عبور رکاوٹ بن گئی۔

اس اثنا میں طویل مدت سے فوجوں کی تنخواہ کی ادائیگی نہیں ہو رہی تھی جس سے فوج کا نظم و نسق خراب ہو گیا۔ جب ڈچی من نے حیدر سے ملاقات کرنی چاہی تو حیدر نے اس کی راہ میں مزید رکاوٹیں کھڑی کر دیں (۱)۔ بالآخر دونوں فوجیں نندی ونم اور ونڈی واش کے درمیان جمع ہوئیں اور دوسرا دن ملاقات کے لیے مقرر ہوا لیکن حیدر نے یہ بہانہ کرکے کہ انگریز ونڈی واش کی طرف بڑھ رہے ہیں فرانسیسیوں سے ان کے پہلے پڑاؤ پر واپس جانے کی درخواست کی۔ واپسی اتنی جلدی میں ہوئی تھی کہ وہ بھگدڑ معلوم ہوتی تھی اور فوج کے حوصلے پست ہو گئے۔ تنخواہ نہ ملنے پر سپاہیوں نے جنرل کو کوسا اور بعض قلی تو ان کا ساتھ بھی چھوڑ گئے۔

اس تذلیل و تحقیر کے بعد حیدر نے ڈچی من کو دو یا تین بار شرف ملاقات بخشا۔ اس نے فوج سے تو ولڈور میں خیمہ زن رہنے کو کہا اور ڈچی من اور چند افسروں کو اس سے ملنے کی دعوت دی تاکہ وہ ویلور کو جانے والے ایک انگریزی رسد کے قافلے پر اس کے حملے کا مشاہدہ کر سکیں۔ ۲۹ مئی کو ڈچی من روانہ ہوا لیکن ۳۲ گھنٹوں کے سفر کے بعد بھی وہ حیدر کو جا لینے میں کامیاب نہیں ہوا اور تھکا ماندہ اور بیمار واپس ہوا۔

(بقیہ پچھلے ص سے آگے)

لے کے فرانسیسی قوم کو جو صدمہ پہنچایا ہے اس کا انتقام لیا جائے اور ہندوستان کی مختلف قوموں کو استحصال کے بوجھ سے نجات دلانے کے لیے ان کی مدد کی جائے اور ان کے جائز اور قانونی حکمرانوں کو ان کے وہ علاقے واپس دلائے جائیں جن پر دوسروں نے غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے۔ جے۔ بی

(۱) حیدر نے فرانسیسیوں سے مدد کی درخواست کے بغیر پرماکوئل کا محاصرہ کر لیا۔ جب وہ آگئے تو فرانسیسیوں سے یہ کہا گیا کہ وہ پرماکوئل کے دامن میں پڑاؤ ڈالیں جہاں وہ بیکار پڑے رہے۔ یہاں تک کہ پرماکوئل نے اپنے آپ کو سپرد کر دیا۔ ڈچی من کو تب خبر ملی کہ نواب پرماکوئل کے شمال مغرب میں خیمہ زن ہوگا اور وہاں جنرل اس سے ملاقات کر سکے گا لیکن جب ڈچی من ایک دستے کے ساتھ روانہ ہوا تو اسے ایک خبر رساں نے اطلاع دی کہ نواب اپنے لشکر کو واپس لے جا چکا ہے۔

آخر کار وہ ۱۳ ستمبر کو مرگیا اور کمان کومٹے ہافلز (COMTE HOFFLIZ) کے ہاتھوں میں آگئی۔(۱)

دریں اثنا ۲۰ جون کو سفرن اپنی مرمت کا کام پورا کر کے کڈلور میں لنگر انداز ہوا اور اس نے ڈچی من کے لشکر سے گولہ بارود وغیرہ کی کمی کو پورا کیا جس سے اس کی طاقت مزید کم ہوگئی۔(۲) اس نے نیگاپٹم پر قبضہ کر لینے کا فیصلہ کر لیا۔ اس کا نتیجہ ۶ جولائی کو کری کل میں تیسری بحری جنگ کی شکل میں نکلا۔ یہ جنگ غیر فیصلہ کن رہی۔ لیکن اس نے فرانسیسیوں کو ترنکیبر پر حملہ کرنے سے روک دیا۔ سفرن مرمت کے لیے کڈلور لوٹ آیا اور حیدر جو اتنی مدت تک ڈچی من سے ملنے سے کتراتا رہا تھا۔ سفرن سے ملنے کے لیے تیزی سے روانہ ہوا۔ عظیم فرانسیسی امیر البحر کا بہت شاندار استقبال ہوا اور عزت و احترام میں کوئی فروگذاشت نہیں کی گئی۔ ۲۶ جولائی کو ملاقات ہوئی۔(۳) دوسری ملاقات میں حیدر نے ایک فرانسیسی اتحاد پر اپنی مایوسی ظاہر کی اور اپنی طرف سے مرہٹوں سے نپٹنے کے لیے کرناٹک چھوڑنے کے لیے کہا۔ بڑی مشکل سے سفرن نے اسے بسی کی آمد کا انتظار کرنے پر راضی کر لیا۔ سفرن نے اپنی روانگی سے پہلے تمام برطانوی قیدی جن میں ۷۰ افسر اور چار سو سپاہی تھے حیدر کے سپرد کر دیے۔ اس نے مدراس کے گورنر کو قیدیوں کے تبادلے کے لیے لکھا لیکن انگریز تبادلہ میں ان انگریز قیدیوں کی شمولیت بھی چاہتے تھے۔ جو حیدر کے قبضے میں تھے۔ یہ سفرن کی طاقت سے باہر تھا۔ وہ ان کو مورشیس نہیں لے جانا چاہتا تھا اور نہ ہی فرانسیسی فوج کے لیے قیدیوں کی بنا پر مشکلات بڑھانا چاہتا تھا کیونکہ اس صورت میں ان کی حفاظت کے لیے نگراں دستہ مقرر کرنا ضروری ہوتا۔ وہ حیدر کی خیر خواہی بھی چاہتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے مورشیس کے گورنر سوائیک (SOUILLAC) کے نام لکھا تھا: "اس بات سے اس کو مجھ پر بہت اعتماد ہو جائے گا۔ بجائے اس کے کہ میں میکارٹنی، ہفس اور کوٹ کے خطوط کا جواب دوں کہ میں انگریز قیدیوں کو نواب کے حوالے کر رہا ہوں۔"(۴)

---

(۱) ترنکیبر میں فرانسیسی کیپٹن چین (CHANN) ڈچی من کے ایک خط میں لکھتا ہے کہ "جنرل ۹ مئی کو رات میں بیس افسروں کے ساتھ حیدر کے پاس جانے کے لیے روانہ ہوا جس نے اس کے پاس اطلاع بھیجی تھی کہ وہ انگریزوں کا تعاقب کرنے جا رہا ہے جنرل ۴۲ گھنٹے تک گھوڑے پر سفر کرتا رہا لیکن حیدر تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ جب وہ واپس پہنچا تو تھکا ماندہ اور تیز بخار میں مبتلا تھا۔"

(۲) کولمبو دستاویزات بحوالہ رچمنڈ ص ۵ مصدقہ جے۔ بی س ۳۴۱۔

(۳) گماڈرٹ کیٹیلاگ ٹوم، ۲ نمبر ۵۲۷۵۔

(۴) جے۔ بی ص ۳۴۴

سری لنکا میں واقع ترنکوملی پر سفرن کے قبضے کے بعد چوتھی جنگ ۳؍ستمبر کو ہوئی۔ ہفس دوبارہ بندرگاہ پر قابض نہ ہو سکا۔ سفرن کڈلور آیا اور سماٹرا میں واقع اچین کی جانب روانہ ہونے سے پہلے اس نے کچھ فوج اتاری۔ اس نے حیدر سے درخواست کی کہ وہ بسی کا انتظار کرے جس کی آمد نومبر کے آخر تک متوقع تھی۔ حیدر بسی کا انتظار کرتا رہا لیکن وہ ۱۷؍مارچ سے پہلے لنگر انداز نہیں ہو سکا۔ تب تک حیدر وفات پا چکا تھا اور ٹیپو مغربی ساحل پر تھا۔

حیدر نے غالباً محسوس کر لیا تھا کہ وہ سفرن پر اعتماد کرنے میں حق بجانب ہے کیونکہ سفرن نے اس کو بسی کی آمد پر ہونے والی فرانسیسی کارروائی سے یقیناً آگاہ کیا ہوگا۔ وہ منصوبہ سفرن کے الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے: "اگر حیدر اس وقت بھی ارکاٹ میں موجود ہو تو فوجیں مسولی پٹم میں اتریں تاکہ ایک ایسے علاقہ میں وہ تعاون کر سکیں جو اب تک تاراج نہیں کیا گیا ہے اور وہاں سے رسد وغیرہ دستیاب ہو سکتی ہے۔ یہ مسولی پٹم اور پلیا کوٹ پر قبضہ کرے گا اور ساحل کے نچلے علاقے میں مدراس کی جانب پیش قدمی کرے گا تاکہ حیدر کی افواج اور کڈلور کے فرانسیسیوں کے ساتھ مل سکے۔ مدراس پر قبضہ آخری ضرب ہوگی اور صلح کی راہ کھل جائے گی"۔ (سفرن کا خط بنام ڈی کاسٹریز (DE CASTRIES)۔ "جنوب سے کڈلور کی فوج کی طرف سے، شمالی جانب سے بسی کی جانب سے اور مغرب سے حیدر کی طرف سے حملہ ہونے کی صورت میں مدراس پر ۲۵ دنوں کے اندر قبضہ ہو جائے گا"۔ (سفرن بنام پورن مورخہ ۶؍اکتوبر)[1]۔ مجموعی طور پر اس اتحاد نے حیدر اور فرانسیسیوں کو کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچایا بلکہ ان میں اختلافات بڑھا دیے۔ حیدر سفرن کی جرأت، صلاحیت اور لیاقت کی قدر کرتا تھا اور اس کا مداح تھا۔ لہٰذا اس نے اس کے ساتھ بڑا اچھا رویہ رکھا تھا۔ ۳؍مئی کو سفرن نے لکھا تھا کہ "بہادر مجھے کثیر مقدار میں رسد فراہم کر رہا ہے"۔[2] جب سفرن نے

---

(۱) رچمنڈ ص ۳۱۴

(۲) 〃 〃 ۲۲۴ — پیرس میں متعینہ برطانوی سفیر لارڈ ڈورسیٹ نے برطانوی وزیر خارجہ لارڈ کارمارتھن کو مورخہ ۱۳؍جولائی ۱۷۸۵ء کو لکھا تھا کہ "میرا خیال ہے کہ ٹیپو کے پاس سفیروں کو اس مقصد کے لیے بھیجا گیا ہے تاکہ وہ ٹیپو سلطان سے ۸ لاکھ کی وہ رقم معاف کروالیں جو کہ فرانسیسیوں نے اس کو سامان اور رسد وغیرہ کی ادا کرنی ہے۔ یہ رسد اور سامان ٹیپو سلطان نے سفرن کے بیڑے کو فراہم کیا تھا جبکہ وہ جنگ میں حصہ لے رہا تھا"۔

مجھے یہ برطانوی آرکائیوز کا اقتباس ٹیپو سلطان (۱۷۹۹—۱۷۹۳) پر ڈاکٹر ایس۔ کے۔ دت کے لندن یونیورسٹی ڈاکٹریٹ کے غیر مطبوعہ مقالہ سے ملا ہے۔

ستول وغیرہ بنانے کے لیے لکڑی چاہی تو حیدر ان کو منگلور میں تیار کروا کر بھجوانے پر رضامند ہوگیا۔ یہ حیدر کے مفاد میں تھا کہ فرانسیسی بیڑا ساحل پر موجود رہے۔ اس فوجی ضرورت کا خیال اور ذاتی احترام کی وجہ سے سفرن سے اس کے ذاتی تعلقات نہایت خوشگوار ہوگئے لیکن وہ دوسرے فرانسیسی قائدین کو بہت کم پسند کرتا تھا اور ان کا بہت کم احترام کرتا تھا۔ دی اروس کی روانگی نے حیدر کے ذہن میں ان کی جانب سے بداعتمادی پیدا کردی تھی۔ دس ہزار آدمیوں پر مشتمل ایک فوج کی یقین دہانی کے بعد محض تین ہزار کے ساتھ ڈچی من کی آمد نے اسے ایک بار پھر مایوس کردیا۔ اس کم تعداد فوج کے پیش نظر حیدر یہ چاہتا تھا کہ وہ اس کی ملازمت میں آجائیں جیسے لالی اور اس کے دستے نے کیا تھا۔[1] یہ فطری بات تھی کہ فرانسیسی اس پر راضی نہیں ہوسکتے تھے۔ وہ امدادی فوج یا حیدر کی پالیسی کے آلہ کاروں کی حیثیت سے نہیں آئے تھے۔ ان کے اس ملک میں اپنے عزائم اور مقاصد تھے اگرچہ حیدر کا خیال درست تھا کہ ان کی طاقت ان کے دعووں کے برابر نہیں ہے۔ وہ ایک معاہدہ کی بات کرتے تھے کہ "کولیرون سے کرنگل، چٹپٹ اور تیاگڑھ تک کا تمام علاقہ اور اپنے تمام قلعے اور وڑگ ان کے حوالے کردیے جائیں اور (حیدر) ان کے لیے پانڈیچری دوبارہ تعمیر کرے اور دس ہزار سپاہیوں کو ان کی کمان میں دے دے اور ان کی اور حیدر کی فوجیں الگ الگ رہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ زمین مالابار ساحل پر حاصل کی جائے جس کی قیمت کم سے کم ایک لاکھ پگوڈا ہو"[2] وہ اس وقت تک لڑنا نہیں چاہتے تھے جب تک ایک معاہدہ کے ذریعے ان کی باہمی ذمہ داریاں واضح نہ ہو جائیں۔ نہ ڈچی من اور ہافلز ایسی ہستیاں تھیں جو حیدر کا احترام حاصل کرسکتے اور نہ ہی ان کی فوج اتنی بڑی تھی کہ وہ ان کو قابلِ عزت سمجھتا۔ حیدر نے ان کے انتظام و انصرام، ان کی رسد اور اسپتالوں کے اخراجات کی شکایت کی اور اس نے تحقیر آمیز انداز میں تبصرہ کیا کہ وہ نہیں جانتا تھا کہ سفید فام سیاہ فاموں سے زیادہ کھاتے ہیں۔ مارچ سے اکتوبر ۱۷۸۲ء تک اس نے ان کو ۵ لاکھ روپیے سے زیادہ فراہم نہیں کیے تھے۔[3]

فرانسیسی بری فوج کی نااہلی اور روپیے کے مسلسل مطالبہ نے اس کو حیدر کی نگاہ میں اور بھی حقیر بنا دیا تھا۔ ایک مدت تک فرانسیسی امداد کی امید پر وہ کرناٹک میں رکا رہا جب کہ وہ کسی دوسری جگہ جاسکتا

---

(۱) SEE. PROGS ۲۷ اگست ۱۷۸۲ء ص ۲۰۶، ۲۰۷

(۲) " " " " " "

(۳) جے۔ بی ۲۹۹

تھا جہاں اسے زیادہ فائدہ ہوتا۔ اگر حیدر نے کڈلور میں چھوٹی سی فرانسیسی فوج کی حفاظت نہ کی ہوتی تو انگریز اسے تباہ کر دیتے۔[1]

اس نے ایک بار غصّے سے پورن سے کہا تھا کہ انگریز اس سے صلح کرنے کے لیے تیار ہیں بشرطیکہ وہ فرانسیسیوں سے قطع تعلق کرے۔ اس کو شکایت تھی کہ فرانسیسی ایک کمزوردل قوم ہیں جن کا کوئی کردار نہیں ہے اور جن کو اپنے وعدوں کا کوئی پاس نہیں ہے۔[2] حقیقت یہ ہے کہ حیدر اور فرانسیسی ایک دوسرے کے ساتھ صرف اس وقت تک تعاون کرنے پر تیار تھے جب تک کہ ان کے مفادات مشترکہ تھے۔ ان میں کوئی پائدار اور ٹھوس تعاون ناممکن تھا کیونکہ حیدر انگریزوں کو ہندوستان سے نکال کر فرانسیسیوں کا تسلّط برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔

---

(۱) اگر اس فوج کی نگرانی کی ضرورت نہ ہوتی تو وہ یقیناً شمالی صوبوں نیں لوٹ مار کرکے ان کو تباہ کر سکتا تھا اور اپنے مالی نقصان کی تلافی کر سکتا تھا۔ اس کے علاوہ وہ مالابار بھی جا سکتا تھا۔ زیادہ تر انگریزوں کی جارحیت اور سرگرمیاں تیز تر تھیں۔ (پورن بنام سفرن مورخہ ۳ اکتوبر ۱۷۸۲ء)

(۲) جے۔ بی ۱۴۳

شروع شروع میں بیشتر ایسے مواقع پیدا ہوئے جن سے جذبات بھڑک اٹھتے تھے۔ ایسے ایک واقعہ کی طرف ایک برطانوی نمائندہ ڈینیل فلپس نے اپنے خط میں لکھا ہے۔ یہ خط ۱۲ اپریل ۱۷۸۲ء کا لکھا ہوا ہے: "غالباً ۲۷ مارچ کو چدمبرم کے پگوڈا میں حیدر کے آدمیوں اور فرانسیسیوں کے درمیان ایک تنازعہ کھڑا ہو گیا۔ فرانسیسی اپنا پرچم اس پگوڈا پر لہرانا چاہتے تھے برہمن نے ان کو مطلع کیا کہ وہ اپنے آقا کے حکم کے بغیر اس کی اجازت نہیں دے گا جس پر ایک فرانسیسی افسر نے تلوار نکال لی اور برہمن کو تین چار جگہ سے کاٹ دیا۔ جب اس کی تفصیل حیدر کو بھیجی گئی تو اس نے حکم دیا کہ فرانسیسیوں اور ان کا ساز و سامان پگوڈا سے باہر نکال دیا جائے۔ جس پر عمل کیا گیا اور فرانسیسی قلیوں کی مدد سے اپنی توپ پورٹونوو واپس لے جانے پر مجبور ہو گئے۔

SEE. PROGS مورخہ ۱۲ اپریل ۱۷۸۲ء ص ۱۰۰۱

باب ۲۶
شہری نظم و نسق

حیدر ایک طاقتور مطلق العنان فرمانروا تھا لیکن وہ نئی نئی راہیں نکالنے والا حکمراں نہیں تھا۔ اس نے اپنی حکومت میں عموماً تسلیم شدہ روایات اور ہر خطّے کے مقامی قوانین اور روایات ہی پر عمل کیا۔

میسور میں اس نے ویدیاروں کی نام نہاد حکومت کو برقرار رکھا۔ دسہرے کے سالانہ تیوہار کے موقع پر راجہ یا کرتار کو جو کہ سرنگاپٹم کے حکمراں کا لقب تھا عوام کے سامنے آنے کی اجازت دی جاتی تھی۔ ایک غیر ملکی مشاہد لکھتا ہے کہ "ستمبر ۱۷۸۱ء کے آخری زمانے تک ایک عظیم دعوت منعقد ہوئی جس میں میسور کا راجہ موجود تھا۔ وہ تقریباً ۱۲ برس کا بچہ تھا۔ اس شاہی قیدی کو عوام کے سامنے صرف تیوہاروں کے موقعوں پر ظاہر ہونے کی اجازت دی جاتی ہے"۔[1] حیدر نے "دلوائی" اور "سرواد ھیکاری" کے اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لیے تھے۔ ۱۷۷۲ء کے ایک کتبہ میں اس کو "کاریہ کرتا" یا "دلی بادشاہ" کہا گیا ہے۔[2] اس لحاظ سے ویدیار راجہ سرکاری قیدیوں کے طور پر غالباً حیدر کے لیے اسی طرح مفید تھے جس طرح ستارا کے رام راجہ اور اس کے جانشین پونا کے پیشواؤں کے لیے اور ۱۷۶۲ء کے بعد

---

(۱) ایشیا میں جنگ، دوم ص ۴۹: وہ ٹیپو کے استحکامِ حکومت کے دوران ۱۷۸۳ء کے دسہرہ کے تیوہار میں اس نام نہاد بادشاہ کے سامنے خراجِ عقیدت پیش کرنے کے بارے میں بھی لکھتا ہے۔

(۲) میسور آرکیالوجکل رپورٹ ۱۹۲۴ ص ۵۶ - ۵۸

دہلی میں شاہ عالم ثانی مہادجی سندھیا کے لیے کارآمد تھے۔ اس طرح اس نے روایت سے قطعی انحراف نہیں کیا تھا اور نام نہاد حکمراں کی موجودگی میں اس نے اپنی غصب شدہ حکومت کے لیے جواز حاصل کرلیا تھا۔

چکا کرشنا راجہ ویدیار کی حکومت کے دوران ہی (۱۷۳۴ء تا ۱۷۶۶ء) حیدر نے اپنی طاقت مستحکم کرلی تھی۔ اس کے بعد نام نہاد جانشینی کا شرف اس کے بڑے بیٹے ننجاراجہ ویدیار (۱۷۶۶ء تا ۱۷۷۰ء) کو ملا لیکن وہ اچھا کٹھ پتلی حکمران ثابت نہیں ہوا کیونکہ اس نے ایک مرحلہ پر مرہٹوں کے ساتھ سلسلہ جنبانی شروع کردی تھی۔ آخر کار ۱۷۷۰ء میں اس کا گلا گھونٹ دیا گیا[1]۔ اس کا بھائی چمارا جہ ویدیار کو کٹھ پتلی حکمراں بنایا گیا اور ۱۷۷۶ء میں اپنی موت تک ایک نام نہاد حکمران بنا رہا۔ چونکہ وہ لاولد مرگیا تھا اس لیے مختلف شاہی خاندانوں کے بچوں کو اکٹھا کیا گیا اور ان میں سے حیدر نے ایک کو بلا جواز چن لیا۔ اس شہزادہ کا بھی نام چمارا جہ تھا اور یہ حیدر کی موت کے بعد تک زندہ رہا۔ حیدر بڑی آسانی سے اس قصے کو ختم کرسکتا تھا جو بعض مشاہدین کے نزدیک محض وقت گذاری کا کھیل تھا۔ وہ پوری طرح مستحکم و مضبوط تھا لیکن غالباً وہ سمجھتا تھا کہ یہ ڈھونگ اس کی اکثریت ہندو رعایا کو مطمئن رکھے گا۔ سفارتی گفت و شنید میں جب بھی کبھی اس کی جارحانہ پالیسی متقاضی ہوتی وہ سابقہ معاہدوں کی بنیاد پر دعوے کرتا تھا کیونکہ نظریاتی طور پر بہرحال اس کی حکومت ویدیار کی حکومت تھی۔ ترچناپلی پر اس نے بار بار میسور کے حکمرانوں کے حق کا حوالہ دیا۔

حیدر کی قدامت پسندی اس کے سکوں میں بھی ظاہر ہے۔ اس کا سب سے پہلا سکہ نام نہاد بہادری پگوڈا تھا۔ وہ بڈنور کے پہلے اکیری راجہ کے پگوڈا کی نقل تھا جس نے خود وجیانگر کے سداسیو راجہ کے پگوڈا کی نقل کی تھی۔ حیدر سکہ جاری کرنے کے مقتدر حق کا پہلی بار مظاہرہ میسور میں نہیں بلکہ بڈنور میں کرتا ہے جس کا نام اس نے حیدر نگر رکھا تھا اور جہاں مشہور حیدری پگوڈا اور FANANS ڈھالے گئے تھے۔ میسور میں وہاں کے لوگ صدیوں سے اپنے گھروں اور بازاروں میں جو سونے کا سکہ دیکھتے آئے تھے اس پر ہندو دیوتا کی شکل بنی تھی اور دوسری طرف اس کی بیوی پاروتی کی شکل کندہ تھی۔ حیدر نے ان ہندو دیوتاؤں کی شکلوں کو سکوں میں برقرار رکھ کر شاندار رواداری اور انتہائی احتیاط کا مظاہرہ کیا۔ حیدری پگوڈا میں فارسی رسم خط میں اس کے دستخط کندہ تھے۔ پچھلی طرف آدھے پگوڈا میں بیٹھے ہوئے وشنو کی شکل بنی تھی اور اس کے داہنی جانب ایک چکر تھا اور اس کے بائیں طرف ایک سنکھ تھا۔ پشت کی جانب حیدر کے پہلے نام کا حرف "ح" ایک دانے دار جگہ میں کندہ تھا۔ چتل ورگ میں اس نے بیدر کے پائیگار کے نمونے کو اپنے سکوں میں اپنایا تھا۔

---

(۱) ولکس جلد دوم ص ۱۵۲

بہرکیف: بیدر پالیگار نے کرشنا رائے کے وجیانگر کے نمونے کی تقلید کی تھی۔ گوٹی میں حیدر کا جاری کردہ پگوڈا مرار راؤ کے سکے کی نقل تھا۔ وہ اس ٹکسال کے ایک سابق مغل پگوڈا کا ایک مکرر جاری کردہ پگوڈا تھا۔ سکے جو کناری اعداد کے جاری کیے گئے تھے وہ میسور کے راجاؤں کے سکوں جیسے مکرر اجرا تھے۔ چار خانے دار پشت پر حیدر کے نام کے ابتدائی حروف پائے تو جاتے ہیں لیکن ان سے یہ اشارہ نہیں ملتا کہ وہ حیدر کے جاری کردہ تھے یا ٹیپو کے جاری کردہ۔ سابقہ سکوں کی نقل کرنے کی حیدر کی پالیسی ہر جگہ ملتی ہے۔ سنہ ۹۰ھ (۱۷۷۶ء) کے ایک سکے میں ایک ہاتھی کی شکل دیکھی جا سکتی ہے جسے آگے بڑھتے ہوئے دکھایا گیا ہے اور اس کی دم اوپر کی طرف اٹھی ہوئی ہے۔ اس گج پتی پگوڈا کا آغاز میسور کے گنگا خاندان کے عہد میں ہوا تھا۔ کالی کٹ میں نقلوں کے دائرہ میں حیدر کے طغرے والا ہن اور ادّا ہن مشہور ہو گیا تھا۔ مالابار میں حیدر سے پہلے طلائی FANAMS جو کنانور اور ویراری کہلاتے تھے کثرت سے استعمال ہوتے تھے میسور کی حکومت کے قیام کے بعد حیدر نے حکم جاری کیا کہ FANAM کے ایک جانب فارسی حرف "ح" کندہ کیا جائے لیکن اس نے اس کا خیال رکھا تھا کہ حیدری FANAM ویراری سے اور کسی طرح مختلف نہ ہو نسبتاً بہت کم قسمیں حیدر نے جاری کی تھیں۔ سنہ ۱۱۹۵ ہجری (۸۱-۱۷۸۰ء) میں حیدر نے تانبے کے پیسے (ڈوڈو) سرنگاپٹم میں جاری کیے جس کے چہرے کے رخ پر ہاتھی کی شکل کندہ تھی۔ اس کے ذاتی اقتدار کا صرف نشان "ح" تھا۔ اس نے پگوڈوں اور فنم میں ہندو سکوں کو اختیار کیا تھا۔ اس کے بیٹے ٹیپو نے "مہر" اور روپیہ کا طریقہ رائج کیا تھا۔ رام چندر راؤ کے مطابق حیدر نے نگر میں چاندی کے روپیے چلائے تھے لیکن یقیناً یہ ایک غلطی ہے۔ "حیدر کے جاری کردہ روپیے سکوں کے ماہرین کے علم میں نہیں ہیں۔" چاندی کے سکے پہلی بار ٹیپو نے جاری کیے تھے جس نے سلطانی اشرفی بھی جاری کی تھی اور اس نے مقامی ناموں کے علاوہ عربی حروف استعمال کیے اور ٹکسال کے شہروں کو نئے اور غیر معروف نام دیے۔ ٹیپو کی سلطانی اشرفی میں تحریر تھا: "دین احمد در جہان روشن! ز فتح حیدر است" یعنی پیغمبر کا دین حیدر کی فتوحات کی وجہ سے دنیا میں روشن ہو گیا ہے لیکن حیدر جس کے نام کو اس کے بیٹے نے زندہ جاوید کرنا چاہا تھا اپنے جانشین کی طرح طمطراق والا نہیں تھا۔(۱)

حیدر کے دورِ حکومت میں مغربی مشاہدین کے مطابق ملکی نظم و نسق میں "ایک ایسی مضبوطی نظر آتی ہے

---

(۱) ایلن۔ ہندوستانی میوزیم میں سکوں کا کٹیلاگ جلد چہارم۔
جے، آر، ہینڈرسن۔ حیدرعلی اور ٹیپو سلطان کے سکے۔
رائس۔ میسور اور کورگ گزیٹیر جلد اوّل ضمیمہ

جس کی ہندوستان میں مثال نہیں ملتی"۔ اس مضبوطی کا واحد سرچشمہ اس کے حکمراں کی صلاحیت ولیاقت تھی۔ ڈی لاتور حیدر کی روزانہ مصروفیات کے بارے میں اس طرح لکھتا ہے:

"حیدر عموماً نصف شب کے بعد آرام کرنے جاتا ہے اور صبح ۶ بجے بیدار ہو جاتا ہے۔ جیسے ہی وہ اٹھتا ہے گذشتہ شب و روز کے فرائض انجام دینے والے فوج کے میجر اور جوان کی جگہ لیتے ہیں داخل ہوتے ہیں، روئداد پیش کرتے ہیں، وزیروں اور جنرلوں کو پہنچانے کے لیے احکامات حاصل کرتے ہیں تو وہ خود بھی اس کے کمرے میں داخل ہونے کا شرف رکھتے ہیں۔ جب کسی غیر معمولی یا اہم واقعہ کی خبر اس کو پہنچانی ہو، پیغام رساں بھی رات یا صبح اس کے پاس آتے ہیں اور اپنے مراسلات اس کے قدموں میں رکھتے ہیں۔ آٹھ اور نو بجے کے درمیان وہ اپنی رہائش گاہ چھوڑ دیتا ہے اور ایک کمرے میں جاتا ہے جہاں سکریٹریوں کی ایک بڑی تعداد اس کی آمد کا انتظار کر رہی ہوتی ہے۔ ان کے ہاتھوں میں وہ موصول شدہ مراسلات و خطوط دے دیتا ہے اور ان کو جوابات کے لیے ہدایات دیتا ہے۔ اس کے بیٹے اعزا اور وہ امرا جو اس کے قرب کا شرف رکھتے ہیں داخل ہوتے ہیں اور اگر نو بجے کا وقت ہوتا ہے تو وہ معمول کے مطابق ناشتہ کرتے ہیں۔ اگر اسے فرصت ہوتی ہے تو وہ جھروکے پر ظاہر ہوتا ہے اور اپنے ہاتھیوں کی سلامی لیتا ہے دوپہر کے کھانے کے بعد جو تقریباً ساڑھے دس بجے ختم ہو جاتا ہے حیدر دربار عام میں داخل ہوتا ہے اور اگر فوج میں ہوتا ہے تو بڑے خیمے میں آتا ہے۔ وہ تمام لوگ جن کو اجازت ہوتی ہے یا جن کی رسائی ہوتی ہے اور جن کی تعداد کافی بڑی ہوتی ہے آسکتے ہیں اور وہ لوگ جنھیں کوئی داد فریاد کرنی ہوتی ہے عصابرداروں کے ذریعے انھیں پیش کر سکتے ہیں یا اپنی درخواست ان افسروں کے ہاتھوں میں دے دیتے ہیں جو انھیں افسر اعلیٰ کے پاس لے جاتے ہیں اور جو انھیں حکمرانوں کے قدموں میں رکھ دیتا ہے جہاں انھیں فوراً پڑھا جاتا ہے اور ان کا جواب دیا جاتا ہے۔ یہاں یہ رواج نہیں ہے کہ جب حاکم باہر جائے تو اسے عریضے پیش کرکے اسے روکا جائے جب تک کہ معاملہ انتہائی فوری اور غیر معمولی نہ ہو۔ دربار عام میں تیس یا چالیس سکریٹری اس کے بائیں جانب دیوار سے لگ کر بیٹھتے ہیں جو مسلسل لکھتے رہتے ہیں پیغام بر تقریباً ہر لمحے پر آتے رہتے ہیں اور بڑے شور و شغب کے ساتھ ان کو فرمانروا کے قدموں تک پہنچایا جاتا ہے۔ جہاں وہ اپنے مراسلات رکھتے ہیں۔ ایک سکریٹری جھک کر اس پلندہ کو اٹھا لیتا ہے اور حکمران کے سامنے اپنی کہنی کے سہارے بیٹھ کر اسے کھولتا ہے اور خط پڑھتا ہے۔ حیدر فوراً جواب لکھواتا ہے اور پھر خط ایک وزیر کے دفتر بھیج دیا جاتا ہے۔ مشرقی حکمرانوں کی روایات کے برعکس جو مہر لگا کر اپنا نام اس پر ثبت کرتے ہیں حیدر ان پر اپنے دستخط کرتا ہے اور اس کے علاوہ بہت سے نجی احکامات پر بھی دستخط کرتا ہے۔ بہت سے

مصنفین اس کے برعکس باتیں لکھتے ہیں جس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ انھیں حیدر کو زیادہ دیر تک قریب سے دیکھنے کا موقع نہیں ملا ہے۔ وزراے دفتر سے جاری کردہ احکامات پر بڑی مہر کے سوا اور کوئی دستخط نہیں ہوتے اور مراسلہ کو متعلقہ وزیر کی ذاتی مہر سے بند کیا جاتا ہے۔ وہ خطوط جن پر حیدر کے دستخط ہوتے ہیں ان کو حیدر کی مہر سے بند کیا جاتا ہے جس کا نگران سکریٹری اعلیٰ ہوتا ہے۔ اس دربار میں وزرا، جنرل سفراء اور دوسرے بڑے لوگ شاذو نادر ہی حاضر ہوتے ہیں جب تک کہ ان کو حکم نہ دیا جائے یا کوئی اہم معاملہ نہ ہو۔ یہ ان کے وقار و عزت کی ایک ممتاز خصوصیت ہے کہ وہ حکمراں کی خدمت میں صرف شام کو حاضر ہوتے ہیں جب اہم آدمیوں کے سوا اور کسی کو داخلہ کی اجازت نہیں ہے۔ یہ ملاقات تین بجے کے بعد تک جاری رہتی ہے جو اس کے سونے کا وقت ہے اور وہ تب اپنی رہائش گاہ چلا جاتا ہے . . . . ساڑھے پانچ بجے کے قریب وہ پھر دربار عام یا کسی بڑے کمرے میں داخل ہوتا ہے جہاں وہ بیٹھ کر اپنی فوجوں کو قواعد کرتے اور اپنی سوار فوج کو صفیں بناتے دیکھتا ہے۔ سکریٹری خطوط پڑھنے یا لکھنے میں مشغول رہتے ہیں۔ بڑے وزراء سفراء نواب سے صرف رات میں شرفِ ملاقات حاصل کرتے ہیں۔ عام طور پر ہر رات ایک ناچ رنگ کی محفل جمتی ہے جو آٹھ بجے سے شروع ہوتی ہے اور گیارہ بجے رات تک جاری رہتی ہے۔ حیدر کو اسٹیج کی تفریح پسند نہیں آتی اور وہ اپنے وزراء اور سفراء سے گفت وشنید اور معاملات پر بحث و مباحثہ کرتا ہے۔ بعض اوقات وہ رازدارانہ انداز میں ایک کابینہ سے گفتگو کرتا ہے اور صبح کی طرح کام کرنے کا سلسلہ جاری رکھتا ہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے گویا وہ کوئی کام نہیں کر رہا۔ جب وہ ایک ماہ تک لشکر گاہ میں یا کسی دوسرے شہر میں رہنے پر مجبور ہو جاتا ہے تو وہ عام طور سے ہفتہ میں دو بار شکار کے لیے جاتا ہے۔"(۱)

عیسائی مشنری سوارٹز بھی اس بات کی تائید کرتا ہے کہ حیدر کے دربار میں کام نہایت مستعدی، تیزی اور باقاعدگی سے ہوتا ہے۔ لیکن وہ کہتا ہے کہ حیدر خود لکھ پڑھ نہیں سکتا۔ وہ ایک آدمی خط لکھنے اور پھر اسے اس کے سامنے پڑھنے کے لیے حکم دیتا تھا پھر وہ دوسرے آدمی کو دوبارہ پڑھنے کا حکم دیتا، تاکہ وہ یہ معلوم کر سکے کہ اس کی ہدایات صحیح طریقے سے تحریر کی گئی ہیں یا نہیں۔(۲) لیکن ڈی لاتور بہت زور دے کر حیدر کے خطوط پر دستخط کی طرف حوالہ دیتا ہے لیکن وہ صرف اپنے نام کا پہلا حرف "ح" ہی دستخطوں میں استعمال کرتا تھا۔(۳)

---

(۱) M.M.D.L.T. ص ۱۷—۲۴

(۲) ولکس جلد دوم ضمیمہ ثانی

(۳) رائیس جلد اول ص ۳۹۶ النعام دفتر میں ایک جاگیر کی طرف حوالہ

مرکزی انتظامیہ اٹھارہ شعبوں پر مشتمل تھا۔ چکا دیوا راجہ ویدیار نے اپنی بادشاہت کو دو حصوں میں بانٹ دیا تھا جن کے الگ الگ صدر مقام میسور اور سرنگاپٹم قائم کیے تھے اور اس نے اٹھارہ شعبے قائم کیے تھے۔ یہ شعبہ جاتی تنظیم حیدر نے بھی برقرار رکھی تھی:

۱۔ اٹھاونم یا محکمہ مال: پالیگاروں وغیرہ سے محصول کا جمع کرنا۔ انتظام و انصرام اور حسابات کا ذمہ دار تھا اور افسران اور عملہ کی تقرری کے اختیارات رکھتا تھا۔

۲۔ کنداچرم: فوجی حسابات کا شعبہ جو پیادہ فوج کے معاملات کا ذمہ دار تھا اور فوجی افسروں سرداروں وغیرہ کے تقرر کے اختیار رکھتا تھا۔

۳۔ چھا گلاکنداچرم: فوجی حسابات کا محکمہ جو سوار فوج سے متعلقہ معاملات کا ذمہ دار تھا اور سلطنت کے مختلف علاقوں میں محافظ افواج کی دیکھ بھال کے اختیارات رکھتا تھا۔

۴۔ سنکام: درآمدات برآمدات سے متعلق کسٹم کا محکمہ۔

۵۔ دیوا ستھنم: مذہبی اوقات مثلاً مندر کی جائدادیں وغیرہ مندر کی آمدنی وغیرہ کا محکمہ۔

۶۔ پومّو: پارچہ جات پر محصول لگانے اور وصول کرنے کا محکمہ۔

۷۔ میسور ہبالی وچارنا چوڑی: یہ وہ محکمہ تھا جو میسور کے دائرہ اختیار میں صوبوں کے تمام حسابات اور انتظامیہ سے متعلق تمام خط وکتابت کا مرکزی دفتر تھا اور اس سے متعلق تمام مراسلات بادشاہ کے سامنے احکام کے لیے پیش کیے جاتے تھے جن کو الگ الگ مضامین کے مطابق تقسیم کرکے دوسرے محکموں کو بھیج دیا جاتا تھا۔

۸۔ پٹنم ہبالی وچارنا چوڑی: مذکورہ بالا محکمہ کی طرح یہ بھی سری رنگاپٹم کے دائرہ اختیار میں واقع صوبے کے معاملات کی دیکھ بھال کرتا تھا۔

۹۔ میسور بیہم چوڑی: یا محکمہ اطلاعات عامہ جو صوبۂ میسور کے ہرگاؤں کے روزمرہ کے واقعات سے متعلق اطلاعات وصول کرتا تھا۔ اطلاعات مقامی افسروں کے ذریعے حاصل کی جاتی تھیں جنھیں وہ ہرکاروں کے ذریعے پرگنہ کے صدر مقام کو بھیج دیا جاتا تھا اور وہاں سے آخر کار اسے مرکزی دفتر یا دفتر اطلاعات عامہ یعنی بیہم چوڑی بھیج دیا جاتا تھا۔

۱۰۔ سرنگاپٹم بیہم چوڑی: مذکورہ بالا محکمہ کی طرح سری رنگاپٹم کے دائرۂ اختیار میں واقع صوبے کا محکمہ تھا۔ مرکزی محکمہ ڈاک اسی محکمہ سے متعلق تھا۔

۱۱۔ اوالکو چوڑی: یہ وہ محکمہ یا دفتر تھا جہاں ریاست کے بڑے بڑے دفاتر اور شعبوں کے متعلق

حسابات اور خط و کتابت کی جانچ پڑتال کی جاتی تھی اور رپورٹ بادشاہ کو پیش کی جاتی تھی جو روزانہ دفتر میں آتا تھا۔ یہ شعبہ بادشاہ کے محل کے قریب واقع تھا۔

۱۲۔ پٹشم چوڑی: یہ مرکزی عدالت تھی جہاں تمام دیہی و شہری مقدمات سنے جاتے تھے اور جہاں وجئے نیسور! قوانین کے مطابق فیصلے کیے جاتے تھے۔ اور سزائیں دی جاتی تھیں۔

۱۳۔ ڈوڈا اگرانم یا تجارتی (مدنی) محکمۂ اسٹور: جہاں شہر میں غلہ کی درآمدات اور دوسرے ذخائر کے حسابات رکھے جاتے تھے۔ فوج، مندروں CHANLTRIES اور عوام نے اجناس میں سے کس قدر خرچ کیا۔ اس کے حسابات تیار کیے جاتے تھے اور محفوظ رکھے جاتے تھے۔

۱۴۔ کھبیسم چوڑی یا فوجی ذخائر کا محکمہ: جہاں فوجی ساز و سامان مثلاً توپوں، رائفلوں، بارود، توپ کے گولوں، تلواروں، تیروں وغیرہ سے متعلق حسابات، مختلف محافظ افواج اور فوجی ڈیژنوں میں ان کی تقسیم کا ریکارڈ رکھا جاتا تھا۔ اسلحہ جات کی مرمت کا کام اسی محکمہ کی ذمہ داری تھی۔

۱۵۔ اُرُو۔ ہیالی چوڑی (محکمۂ امور خارجہ)۔ یہ ان چھاؤنیوں کا نظم و نسق سنبھالتا تھا جہاں غیر ملکی فوجیں رکھی جاتی تھیں۔ عام طور پر یہ غیر ملکیوں کی دیکھ بھال کا ذمہ دار تھا۔

۱۶۔ چکاّ وسٹری یا بادشاہ کی ذاتی حفاظت کا شعبہ۔

۱۷۔ ارازوبیگی یا انتی الیگم سکریٹری کا دفتر: اس دفتر کا فرض یہ تھا کہ وہ حکومت سے متعلق تمام کاموں اور افسروں کے رویّہ کی روئدادیں وصول کرے اور ان پر غور کرے۔ ان کو بادشاہ تک پہنچائے اور اس کے احکام حاصل کرے۔

۱۸۔ اسٹاگرامم چوڑی یا محکمہ زراعت: جو فوجی محافظ دستوں کو رسد کی فراہمی کا ذمہ دار تھا۔ غلہ کی پیداوار سے متعلق ریکارڈ وغیرہ وہاں رکھے جاتے تھے اور محکمہ کی طرف سے رعایا کو کاشتکاری وغیرہ کے معاملات میں مشورے دیے جاتے تھے (۱)

حیدر نے ان انتظامات کو تقریباً پوری طرح باقی رکھا۔ حکومت کے مدنی معاملات میں دو سب سے اہم محکمے مالیات اور پولیس تھے۔ اس کا پہلا دیوان یا وزیر مالیات کھانڈے راؤ تھا۔ جیساکہ سب کو معلوم ہے اس نے حیدر کے خلاف سازش کی اور ناکام رہا۔ کھانڈے راؤ کا جانشین ایک دوسرا برہمن وینکٹ اپاّ تھا جو ۱۷۶۵ء میں مرگیا۔ ملازمت کے دوران اس نے جو دولت حاصل کی تھی وہ ضبط کرلی گئی اور اس کی ایمانداری

---

(۱) میکنزی مخطوطہ سری رنگا پٹم کا بیان

کی وجہ سے اس کے خاندان کو اذیت نہیں دی گئی۔ ایک اور برہمن چناّ اس کا جانشین ہوا جس کی ۱۷۶۹ء میں املاک ضبط کرلی گئی اور اسے برخواست کر دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا جانشین ایک نوایت اسد علی خاں ۱۷۷۷ء میں سخت اذیت کی بنا پر مرگیا۔ دوسرا آدمی بھی ایک نوایت صلاحیت خاں تھا۔ وہ اس منصب کا اہل نہیں پایا گیا اور قید کر دیا گیا اور وہ دولت جو اس نے ایمانداری سے جمع کی تھی اس کی موت پر ضبط کرلی گئی۔ اس کا جانشین میر صادق تھا۔ جو اس منصب پر خاندان کے خاتمہ تک سرفراز رہا۔

۱۷۷۹ء میں حیدر کی تنظیم نو کے بعد محکمۂ پولیس میں جاسوسی کے ساتھ ساتھ ڈاک کا محکمہ بھی شامل تھا۔ اس کا صدر ایک شمیا نامی برہمن تھا جو زبردست صلاحیت کا مالک تھا۔ یہ دونوں محکمے متحد ہو کر غبن کی تفتیش کرتے تھے۔ حیدر کی موت کے بعد شمیا کو ٹیپو کے معزول کرنے کی ایک سازش میں ملوث پایا گیا اور اس کا انجام بڑا ہولناک ہوا۔ غبن کے بارے میں حیدر کی تفتیش بہت کامیاب رہی لیکن بہت سے معتمد عوامی افسروں کو بھی ملوث ہونے کے الزامات کی جوابدہی کرنی پڑتی تھی۔ ولکس نے اپنے پاس موجود ایک مخطوطہ کی بنیاد پر یہ دعویٰ کیا ہے کہ "وہ لوگ جو اپنے فرض پر پوری طرح تعمیل کرنے اور مطلوبہ رقم کی ادائیگی کے قابل نہیں تھے سخت اذیتوں سے موت کے گھاٹ اتارے جاتے تھے۔ صرف وہ لوگ بچ جاتے تھے جو استحصال بالجبر سے دولت جمع کرتے تھے اور جن کو روپیہ ادا کرنے پر مجبور کر دیا جاتا تھا۔"(۱) یہاں تک کہ اپاجی رام کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے پورنیا کو بتایا تھا اور بعد میں پورنیا نے ولکس کو بتایا تھا کہ حیدر کے عہد حکومت میں میسور میں دیانتداری ناقابل عمل خوبی تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حیدر بے حد لالچی تھا اور ۱۷۷۹ء میں اس نے یہاں تک کیا کہ مہاجنوں پر بہت بھاری محصول عائد کر دیا۔ یہ معمول کے بالکل خلاف بات تھی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ "جہاں محاصل عائد کیے جاتے ہیں وہاں صنعت کے سوتے خشک ہو جاتے ہیں"۔(۲) ۱۷۷۹ء میں اس نے جو کچھ کیا وہ اعتماد و بھروسہ کے لیے ایک شدید چوٹ تھی۔

ان حالات میں انتظامیہ کیسے چلایا جا سکتا تھا اور کام میں مستعدی اور سرگرمی کیسے برقرار رکھی جا سکتی تھی۔ بعد میں برطانوی انتظامیہ پر تبصرہ کرتے ہوئے منرو نے اس کا جواب دیا ہے۔ اس نے ۱۸۰۶ء میں لکھا تھا کہ "یہ فرض کرنا غلط ہوگا کہ کمپنی کی حکومت کے اعلیٰ احکام کی کوئی قدر و قیمت بھی ہے بلکہ وہ کبھی

---

(۱) ولکس جلد دوم ص ۲۰۱ - ۲۰۲

(۲) ایشیا میں سابق جنگ جلد اول ص ۱۲۵

دیسی حکومت چاہے وہ مسلمان ہو یا ہندو کی ملازمت کو ترجیح دیں گے کیونکہ ان حکومتوں کے تحت وہ نہ صرف دولت جمع کر سکتے ہیں بلکہ وہ ریاست کے سب سے اونچے فوجی اور ملکی عہدوں پر بھی فائز ہو سکتے ہیں۔ اگرچہ وہ اپنی دولت کے بڑے حصے سے زبردستی محروم ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنی آزادی بلکہ زندگی سے انتہائی بے بنیاد وجوہ کی بنا پر محروم کر دیے جاتے ہیں۔ وہ دیسی حکومتوں کے خطرات پر دولت اور امتیازات کو کمپنی کی معمولی مگر محفوظ نوکری سے بہتر سمجھتے ہیں۔ تجار، صنعت کار اور کاشتکار اپنے پیشوں سے آگے کچھ اور نہیں دیکھتے اور ان کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے کاروبار سکون و اطمینان کے ساتھ کرتے رہیں لیکن ایسے لوگوں کا تعلق بہت کم اہمیت رکھتا ہے کیونکہ برہمن جو ان کی قیادت کرتے ہیں خود غیر مطمئن ہیں۔"[1] ایسٹ انڈیا کمپنی کا یہ دور اندیش ملازم پوری طرح سے اس حقیقت کی وضاحت کر دیا ہے کہ حیدر علی کی ملازمت میں لوگ ایسٹ انڈیا کمپنی سے بہتر خدمات کیوں انجام دیتے تھے باوجودیکہ وہ اپنے وزراء مالیات، خزانچی اور کلکٹرز سے خوب روپیہ اینٹھتا تھا۔ حیدر کے درباری وزراء جیسا کہ سوارٹز تصدیق کرتا ہے زیادہ تر برہمن تھے۔

صوبائی حکومتیں:

صوبائی گورنر بہت کم تھے۔ دو سب سے اہم گورنر صوبے بدنور اور مالابار کے تھے۔ بدنور یا نگر کے یکے بعد دیگرے حسب ذیل گورنر مقرر ہوئے:[2]

(۱) اڈوتی ونیکا اپیا (۲) راجہ رام
(۳) گولا بھادرو تما صرف چار ماہ کے لیے (۴) شیخ ایاز

مالابار کی صوبائی حکومت پہلے سری نواس راؤ کے حوالے کی گئی جس کا معاون سردار خاں کو متعین کیا گیا۔ پھر وہ ارشد بیگ خاں کے حوالے ہوئی۔ حیدر کا رجحان یہ تھا کہ پرانے نظم و نسق کو جہاں تک ممکن ہو باقی رکھا جائے لیکن طاقتور پالیگاروں کو جہاں تک ممکن ہو، یا تو کمزور کر دیا جائے یا ان کو ان کے عہدوں سے ہٹا دیا جائے۔

پالیگار پالیسی:

پالیگار وہ فوجی سردار تھے جن کو فوجی خدمات کے عوض ان کے اضلاع دیے جاتے تھے۔ ایک پالیگار کو "اپنے علاقے کو ایک ناڈو یا ایک ملک نہیں تصور کرنا چاہیے تھا بلکہ اسے پلیتم یا فوجی پڑاؤ سمجھنا

---

(۱) منرو — ہندوستان میں برطانوی سیاست دانی کا نظام — بلاری ضلع کے دستاویزات کا انتخاب مورخہ ۱۸ اپریل ۱۸۰۶ء
(۲) میکنزی مخطوط (کناری) حیدر کیفیات

چاہیے تھا"(۱) لیکن ان میں کچھ لیٹرے سردار تھے، دوسرے اپنا سلسلۂ نسب پرانے راجاؤں سے ملاتے تھے یا ان افسروں سے ملاتے تھے جو سابقہ خاندانوں کے دورِ حکومت میں ان منصبوں پر فائز تھے۔ ڈنڈیگل اور بعدازاں غصب شدہ علاقوں کے سلسلہ میں حیدر کی پالیگار پالیسی کے بارے میں ہمیں تفصیلی حالات ملتے ہیں۔ ڈنڈیگل کے فوجدار کی حیثیت سے حیدر کی پالیگار پالیسی کی طرف اشارہ کیا جاچکا ہے۔ اپنے علاقوں کے شمالی حصہ میں اس نے باغی پالیگاروں کو جڑسے اکھاڑ پھینکا اور صلح جو پالیگاروں سے مصالحت کرلی اور عام طور پر پیشکش میں اضافہ کردیا۔ حیدر کے زمانے میں جو پالیگار نکال باہر کیے گئے وہ واپس ہونے کی جرأت نہیں کرسکتے تھے اور عامل داروں سے مل کر وہ نجی طور پر اپنا قبضہ جمائے رکھتے تھے۔ لیکن ٹیپو کے دورِ حکومت میں ایسا نہیں ہوا۔

شمالی اضلاع میں کاویلی کا نظام اور بعدازاں غصب شدہ خطے ایک ہی تھے۔ کاولگر کو ایک عطیہ دیا جاتا تھا اور اس سے توقع کی جاتی تھی کہ وہ غصب شدہ جائداد کا معاوضہ ادا کرے گا لیکن کاولگر کے نقصانات کا معاوضہ پورا کبھی نہیں ملتا تھا جب تک کہ وہ کسی دوسری جگہ ڈاکہ زنی نہ کرے۔ عموماً اس نظام کی بدولت کاولگر کے پاس اتنی بڑی فوج جمع ہوجاتی تھی جو دوسری صورت میں وہ اپنے موروثی اضلاع میں نہیں اکٹھا کرسکتا تھا۔ حیدر نے اس کا وظیفہ بند کردیا۔ اس پالیسی سے بدامنی اور انتشار میں اضافہ ہوا۔ اس سلسلہ میں غصب شدہ خطے کے کلکٹر اعلیٰ کا سنہ ۱۸۰۲ء کا تبصرہ قابلِ ذکر ہے۔ اس نے لکھا تھا: "تمام دیسی حکومتیں پالیگاروں کا مجموعہ ہوتی ہیں۔ یہ پالیگار ایک برتر و اعلیٰ پالیگار کے تحت ہوتے ہیں جو اگرچہ سب پر نگرانی رکھتا ہے تاہم ان کے اندرونی انتظام و انصرام میں بہت کم دخل دیتا ہے۔ حیدر علی تنہا وہ ہندوستانی حکمران تھا جس نے اپنے تمام چھوٹے موٹے جاگیردار سرداروں کو زیر کیا تھا اور حقیقت میں وہ ملک کا مالک تھا۔ وہ کاولگروں سے حاصل ہونے والے تمام فوائد جانتا تھا اور اس نے ان کو ختم کرنا بہتر سمجھا"(۱) لیکن حیدر نے کاویلی نظام کو ڈنڈیگل میں باقی رکھا اور اسے پولم سے آزاد رکھا اور بعض علاقوں میں تو اس نے پالیگاروں کو کاویلی برقرار رکھنے کی اجازت دے دی تھی۔ ان معاملات میں حیدر کی انتظامی پالیسی میں یکسانیت تلاش کرنا بے سود ہوگا۔ ہر چیز مقامی ضروریات اور مقامی تدبیروں کے اس کے اپنے جائزے اور اندازے پر منحصر ہوتی تھی۔ اس نے بالاگھاٹ میں جاگیروں اور زمینداریوں کو ضبط کرلیا تاہم بارہ محل میں ان کے حقوق اور آزادی میں دست اندازی نہیں کی۔ وہ لازمی طور پر معاملات میں ایک عملی شخص تھا اور ناقابلِ عمل یکسانیت پیدا کرنے کا قطعی خواہاں نہیں تھا۔

---

(۱) پانچویں روداد جلد ۳ ص ۴۲۸

نظام مالیہ:

حکومت کا سب سے اہم کام زمین کا مالیہ جمع کرنا اور اس کی تقسیم تھی جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے کہ حیدر نے ہر جگہ قدیم مروج روایات کا اتباع کیا تھا لیکن ہمیشہ وہ حکومت کے مطالبہ کے بڑھانے اور جو بھی ہوشیار عامل اپنی جاگیر میں اضافہ کرتا اس کو اپنی حکومت میں شامل کرنے کا خواہاں رہتا تھا۔ مالیے کی مدات عام طور سے یہ تھیں: ــــ لگان، سائر(۱) بشمول اکبری جو اس زمانے میں پنج الواب (پانچ مدیں جو تاڑی، عرق، گانجہ، پان اور تمباکو پر مشتمل تھیں) کے نام سے مشہور تھا اور "باج باب" جو دوسری قسموں کے محاصل پر مشتمل تھے۔ سائر محاصل کے اجارہ دار یا پٹے دار بھی تھے لیکن بعض مدوں میں سائر امانی یعنی حکومت کے زیر انتظام تھا۔ مالابار میں برآمدی محصول جسے لامی کہا جاتا تھا عائد کیا گیا تھا [illegible] کے درمیان انگریزوں کو کسٹم محصول چنگی ڈیڑھ فی صد کی شرح سے ادا کرنے کی رعایت حاصل تھی۔(۲)

زمین کی عام قبضہ کی میعاد کو بیان کیا گیا ہے کہ وہ "کاشتکاری کا موروثی حق یا ایک آسامی اور اس کے ورثہ کا حق تھا کہ اس وقت تک وہ ایک مخصوص قطعۂ زمین پر قبضہ رکھے جب تک وہ اس کا مقررہ کرایہ وصول ادا کرتا رہے"۔ دیواستھنم اور اگراہرم کے بارے میں تفصیلات جو انگریزوں کی میسور کی فتح کے بعد پورنیا نے کمشنروں کو مہیا کی تھیں ان سے حیدر کی ان رعایتوں کی ایک جھلک ملتی ہے جو اس نے میسور میں دے رکھی تھیں۔

دیواستھنم اور اگراہرم ــــــــــ ۱،۹۳،۹۵۹

برہمنوں کے مٹھ ــــــــــ ۲۰،۰۰۰

اسی طرح کی مسلمان تنظیموں کو ٹیپو نے بیس ہزار کی رعایت دے رکھی تھی۔(۳)

انعام جاگیروں کے سلسلے میں عام طور پر حیدر اور ٹیپو نے بارہ محل میں جو پالیسی اپنائی تھی وہ برطانوی کاغذات و دستاویزات میں پوری تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ حیدر نے کم و بیش میسور خاص میں بھی یکساں اصول مدِنظر رکھے تھے۔ الیگزینڈر ریڈ، کیپٹن میکلیوڈ اور تھامس منرو کی روئدادوں کی بنا پر ہم انعام جاگیروں کو مختلف اقسام کا ایک خاکہ پیش کر سکتے ہیں۔(۴)

---

(۱) متنوع درآمدات جو لگان سے مختلف تھے جو کسٹم، چنگی محصول، سامان تجارت کا لائسنس اور محاصل پر مشتمل تھا۔

(۲) لوگن۔ ملابار میں برطانوی معاملات سے متعلق معاہدات و ...... کا مجموعہ۔ ص ۱۷ــ۳۷

(۳) ولکس کی رپورٹ ص ۴۳

(۴) بارہ محل دستاویزات حصہ ۵ ص ۸، ۹، ۳۲، ۳۳، ۴۲، ۴۵، ۷۰، ۹۹، ۱۳۶، حصہ ۶ بھی۔

اِکابھوگم۔ محاصل سے بری گاؤں جو مکمل طور پر صرف ایک شخص کی جائداد تھے۔
اگراہرم۔ وہ گاؤں یا محلّے جو محصول سے بری تھے یا کچھ محصول (جوڈی) ادا کرتے تھے۔ اور برہمنوں کی جائداد تھے۔
سروَمنیم اگراہرم۔ برہمنوں کی ملکیت میں ہوتے تھے اور ہمیشہ محصول سے بری ہوتے تھے۔
اردھ منیم۔ سابقہ علاقے جن پر نصف محصول تھا۔
سرُوترِیم۔ وہ گاؤں جو دوامی پٹے پر تھے اور ایک مقررہ محصول ادا کرتے تھے۔
کرایہ اگراہرم۔ حیدر کی مسند اقتدار پر متمکن ہونے سے پہلے جن کو تاجروں یا برہمنوں نے میسور راجہ سے خرید لیا تھا۔ ایسے سودے بازی میں واجب الادا رقم سالانہ محصول کی دس گنی ہوتی تھی۔
دیواستھنم۔ (پگوڈا انعام) یعنی وہ انعام جاگیر جو اہم عبادت گاہوں کو عطا کی جاتی تھی۔
اِلیکا منیم۔ وہ سرکاری زمینیں جو مالیہ کے ٹوٹی عہدے تک کے افسروں کو تنخواہ کے عوض دی جاتی تھیں۔
خیراتی جاگیریں۔ انعام گاؤں میں محصول سے بری خیرات کی زمین جو حیدر اور ٹیپو نے مسلمانوں کو دی تھیں۔

اپنی قدامت پسندانہ انتظامیہ پالیسی پر قائم رہتے ہوئے حیدر نے ان میں سے بیشتر مراعات کو جاری رکھا تھا۔ یہاں تک کہ اگراہرم بھی محصول سے بری رہے۔ ٹیپو نے ان میں سے بیشتر مراعات واپس لے لیں سوائے ان کے جن کو انگریزوں نے پگوڈا انعام بیان کیا ہے لیکن اس نے اتنی مہربانی کی تھی کہ ان واپس لی ہوئی زمینوں میں سے بیشتر کو سروتریم میں بحال کر دیا تھا۔ اس کے امین پیمائش برہمن تھے اور ان کے اعلیٰ مسلمان افسر رشوت لے کر ان کی اقرباء پروری پر چشم پوشی کرتے تھے۔ حیدر کے زمانے میں اس قسم کی چشم پوشی ممکن نہ تھی۔ جب حیدر صاحب اقتدار ہوا تو اس نے کرایا اگراہرم میں سے بیشتر کو ضبط کر لیا تاکہ ان کے مالکوں کو بقایا کی ادائیگی پر مجبور کیا جائے اور بیشتر صورتوں میں اس نے خرید کی رقم میں اضافہ پر بھی اصرار کیا۔ اسی صورتوں میں جن میں اصلی محصول کو سندوں میں درج شدہ محصول سے بڑھا ہوا پایا تو اس نے زمین ضبط کر لی۔ لیکن کریا اگراہرم، خیراتی اگراہرم اور مندر کی اگراہرم کی طرح کبھی مقدس و متبرک نہیں سمجھی جا سکی۔ جہاں تک ان انعام جاگیروں کی ضبطی کا تعلق ہے منرو کی رائے کو بیان کرنا ضروری ہے: "یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ انعام جاگیریں ضبط کرنے میں ہندو راجہ ٹیپو سے زیادہ محتاط تھے ..... کیونکہ اگر حکمرانوں نے انعام جاگیریں دی ہوتیں اور ضبط نہ کی ہوتیں تو پورا ملک مختصر عرصے میں انعام جاگیروں میں بدل گیا ہوتا۔"(۱)

(۱) بارہ محل دستاویزات حصہ ۵ اور ۷، ص ۱۰۱

عام طور سے حیدر نے قدیم ہندو حکومتوں کی روایات پر عمل کیا۔ اگراہم پر محصول لگانے کے سلسلہ میں اس نے یہ اصول اپنایا کہ اس جیسی زمینوں پر سوودروں کے ادا کردہ محصول کا نصف یا ایک تہائی محصول مقرر کردیا۔ ایک حد تک اس طرح برہمن انعام دار تھے۔

حیدر کا لگان جمع کرنے کا طریقہ سابق حکومتوں جیسا تھا۔ وہ وسیع اضلاع وخطے عامل دار کو پٹے پر دیتا تھا۔ وہ عموماً باقاعدگی اور پابندی سے ادائیگی کرتے تھے۔ طے شدہ سرکار لگان کے علاوہ وہ نجی چندہ بھی وصول کرتے تھے۔ حیدر بہترین جاسوسی انتظام کی بنا پر ان جبری چندوں کی مقدار کو بالکل ٹھیک ٹھیک جانتا تھا۔ ان کو دربار میں حاضری کا حکم دیتا تھا اور جبریہ وصول کردہ چندوں کو اگلنے پر مجبور کرتا اور ان میں سے ہر ایک کو چھوٹے موٹے تحفے دیتا اور ان کو دوسرے اضلاع میں منتقل کر دیتا تھا تاکہ وہ وہاں بھی وہی طریق کار اختیار کریں۔ حیدر کے یہاں ہمیشہ شکایتوں کا دروازہ کھلا رہتا تھا اور اپنے ناجائز مطالبات کو جبا تو سمیت وصول کرنے میں وہ کبھی ناکام نہیں رہا۔(۱)

غصب شدہ اضلاع کے بارے میں منرو نے اپنی روئداد میں لکھا تھا: "ہر گاؤں ایک قسم کی جمہوریہ ہے جس کا سربراہ پٹیل ہے"۔ ایک دوسری روئداد میں اس نے لکھا تھا: "جس کی صوبے پر حکومت ہوتی ہے وہی گاؤں پر حکومت کرتا ہے"۔(۲) پٹیل گاؤں اور صدر مقام کی سیاسی سرگرمیوں کے درمیان رابطہ کا کام کرتا۔ کس کی حکومت ہے یہ بات کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھی۔ بارہ گاؤں کے افسروں کو ملاکر "باربلوتی" یا "آیان گڈی" کہا جاتا تھا۔ ان میں سے چار اہم ترین گوڈا یا پٹیل ہوتے تھے جو جج اور مجسٹریٹ، کرنم یا عوامی اکاؤنٹنٹ، تلاری یا پولیس افسر ٹوتی یا فصلوں کے نگراں کے سارے فرائض انجام دیتے تھے۔ ان کے علاوہ نرگنتی یا بہشتی اور نجومی، لوہار، بڑھئی، کمہار، دھوبی، نائی اور سونار ہوتے تھے۔(۳)

دس، بیس، چالیس یا ایک سو گاؤں پر ایک زمیندار ایک پاییکار یا ایک عامل دار اپنے پائیک یا چپراسیوں سمیت ہوتا تھا جو گاؤں کے پٹیل سے محصول وصول کرتے تھے۔ مالیہ کا منتظم مجسٹریٹ اور جج کے اختیارات رکھتا تھا۔ سب سے اہم روایتی ادارہ پنچائت تھا جو مقامی آدمیوں پر مشتمل مجلس ہوتی تھی اور مقامی مقدمات سنتی تھی۔ پنچائت کی تشکیل مقدمات کی نوعیت کے اعتبار سے کی جاتی تھی۔

بڈنور اور سنڈا:

بڈنور اور سنڈا علاقے میں زمین کا حق ملکیت زمیندار کو موروثی طور پر حاصل تھا۔ موروثی جائداد

---

(۱) GLEIG منرو۔ جلد سوم ص ۹۰ (۲) منرو نظام ص ۲۷۰ (۳) رائیس جلد اول ص ۵۸۰

اورمقررہ محصول ایسے ادارے تھے جن کے قیام کو بدنور کے حکمراں سیواپا نایک (۱۶۴۵ء تا ۱۶۶۰ء) کی جانب منسوب کیا جاتا تھا۔ حق ملکیت کی میعاد ملکیت فوجی خدمت کے ساتھ مشروط تھی۔ ۱۷۶۳ء میں بدنور کی فتح کے بعد حیدر نے زمینداروں کے موروثی حق کو تسلیم کرلیا تھا لیکن بہت جلد ہی حیدر کو قتل کرنے کی ایک سازش جس کو ان زمینداروں کی حمایت حاصل تھی سامنے آئی اور اس نے تین سو سازشیوں کو تختۂ دار پر چڑھادیا۔ نقد ادائیگی سے فوجی خدمت کو بدل دیا اور سپاہیوں کی ایک محافظ فوج متعین کی۔ رانی کی حکومت کے خاتمہ پر اس نے موجودہ محصول میں سپاہیوں کی تنخواہ کا بھی اضافہ کردیا۔ شیخ ایاز نے بدنور اور کنارا کے دیوان کی حیثیت سے تمام ناریل کے باغات کا محصول بڑھادیا اور اس نے RUSSOOMS یعنی قلعداروں اور عامل داروں کی طرف سے رعیت سے وصول کردہ خدمات کی قیمت کا تخمینہ لگایا اور اسے لگان میں شامل کرکے اضافہ کردیا۔ برطانوی قبضہ کے بعد یہ محسوس کیا کہ ۱۷۶۴ء میں حیدر کے یہ ضابطے معتدل ہے۔ اس نظام کو برطانوی حکومت نے اپنے تخمینہ کی بنیاد کے طور پر اپنایا۔ زمیندار اپنے علاقے کے ان حصوں کو پٹے پر دیتے تھے جو ان کے مالیہ کی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لیے کافی ہوتے تھے۔ ان کے اپنے کھیتوں میں کسان کاشتکاری کرتے تھے جن کو پنایل، پپی یل، ادمی کہا جاتا تھا۔ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اپنے سلطنت کے بعض علاقوں کے قبضہ سے نکل جانے کے بعد ٹیپو بقیہ علاقوں میں متناسب اضافہ پر مجبور ہوگیا تھا۔ یہ اس کی مالیات کی تباہی کا سبب بنا تھا۔ یقینی طور پر یہ کہنا ممکن نہیں کہ وہ وصولیابی میں کہاں تک کامیاب ہوا تھا۔ منرو نے ۱۸۰۰ء میں کنارا کے بارے میں لکھا تھا کہ "چھوٹے زمیندار اسی طرح آسودہ و خوشحال تھے جس طرح یورپ کے کسی ملک میں تھے۔ متواتر و مسلسل مانسون اور چاول کی بے حد پیداوار باشندوں کی ضرورت سے زیادہ تھی اور اس نے ان کو قحط کی مصیبت و پریشانی سے ہمیشہ کے لیے بچالیا تھا چنانچہ محاصل آسانی سے وصول ہو جاتے ہیں۔ میں اس فرق کو دیکھنے پر مجبور ہوں جو اچھی غذا کے اثرات انسانوں اور ان کے جانوروں دونوں پر ظاہر ہوتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ کنارا کے زمیندار انگلستان کے زمینداروں سے زیادہ صحت مند و فربہ ہیں۔ مجھے بعض اوقات یہ سوچنا پڑتا ہے کہ شاید ان کو بڑی بڑی جاگیروں پر ان کے موٹا ہونے کی وجہ سے مقرر کیا گیا ہے۔"(۱) کنارا اور سنڈا میں جائدادیں افراد کو دی گئی تھیں نہ کہ فرقوں کو۔ میسور، بارہ محل اور دوسرے علاقوں میں گاؤں کی برادریاں کارپوریشن اور میونسپلٹی کی طرح طاقتور تنظیمیں تھیں یعنی سرکار اور ان کے درمیان ملکیت کے حقوق مشترک تھے۔

---

(۱) GLEIG جلد سوم ص ۱۹۲

مالابار[1]:

مالابار میں میسور کی فتح سے پہلے کوئی مربوط لگان نہیں تھا۔ مقامی سرداروں کے ماتحت برہمن اور نائر زمینداروں کو فوجی خدمات کے لیے طلب کیا جاتا تھا اور غیر معمولی ہنگامی حالات میں وقتاً فوقتاً ان سے عطیات و چندے وصول کیے جاتے تھے۔ کالی کٹ کے زموزن کے ماتحت علاقوں میں اور چیری کول میں سردار آہستہ آہستہ پیداوار کا چوتھائی حصہ وصول کرنے لگا تھا اور اس کے علاوہ چنگی محاصل ٹکسال محصول اور جانشینی کے محاصل ہوتے تھے۔ قانون شکنوں سے ہرجانے و جرمانے وصول کیے جاتے تھے۔ لاولد لوگوں کی املاک ضبط کرلی جاتی تھی اور ٹلاپنم نامی ایک چنگی کا محصول بھی وصول کیا جاتا تھا۔ ان کے ساتھ ساتھ بعض پیشہ وارانہ محاصل جو جولاہے، مچھیرے اور شراب کشید کرنے والے ادا کرتے تھے۔ ان کی آمدنی میں بہت اضافہ کرتے تھے۔ تمام خام سونا شاہی ملکیت سمجھا جاتا تھا۔ ہاتھی اور اس کے دانت اور دوسرے تمام شکار کے جانور بھی شاہی ملکیت قرار پاتے تھے۔ ساگوان کے درخت، بانس، شہد، موم، شارک مچھلی کی کھال و شکستہ جہازوں کے ملبے بھی سردار کی آمدنی میں شامل تھے۔

نمبودری برہمن اور نائر مالابار میں زمین کے مالک ہوتے تھے۔ وہ اپنی زمینیں کاشتکاروں کو پٹے پر دیتے تھے جن کو "کنم کر" کہا جاتا تھا۔ حیدر کے دورِ حکومت میں شمالی مالابار اور جنوبی مالابار میں جب ایک مربوط لگان عائد کیا گیا تو برہمن اور نائر زمیندار کچہری نہیں آتے تھے چنانچہ لگان کا تخمینہ ان کنم کروں سے طے کیا جاتا تھا جو اپنی وفاداری میں جنم کے لیے کچھ مخصوص کرلیتے تھے جو عام طور پر ۳/۲۰ حصہ ہوتا تھا۔ ۱۱/۲۰ وہ حصہ اپنی مدد اور فائدے کے لیے نکال لیتے تھے اور ۶/۲۰ حکومت کو ادا کرتے تھے۔ غلے کے تخمینے کی بنیاد پر جنوبی مالابار میں ارشد بیگ کے انتظامات کو اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے: ایک پورہ (PURREH) یا بیج کی مقدار سے ایک سال میں دس پورہ پیدا کرنے کی توقع تھی جس میں ساڑھے پانچ کاشتکار کے حصہ میں آتے تھے، ڈیڑھ جنم کر کے حصے میں اور تین حکومت کے حصے میں آتے تھے۔ یہ اصطلاحی طور پر "دس مورئی" کہلاتا تھا۔ چھالیہ، ناریل اور کٹھل اور سیاہ مرچ سے ارشد بیگ کے انتظامات کے مطابق حکومت کو قیمت کا ایک نصف (یا دو برابر کے حصوں میں سے ایک) ملتا تھا کیونکہ حکومت نے یہ تسلیم کرلیا تھا کہ اس میں زیادہ محنت اور اخراجات ہوتے ہیں اور پکنے میں کافی وقت لگتا ہے۔

جنوبی مالابار میں ۸۳-۱۷۸۲ء میں ارشد بیگ کا محصول ۳۲۶،۷۰۴ روپیہ ۹ آنہ اور ۸ پائی تھا جو حیدر

---

(۱) جوائنٹ کمیشن ۹۳-۱۷۹۲ء کی روئداد۔ سرجان شور کی یادداشت مورخہ ۲۴ فروری ۱۷۹۳ء، پانچویں روئداد جلد سوم نمبر ۲۳

کے پہلے سال کے تخمینے سے تقریباً نوے ہزار پگوڈا کم تھا۔ شبہ یہ کیا جاتا ہے کہ اتنا کم محصول محاصلوں کی بے ایمانی کی وجہ سے تھا۔ ارشد بیگ نے اتنی کمی شاید اس لیے کی ہو کہ وہ لوگوں کو مطمئن کر سکے۔ شمالی اضلاع چیری کل، کوٹی اوٹ اور کارٹناڈ میں حیدر نے کوئی براہ راست تخمینہ نہیں مقرر کیا تھا لیکن ٹیپو کی تخت نشینی کے بعد اس کے افسروں نے ایک باقاعدہ تخمینہ لگایا تھا۔ جہاں تک کالی مرچ کی بیلوں کا تعلق ہے عام طور پر شمالی مالابار سے نصف لیا جاتا تھا کیونکہ وہاں اس کی پیداوار سب سے زیادہ تھی۔

مالابار میں میسور کی حکومت کے زمانے میں کئی انتشار کن عناصر تھے مثلاً زمورن خاندان کے جلاوطن شہزادے اور جنگلی موپلے۔ مالابار پوری طرح سے کبھی مطیع و فرمانبردار نہیں رہا۔" وہ ایسی افراتفری اور انتشار کا شکار تھا جس میں کاروبار کے مالیاتی پہلو کو زیادہ کامیاب نہیں بنایا جا سکتا تھا۔"

حیدر نے چیری کل سے کوچین تک کے علاقے کو فتح کر لیا تھا۔ کوچین کا راجہ باجگزار بن گیا تھا جو میسوری حکمران کو اپنے پورے علاقے کے بدلے' اور جیسا کہ بعد میں کہا گیا کہ ٹراونکور سرحد کے قریب واقع اپنے علاقے کے عوض ۲۰ ہزار پگوڈا دیتا تھا۔ ۱۷۶۶ء کے بعد حیدر کی براہ راست حکومت اور انتظامیہ پورے جنوبی مالابار میں قائم ہو گیا۔ شمالی مالابار میں کارٹناڈ کے راجہ مان ورما نے اطاعت قبول کی اور مستقبل میں سالانہ ۵۰ ہزار روپیہ ادا کرنے پر اس کو اس کے علاقے بحال کر دیے گئے۔ کوٹی اوٹ کا راجہ اطاعت کرنے والا نہیں تھا لیکن چیری کل کے راجہ نے سر تسلیم خم کر دیا اور وہ چیری کل، کوٹی اوٹ اور اروی ناڈ میں ایک لاکھ ۲۵ ہزار سالانہ جمع اور تقریباً چار لاکھ کے نذرانے کی شرط پر بحال کر دیا گیا۔ ۱۷۷۶ء میں چیری کل کے راجہ کو دوسرا نذرانہ پیش کرنا تھا کیونکہ اسے اس کے اپنے اضلاع واپس کر دیے گئے تھے۔ ایک ہزار سواروں کے دو رسالے اس کے علاقے میں تعینات کیے گئے۔ چونکہ اُسے اس فوجی انتظام کے بھی اخراجات اٹھانے تھے اس لیے ان کا خرچ سالانہ ایک لاکھ روپیہ ہوتا تھا۔ مان ورما کے بھتیجے شنکر ورما نے اپنے چچا سے کرٹناڈ راجہ کی گدی چھین لی۔ وہ چار لاکھ کا نذرانہ بقایا خراج اور سالانہ ایک لاکھ ۲۰ ہزار روپیے جمع کے طور پر ادا کرنے پر راضی ہو گیا۔ شمالی مالابار کے بہت سے سرداروں نے دوسری میسور جنگ میں انگریزوں کا ساتھ دیا۔ معاہدہ منگلور نے مالابار کے سرداروں کو ٹیپو کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ ارشد بیگ نے ایک صلح کن پالیسی پر عمل کیا اور راجاؤں کے ساتھ معاملات طے کر لیے۔ شمالی علاقوں میں اس کی مجموعی آمدنی ۳۱۳۷۵۰ تھی اور جنوبی علاقوں کی آمدنی ۵۰۸۲۸۳۔ لیکن یہ محصول بھی کبھی وصول نہیں کیا جا سکا۔ مقامی اخراجات ہمیشہ وصولیابی سے زیادہ ہوتے تھے اور وہ ایک بار سے زیادہ سرنگاپٹم کو روپیہ نہیں بھیج سکا۔

کل مالیہ: ـــــ حیدر کے مملوکہ علاقوں کی اندازاً آمدنی اناسی لاکھ پگوڈا تھی یعنی جو ۲,۳۷,۰۰,۰۰۰ روپے

کے برابر تھی - یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیئے کہ میسور کے مالیہ کا جو ۱۷۹۹ء کی تقسیم کے معاہدہ میں تخمینہ لگایا تھا وہ ۲۱،۵۳،۶۰۷ روپیے تھا لیکن پورنیا کے پہلے ہی برس کے دورِ انتظام میں اصل آمدنی ۲۱،۵۳،۹۰۷ روپیے تھی۔ حیدر کے کل مالیہ کا ہمارا تخمینہ چونکہ ٹیپو کے ۱۷۸۲ء کے گوشوارہ پر مبنی ہے اس لیے اس میں خاصی ترمیم کرنی پڑے گی۔ جہاں تک ملائے ہوئے خطوں کا تعلق ہے ٹیپو نے ۱۷۹۲ء کے گوشوارہ میں ان کی مالیت کا اندازہ زیادہ لگایا تھا کیونکہ وہ یہ جانتا تھا۔ ممکن ہے کہ یہ علاقے نظام کے حصے میں چلے جائیں گے لیکن گرم کنڈا، مل باگل اور بارہ محل کی مالیت کا اندازہ اس امید پر کم کیا تھا کہ آخر کار شاید وہ ان کو اپنے قبضہ میں رکھ سکے گا۔ ان علاقوں کے مالیہ کا اندازہ کم کیا تھا جن کے بارے میں اسے یقین تھا کہ وہ اس کے قبضہ میں برقرار رہیں گے۔ ۱۷۹۹ء کے معاہدہ میں مذکور شدہ مالیہ کا بھی بہت کم تخمینہ کیا گیا تھا۔ ہم بہت زیادہ غلطی نہ کریں گے اگر ہم حیدر کے خالص مالیہ کی کل میزان ۱۷۹۲ء کے گوشواروں میں مذکورہ میزان سے کافی زیادہ رکھیں۔

جیمس گرانٹ "شمالی سرکار کے سیاسی جائزے" (۱۷۸۴ء) کے مطابق حیدر کی ملکیت میں علاقہ کم و بیش ۸۰،۰۰۰ مربع میل تھا اور "اس کا سالانہ مالیہ دو کروڑ بیس لاکھ سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔ ایک کروڑ سالانہ جنگ کے خرچوں کو پورا کرنے کے لیے اس کے زمانے میں شاید کچھ بچت کی گئی ہو"۔(۱)

اس کی فتوحات کی وجہ سے ماضی میں جمع شدہ بے شمار خزانے اس کے قبضہ میں آگئے اس لیے اس ذریعہ سے اس کی آمدنی کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ ۱۷۶۳ء کا سال خاص اور اس لحاظ سے خوش بختی کا سال تھا کیونکہ کہا جاتا ہے کہ اس سال اسے جواہرات، سونے چاندی کی سلاخیں اور دوسری قیمتی اشیاء ملیں جن کی قیمت کا اندازہ ۱۰۵ لاکھ کیا جاتا ہے بلکہ امکان ہے اس سے بھی زیادہ ان کی قیمت رہی ہو۔(۲)

انصاف اور پولیس:

عدل و انصاف زیادہ تر مقامی معاملہ تھا۔ حیدر کی حکومت کے دور میں قدیم عدالتی روایات میں کوئی واضح تبدیلی نہیں کی گئی۔ سرنگاپٹم کی مرکزی عدالت اور بادشاہ کی عدل گستری کے کاروبار کا حوالہ دیا جا چکا ہے جو ابتدائی عدالت اور اپیل کی عدالت کی حیثیت سے بھی مقدمات کی سماعت کرتا تھا۔ مالیہ کے افسر

---

(۱) اورمے مخطوطہ جلد ۲۳ ص ۱۱۱، ۱۱۳ کے مطابق حیدر کا مالیہ ۱۷۸۴ء میں ایک سو اڑسٹھ (۱۶۸) لاکھ تھا۔ وارن ہیسٹنگز کے نام مدراس کی روئداد مورخہ ۱۰ جنوری ۱۷۸۰ء میں حیدر کے مالیہ کا تخمینہ ۳ کروڑ کا کیا گیا ہے۔

(۲) اورمے مخطوطہ جلد ۲۳ ص ۱۱۱ تا ۱۱۹

اور پا پیکار بھی جج کے فرائض انجام دیتے تھے۔ اس کے ساتھ ایک صدر کی عدالت راجہ محل میں تھی جو ہندوؤں کے مقدمات کو ان کے مذہبی عقائد کے مطابق فیصل کرتی تھی۔ اہم شہروں میں قاضی جانشینی، وراثت اور دوسرے معاملات سے متعلق جہاں تک مسلمانوں کے مقدمات کا تعلق تھا مسلم قانون کے مطابق طے کرتے تھے۔ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فوجداری کے مقدمات میں پنچایتوں کو مقدمات فیصل کرنے کا حق تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ چھوٹی موٹی چوریوں کا فیصلہ گاؤں کے افسر ہی کر لیتے تھے۔ زیادہ سنگین جرائم کے مقدمات کی تفتیش عامل کرتے تھے اور حضور کو پھر آخری تصفیے کے لیے حوالے کر دیے جاتے تھے۔ منرو کے مطابق پنچائتیں اپنے عدالتی فرائض تیزی سے اور باقاعدہ انجام دیتی تھیں۔ اگرچہ اس کے نزدیک "وہ پوری طرح سے منصفانہ اور غیر جانبدارانہ نہیں ہوتی تھی" وہ پنچایتی انصاف کی تعریف کرنے سے کبھی نہیں تھکتا تھا۔ اس نے لکھا تھا کہ "یہاں کافی روایات ہیں کہ جن سے ایک قانونِ عامہ مرتب کیا جا سکتا ہے ۔۔۔۔ ان کے فیصلے روایت اور فہم عام پر مبنی ہوتے ہیں، یہ انصاف اپنے تمام خامیوں کے باوجود اپنی ارزانی کی وجہ سے انگریزی انصاف سے بہتر ہے جس میں بہت دیر لگتی ہے اور گراں پڑتا ہے۔[۱]"

پولیس کے فرائض کی انجام دہی میں پٹیل اور کرنم کی مدد دو ماتحت کرتے تھے۔ ایک تلاری (یا تلیار) تھا اور دوسرا ٹوٹی جن کو انعام اور مخدوم جاگیریں دی جاتی تھیں۔ اس کے نام کے خوف اور اس کی سزا کی سختی کے علاوہ ایک اور سبب تھا جس نے اس کی سلطنت میں امن و امان اور سکون قائم رکھا تھا۔ اس نے بڑے مؤثر طور پر ملک سے تمام انتشار پیدا کرنے والے لوگوں کو نکال باہر کیا تھا اور ان کی صلاحیتوں کے مطابق ملازمتیں دی تھیں تاکہ وہ اپنی روزی کما سکیں۔ کنداچار جو ابتدائی برطانوی عہد کی تاریخ بنگال میں پرگنہ بٹالین کہلاتے تھے۔ ان کی تعداد حیدر کے زمانے میں ایک لاکھ دس ہزار تھی۔ جگہ جگہ پر اس کے قلعے تھے جن سے امن و امان کے قیام میں مدد ملی ہوگی۔

اقتصادیات و تجارت:

خاص میسور بندرگاہوں سے محروم تھا چنانچہ سمندری تجارت پر اس کی توجہ نہیں گئی۔ اس نے ۱۷۶۳ء میں اپنی پہلی بحری بندرگاہ حاصل کی۔ اس کی سابقہ زندگی کی عادات اور میسور کی حکومت کی روایات کے پیش نظر اس سے ایک تجارتی پالیسی کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی چونکہ وہ اپنی حکومت کے تقریباً پورے دور میں جنگوں میں مشغول رہا تھا اس لیے اسے یہ الزام نہیں دیا جا سکتا کہ اس نے اپنے اور اپنے

---

(۱) راشیس جلد اول ص ۲۲۲، GLEIG جلد اول ص ۵۰۴ ۔ منرو کا خط بنام والد مورخہ ۱۴ جولائی ۱۷۹۷ء

عوام کی آمدنی کے ذرائع کے اس پہلو کی ترقی کی جانب کوئی زیادہ توجہ نہیں دی لیکن یہ کہنا بھی غلط ہوگا کہ اس کو صرف "جنگی ذخائر اور مالِ غنیمت کے حصول سے دلچسپی تھی ۔ ولکس نے ۱۸۰۰ء میں لکھا تھا کہ " بیوپار کے بارے میں اس کے خیالات کی منفی تعریف یوں کی جا سکتی ہے کہ اس کے خیالات اپنے جانشین کی طرح وحشیانہ نہیں تھے "۔(۱)

مالابار سے یوروپی اقوام بشمول انگریز سیاہ مرچ ، سرخ مرچ ، صندل کی لکڑی ، الائچی اور چاول بھی برآمد کرتے تھے ۔ امن کے عام دنوں میں سب سے اہم تجارتی مراکز یہ تھے : بنگلور جو نظام کے علاقے اور ارکاٹ کے ساتھ درآمدی برآمدی منڈی تھا ۔ پریاپٹنا جو مغربی ساحل کے ساتھ کے علاقے کی تجارتی منڈی تھی ۔ کڈھول جو مغربی گھاٹ کے زیریں اور بالائی علاقے کے مرکزوں کے درمیان تجارت کے لیے تھا ۔ کاویری پورم کی مشرقی گھاٹیوں کے سلسلہ میں بھی ایسی ہی حیثیت تھی ۔ حیدر کے زمانے میں مالابار اور میسور کے درمیان واقع ندی کے دیل کے مقام سے سامان کے دو سو بیل روزانہ گذرتے تھے ۔ سنڈا میں سرسی کا مقام روئی اور سپاری کا ایک درمیانی بازار تھا ۔(۲)

سپاری پر نقد محصول اس کی قسم اور قیمت کے لحاظ سے مختلف اضلاع میں گھٹتا بڑھتا رہتا تھا ۔ شاہراہوں کا محصول جو ملکی تجارت سے حاصل ہوتا تھا پورنیا کے زمانے میں ۱۸۰۰-۱۷۹۹ء میں ختم نہیں کیا گیا تھا ۔ اس سال میسور کا سائر محصول ۲،۲۶،۷۵۹ تھا ، ۲۸،۸۴۵ تاڑی اور نشہ آور عرقوں اور ۸۰،۳۴۴ تمباکو سے حاصل ہوتا تھا ۔ اس سے ہمیں حیدر کے زمانے کے سائر محصول کا جبکہ اس کی سلطنت کافی وسیع تھی ایک ہلکا سا اندازہ ہو سکتا ہے ۔ فاضل پیداواروں میں چھالیہ ، سیاہ مرچ ، الائچی ، تمباکو اور صندل کی لکڑی کو شامل کرنا چاہیئے ۔ صندل کی لکڑی کے بارے میں میسور میں عام خیال یہ تھا کہ وہ مصنوعی باغات میں پنپ نہیں سکتی ۔(۳)

ٹیپو کے دورِ حکومت میں SHROFF اور تاجروں کو بہت دھکا لگا ۔ اس کے دور میں ریاست نے تمام زرِ مبادلہ پر اپنا تسلط کرنا چاہا اور اس کی حکومت نے بازاروں میں بطور تھوک بیوپاری کے دخل

---

(۱) ولکس کی روداد ص ۳۹

(۲) بکانن (BUCHANAN) ۔ میسور ، کنارا اور مالابار کے علاقوں کے راستے سے مدراس کا سفر جلد اول ۔ بکانن کے مطابق حیدر کے زمانے میں بنگلور کی تجارت بہت زیادہ اور اس کے دستکاروں کی تعداد کثیر تھی ۔ جلد اول ص ۱۹۴

(۳) ولکس کی رپورٹ ص ۳۹

دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تجارت وصنعت کی ترقی رُک گئی اور بعض حالات میں تو مفلوج ہو کر رہ گئی۔ حیدر نے بازار کے زرِ مبادلہ پر کبھی پابندیاں عائد کرنے کی کوشش نہیں کی۔

رفاہ عام کے کام:

دریا دولت یا موسم گرما کا محل اور لال باغ سرنگاپٹم میں حیدر کے کارنامے تھے۔ مشہور تجارتی شہر جو گنجام شہر کے نام سے موسوم تھا سرنگاپٹم میں تھا۔" یوروپی بنگلور کے خوشنما باغات اور کنجوں کا بھی حوالہ دیتے ہیں جو بنگلور ہو کر سرنگاپٹم گئے تھے۔ باغبانی میں حیدر کا مذاق اپنے بیٹے سے زیادہ انگریزوں سے ملتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ سرا میں دلاور خاں کا محل آتنا نفیس و شاندار تھا کہ حیدر نے اس کو بنگلور اور سرنگاپٹم میں اپنے محلات تعمیر کرنے کے لیے نمونہ بنایا تھا۔ یہ محل شاندار طریقے سے ملمع کاری اور رنگ آمیزی سے سجے ہوئے تھے۔ مقبرہ یا حیدر کے خاندانی روضہ اس دور کی ایک عظیم تعمیر ہے۔"[1]

رفاہ عام کے اہم ترین کارنامے مالابار کی شاہراہیں تھیں۔ ٹیپو اپنے باپ کے نقش قدم پر چلا اور اس نے وسیع اور شاندار سڑکوں کا منصوبہ بنایا اور ان کا وسیع جال بچھا دیا۔ بڈنور اور سنڈا میں حیدر نے بعض دروں کی سنگ خارا اور لیٹرائٹ پتھر سے فرش بندی کی اور جنگلوں میں پگڈنڈیوں کو قابل گذر بنایا۔ یہ حیدری راستے بنگی اور کدرا پہاڑیوں کے قریب اور کدا واڈ، سدا سیوگاڈ اور میرجان میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ یہ تمام سرگرمیاں فوجی ضرورت اور مصالح کی بنا پر عمل میں آئی تھیں۔ حیدر کی تعمیری سرگرمی بڑی حد تک انتہائی اہم قلعہ جات بشمول سرنگاپٹم اور بنگلور کی قلعہ بندی اور استحکام تک محدود تھی۔"[2]

میسور میں پشتہ سازی اور نالوں کی تعمیر قدیم زمانے سے ہوتی چلی آئی تھی جن کو قابل تعریف مہارت کے ساتھ پہاڑیوں کی ڈھلانوں سے ملا ہوا بنایا جاتا تھا اور بعض اوقات چھوٹی چھوٹی ندیوں کے آرپار بنایا جاتا تھا۔ پشتوں سے نکلنے والے یہ پانی کے نالے میسور میں وسیع رقبہ کو زرخیز بناتے تھے۔ ولکس کی شہادت کے مطابق ٹیپو کے دور آخر میں ان کو کافی نظر انداز کر دیا گیا تھا لیکن ہمعصر مورخین کے مطابق حیدر نے یقیناً ان کو نظر انداز نہیں کیا تھا۔ ۱۷۷۹ء میں سوارٹز نے لکھا تھا کہ حقیقت میں حیدر نے مفاد عامہ کے قدیم کاموں کی برقراری کا خاص دھیان رکھا تھا۔ اس نے لکھا تھا کہ" ۲۲ جولائی کو اتوار تھا اور میں نے اپنے رواج کے مطابق میڈینیولی میں ایک خوبصورت شہر میں قیام کیا جہاں ایک مستحکم پل ہے

---

(۱) حیدر نامہ: ایشیا میں سابق جنگ جلد دوم ص ۱۴۲: رائیس جلد اوّل ص ۵۲۱۔ بکانن جلد اوّل۔

(۲) بمبئی گزیٹیر۔ کنارا ص ۹۰ ، مالابار اضلاع کا گزیٹیر ص ۴۶

(جسے دیوراج نے ۱۷۳۵ء میں تعمیر کیا تھا) جس میں بہت ہی عمدہ "تیس محرابیں ہیں۔ ہر بارش کے بعد اس جگہ کے مجسٹریٹ لوگوں کو مرمت کے لیے ضرور بھیجتے ہیں کہ کہیں کسی جگہ کی مٹی بہہ نہ گئی ہو۔ حیدر کا یہ کفایت شعارانہ اصول ہے کہ بغیر کوئی لمحہ ضائع کیے نقصانات کی مرمت کر دیتا ہے کیونکہ اس سے ہر چیز اچھی حالت میں رہتی ہے اور اس پر صرفہ بھی کم آتا ہے" (۱)

مذہبی پالیسی:

یہ مؤرخین کا معمول رہا ہے کہ وہ حیدر کے روادارانہ جذبے کا مقابلہ اس کے بیٹے کے غیر روادارانہ تعصب سے کرتے ہیں۔ ایسی روایت کی بنا ولکس نے ڈالی۔ اس نے لکھا ہے کہ "حیدر اپنی تمام خامیوں کے باوجود کسی بھی مذہب کے پیروکار کے نزدیک رواداری کا پیکر گردانا جا سکتا ہے۔ ایک ایسے زمانے میں جب کہ مذہبی تعصب اور تشدد ماضی کی داستان بن چکی ہے ٹیپو نے از سر نو انتہائی دہشت کا بازار گرم کر دیا۔" مذہب کی طرف حیدر کے رویّہ کو سوارٹز نے اپنے الفاظ میں بہترین انداز میں بیان کیا ہے کہ "اس کا اپنا کوئی مذہب نہیں ہے اور وہ ہر ایک کو اس کے انتخاب کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔" سوارٹز نے کسی کی اجازت لیے بغیر عیسائیوں کے ایک گروہ کو مذہبی رسوم ادا کرائی تھیں۔ اگرچہ وہ حیدر کے جاسوسوں سے گھرا ہوا تھا تاہم وہ جانتا تھا کہ وہ رات دن مذہب پر گفتگو کر سکتا ہے اور اس سے حیدر کو ذرا بھی آزردگی نہ ہوگی۔ ہم پہلے دیکھ چکے ہیں کہ حیدر برہمنوں اور اہم عبادت گاہوں کو انعام جاگیروں کے پرانے حقوق جاری رکھے۔ یہاں یہ بات کہہ دینی چاہیئے کہ ٹیپو کے زوال کے بعد جب پورنیا کا انتظام و انصرام شروع ہوا تو ہندو عبادت گاہوں کو کھولنے کے لیے جن کو ٹیپو کی حکومت میں بند کر دیا گیا تھا صرف ۲۸۷۹ روپیہ ۸ آنے ۲ پائی خرچ کرنا پڑا (۲) جب ہم مالیہ کے کثیر مراعات اور جاگیروں پر غور کرتے ں جو بطور پگوڈا انعام حیدر اور ٹیپو کے دور میں بھی دی گئی تھیں تو ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ ر یاست کی اختیار کردہ پالیسی سے کوئی اہم انحراف نہیں کیا گیا تھا۔ ولکس بار بار حیدر کے نیم ہندوانہ رجحانات کا حوالہ دیتا ہے کیونکہ وہ کسی مہم کا بیڑا اٹھانے سے پہلے ہندو مندروں میں 'جپم' کی رسم ادا کرنے کا حکم دیتا تھا۔ ۱۷۸۰ء میں اس نے تردیچی کے مندر کو غیر مشروط طور پر اعانت دے رکھی تھی اور ایسے ہی دوسرے ہندو نواز احکام دیتا اور اعزاز و اکرام سے نوازتا تھا۔ حیدر کے فرانسیسی افسروں نے یہ لکھا ہے کہ ۱۷۶۱ء

---

(۱) ولکس کی روئداد ص ۳۸، ولکس جلد دوم، A.R.P. دوم ص ۵۸۳

(۲) " " ص ۱۱۳

میں عظیم فوج سرنگاپٹم سے اسی وقت روانہ ہوئی تھی جب برہمنوں نے یہ یقین دلایا تھا کہ وہ مبارک دن تھا۔ جیسے ہی نواب باہر آیا ہندو روایات کے مطابق بھینسوں کی قربانی دی گئی۔ ۱۷۷۴ء میں سرنگاپٹم میں قدیم الدین کے مکان میں آگ لگ گئی جو اطراف میں پھیل گئی اور کئی عمارتیں جل گئیں جن میں رنگاناتھ مندر کا ایک حصّہ بھی شامل تھا۔ ایک مشہور مسلم پیرزادہ نے ایک بار حیدر کو بتایا کہ سرنگاپٹم کے بعض ہندوؤں نے اس کے پیرؤں کو (جنھوں نے ایک ہندو جلوس پر حملہ کیا تھا) پیٹا ہے اور اس نے حیدر سے بحیثیت ایک مسلمان حکومت کے سربراہ سے اس کی تلافی کا مطالبہ کیا۔ حیدر کا جواب بڑا شاندار تھا۔ ''آپ کو یہ کس نے بتایا کہ یہ ایک مسلمان حکومت ہے''۔[1] ٹیپو نے بھی سرینگیری کے شنکر آچاریہ کو رقوم دیں تاکہ وہ پرسورام بھاؤ کے زیر قیادت مرہٹہ فوج کے پنڈاریوں کے ہاتھوں شاردا مندر کی بے حرمتی ہونے سے اس کی ہٹائی ہوئی مورتیں پھر سے لگا سکے اور اس نے ستا چنڈی جاپا اور سہسرا چنڈی جاپا جیسے تیوہاروں کے منانے کے لیے بھی عطیات دیے۔ سرینگیری کے سوامی کے نام اپنے خطوط میں اس نے جن جذبات کا اظہار کیا ہے وہ اس دعویٰ کو غلط ثابت کرتے ہیں کہ وہ کوئی متعصب آدمی تھا۔ حیدر اور ٹیپو کے پورے دَور حکومت میں سرینگیری کے عظیم مٹھ کو انعام گاؤں کی مراعات مسلسل حاصل رہیں جن کی آمدنی ۱۰۸۴ پگوڈا تھی اور وہ اس سے متمتع ہوتا رہا۔[2] ٹیپو کی ریاکاری اور اس کی سرگرمی اور جوش نے ممکن ہے ان لوگوں کو پریشان کر دیا ہو جو حیدر کے دَور میں پُرسکون مذہبی فضا کے عادی رہے تھے تاہم حقائق اس کی تردید کرتے ہیں کہ اس کے جانشین نے مذہبی تشدد برپا کیا۔

بعد کی تاریخ کی روشنی میں یہ بات تقریباً معمول کے خلاف لگتی ہے۔ ہم اس زمانے سے اتنی دُور ہو گئے ہیں کہ اس کی روح کو سمجھنے و پانے میں مشکل پاتے ہیں۔ بیسویں صدی کے ہندوستان کے حالات سے ایک بالکل مختلف رواداری کی فضا اس وقت جاری وساری تھی۔ حیدر اور ٹیپو جیسے کرناٹک کے نواب بھی ''اپنے مذہبی خیالات میں حیرت انگیز طریقہ پر آزاد رہتے تھے''۔ جوں جوں انگریز الحاق پر الحاق کرتے گئے، انھوں نے دیکھا کہ ہندوستانی روایات کا تقاضا یہ ہے کہ حکومت نے جس طرح سابق حکمرانوں کی املاک پر قبضہ کیا ہے اسی طرح اسے ذمّہ داریوں کو قبول کرنا چاہیئے اور ہندو مسلم عبادت گاہوں کے ریاستی اوقاف کو برقرار رکھنا چاہیئے۔ ہندو مسلمانوں کے مذہبی اداروں کو ایسٹ انڈیا کمپنی کی سرپرستی ۱۸۴۲ء تک حاصل رہی۔

---

(۱) ولنشیا کا سفر نامہ VALENTIA جلد اوّل ص ۴۱۷

(۲) ولکس کی روداد ص ۱۰۶

حیدر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ "وہ مناسب صلاحیت اور لیاقت کی بنا پر اپنے افسر منتخب کرتا تھا اور اس میں مذہبی ترجیح کا کوئی حصہ نہیں ہوتا تھا۔" اپنی فوج کے لیے یہ فطری بات تھی کہ وہ مسلمانوں کا انتخاب کرتا لیکن مدنی ملکی نظم و نسق کے لیے وہ زیادہ تر ہندوؤں پر بھروسہ کر سکتا تھا۔ سوارٹز نے ۱۷۷۱ء میں یہ تحریر کیا تھا کہ حیدر کے دربار میں زیادہ تر وزراء برہمن تھے۔ دسمبر ۱۷۸۲ء میں حیدر کی وفات کے وقت مختلف شعبوں کے پانچ اہم ترین افسر تھے۔ ابو محمد مروا، میر محمد صادق، کرشنا راؤ، پورنیا اور شمیا۔ اس کے مالیہ کے افسر اور سفراء زیادہ تر برہمن تھے اور سفیروں میں اعلیٰ ترین رکن نامور اپاجی رام تھا۔[1] اس معاملے میں ٹیپو اپنے باپ سے بہت مختلف تھا۔ اس کے مسلمان تحصیلداروں کے انتخاب نے جن میں سے بیشتر کم تر درجے کے فوجی تھے اس کے شعبۂ مالیات کی مستعدی کو بالکل ختم کر دیا تھا۔ ولکس کا ٹیپو کے بارے میں یہ کہنا مبالغہ آمیز ہے کہ "ہندوؤں میں کتنی صلاحیت کیوں نہ ہو وہ اس کی خوشنودی حاصل نہیں کر سکتے تھے اور مسلمانوں سے چاہے کتنا بڑا جرم سرزد ہوا ہو وہ اس کو ناراض نہیں کر سکتا تھا۔" مسلمانوں کی اس ترجیح سے یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیئے کہ مذہبی تشدد کی پالیسی شروع ہو گئی تھی اور اس کا نتیجہ عام بے چینی کی صورت میں نکلا تھا۔ اس کے اثر کو منرو نے بہترین الفاظ کا جامہ دیا ہے کہ اس سے اس کے باپ کے پرانے خدمتگاروں کو اتنا دکھ ہوا کہ وہ عوامی زندگی سے الگ ہو کر اپنے گھروں پر نجی زندگی گذارنے لگے۔ ٹیپو کے مالیات کا انتظام بگڑ گیا۔

حیدر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے مالابار میں عیسائیوں کو ستایا۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ یہ تشدد صرف سیاسی وجوہ کی بنا پر تھا۔ اس نے انھیں مراعات دی تھیں* لیکن انھیں مالابار میں ختم کر دیا گیا

---

(۱) اگر میکسوئل پر یقین کیا جائے تو اپاجی رام کچھ مدت تک ان علاقوں کا گورنر بھی رہا تھا جو پہلے سنڈا کی سلطنت سے متعلق نہیں۔
جلد ۹ ص ۲۔

* لوگن ص ۰،

نواب حیدر علی خاں بہادر کے ایک پروانہ مورخہ ۹۴۱ء مالاباری مطابق ۱۷۶۶ء کے ترجمہ کی ایک نقل۔

پروانہ بنام گورنر کالی کٹ۔ راجہ کو معلوم ہو جس کا نام مادھو ششتم تھا کہ وہ اس کے چرچ کے پادری وکار کو ۳ طلائی فنم روزانہ پرتگالی کارخانہ دار کو دے، ۲ طلائی فنم روزانہ ایک کلرک کو ایک طلائی فنم روزانہ اور نصف طلائی فنم روزانہ ایک مترجم کو یعنی روزانہ مجموعی طور پر ۶½ فنم دے اور پادری کے خادم کو سالانہ ۱۰ فنم دے۔ عام رقم میں سالانہ ۲۴۴۰ فنم ادا کرے کیونکہ یہ قدیم دستور ہے اور میرے پاس پادری کی درخواست آئی ہے اس پر میں حکم صادر کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا
(بقیہ اگلے ص پر)

کیونکہ اس کو محسوس ہوا کہ پرتگالی انگریز نواز تھے اور اس کی جانب سے وہ کسی ایسے سلوک کا حق نہیں رکھتے ہیں دوسرے عیسائی جو ان پر بھروسہ کرتے تھے اسی ایک لکڑی سے ہانکے گئے تھے۔

حیدر نے بعض یوروپی قیدیوں کو مختون کرادیا تھا اور ان کو اپنی ملازمت کرنے پر دباؤ ڈالا تھا۔ اس نے اپنی چیلا بٹالینیں کمسن بچوں کی تبدیلی مذہب کرکے بنائی تھیں جن میں سے زیادہ تر چیل ورگ کے گرفتار شدہ بیدد بچے اور مالابار سے لائے ہوئے نائر بچے تھے۔ مالابار کے سب سے زیادہ ناقابل عبور اور باغی علاقوں کو حیدر اپنی چیلا بٹالینوں کی بھرتی کے مراکز کے طور پر استعمال کرتا تھا۔ اس کو امید تھی کہ وہ اس بھونڈے طریقے سے اپنی فوج کو بہتر بنا سکے گا۔

جب ہم حیدر کی انتظامیہ کے نظام کا جائزہ لیتے ہیں تو اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اس کی ایک نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ اس میں قدیم تسلیم شدہ روایات کا احترام برقرار رکھا گیا تھا۔ اس نے حکومت کی تھی اور بہت اچھی طرح کی تھی۔ اگر ہم الفنسٹن کے نام منرو کے ۱۸۱۸ء میں لکھے ہوئے خط سے ایک اقتباس نقل کریں تو وہ نامناسب نہ ہوگا۔ "حد سے زیادہ قواعد و ضوابط کی پابندی ہر چیز تباہ کردیتی ہے۔ انگریزوں کا خیال ہے کہ انگریزی اداروں کے بغیر کسی ملک کی نجات ممکن نہیں۔ دیسیوں کے خود اپنے ادارے ہیں اور وہ داخلی انتظام و انصرام کے ہر مسئلہ کے لیے مفید ثابت ہو سکتے ہیں اور اگر ہم ان کو برقرار رکھیں اور ان کی حفاظت کریں تو ہمارا کام آسان ہو جائے گا۔ اگر طرح طرح کی نئی چیزوں سے خلل نہ پیدا کیا جائے تو ملک میں چند ماہ میں حالات بہتر ہو جائیں گے۔"(۱)

منرو کے مقولے اور حیدر کی واقعی انتظامیہ پالیسی میں بہت سی باتیں مشترک ہیں اور ہمیں احساس ہے کہ ایک کامیاب منتظم ایک ہندوستانی کو وہ کرنے کے قابل بنا دیا تھا جس کے بارے میں ایک انگریز شاید

(بقیہ پچھلے ص سے نشان *)

پر تعمیل کی جائے اور میں یہ بھی حکم دیتا ہوں کہ مذکورہ بالا گرجا سے متعلق منقولہ جائداد سے حاصل ہونے والے فوائد یا کرایہ اور محاصل بھی نہ چھینے جائیں اور اسی طرح میں پراپن گڈی کے گرجا کو بھی مراعات دیتا ہوں۔ قدیم دستور کے مطابق کالی کٹ کی بندرگاہ پر شاہ پرتگال کے جہازوں کی آمد پر ان کو پانی اور رسد وغیرہ کی فراہمی سے ضروری مدد کی جائے۔ عیسائیوں میں سے کوئی اگر غلطی یا جرم کا ارتکاب کرے تو اس کی داد رسی و عدل گستری پادری اور کارخانہ دار کو حاصل ہوگی۔ ——— سپروائزر کی ڈائری مورخہ ۷ جولائی ۱۷۶۶ء۔

(۱) GLEIG جلد سوم ص ۲۵۳۔

پچھتاوے کے جذبے کے ساتھ سوچا ہے کہ وہ اس کی حکومت کو کرنا چاہیے تھا۔ اس سلسلہ میں ٹیپو انگریز جیسا تھا لیکن وہ اپنے مفاد میں اور بدیسی خیالات کی روشنی میں پھر سے تعمیر کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا۔ ٹیپو کی ایجادات و اختراعات نے ہر چیز کو بگاڑ دیا تھا۔ اس نے پابندیوں اور قوانین کا ایک نظام چلانا چاہا۔ اس کے آصف اس کے صدر کے تحت تھے۔ قلعہ دار صدروں کے ماتحت تھے اور تحصیلدار آصف کے تحت۔ لیکن تمام گروہ عوامی دولت کو آپس میں بانٹ لینے پر متفق تھے جس کا واحد نتیجہ یہ نکلا کہ مالیہ میں خرد برد بڑھتا رہا۔"(1)

حکمراں کی حیثیت سے حیدر اپنی سلطنت کے صرف ایک حصّہ مالابار میں ناکام رہا لیکن وہ ایک ایسا علاقہ تھا جسے مکمل طور پر قابو میں لانا مشکل تھا اور مالابار کو ٹھنڈا کرنے کا مسئلہ سول سے زیادہ فوجی تھا۔ اس کے خوفناک حملے اور انتقام کی ہولناک یادگاریں بھی امن و سکون نہ قائم کر سکیں۔ اس کی تشدد پسندی نے جسے وہ سمجھتا تھا کہ لوگوں کو خوفزدہ کرے گی، لوگوں کو اس سے اور برگشتہ کر دیا۔ مالابار ساحل پر انگریزی حملوں نے مالابار کے باغیوں کی بار بار حوصلہ افزائی کی۔ اس کے بحریہ کو انگریزوں نے دو بار تباہ کر دیا تھا اور وہ سمندر پر تسلط قائم کرنے میں ناکام تھا جو مالابار میں فوجی اقدامات کی کامیابی کے لیے ضروری تھا کیونکہ اسی ذریعہ سے فوج کو رسد مل سکتی تھی اور رسل و رسائل کا سلسلہ قائم رہ سکتا تھا۔ بلاشبہ آرتھر ولزلی وہاں کامیاب رہا جہاں حیدر ناکام ہو گیا تھا لیکن اسے سمندر کا اقتدار حاصل تھا۔ اور اس کے علاوہ اس کو وقت بھی کافی ملا۔ اس نے جنگلات صاف کرا دیے، نائروں کو ان کی کمین گاہوں سے محروم کر دیا۔ ان کی مزاحمت کو کچل دیا اور از سر نو مزاحمت کے آثار ہی مٹا دیے۔ ایک مستقل حکومت قائم کی اور اس طرح مالابار کو قابو میں کر لیا۔ دوسرے علاقوں میں جہاں تک عام آدمی کا تعلق ہے حیدر کی سول حکومت معتدل اور نرم خو اور منصفانہ تھی۔ یہاں وہ درشت، تیار اور دہشتناک تھا لیکن مالابار نے اس کی فوجی مہارت کو چکر میں ڈال دیا اور نائر اس کے کبھی پوری طرح مطیع نہیں رہے۔

ایک مطلق العنان انسان حکمراں کے نقطۂ نظر سے سول حکومت کے بارے میں یہ اندازہ کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے زیر اقتدار تمام وسائل کو عمل میں لائے۔ اس کی حکومت اپنے ڈھانچے کے لحاظ سے بہت سیدھی سادی تھی اور اپنے بعض کاموں میں غیر مہذب بھی۔ لیکن وہ بعض خصوصیات اور خوبیاں رکھتی تھی جن کو ہندوستان کے بہترین سول منتظموں میں سے ایک نے بہترین طریقے پر بیان کیا ہے۔ منرو لکھتا ہے کہ

---

(1) GLEPG, جلد سوم ص ۹۰

"میسور کی حکومت دنیا کی سب سے سادہ اور مطلق العنان بادشاہت ہے جس میں اونچے خاندان کی اپنے بارے میں خوش فہمیوں کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔ تمام خود مختار سرداروں اور زمینداروں کو ماتحت بنایا جاتا ہے یا ان کو نکال باہر کیا جاتا ہے، دادرسی میں سختی کے ساتھ اور غیر جانبداری برتی جاتی ہے۔ ایک کثیر اور عمدہ تربیت یافتہ فوج رکھی جاتی ہے اور تقریباً تمام اہم یا اعتماد کے شعبے ایسے لوگوں کے حوالے کیے جاتے ہیں جن کو گمنامی کے پردے سے باہر نکال کر لایا گیا ہے۔ یہ تمام باتیں حکومت کو ایک ایسی توانائی اور سرگرمی عطا کرتی ہیں جس کی ہندوستان میں اب تک مثال نہیں ہے۔"(۱)

---

(۱) GLEIG جلد اوّل ص ۸۴، ۸۵

باب ۲۷

فوجی نظام

۱۷۶۷ء میں حیدر کی باقاعدہ فوج گیارہ ہزار سوار، بارہ ہزار سپاہی اور آٹھ ہزار برکاروں پر مشتمل تھی۔ محکمۂ فوج میں سائیس، کاریگر اور محاسب بھی شامل تھے۔ نقل و حمل کے لیے اس کے پاس دس ہزار بیل، سو ہاتھی اور آٹھ سو اونٹ تھے۔(۱)

باقاعدہ فوج کے علاوہ سرنگاپٹم، سرا، مگر، چتل درگ، چک بالاپور، دود بالاپور، بنگلور، کولار، ڈنڈیگل، کوئمبٹور اور دوسرے اہم قلعوں میں اس کی محافظ افواج بھی ہوتی تھیں۔ ۱۷۶۷ء کی پالیگار افواج کی صحیح تعداد کا ہمیں علم نہیں کیونکہ عام طور پر حیدر ان کو اپنے خزانے سے تنخواہ نہیں دیتا تھا۔ محافظ افواج پر ہونے والے اخراجات کے قابل اعتماد اعداد و شمار نہیں دیے جاتے کیونکہ وہ کئی دوسری مدوں کے ساتھ خلط ملط ہیں۔

ہم کو جولائی ۱۷۶۷ء میں حیدر کی مسلح افواج کی تعداد اور تشکیل کے متعلق قدرے مختلف بیان بھی ملتا ہے۔

۶۰ یورپی سوار	۵۰۰۰ دستی بم پھینکنے والے سپاہی
۱۵۰ یورپی توپچی	۸۰۰۰ یورپی بندوق بردار سپاہی
۲۱۰ یورپی	۱۰۰۰ گوپاس؟ دستی بندوق بردار
۸۰۰ بہترین مغل سوار	۴۰۰۰ توڑے دار بندوق بردار
۱۲۰۰۰ دوسرے سوار	۱۹۰۰۰ پیادہ فوج
۱۳۰۱۰	۴۹ مختلف اقسام کی توپیں۔ بے قاعدہ فوج کا شمار نہیں کیا گیا۔(۲)

(۱) ادارے مخطوطہ جلد ۳۳ ص ۱۱۱ — ۱۱۶ (۲) ادارے مخطوطہ جلد ۳۳ ص ۹۳ — ۱۰۵

مندرجہ بالا دونوں بیانات میں تھوڑے سے اختلاف کے باوجود ہمیں حیدر کی باقاعدہ فوجی طاقت کا اندازہ ہو جاتا ہے کیونکہ دونوں بیان لگ بھگ یکساں اعداد و شمار پیش کرتے ہیں۔ اس طرح ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اس کی باقاعدہ فوج کی نفری تقریباً تیس ہزار تھی۔ اگر ہم باقاعدہ پیادہ فوج میں توڑے دار بندوق برداروں کو بھی شامل کر لیں تو سوار فوج پیادہ فوج کی ۱/۴ تھی۔

۱۷۸۰ء میں جب حیدر نے کرناٹک کی مشہور مہم کا بیڑا اٹھایا تو ولکس کے مطابق اس کی باقاعدہ فوج ۱۴ ہزار گھوڑسواروں، ۱۵ ہزار باقاعدہ پیادوں، ۱۲ ہزار تجربہ کار ہرکاروں اور دو ہزار راکٹ داغنے والوں پر مشتمل تھی[۱]۔ سلمدار سوار یا کرانے کے سواروں کی تعداد ۱۲ ہزار اور سوانور کے کرنُول کے سپاہیوں کی تعداد دو ہزار تھی۔ اس کے علاوہ عارضی پیادوں اور عارضی سواروں کی بھی ایک بے قاعدہ فوج تھی جس کو پالیگار فراہم کرتے تھے اور اس کی تعداد دس ہزار تھی۔ اس کے علاوہ مختلف مقامی تنظیموں کی طرف سے اٹھارہ ہزار نفوس پر مشتمل فوج بھی فراہم کی جاتی تھی جو محافظی دستوں کی شکل میں استعمال کی جاتی تھی۔ پورنیا کے مطابق ۱۷۸۲ء میں حیدر کی موت کے وقت ۸۰ ہزار فوج کو خزانے سے تنخواہ دی جاتی تھی۔ جنگ کی وجہ سے ہونے والے جانی نقصان اور کمی کو منتظم ڈھنگ سے پورا کر لیا جاتا ہوگا۔ اس لاکثیر فوج میں ۵ ہزار آدمیوں کی نئی فوج بھی شامل تھی جو شمالی سرحد پر تعینات تھی[۲]۔

اس باقاعدہ فوج کے علاوہ عارضی پیادوں اور سواروں پر مشتمل فوج بھی کافی بڑی تعداد میں تھی۔ اگر ہم پورنیا کے بتائے ہوئے ولکس کے اعداد و شمار صحیح مان لیں تو ۸۳ ہزار فوج میں سے تقریباً ۲۳ ہزار سوار تھے۔ اس سے قریب ۳/۸ کا تناسب بنتا ہے جس میں بہترین باقاعدہ سوار اور پیادوں کا تناسب لگ بھگ برابر تھا۔ باقاعدہ جم کر لڑائی کرنے والی فوج کی تعداد کسی زمانے میں بھی ۴۰ ہزار سے زیادہ نہیں رہی۔ بے قاعدہ سوار، پیادہ اور آزمودہ کار ہرکاروں نے یقیناً مہموں میں ایک اہم حصہ لیا ہوگا لیکن جمی ہوئی لڑائیوں کے سلسلے میں ایسی فوج کو قابل لحاظ نہیں سمجھنا چاہیئے۔ سلمدار فوجی اور پالیگار

---

(۱) ایک بیان کے مطابق راکٹ دکن میں ایجاد ہوئے تھے اور پہلی بار استعمال میں لائے گئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ۱۸۰۶ء میں برطانوی فوج نے جو کانگریو راکٹ استعمال کیے تھے ان کا نمونہ ٹیپو سلطان کے ان راکٹوں سے مستعار لیا گیا تھا جو اس کی فوج نے ۱۷۹۹ء میں سرنگاپٹم میں استعمال کیے تھے۔ جہاں کہ کانگریو مشاہد کی حیثیت سے موجود تھا۔
اروِن — ہندوستانی مغلوں کی فوج ص ۱۴۰

(۲) ولکس جلد دوم ص ۱۹۴

سوار قراول کا بہترین کام انجام دیتے تھے، رسل و رسائل کا سلسلہ قائم رکھتے تھے، دشمنوں کے رسل و رسائل میں رخنہ ڈالتے تھے اور اس کی رسد کی راہیں مسدود کر دیتے تھے۔ ولکس اور دوسرے مصنفین بھی یہی تصویر پیش کرتے ہیں کہ میسور کی فوج کی تعداد انگریزوں سے آٹھ گنی تھی لیکن بے قاعدہ سواروں، پالیگار پیادوں، ہرکاروں اور توڑے دار بندوق والے سپاہیوں کو بھی ہوئی لڑائیوں میں مؤثر اور کارآمد نہیں گردانا چاہیے حیدر کی فوجی تعداد کوٹ سے بلاشبہ زیادہ تھی لیکن تناسب چار اور ایک کا تھا۔

ایک فرانسیسی نے جس نے چنپٹ کے قبضہ کے بعد حیدر کی ملازمت چھوڑ دی تھی۔ دسمبر ۱۷۸۰ء میں اس کے فوجی نظام اور اس میں تمام کر رہے یوروپینوں کی کارکردگی بیان کی ہے۔ ہر رسالہ میں ایک ہزار آدمی ہوتے تھے اور اس میں چار، آٹھ اور بارہ پونڈ کی چار توپیں ہوتی تھیں۔ مختلف قطر کی تقریباً ایک ہزار توپیں تھیں۔ ہر توپ کے ساتھ ایک ہاتھی تھا۔ ہر ۲۴ پونڈ کی توپ کے لیے اور دوسری توپوں کے لیے تناسب کے لحاظ سے ۰، بیل تھے۔ اور بہت ہی اچھی نسلوں کے دوسرے جانور تھے جن کی تعداد کافی بڑی تھی۔ پیو مورن کے زیر کمان ڈیڑھ سو یوروپی تھے اور لالی کے تحت سو یوروپی سوار اور دو سو پیادے تھے۔ رسالے کے توپوں پر زیادہ تر یوروپی متعین تھے لیکن وہ ایک دستے میں منظم نہ تھے۔ حیدر کی فوج میں یوروپیوں کی کل تعداد ڈیڑھ ہزار تھی۔ ان میں وہ یوروپی بھی شامل ہیں جو توپوں، رسالوں اور قلعوں کی حفاظت کے لیے مقرر کیے گئے تھے۔(۱) پیو مورن کے ہاتھ میں پرانے فرانسیسی سپاہیوں کی قیادت تھی۔ اس کے بارے میں حیدر کے ایک انگریز قیدی نے کہا تھا کہ وہ ایک ایسا فرشتہ صفت کپتان ہے جس کے نام کو احسان، توصیف اور محبت کے انتہائی شگفتہ خاطر جذبات کے بغیر نہیں لیا جا سکتا۔(۲) وہ ارکاٹ کے محاصرہ میں کام آیا۔ اس کے بعد کمان میں رتبہ کے لحاظ سے باؤتھ ناٹ تھا جس کو بسی کے نام لینائے کے خط میں ایک مترجم بتایا گیا تھا جو فرانسیسی تقریباً ایک اسپینی گائے کی طرح بولتا تھا۔ لالی کے علاوہ جو ایک سیویارڈ تھا دوسرے دو فرانسیسی افسر کریرا اور لی بیٹ کا ذکر کچھ اہم افسروں کی حیثیت سے آتا ہے۔ رسالوں میں یوروپی صرف سپاہیوں کو قواعد کی مشق کراتے تھے اور ان کو کمان کچھ بھی نہیں ملتی تھی۔(۳)

---

(۱) SEE PROGS مورخہ ۱۹ر جنوری ۱۷۸۱ء۔ ہالینڈ کا خط مورخہ ۲۹ر دسمبر ۱۷۸۰ء (۲) ایشیا میں جنگ جلد دوم ص ۲۷

(۳) ایشیا میں سابق جنگ کے مصنف سے ملیں۔ یوکیو گوڈرڈ ایک فرانسیسی افسر (ص ۵)، موسیو گاسٹرو، ایک فرانسیسی جراح ڈاکٹر جس نے ارنی میں انگریز قیدیوں کا علاج کیا تھا (ص ۲۴) کے نام معلوم ہوتے ہیں۔ حیدر کی ملازمت میں یوروپیوں میں ایک [illegible] سرجنٹ کا نام (ص ۲۵) بھی آتا ہے اور دوسرا فرانسیسی سرجن موسیو فارٹو تھا۔

حیدر کے فوجی نظام کا واضح تصور حاصل کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کا مقابلہ ٹیپو کی ۱۷۹۰ء سے ۱۷۹۹ء کے فوجی نظام سے کیا جائے۔ اس موازنہ سے دونوں فوجوں کی اہلیت اور کارگزاریاں نمایاں ہوجائیں گی۔ ۱۷۹۰ء میں ٹیپو کے پاس ۴۵ ہزار باقاعدہ پیادے اور تقریباً ۲۰ ہزار سوار تھے ۔ ان میں وہ بے قاعدہ ہرکارے شامل نہیں تھے جنھیں کنداچار کہا جاتا تھا(۱) ۱۷۹۹ء میں اس کے اصطبل گھوڑ سواروں کی تعداد ۳۵۰۲، سلحدار گھوڑ سوار ۹۲۹۲، باقاعدہ پیادے ۲۲۴۸۳، مسلح رضاکار فوج ۶۲۰۹، توڑے دار بندوق بردار اور ہرکارے ۴۷۴۴ تھے(۲) ۱۷۹۹ء میں ٹیپو کا مالیہ حیدر کے ۱۷۸۰ء کے مالیہ کا نصف تھا لیکن ٹیپو کے باقاعدہ پیادوں کی تعداد ۲۲ ہزار تھی جبکہ ۱۷۸۰ء میں حیدر کی فوج میں صرف ۱۵ ہزار تھے ۔ ٹیپو کی فوج میں سواروں اور پیادوں کے تناسب میں جو فرق ہے وہ اس کے باپ کی فوجی تنظیم کے اصولوں سے انحراف کی انتہائی اہم خصوصیت کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ ۱۷۹۹ء میں صرف ۳۵۰۲ اصطبل گھوڑ سواروں کے ساتھ حیدر کے جنگی طریقوں پر عمل کرنا ممکن نہیں تھا۔

حیدر کی فوجیں ایک مہم کے فوراً بعد دوسری مہم پر جاکر جنگ کرنے کی عادی ہوچکی تھیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ فرانسیسیوں کی وجہ سے افسر اور سپاہی فوجی قواعد سے پوری طرح واقف اور مستعد ہوگئے تھے لیکن پالیگاروں، باغی نائروں، مرہٹوں اور انگریزوں سے متواتر جنگوں اور ۱۷۶۶ء سے ۱۷۸۰ء تک ملک بھگ ہر سال نئی فتوحات حاصل کرکے اس کی فوج کسی بھی صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لیے پوری طرح تیار ہوچکی تھی۔ اس کی خاص سوار فوج اور سلحدار فوج اس کے فوجی نظام میں اہم کردار کی حامل تھی۔ اس کے مستعد گھوڑ سواروں نے فوج کی نقل و حرکت کی صلاحیت میں خاصا اضافہ کردیا تھا۔ پہلی اور دوسری انگریز میسور جنگوں کے تجربات بیان کرتے ہوئے سمتھ، منرو اور کوئی لکھتے ہیں کہ حیدر کی سرحدی چوکیوں کی حفاظت کرنے والے دستے، ہراول دستے، گوریلا دستے، رسل و رسائل سے متعلق دستے اور وقت ضرورت منظم اور اعلیٰ ترین فوجی قواعد کے مطابق اپنے آپ کو پسپا کرنے کا کام نہایت قابلِ تعریف تھا۔ اس کے جاسوس، خطرے کے بگل اور فوجی مظاہرے بھی بہت مؤثر تھے۔ کوٹ کی فوج دوبدو اور جم کر ہونے والی لڑائیوں میں اُس کی توپیں اور پیادے بلاشبہ اس کی کثیر سوار فوج سے زیادہ استعمال ہوتی تھی۔ لیکن چھوٹی فوج کے خلاف کیے جانے والے اقدامات اور انگریزی فوج کو تنگ کرنے میں اس کی سوار فوج

(۱) برٹش میوزیم ADD مخطوطہ نمبر ۱۳۶۵۹ ص ۶۹ — ۸۵

(۲) اوڈن - ولنگٹن کے مراسلات ص۔۔

بہت مؤثر تھی۔ پورٹونوو میں حیدر کا منصوبہ حسب ذیل بنیاد پر تشکیل دیا گیا تھا۔ انگریزوں کو سامنے کی صفوں پر گولہ باری کرنے میں مصروف رکھا جائے گا۔ اس سے انگریزی صفوں میں انتشا پیدا ہو جائے گا۔ اس کی سوار فوج کا مرکزی حصہ خندقوں کے پیچھے سے تیزی سے حملہ کرے گا جس سے ان میں مکمل بھگدڑ مچ جائے گی لیکن انگریزوں کو داہنی طرف سڑک مل جانے سے اس کے منصوبے پر پانی پھر گیا۔ حیدر نے پھر بھی اپنی سوار فوج کے ساتھ عقب پر حملہ کرنے، ساز و سامان تباہ کرنے اور دونوں صفوں کے درمیان گھس جانے کی کوشش کی۔ اس سب میں وہ ناکام رہا۔ شولنگور میں اس کی سوار فوج توپوں کی زد میں آگئی تھی اور اسے بہت نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ چونکہ اسے عجلت میں پسپائی اختیار کرنی پڑی تھی اس لیے اس کے پیادے اور توپیں کیچڑ میں پھنس گئے تھے۔ انگریزوں نے تیزی سے پیش قدمی کی اور میسوری توپیں فوج کے ہاتھ سے نکل جانے والی تھیں۔ حیدر نے اپنے بہترین سواروں کو انگریزی میسرہ پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا۔ اس حملہ سے پیادہ فوج اور توپ خانے کو دلدل سے نکلنے کا موقع مل گیا۔ گھوڑ سواروں پر توپوں کے کئی حملے ہوئے لیکن وہ اپنے گھوڑوں کو سرپٹ بھگاتے ہوئے دشمن کی زد سے نکل گئے اور اپنی فوج میں آملے۔

حیدر کی تنظیم میں سوار فوج محض ایک ملحقہ یا امدادی فوج نہیں تھی۔ اس نے پہلی انگریز میسور جنگ میں وڈ کو اور پھر اسمتھ کو اِدھر اُدھر اپنا تعاقب کرنے پر مجبور کر دیا اور اس طرح انگریزوں کو تھکن، آب و ہوا اور خراب غذا" کے ذریعے کمزور کر دیا۔ اس طرح حیدر اسمتھ کو جل دے کر مدراس کی جانب نکل گیا اور انگریز حکومت کو ایک توہین آمیز معاہدہ کرنے پر مجبور کر دیا۔ حیدر کے بیل، اونٹ اور ہاتھی بھی اس تیز رفتار نقل و حرکت میں اُس کے معاون ثابت ہوئے۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ پہلی انگریز میسور جنگ میں اسمتھ نے اپنے نائبوں کو مطلع کیا تھا کہ وہ حیدر کا تعاقب کرنے میں معذور رہے۔ لہٰذا اس کے لیے کوئی دوسرا طریقہ اختیار کیا جائے جب کہ اس کے نائبوں اور مدراس سرکار کی یہ رائے تھی کہ حیدر کا تعاقب کیا جائے تاکہ اُسے سیدھی جنگ کرنے پر مجبور ہونا پڑے۔ ایک بار جبکہ انگریز فوج اس کے پیچھے لگی ہوئی تھی تو ایک دن حیدر جیسے مذاق کر رہا ہو اپنی فوج کا معائنہ کرنے کے لیے رُک گیا جب انگریز صرف تین میل دُور رہ گئے وہ پھر آگے بڑھ گیا۔ اپنی برتری، رسد کی کثیر فراہمی اور مکمل جغرافیائی معلومات کی بنا پر اس نے کوٹ کو دفاعی انداز اختیار کرنے پر مجبور کر دیا تھا اور کوٹ اپنی گولہ باری کی فوقیت اور پیادہ فوج کی لیاقت اور طاقت سے بہت زیادہ فائدہ نہیں اُٹھا سکا۔ علاقہ کے جغرافیائی معلومات دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے اور نقل و حمل کے کام میں آنے والے جانوروں کی ناکافی فراہمی کی بنا پر کوٹ ہر کام آہستہ آہستہ

کرنے پر مجبور تھا۔ حیدر کے پاس بار برداری کے لیے بہترین جانور تھے جو اس کے توپ خانے کو انگریزوں کے حرکت میں آنے سے پہلے کھینچ کرلے جاتے تھے اور اس کی توپیں ایسے علاقہ میں بھی لے جاتے تھے جہاں سڑکیں بھی نہیں ہوتی تھیں۔ حیدر کی سب سے مشہور مویشی تنظیم امرت محل تھی (۱)۔ یہ مویشی تنظیم چکا دیوا رائے (۱۶۷۲ء تا ۱۷۰۴ء) کے زمانے میں وجود میں آئی تھی۔ حیدر نے اس تنظیم کو مستحکم کر دیا تھا جس میں ساٹھ ہزار بیل تھے جنھیں غلہ بیل، ہل بیل وغیرہ زمروں میں بانٹ دیا گیا تھا۔ "اس امرت محل نسل کے گھوڑوں کی حیثیت دوسری ہندوستانی نسلوں کے مقابلے میں وہی تھی جو اچھی نسل کے گھوڑوں کی عام گھوڑوں سے ہوتی تھی"۔ سر مارک کبن نے لکھا تھا کہ "یہی تنظیم تھی جس کی بنا پر حیدر ڈھائی دن میں سو میل کا سفر کر کے چدمبرم کی مدد کے لیے پہنچ گیا تھا اور ہر شکست کے بعد وہ اپنی توپوں کو دشمنوں کے سامنے سے کھینچ کرلے جاتا تھا۔ اسی تنظیم کی وجہ سے ٹیپو ایک ماہ میں سطح مرتفع کو پار کر کے بدنور پر دوبارہ قبضہ کرنے کے قابل بن گیا تھا۔ لہٰذا حیدر کی نقل و حرکت کی تیز رفتاری کی وجہ سمجھنا مشکل نہیں ہے۔

ٹیپو کے فوجی نظام پر تبصرہ کرنے والے اس بات پر متفق ہیں کہ ٹیپو نے اس وقت غلطی کی تھی جب اس نے اپنی باقاعدہ پیادہ فوج کو بڑھانے کے لیے اپنی سوار فوج کو کمزور کر لیا تھا۔ اس نے دوسری ہندوستانی طاقتوں، پالیگاروں اور مقامی سرداروں کے خلاف اس کو استحکام و معتبر طاقت عطا کی تھی لیکن اسی بنا پر انگریزوں کے ہاتھوں اس کا زوال عمل میں آیا تھا۔ ٹیپو کو جنگیں لڑنی پڑی تھیں یا محاصروں کا سامنا کرنا پڑا تھا جبکہ حیدر نے دور دراز فاصلہ سے گولہ باری کی اور دشمن کی رسد کی راہیں مسدود کر کے ایک طویل اور پریشان کن جنگ جاری رکھی تھی۔ ٹیپو کی پیادہ فوج کسی دوسری فوج کی طرح اس کی عظیم قوت تھی لیکن وہ انگریزی پیادہ فوج کی طرح عمدہ نہیں تھی۔ حیدر اس بات کو بخوبی سمجھ چکا تھا اور اپنے تمام جنگی منصوبے اس فوجی حقیقت کو سامنے رکھ کر بناتا تھا۔ ۱۷۹۰ء میں میڈوز کے خلاف مہم میں ٹیپو کی کامیابیاں زیادہ تر اس حقیقت کی بنا پر تھیں کہ اس نے اپنے باپ کی مثال اپنے سامنے رکھی تھی۔ سیتا منگلم میں کرنل فلائیڈ پر ٹیپو کا حملہ، گزل ہٹی درّے کے راستے میسور پر حملہ کے منصوبے کو جس طریقہ سے اس نے ناکام بنایا، میڈوز نے میکسویل کے اجتماع سے پہلے میکسویل پر اس کا حملہ اور اس کا چکر در چکر راستہ اختیار کر کے دوبارہ تاپور درّے کی راہ سے گزرنا اور کورومنڈل علاقے کے قلب میں جا پہنچنا۔ یہ سب اس کی فوجی حکمت عملی کی مہارت بتاتی ہے جو اس کے باپ کی ۱۷۶۷-۶۹ء اور ۱۷۸۰-۸۲ء

---

(۱) میسور ضلع گزیٹیر جلد ۵، بیاوڈن راؤ ص ۶۰، III ص ۱۰۵

کی مہموں کی اعلیٰ خصوصیت تھی۔ اپنے باپ کی طرح ٹیپو نے بھی ۱۷۹۰-۹۲ء کی مہم میں سوار فوج اور توپ خانے پر بھروسہ کیا تھا۔ ٹیپو کے چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں لڑنے والے سپاہیوں نے خالص حیدر کے انداز میں کارنوالس کو اس کے مرہٹہ حلیفوں کی پیش قدمی سے غفلت میں رکھا تھا۔ ٹیپو کو ۱۷۹۲ء میں محض انگریز مرہٹہ اتحاد کی وجہ سے شکست ہوئی تھی۔ مرہٹوں نے کارنوالس کو ۱۷۹۱ء میں بچالیا تھا جب اس نے اپنے محاصرہ کے سازوسامان کو تباہ کرکے اپنی فاقہ زدہ فوج کے ساتھ چنکرال میں پناہ لی تھی۔ جیساکہ منرو لکھتا ہے کہ "مئی میں سرنگاپٹم سے واپسی کے بعد وہ مرہٹوں کی مدد کے بغیر پھر کبھی بنگلور سے آگے نہیں بڑھ سکتا تھا" لیکن ۱۷۹۲ء کے بعد ٹیپو نے حیدر کے فوجی نظام کو مکمل طور پر ترک کردیا تھا۔ ۱۷۹۹ء کی مہم میں سرنگاپٹم کے دفاع پر بھروسہ کرکے وہ زیادہ تر مدافعت کرتا ہوا ہی نظر آتا ہے۔

فطری طور پر اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مرہٹوں کے خلاف حیدر کا فوجی نظام کہاں تک مؤثر اور کارآمد تھا؟ مرہٹوں کی مقابلتاً برتر سوار فوج کو اگرچہ ظاہری طور پر فوجی تدابیر کی تربیت نہیں دی گئی تھی تاہم اس کی ایک اندرونی تنظیم تھی جس سے مرہٹہ سردار بظاہر غیر مرتب اور غیر منظم فوج کو متحد کرسکتا تھا۔ نیز اناج اور رسد کے بہترین انتظامات کرسکتا تھا۔ مرہٹہ سوار پہلے سے چارہ اور غلہ جمع کیے بغیر اکثر گزارہ کرسکتے تھے۔ جیسے پہلے کہا جاچکا ہے کہ بجائے سپاہیوں کے وہ ٹڈی دلوں کی طرح علاقوں پر چھا جاتے تھے۔ شمالی سرحد پر میسور کا دفاع بہت کمزور تھا اور جیساکہ ولنگٹن نے بعد میں لکھا کہ "مرہٹہ سواروں کا ایک دستہ بدنور کے زرخیز صوبے کو تاراج کرسکتا تھا خود بدنور کو غارت کرسکتا تھا اور سرنگاپٹم کے چند میل کے فاصلہ کے اندر تک تباہی پھیلا سکتا تھا۔"(۱) مرہٹے دریا پار کے علاقوں کو چھوڑ کر ہر جگہ آسانی سے گھس کر وار کرسکتے تھے۔ اسی لیے حیدر مرہٹوں اور اپنی سلطنت کے مرکزی علاقہ یا قلب کے درمیان کرشنا اور تنگ بھدرا دریاؤں کی سرحد بنانے کے لیے بے حد کوشاں تھا۔

۱۷۵۹ء میں حیدر کو میرج کے گوپال راؤ سے، ۱۷۶۰ء میں وساجی پنڈت سے، ۱۷۶۴-۶۵ء اور ۱۷۶۶-۶۷ء اور ۱۷۷۰ء میں پیشوا مادھو راؤ سے، ۱۷۷۱-۷۲ء میں ترمبک راؤ سے، ۱۷۷۴ء میں رگھوناتھ راؤ سے اور ۱۷۷۶-۷۸ء میں پرشورام بھاؤ اور ہری پنت سے لڑنا پڑا تھا۔ وہ مرہٹہ سرداروں کے خلاف بہت زیادہ کامیاب نہیں ہوا تھا اور بعد میں اس کی کامیابی سیاسی وجوہ سے تھی نہ کہ فوجی برتری کی بنا پر۔ مرہٹہ طریق جنگ کے پیش نظر حیدر عام طور پر مدافعت کرتا رہا تھا۔ اس نے قلعوں اور دیوار دار

---

(۱) گروڈ جلد اوّل ص ۳۰۳

گاؤں میں ہرکارہ سپاہی متعین کر رکھے تھے اور ساری باقاعدہ فوج کو میدان جنگ کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ اس طرح اس نے مرہٹہ سوار فوج کو شہروں اور گاؤں سے دور رکھنے اور بیک وقت اپنے علاقوں کے فوجی اور غیر فوجی قبضہ کو برقرار رکھنے کی کوشش کی تھی جیسے کہ ولکس نے بعد میں لکھا کہ "میسور کے عام لوگوں کے دلوں میں مرہٹوں کا ڈر اس طرح سرایت کر گیا تھا کہ اگر کسی شہر کے پاس اس عذاب سے مقابلے کے وسائل نہیں ہوتے تھے تو وہ تیزی سے شہر خالی کر دیتے تھے۔"(۱) حیدر کا جنگی منصوبہ یہ تھا کہ مرہٹے اس کے علاقے میں باقاعدہ رسد نہ حاصل کر سکیں۔ اس نے ان کو اپنے بازاروں پر انحصار کرنے پر مجبور کر دیا تھا اور جیسے جیسے اس کی حکمت عملی کامیاب ہوتی گئی ویسے ویسے مرہٹوں کی مرکزی فوج کی رفتار میں سستی آتی گئی۔ اب وہ اتنی تیزی سے نقل و حرکت نہیں کر سکتی جتنی کہ مرہٹہ میسور جنگ کے ابتدائی مراحل میں انھوں نے کی تھی۔

اس دفاعی منصوبے سے حیدر کو میدانِ جنگ میں کوئی امتیازی کامیابی حاصل نہیں ہوئی اور یہ طریق کار اسے مہنگا بھی پڑا تاہم وہ اپنی قوت برداشت اور خود اعتمادی کی بدولت آخر میں کامیاب رہا۔ کئی مرتبہ مرہٹوں کو میدان جنگ میں شکست دینے کی کوشش میں اس کو شکست کھانی پڑی۔ فاتح مرہٹوں نے میسور کے علاقوں کو تاخت و تاراج کر دیا لیکن ان کو چھوڑ کر جانا پڑا کیونکہ وہ سرنگاپٹم پر قبضہ نہیں کر سکے تھے جو حیدر کے دفاعی نظام کا گڑھ تھا۔ اس کے علاقے میں قلعے کثیر تعداد میں تھے۔ ۱۷۹۹ء میں ٹیپو کے قبضہ میں ستائس اہم قلعے اور ۱۱۳ اوسط درجے کے قلعے اور ۲۹۹۲۸ محافظ فوج تھی(۲)۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ حیدر کے دورِ حکومت میں اہم قلعوں، اوسط درجے کے قلعوں اور محافظ افواج کی تعداد دوگنی تھی۔ سرنگاپٹم کے مقام کو ولنگٹن کے الفاظ میں بہترین انداز سے بیان کیا گیا ہے: "جو فوج اس کا محاصرہ کرے اس کو چاہیئے کہ وہ فوراً دریا کے شمال یا جنوبی طرف سے حملہ کرے یا جزیرہ کی طرف سے حملہ کرے۔ وہاں اتنی زیادہ فوج نہیں لے جائی جا سکتی کہ وہ دو یا تین ڈویژنوں کے لیے کافی ہو اور نہ اتنی بڑی ہو سکتی ہے کہ وہ اس جگہ دو تین حملے کر سکے کیونکہ یہ ڈویژنیں ایک دوسرے سے عملی طور پر الگ کر دی جائیں گی اور ہر ایک اس قابل ہونی چاہیئے کہ دشمن کی اس فوج کے خلاف اپنا دفاع کر سکے جو محاصرہ اٹھانے کے لیے استعمال میں لائی جائے گی۔ سرنگاپٹم کے دفاع کے لیے محافظ فوج

---

(۱) ولکس کی روئداد ص ۴۰

(۲) " " " ص ۱۱۲

فراہم کرنے میں اس سے زیادہ لوگوں کی ضرورت نہیں ہوگی جتنی حملہ کے ایک مقام پر دفاع کے لیے لوگوں کی ضرورت پڑے گی لیکن سرنگاپٹم کو ایسی جگہ کے لحاظ سے کہ جس پر حملہ کیا جاسکے وہ ہندوستان کے ہر دوسرے قلعہ کے مقابلہ میں زیادہ محفوظ ہے کیونکہ جون کے مہینے سے دسمبر کے مہینے تک اس تک پہنچنا ناممکن ہے۔"(۱) ولنگٹن نے اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ قرب و جوار کے علاقے میں وہاں سے ایک بڑی محافظ فوج مخالف فوج کے رسل و رسائل کے نظام کو درہم برہم کرنے کے لیے بھیجی جاسکتی ہے۔ جب ٹیپو نے انگریزوں کے خلاف صرف مدافعت کرنے کا فیصلہ کیا تو اس نے وہی اقدام کیے جو کہ اس کے باپ نے چنگرال کے بعد کیے تھے چنانچہ اس نے بیشتر قلعوں میں اور خاص طور پر سرنگاپٹم میں مرمت کا کام شروع کر دیا۔ ۱۷۹۲ء اور ۱۷۹۹ء کے درمیان اس نے اس کام پر ۱۲ لاکھ پگوڈا صرف کر دیے اور مہم کے آغاز تک اس نے فوجوں کی پیش قدمی روکنے کے لیے بہت کم کام کیا جو مارچ میں سرنگاپٹم پہنچیں اور بارشوں سے دریاؤں میں طغیانی آجانے سے پہلے ۴ مئی کو آخری حملہ کیا لیکن اس مرتبہ انگریز ٹیپو کی افواج کی سوار اور پیادہ فوج کی تعداد اور صلاحیت و لیاقت کے اعتبار سے میدان جنگ میں ایک برتر فوج لے کر آئے تھے۔ اگر ٹیپو نے اپنے باپ کے جنگی اصولوں پر عمل کیا ہوتا اور اس کی فوجی تنظیم برقرار رکھی ہوتی تو موسم برسات کے آغاز تک انگریزی فوج کی پیش قدمی روک سکتا تھا اور اس طرح اسے چھ ماہ کی اور مہلت مل جاتی جس میں وہ کچھ سست اور مذبذب مرہٹہ سرداروں کو ہمنوا بنانے میں کامیاب ہو جاتا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ وہ سیاسی اور فوجی صورت حال کو یکسر بدل کر رکھ دیتا۔

حیدر کی میدانی فوج کی مستعدی اور کامیابی میں اس کے قابل تعریف جاسوسی محکمہ کی کارکردگی کا کچھ کم حصہ نہ تھا۔ اس سلسلہ میں ہم کو صرف دو برطانوی رودادیں نقل کرنے کی ضرورت ہے۔ ۲۰ مئی ۱۷۸۱ء کو ایک برطانوی سپاہی نے کچھ خطوط ایک درخت سے متعلق پائے جن میں ایک خط حیدر کا میر صاحب کے نام تھا۔ ان خطوط میں حیدر نے اپنے نائب کو انگریزی بیڑے کی آمد، ان کی تعداد اور دوسری تفصیلات کی بالکل صحیح اطلاع دی تھی۔" ایشیا میں جنگ" کے مصنف نے لکھا ہے کہ " ہماری فوج کی جانب ایک بٹالین جب بھی روانہ ہوتی تھی تو حیدر کو اس کا پتہ سب سے پہلے چل جاتا تھا۔ حیدر کی اہم نقل و حرکت کی ہمیں ذرا بھی خبر نہیں ملتی تھی۔"(۲)

---

(۱) سرنگاپٹم کے سلسلہ میں عرضداشت۔ گرووڈ جلد اول ص ۲۴۳

(۲) ایشیا میں جنگ جلد اول ص ۱۵۰

حیدر کے فوجی نظام کی دو دوسری ممتاز خصوصیات بھی قابل ذکر ہیں۔ ایک چیلا بٹالین اور دوسری کندا چار ہرکارے۔ چیلا بٹالین میں زیادہ تر جنگ میں گرفتار شدہ کمسن بچوں اور نوجوانوں کی بھرتی کی جاتی تھی۔ ان میں تقریباً سب کے سب ہندو الاصل تھے۔ یہ دستور مالابار میں شروع ہوا تھا۔ بعض اوقات کم عمر کے ہندو بچوں کا مذہب تبدیل کر دیا جاتا تھا اور ان کو محلات میں بطور غلام تعینات کیا جاتا تھا۔ ان چیلوں میں سب سے زیادہ مشہور نائر نو مسلم شیخ ایاز تھے۔ قیدی نو مسلموں کی پہلی باقاعدہ فوجی تنظیم کی ابتدا چتل ورگ کی فتح سے ہوتی ہے۔ روایت ہے کہ وہ بیس ہزار قیدی سرنگا پٹم لے گیا تھا۔ کمسن لڑکوں میں سے پہلی چیلا بٹالین کی تشکیل ہوئی تھی۔ ۱۷۶۹ء میں سوارٹز نے ان "یتیموں" کی ایک بٹالین کو فوجی قواعد کرتے دیکھا تھا۔ حیدر کے جانشین نے چیلوں کی تعداد میں بہت زیادہ اضافہ کر دیا تھا۔ ولکس نے ان کا مقابلہ ترکی جان نثار سپاہیوں سے کیا ہے۔ یہ موازنہ بالکل ٹھیک نہیں ہے۔ عثمانی غلام شاہی محافظ دستے جس میں جان نثار سپاہی ایک حصہ تھے۔ وہ ایک غیر ملکی تہذیب کے پورے سماج پر تسلط قائم کرنے کی ایک تدبیر تھی۔ وہ ایک وسیع انداز میں ایک جرأت آمیز تجربہ تھا جس کا لب لباب یہ تھا کہ "نگرانوں کے ذریعے انسانی بھیڑوں کو قانون کی حدود میں رکھا جائے اور اس کے پڑوسیوں کو دور دور رکھا جائے۔ ایک عثمانی عوامی غلام بننا انتہائی مشکل طلب، اہم، خطرناک اور عظیم الشان کام تھا .... لیکن وہ پوری طرح سے ان لوگوں کے لیے مخصوص تھا جو پیدائشی کافر تھے"۔(۱) حیدر اور ٹیپو کے فوجی نظام میں چیلا بٹالینوں نے کوئی خاص کارنامہ نہیں انجام دیا تھا۔ یہ دستور بعض سرکش علاقوں کو قابو میں رکھنے اور ساتھ ہی ساتھ فوج کے لیے رنگروٹ حاصل کرنے کی تدبیر تھی کہ جن کی جبری تبدیلیٔ مذہب ان کو ان کے ماحول سے کاٹ کر الگ کر دے گی۔ یہ تنظیم بہت ہی نامکمل تھی اور ۱۷۹۲ء میں ٹیپو کے احمدی چیلوں نے سلطان کے مورچے پر اس کی ناکامی سے فائدہ اٹھایا تھا اور اپنے ہتھیاروں، اپنی بیویوں اور بچوں کے ساتھ کورگ واپس چلے گئے تھے۔

حیدر کے زمانے میں کندا چار ہرکاروں کی تعداد ایک لاکھ دس ہزار تھی۔ یہ بے قاعدہ سپاہی مختلف ہتھیاروں سے لیس ہوتے تھے لیکن زیادہ تر وہ توڑے دار بندوقوں اور نیزوں سے مسلح ہوتے تھے۔ وہ بنیادی طور پر کاشتکار تھے جو خالی مہینوں میں فوجی خدمات انجام دیتے تھے۔ حیدر نے ان کی کثیر تعداد کو اپنی محافظ افواج اور باقاعدہ افواج میں ملازم رکھا تھا۔ اس طرح ان کے غارتگری اور

---

(۱) ٹائن بی تاریخ جلد سوم۔

میٹرے پن کے رجحانات پر روک لگ گئی تھی اور ان میں اپنی حکومت کے استحکام میں دل چسپی پیدا ہو گئی تھی یہ وہی اصول تھا جس کی بنا پر انگریزوں نے درۂ خیبر کی حفاظت کے لیے خاصہ داروں کو ملازم رکھا تھا۔ ٹیپو نے اپنی باقاعدہ پیادہ فوج کو بڑھانے کے لیے ان کی تعداد کم کر دی تھی بلکہ ٹیپو کے زوال کے بعد بھی پورنیا نے بیس ہزار کنداچار ہرکارے ملازم رکھے ہوئے تھے۔ اس نے تنخواہ کے معاملے میں حیدر کی تقلید کی تھی۔ کنداچار ہرکارے جب اپنے گھروں پر ہوتے تھے تو ان کو بہت کم تنخواہ ملتی تھی جو کچھ تو بنجر زمین کی شکل میں ملتی تھی یا دو روپیے تین روپیے ماہانہ نقد لگان کے عوض میں۔ جب انھیں میسور میں فوجی خدمات کے لیے طلب کیا جاتا تھا تو ایک گھوڑا کا اضافہ کر دیا جاتا تھا اور جب وہ ملک کے باہر فوجی خدمات انجام دیتے تھے تو مستقل تنخواہ کے برابر بھتہ ملتا تھا۔"(۱) خدمات کی انجام دہی کے بعد وہ اپنی واپسی پر نقصان کی تلافی میں مالی تحائف اور انعامات پاتے تھے۔ ان بے قاعدہ سپاہیوں میں سے بہت سے حیدر کی جنگی فوج کے ساتھ جاتے تھے۔ وہ سڑکیں صاف کرنے، خندقیں کھودنے اور مقبوضہ شہروں میں محافظ فوج کے فرایض انجام دیتے تھے یا اسی طرح کی دوسری ضروری فوجی خدمات انجام دیتے تھے۔ اس طرح باقاعدہ فوج جنگی اقدامات کے لیے آزاد رہتی تھیں۔

---

(۱) ولکس کی روئداد ص ۱۴۴

باب ۲۸

حیدر کے عروج کی اہمیت

حیدر علی کی زندگی اور کارناموں کو پوری طرح جاننے کا سب سے بہتر ذریعہ یا تو اس کے جانی دشمن مرہٹوں اور انگریزوں کی دستاویزات ہیں یا پرتگالیوں، ولندیزیوں اور فرانسیسیوں کے موافقانہ ور غیر جانبدار دستاویزات ہیں۔ اصل مواد اگرچہ بہت زیادہ ہے تاہم وہ اس کے کردار پر پوری روشنی نہیں ڈالتے۔ فارسی سوانح اور تامل تیلگو اور کناری مخطوطے بے کیف ہیں۔ ان سے صرف معمولی معلومات ہی مل سکتی ہیں۔ تاریخ کی بنیاد ان واقعات پر ہوتی ہے جو ہمارے پاس ہوتے ہیں لیکن ہمیں ٹھیک طور سے وہ چیز حاصل نہیں ہوتی جس کی ایک تاریخ داں کو ضرورت ہوتی ہے یعنی ہمعصر تبصرے جو تشریحات اور واقعات کی وضاحت کرتے ہیں۔ واقعات سے ہم پوری طرح سے واقف ہیں اور ماحول، کا پورا پس منظر بھی جانتے ہیں لیکن اس دور کے لوگوں کی گفتگو اور ان کے مزاج کے بارے میں تاریخی شواہد ٹھیک ٹھیک طور سے ہمارے علم میں نہیں آتے۔ سپاہیوں اور مصاحبوں کی بہت بڑی تعداد میں صرف حسب ذیل اشخاص کچھ امتیاز و شان کے حامل نظر آتے ہیں۔ شیخ ایاز (انگریزی دستاویزات میں ان کا نام حیات صاحب دیا گیا ہے) اپاجی رام، میر رضا، فیض اللہ خاں، لالی، پیو مورن، پورنیا اور میر صادق یہاں بھی ہماری قوت متخیلہ دستاویزات کے مطالعہ سے گزر کر ان مکمل انسانی حقائق کا احاطہ نہیں کر سکتی جن کی وہ نمائندگی کرتے تھے اور ہم اس کے کردار کی اطمینان بخش تصویر کشی نہیں کر سکتے جو انھوں نے تاریخ کی تمثیل (ڈرامے) میں انجام دیا ہوگا۔ حیدر علی کے سوا دوسری کوئی شخصیت یہاں تک کہ ٹیپو کی شخصیت بھی اتنی وضاحت سے نہیں ابھرتی جس کی ہم کو توقع تھی۔ حیدر اگرچہ صاحبِ صلاحیت اور

لائق تھا لیکن واقعات اور حالات پر حاوی ہو جانا اس کے لیے اس طرح ممکن نہ تھا جس سے محسوس ہوتا کہ صرف وہی ایک زندہ شخصیت تھا اور بقیہ صرف بے جان اور غیر محسوس سائے تھے۔

حیدر جو کہ ایک مطلق العنان سپاہی صفت حکمراں تھا۔ ایک بہت کامیاب منتظم تھا۔ کوئی مفصل تحقیق و تفتیش کسی لحاظ سے بھی اس کارنامہ کی خوبی کو گھٹاتی نہیں ہے۔ یہ تسلیم کر لینا چاہیئے کہ اس میں بہت سی خرابیاں تھیں۔ وہ نفس پرست اور بدزبان تھا اور اکثر ------ دریدہ دہنی پر اتر آتا تھا۔ اگرچہ وہ بلا وجہ کبھی بربریت پر نہیں اترتا تھا تاہم اس نے اپنے حریفوں اور دشمنوں کو بہت ہی بے رحمانہ انداز میں ختم کر دیا تھا۔ سوائے چند صورتوں کے مثلاً اپنے نسبتی بھائی میر رضا کے معاملے کے وہ نہ معاف کر سکتا تھا اور نہ بھول سکتا تھا۔ اس کا انتظام و انصرام مانٹیسکیو کے مشہور مقولے کی زندہ مثال تھا کہ آمریت کا بنیادی اصول خوف ہے۔ فرض سے کوتاہی کرنے والوں اور استحصال کرنے والے ملازمین کی کھال کوڑوں سے اتار دی جاتی تھی (جی، ایل، ٹی ص ۲۵۹) یہاں تک کہ اس کا بڑا بیٹا بھی اگر فرض ناشناسی دکھاتا تو وہ بھی کوڑوں سے نہیں بچ سکتا تھا لیکن یہ مطلق العنان حکمران احمقانہ غرور یا بے جا فخر میں مبتلا نہیں تھا۔ اس کی گفتگو کے موضوعات عموماً اس کے انتظامیہ کی ترتیب و تنظیم اور تلواریں، توپیں اور جواہرات، گھوڑے، ہاتھی، مقوی باہ دوائیں وغیرہ ہوتے تھے۔ (ڈی، ایل، ٹی ۲۶۰)۔ اس کے دربار میں طمطراق اور کروفر کی کمی تھی۔ وہ چند مالدار کاہلوں کا محض ایک تنگ حلقہ نہیں تھا۔ اٹھارویں صدی میں بیشتر ہندوستانی دربار تھے۔ وہ یقیناً مصلحت خاص سے اپنے دربار اور فوجی قواعد (پریڈ) کو کروفر والا بنا دیتا تھا لیکن اصولی طور پر اس میں ٹھاٹھ باٹھ تو ہوتا تھا لیکن عیش پسندی کے تکلفات نہیں ہوتے تھے۔ عموماً مطلق العنان حکمران خوشامد پسند ہوتے ہیں اور درباری سوانح نگار عموماً یہ تاثر دیتے ہیں کہ ان کی خوشامد کی بھوک کبھی نہیں مٹتی لیکن حیدر کے دربار میں مستعدی و چستی کے سوا قدر کا کوئی دوسرا معیار نہیں تھا اور کوئی آدمی صرف خوشامد سے کامیاب نہیں ہو سکتا تھا۔ اس نے لالی سے جسے معاہدہ سے کم فوجیں لانے پر کم تنخواہ ملی تھی کہا تھا: ”خاموش رہو اور جتنا پا گئے اس پر شکر گذار رہو۔ میں کسی افسر کو پانچ ہزار روپے ماہانہ محض اس کی ناک کی خوبصورتی کی وجہ سے نہیں دیتا ہوں“۔ (ولکس جلد دوم ص ۴۰۲) تمام اقدامات اور کاموں کی وہ خود نگرانی کرتا تھا۔ وہ بہت سخت تھا اور بہت چھوٹے چھوٹے احکام بھی خود صادر کیا کرتا تھا: ”یہاں تک کہ چمڑے، چمڑے کی بوریاں، خیموں اور رسّوں تک کے بارے میں حکم دیتا تھا“ (ڈی، ایل، ٹی ۲۶۰) وہ بڑا مردم شناس تھا اور کھانڈے راؤ کے علاوہ شاید ہی اُسے کسی دوسرے نے دھوکا دیا ہو۔ اس نے بلاشبہ اپنی حکومت کے کارکنوں میں خوف پیدا کر دیا تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ انسانی طاقتوں کو کس طرح مہمیز لگائی

جا سکتی تھی۔ عوام اس کے انتظام و انصرام کے لیے اس کی مستعدی کی وجہ سے احترام کے جذبات رکھتے تھے۔ اس کی کامیابی کی ایک بڑی وجہ یقیناً اس کی سخت محنت اور تفصیلات پر مسلسل توجہ تھی۔ اس کے بیٹے میں بھی یہ خوبیاں تھیں لیکن اس میں نہ باپ کی بصیرت تھی اور نہ چیزوں کو پرکھنے کی صلاحیت۔

حیدر نے تاریخ پر جو اپنی چھاپ چھوڑی ہے وہ ایک ایسے شخص کی ہے جو ہندوستان میں انگریزوں کا ایک بڑا دشمن تھا۔ اکتوبر ۱۷۸۱ء میں جب محرری کے ایک امیدوار جان میلکام کو انڈیا آفس لے جایا گیا اور اس کے نامنظور کیے جانے کے امکانات بہت زیادہ تھے۔ اس وقت ڈائریکٹرز میں سے ایک نے کہا کہ "کیوں میرے عزیز، اگر تمھیں حیدر علی سے مقابلہ کرنا پڑے تو تم کیا کرو گے؟" "کیا کروں گا جناب؟ میں اپنی تلوار سونتوں گا اور اس کا سر کاٹ لوں گا۔" "ضرور" کہہ کر ڈائرکٹر نے اُسے جانے دیا۔ (کے، میلکام کی حیات اور خطوط جلد اوّل ص ۸)۔ اس زبانی امتحان کی تحریری یادداشت سے حیدر علی کے بارے میں اس تاثر کا پتہ چلتا ہے جو ایک اوسط درجہ کے انگریز اسکول بچے کے ذہن میں تھا جو ہندوستان کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔ اس نے ہندوستان میں ان کو تقریباً تباہی کے غار پر پہنچا دیا تھا۔ لیکن انگریز دشمن پالیسی کا اختیار کرنا محض جذبات، تعصب، کینہ یا توہین کے سبب نہیں تھا۔ اس وقت کی صورت حال میں وہ ناگزیر تھا۔

اس کے برسرِ اقتدار آنے سے پہلے میسور اپنے جائے وقوع کے لحاظ سے ایک آرام بخش اور گمنام خطہ تھا۔ اچانک اسے ایک سیاسی سرحد کی اہمیت مل گئی۔ جنوب میں مرہٹہ توسیع پسندی کے دباؤ اور ہندوستان میں یوروپی اقوام کی مسلح کشاکش نے میسور میں ایسے حالات پیدا کر دیے تھے جو اس کی تاریخ کے عام رُخ سے میل نہیں کھاتی تھی۔ ایک ہنگامی صورت کے بعد دوسری ہنگامی صورت پیدا ہوتی گئی اور اس کے کردار نکھرتے گئے۔ وہ ایک بالکل نیا ماحول تھا جو روبہ زوال درباروں کی پُرانی روایات کے خوابِ پریشاں سے آزاد تھا۔ ان حالات میں حیدر کے لیے اور اس کے بیٹے کے لیے یہ ناگزیر تھا کہ وہ ایک ایسی پالیسی نہ اختیار کریں جو نظام کو قرینِ مصلحت و مفید نظر آئے۔ اٹھارویں صدی میں ایسا لگتا ہے کہ ہندوستان میں تمام چیزیں پستی کی انتہا کو پہنچ گئی تھیں لیکن اس زوال کے دور میں بھی تنوع اور رنگ آمیزی کی کمی نہ تھی۔ وہ لوگ جو قدیم روایات کے وارث ہوئے تھے انھوں نے انتہائی کاہلی کا مظاہرہ کیا تھا اور بغیر مزاحمت کیے صرف لڑکھڑاتی منتشر ہوتی ہوئی اور مفلوج طرزِ زندگی کو ترجیح دی تھی۔ نسبتاً نئی طاقتیں انگریزوں کی مخالفت پر اڑی ہوئی تھیں۔ میسور نے چار جنگیں لڑیں اور مرہٹوں نے تین۔

چونکہ حالات بدل گئے تھے اس لیے حیدر کی شروع کی ہوئی انگریز دشمن پالیسی ٹیپو کے زمانے میں ناکام ہوگئی۔ اس تبدیلی کے بارے میں ٹی کا تجزیہ اہمیت رکھتا ہے۔ حیدر کو صرف ایسٹ انڈیا کمپنی سے مقابلہ تھا جس کے پاس کافی وسائل نہیں تھے اور جس کی نگرانی ایک حاسد داخلی حکومت کر رہی تھی۔ لیکن ۱۷۸۴ء کے بعد وزارت نے حکومت ہند کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ حقیقت میں یہ ایسٹ انڈیا کمپنی نہیں تھی جس سے ٹیپو کو مقابلہ کرنا تھا بلکہ اب اسے انگریزی حکومت اور ایسٹ انڈیا کمپنی دونوں کا مقابلہ کرنا تھا اور ان دونوں کے وسائل کو اکٹھا کر لیا گیا تھا تاکہ جنگ کی ضروریات فراہم کی جائیں۔" (ٹی جلد ۵ ص ۳۲۶) - یہ بیان لارڈ کارنوالس کی ٹیپو کے ساتھ جنگ کے سلسلہ میں دیا گیا لیکن وہ ویلزلی کی جنگ کے سلسلہ میں بھی صحیح ہے۔ حیدر نے ایسٹ انڈیا کمپنی سے جنگ کی تھی اور ٹیپو نے ایسٹ انڈیا کمپنی اور برطانوی حکومت سے جنگ کی تھی۔

لیکن حیدر کی انگریز دشمن پالیسی کی ناکامی کے اسباب کا یہ تجزیہ ہم کو صحیح صورت حال سے روشناس نہیں کراتا۔ حیدر نے کچھ ایسے اصول بنائے تھے جنھوں نے سیاسیات کے کاروبار کو اس کے ہاتھوں میں محفوظ بنا دیا تھا۔ اس نے اپنے خلاف دشمنوں کی پوری جماعت نہیں کھڑی کر لی تھی جیسی کہ اس کے بیٹے نے کر لی تھی۔ اس کے علاوہ حیدر جس نے غیر ملکوں میں حلیف تلاش کیے تھے۔ اس نے ۱۷۸۴ء اور ۱۷۸۵ء میں ترکی کو وفود بھیجے، ۱۷۸۷-۸۸ء میں ایک وفد فرانس بھیجا اور ۱۷۹۶ء میں ایک وفد شاہ کے پاس بھیجا اور ۱۷۹۹ء میں اس نے فرانس، ترکی اور افغانستان کو وفود بھیجنے کی تیاری کی لیکن ان کی راہ میں انگریزوں نے رکاوٹ کھڑی کر دی۔ حیدر کی پالیسی کی جڑیں زمین میں زیادہ مضبوطی سے جمی ہوئی تھیں۔ اس کی حکمت عملی کی بنیاد یہ تھی کہ اس کے دشمن اس کے خلاف متحد نہ ہونے پائیں۔ وہ انگریزوں سے اس وقت تک نہیں لڑتا تھا جب تک کہ اس کے تعلقات مرہٹوں سے بہتر نہ ہو جاتے تھے اور وہ مرہٹوں سے اس وقت تک جنگ نہیں چھیڑتا تھا جب تک کہ اُسے یقین نہ ہو جاتا کہ انگریز ان سے نہ جا ملیں گے۔ ٹیپو کی غیر معمولی خود اعتمادی اور ضد نے اس کے باپ کی خارجہ پالیسی کے ان اصولوں کو خاطر میں نہیں لانے دیا تھا۔ فرانسیسی اتحاد نے حیدر کو مایوس کیا تھا۔ تب بھی ٹیپو کو فرانس سے مدد کی امید تھی لیکن اسے وہاں سے مدد جب بھی نہ ملتی اگر بوربون خاندان برسر اقتدار رہتا۔ خارجہ پالیسی میں ٹیپو اور حیدر کے درمیان وہی تضاد تھا جو قیصر ولیم ثانی اور بسمارک کے درمیان تھا۔

اسمتھ نے اورمے کو ۱۷۸۰ء میں لکھا تھا کہ "ہندوستان کی طاقتیں ہماری دلیری سے جلتی ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی یہی خواہش ہے کہ اسے کمزور کریں اور اس کو عملی جامہ پہنانے کا موقع تلاش کرتے

رہتے ہیں۔" ۱۷۷۰ء اور ۱۷۸۰ء کے درمیان یہ ہندوستانی طاقتیں کچھ حد تک انگریزوں کے خلاف متحد ہوئی تھیں لیکن ان کا انگریزوں سے حسد اتنا قوی نہیں تھا جتنا کہ ان کی باہمی رقابت۔ ہندوستانیوں کی متحد نہ ہو سکنے کی صلاحیت اتنی زیادہ نمایاں ہو کر کبھی سامنے نہ آئی تھی جتنی کہ اٹھارویں صدی کے آخری دس سال میں۔ حیدر کو اپنے مرہٹہ دشمنوں پر اتنی بے اعتباری تھی کہ ان سے اس نے سخت سودے بازی کی۔ چنانچہ اتحاد کسی مضبوط و مستحکم بنیاد پر قائم نہیں تھا اور برطانوی حکمت عملی نے بڑی کامیابی سے اس دراڑ کو اور وسیع کر دیا تھا۔ مرہٹہ میسور تعلقات کی پہلی تاریخ کے پیش نظر بعد کے واقعات کی روشنی میں میسور سے زیادہ فیاضانہ مطالبہ کرنا غالباً کچھ غیر تاریخی ہوگا۔ یہ تسلیم کرنے کے بعد بھی کہ جہاں اعلیٰ پالیسی کا تعلق تھا حیدر جذبات اور رجحانات کے دھارے میں نہیں بہتا تھا تاہم اس سے یہ توقع رکھنا غلط تھا کہ وہ اس بداعتمادی کو بھول جائے گا۔ یہ بدبختی تھی تاہم شاید یہی تاریخ کی منطق تھی۔

سپاہی کی حیثیت سے حیدر کو بار بار شکست ہوئی لیکن اس نے کبھی ہمت نہیں ہاری۔ اس نے ایک فوجی مدبر کی حیثیت سے بہت زیادہ نمایاں صلاحیت کا مظاہرہ نہیں کیا لیکن اس نے بحیثیت ایک منتظم بڑی لیاقت کا ثبوت دیا جس کی مہم کا عام منصوبہ ہمیشہ مستحکم ہوتا تھا۔ اس کی فوج انگریزوں کی فوج کے مقابلے میں قیادت کے لحاظ سے اور سپاہیوں کی جنگی لیاقتوں کے لحاظ سے کم تر تھی لیکن تعداد، رسد کی فراہمی اور فوجی ساز و سامان کے لحاظ سے اُسے برتری حاصل رہی لیکن اس سلسلہ میں بھی ہندوستانی حکمرانوں کے بارے میں برطانوی حکومت کے رویّہ میں ٹیپو کے عہد میں تبدیلی پیدا ہوئی جبکہ منرو نے بعد میں لکھا تھا کہ" انگریزوں کی فوجی برتری اتنی زیادہ تھی کہ کسی بھی مقابلے میں ان کی برتری غیر مشکوک تھی۔ (GLEIG منرو جلد اول ص ۲۶۱)۔ کوٹ نے حیدر سے جس فوج کے ساتھ جنگ کی وہ بارہ ہزار سے زیادہ نہ تھی لیکن ہارس کے ماتحت ۱۷۸۱ء میں برطانوی فوج کی تعداد پینتیس ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھی جن میں سے ۸۰۰۰ یوروپی تھے (گرووڈ جلد اول ص ۵۳)۔ گورنر جنرل کے الفاظ میں تنظیم و تربیت کے لحاظ سے اتنی مکمل، ہر محکمہ میں ضروریات کی وافر اور فیاضانہ فراہمی سے اتنی آراستہ، تربیت میں اتنی زیادہ مکمل اور اتنے تسلیم شدہ تجربہ کار، لائق اور باصلاحیت افسروں کے ساتھ اب تک ہندوستان میں کوئی فوج میدان میں نہیں اتری تھی (گرووڈ جلد اول ص ۱۴۳)۔ انگریزوں کے خلاف ہندوستانی حکمرانوں کی کامیابی کا واحد امکان مشترکہ کوشش میں تھا لیکن ٹیپو کی حکمت عملی میں اس مقصد کو حاصل کرنے کا کوئی خیال نہیں رکھا گیا تھا۔ جنگ کے شدائد برداشت کرنے میں حیدر کی قوت نہایت اعلیٰ درجے کی تھی مشکلات

میں اس کی ہمت اور بڑھتی تھی لیکن جب اس کے جانشین پر مصیبت پڑی تو وہ اس کا مقابلہ نہ کر سکا۔ آخری شکست کی تاریکی میں صرف ذاتی بہادری کی کرن چمکتی نظر آتی ہے۔ بعد میں اس کو جس تباہی کا سامنا کرنا پڑا اس میں بھی اس نے عزت پر آنچ نہ آنے دی۔

ضمیمہ الف

پیشوا مادھوراؤ اوّل اور پہلی انگریز میسور جنگ

جب انگریزوں اور حیدر و نظام کے اتحاد کے درمیان (۲۵ اگست ۱۷۶۷ء کو) جنگ شروع ہوئی تو مقابلہ کرنے والوں کو پیشوا مادھوراؤ کے رویّہ کا علم نہیں تھا۔ اس کی خوشنودی حاصل کرنے میں نظام اور حیدر علی بھی لگے تھے اور محمد علی اور انگریز بھی۔ موسٹن بمبئی سے پونا آیا۔ ناگوجی راؤ مدراس سے آیا، شیر جنگ نظام علی کا وکیل بن کر اور چاندا صاحب کا بیٹا حیدر علی کا ایجنٹ بن کر پہنچا۔

موسٹن کے نام پریسیڈنٹ اور کونسل کی جانب سے جاری کردہ ہدایات میں ہمیں انگریزوں کے اغراض و مقاصد کی ایک دستاویز ملتی ہے۔ لیکن موسٹن نے یہ مناسب نہیں سمجھا کہ وہ کھل کر سامنے آجائے۔ بمبئی کے انگریز ارباب حل و عقد یہ چاہتے تھے کہ مادھوراؤ حیدر کے خلاف جنگ میں حصّہ لے اور خاص طور سے اس وقت جب وہ مغربی ساحل پر واقع حیدر کے مقبوضات پر حملہ کریں۔ وہ پیشوا کو بڈنور اور سنڈا کی چوتھ دے رہے تھے اور اس کے عوض سلسیٹ اور بسین کی واپسی اور سورت کے محاصل میں مرہٹوں کے حصّہ کی امید رکھتے تھے۔ اگر پیشوا اس تبادلہ پر راضی نہ ہوتا تو وہ بڈنور اور سنڈا کسی اور کو دے دیتے اور مرہٹوں کو سالانہ چوتھ کی ضمانت دیتے۔ برطانوی سفیر کو یہ بھی معلوم کرنا تھا کہ آیا حیدر کے خلاف ایک معاہدۂ اتحاد کرنے پر پیشوا کے راضی ہونے کی صورت میں کچھ مرہٹہ سوار فوج مل سکے گی تاکہ مشرقی محاذ پر سوار فوج کی کمی پوری کی جاسکے۔(۱) چارلس بردم، موسٹن کے ساتھ اس کے ایک ماتحت کی

---

(۱) فارسٹ Selections from the State papers preserved in the Bombay Secretariate, Maratha-Series.

حیثیت سے گیا تھا تاکہ اگر رگھوبا کی جانب سے کوئی سلسلۂ جنبانی کی جائے تو وہ اس کا جواب دے تاکہ گھریلو جھگڑوں اور اختلافات کو ہوا دے سکے۔(۱) ناگو جی کی عرضداشت میں یکساں شرائط موجود تھیں اور حسب ذیل ہدایت بھی شامل تھی: "اس صورت میں کہ مادھو راؤ مشکلات پیدا کر دے اور حیدر علی خاں اور نظام کی تجاویز تسلیم کرنے پر آمادہ ہو جائے تو اسے اشاروں کنایوں میں یہ سمجھا دیا جائے کہ برار کا راجہ بنگال کے انگریزوں اور اس دربار سے دوستی کا متمنی ہے اور اگر مادھو راؤ اس معاہدہ میں نہیں شامل ہوتا تو وہ بلا شبہ اس سے دوستی کر لیں گے"۔(۲) موسٹن کی آمد کے چند دنوں بعد مادھو راؤ نے گوپال راؤ، آنند راؤ رستے، بابو جی نایک، وساجی پنت اور نارو جی گھور پڑے کو میراج بھیجا تاکہ وہ ۲۴ ہزار سوار فوج اکٹھا کریں اور پھر سرا اور مداگیری کی طرف کوچ کریں اور وہاں ہدایات کا انتظار کریں۔ ظاہرا طور پر مرہٹہ دربار کسی فیصلہ پر پہنچنے سے پہلے واقعات کا مشاہدہ کرنا چاہتا تھا۔ جب موسٹن نے دریافت کیا کہ گوپال راؤ کے زیر قیادت اتنی بڑی فوج کرناٹک کیوں بھیجی گئی ہے تو اسے بتایا گیا کہ وہ صرف محاصل جمع کرنے کے لیے بھیجی گئی ہے کیونکہ فوج کے بغیر ایسا نہیں کیا جا سکتا۔ بہرکیف انگریز سفیر کو یہ واضح طور سے بتا دیا گیا کہ مرہٹہ دربار اس وقت تک کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا جب تک وہ مختلف ایجنٹوں کی بات نہ سن لے۔

یہاں اس بات کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ شمالی ہند میں یہ افواہیں گرم تھیں کہ مادھو راؤ گوپال راؤ کے زیر کمان بیس ہزار سواروں پر مشتمل ایک فوج وفاق کی مدد کے لیے بھیج رہا ہے۔ الہ آباد میں مقیم رچرڈ اسمتھ نے تو یہاں تک تجویز رکھی تھی کہ ان مرہٹہ سرداروں کو پکڑ لیا جائے جو گنگا جمنا کے سنگم پر اشنان کے لیے آئے تھے اور انھیں اس وقت تک قید میں رکھا جائے جب تک کہ گوپال راؤ کی اصل منزل کے بارے میں صحیح پتہ نہ چل جائے۔(۳)

---

(۱) رگھوبا نے بروم کو بتایا تھا کہ اس نے پریسیڈنٹ کی خدمت میں گذارش کی ہے کہ "اس کے پاس ایک اہم شخص بھیجا جائے تاکہ اس کے ساتھ مل کر وہ اپنے مفاد کے تحت انتقام کے اقدام کرے اور اس کو امید ہے کہ انگریز اس کی مدد کریں گے لیکن وہ محض انتظار ہی کرتا رہا۔ اور اسے کوئی تسلی بخش جواب نہیں موصول ہوا چنانچہ بہتر سے بہتر انداز سے جو وہ اختیار کر سکتا تھا وہ معاملات طے کر لینے پر مجبور ہو گیا۔ وہ انگریزوں کو اپنا ہمنوا بنانا چاہتا تھا تاکہ جب وہ ہتھیار اٹھائے تو اسے ان سے مدد مل سکے اور بارش کے بعد جنگ کرنے کا وہ فیصلہ کر چکا تھا۔

(۲) فارسٹ Selections, Maratha-Series.

(۳) سلیکٹ کمیٹی کی روئداد مورخہ ۱۰ فروری ۱۷۶۸ء۔

لیکن حیدر علی مرہٹوں کا کھلم کھلا دشمن تھا۔ وہ جب بھی مشکلات سے آزاد ہوتا وہ انھیں تنگ کرتا۔ چنانچہ ان سے مدد لینے کے لیے جب تک وہ عملی طور پر ان کے مفاد میں قدم نہ اٹھاتا یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ اسے مدد دیتے۔ اس کے علاوہ حیدر کے حالات نے نازک صورت اختیار کر لی تھی۔ اسے خود چنگما اور ترنامل میں شکست کا منہ دیکھنا پڑا تھا۔ نظام جو ہمیشہ سے ایک تذبذب اور سست حلیف تھا پہلے ہی اس سے الگ ہو چکا تھا۔ آخری بات یہ تھی کہ پیشوا کو خود اپنی گھریلو مشکلات کا سامنا تھا۔ موسٹن کو اس کا احساس تھا۔ اس نے لکھا تھا کہ "مجھے پورا یقین ہو گیا ہے کہ یہ مادھو راؤ کے بس کی بات نہیں کہ وہ اس سال نبرد آزمائی کرسکے۔ اس کی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ رگھوبا کی جانب سے اسے خدشات لاحق ہیں اور اس سے برسرپیکار ہے۔ اور دوسرے یہ کہ اس کی مالی حالت بہت خراب ہے۔"[1] مخالف اتحاد سے نظام کی علیحدگی[2] اور پیشوا کے اپنے چچا سے جھگڑنے میں مشغول ہونے کی وجہ سے بمبئی کی حکومت نے اپنے کو اس قابل محسوس کیا کہ وہ مالا بار ساحل پر حیدر کے مقبوضات کو چھین لینے کے لیے ایک فوج بھیج سکے اور اس نے اس معاملہ میں پیشوا کے دربار کو اطلاع دینا بھی ضروری نہیں سمجھا۔ مادھو راؤ کے اختلافات اپنے چچا سے روز بروز نازک و شدید ہوتے گئے اور اس کا نتیجہ جون ۱۷۶۸ء میں ایک کھلی جنگ کی شکل میں ظاہر ہوا جس میں رگھوبا کو قید کر لیا گیا۔ اب پیشوا اپنی گھریلو مصروفیات سے آزاد تھا اور انگریز میسور جنگ سے فائدہ اٹھا سکتا تھا۔ اس اثنا میں مالا بار ساحل پر حیدر کے مقبوضات کو فتح کرنے کی بمبئی کی حکومت کی کوشش ناکام ہو چکی تھی۔ حیدر اور ٹیپو انگریزوں کو سمندر کی طرف دھکیلنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

ابھی تک مرہٹوں کا رویّہ غیر واضح اور غیر یقینی تھا اور ستمبر ۱۷۶۸ء میں نبرد آزمائی کا موسم پھر شروع ہو گیا۔ اس مرتبہ بمبئی سے چارلس بروم کو پونا میں رہنے کے لیے بھیجا گیا تاکہ سراغ رسانی کرسکے اور قابل لحاظ واقعات کی اطلاع دے سکے۔ مادھو راؤ اس لحاظ سے قابل تعریف و تحسین تھا کہ اس نے انگریزوں کو کافی عرصہ تک اپنے اصل ارادوں کی ہوا بھی نہ لگنے دی اور ان کو دھوکے میں رکھا۔ مدراس سے یہ تجویز رکھی گئی کہ "بدنور پر قبضہ کرنے میں مادھو راؤ کی مدد کی جائے۔ اگر کوئی دوسرا ذریعہ اسے حیدر کی امداد سے باز نہ رکھ سکے۔ کیونکہ مرہٹوں کی طاقت میں اضافہ کرنا چاہے یہ کتنا ہی خطرناک کیوں نہ ہو مرہٹے پہلے ہی سے ایک بڑی طاقت ہیں تاہم ہمیں اس وقت اس میں ہچکچاہٹ نہ محسوس کرنی چاہیے کیونکہ جب دو طاقتوں کی طرف سے خطرہ لاحق

---

(۱) فارسٹ، انتخابات، مرہٹہ سلسلہ

(۲) مدراس کی حکومت اور نظام کے درمیان ۲ مارچ ۱۷۶۸ء کو ایک معاہدہ ہو گیا تھا۔

ہو تو ہمیں یہ فیصلہ کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں ہونی چاہیئے کہ ہمیں مستقبل میں پیش آنے والے خطرہ پر فوری خطرہ کو ترجیح دینی چاہیئے"۔

بروم کی اطلاع کے مطابق حیدر نے مادھو راؤ کو پیشکش کی تھی کہ اگر وہ اس کی مدد پر تیار ہو جائے تو وہ پچھلے دو برسوں کا بقایا خراج یعنی ۳۰ لاکھ روپیہ ادا کرے گا جس میں سے ۱۱ لاکھ اس وقت ادا کر دیا جائے گا جب فوج کوچ کرے گی اور ۱۳ لاکھ اس وقت جب وہ حیدر کی فوج سے مل جائے گی۔ اس کے وکیل نے یہ بھی تجویز رکھی تھی کہ فوج کی ضروریات کے لیے فی سوار نصف روپیہ روزانہ ادا کیا جائے گا۔ مادھو راؤ نے کوئی فیصلہ کن جواب نہیں دیا۔ بس یہ کہا کہ وہ انگریز سفیر کی آمد کا انتظار کرے گا لیکن وہ پونا سے ایک کوس کے فاصلہ پر خیمہ زن ہو گیا۔ سفیر نے اطلاع دی کہ "میرا خیال ہے کہ دربار ہم سے بہت جلد قطع تعلق کرے گا"۔(۱)

فورٹ سینٹ جارج(۲) کے نام کمپنی کے ایک خط میں سفارش کی گئی تھی کہ جانوجی بھونسلے کے ساتھ ایک جارحانہ یا دفاعی معاہدہ فوری طور پر کر لیا جائے بشرطیکہ وہ اڑیسہ کا صوبہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے حوالے کر دے اس طرح مدراس کے لوگوں کو انتہائی مؤثر مدد پہنچ سکتی تھی۔ فورٹ ولیم کی پریسیڈنسی کی سلیکٹ کمیٹی اور گورنر نے لکھا کہ "جانوجی سے ہمارے معاہدہ کرنے کا اہم ترین اور خاص مقصد یہ ہے کہ مادھو راؤ کی توجہ ہٹائی جا سکے تاکہ وہ کرناٹک میں داخل ہو کر حیدر علی کی مدد نہ کر سکے"۔(۳) لیکن جانوجی سے انگریزوں کی گفت و شنید ناکام رہی۔ مادھو راؤ نے ایک حد تک انگریزوں کو اپنی فوجی تیاریوں کے مقصد کے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا کر دیا تھا۔ اس نے اپنے بحری بیڑے کو بمبئی کی بندرگاہ سے روانگی کا حکم بھیجا تھا جب کہ حقیقت یہ تھی کہ اس وقت وہ جانوجی کے خلاف پیش قدمی کے طور پر نظام کے ساتھ معاہدہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اسی عرصہ میں حیدر نے جنگ بندی کا اعلان کر دیا۔

ہم کو یہ ہرگز نہیں سمجھنا چاہیئے کہ انگریزی ڈپلومیسی مرہٹہ طاقت میں دوبارہ رخنہ ڈالنے میں کامیاب ہوئی۔ ہم یہ سمجھنے میں قطعی حق بجانب نہ ہوں گے کہ مادھو راؤ دراصل انگریزوں کے خلاف حیدر علی کی مدد کرنا چاہتا تھا۔(۴)

---

(۱) سلیکٹ کمیٹی کی روئداد مورخہ ۱۳ر دسمبر ۱۷۶۸ء

(۲) " " " " ۱۳ر مئی ۱۷۶۸ء ص ۹۸۱

(۳) " " " " ۱۳ر دسمبر ۱۷۶۸ء

(۴) یہ بمبئی کی حکومت کا خیال تھا۔ بمبئی سے تھامس ہاجز (THOMAS HODGES) مدراس میں مقیم

حیدر علی کی جانب سے خاص طور پر نظام کی علیحدگی کے بعد کوئی ایسی پیشکش نہیں ہوئی تھی جو مادھوراؤ کو اس کے ساتھ اتحاد کرنے پر آمادہ کرتی۔ یقیناً مادھوراؤ بیرونی فتوحات پر نکلنے سے پہلے اپنی ریاست کے اندرونی نظام کو مستحکم اور پائدار بنانا چاہتا تھا۔ رگھوناتھ راؤ اور جانوجی اس کے اندرونی دشمن تھے جن سے پہلے نپٹنا ضروری تھا۔ مادھوراؤ کو دُور اندیش آدمی نہیں سمجھنا چاہیئے کیونکہ وہ تذبذب کا شکار تھا وہ یہ فیصلہ نہیں کر سکتا تھا کہ کون سا کام پہلے کرنا چاہیئے اور کون سا بعد میں کرنا چاہیئے یہ بہت ہی اہم بات ہے کہ جانوجی کی مؤثر روک تھام کے بعد ہی مرہٹہ حکمت عملی شمال اور جنوب میں مؤثر اور فیصلہ کن انداز میں رونما ہوئی۔ حیدر نے مرہٹوں کے زیر اثر علاقوں پر تسلط قائم کرنا شروع کیا تھا اور مستقبل میں وہ مزید غاصبانہ قبضہ کی امید رکھتا تھا۔ حالانکہ حیدر حقیقت میں انگریزوں کے ساتھ نبرد آزما تھا تاہم انگریزوں کے مقابلے میں مرہٹوں سے اس کے مفادات کا تصادم زیادہ فوری اور سنگین تھا۔ اس حقیقت کے باوجود کہ پہلی انگریز مرہٹہ جنگ کے دوران پونا کی حکومت نے انگریزوں کے خلاف اس کی مدد حاصل کر لی تھی۔ سیاسی حالات میں تبدیلی آجانے سے ۱۷۶۶ء تا ۱۷۶۹ء میں ایسا ممکن نہیں تھا لیکن ۱۷۸۰ء میں مرہٹوں کو نقصان پہنچا کر حیدر اپنی حکومت کو وسعت دینے کے لیے اتنا بیقرار نہیں تھا جس کی وجہ کچھ تو اس کی اپنی فتوحات تھیں اور کچھ یہ کہ اس کی خواہشات کی تکمیل کے لیے پونا دربار اس کی مدد کے لیے آمادہ ہو گیا تھا جبکہ ۱۷۶۷ء — ۱۷۶۹ء میں مرہٹوں سے کسی اتحاد یا مدد کی توقع نہ تھی۔

حیدر اور انگریز ایک دوسرے کے زبردست حریف تھے۔ دونوں ہی مادھوراؤ کو اپنا حلیف بنانے کے لیے کوشاں تھے حالانکہ کسی کو بھی اس کی امید نہیں تھی۔ دونوں حریفوں کو یہ خدشہ تھا کہ وہ دوسری

(بقیہ پچھلے ص سے)

رچرڈ بورشیر کو ۱۰ ستمبر ۱۷۶۷ء کے اپنے خط میں لکھا تھا کہ "مرہٹوں کے سلسلہ میں ہم فوری طور پر ایسے اقدامات کریں گے جو آپ کے ارادوں کو عملی جامہ پہنانے میں قطعی طور پر معاون ثابت ہوں گے۔ مادھوراؤ اور اس کے چچا رگھوبا کے درمیان ممکنہ اختلافات پیدا کر کے ہم زیادہ بہتر طریقے سے ان اقدامات کو انجام دے سکیں گے۔ ان کی انجام دہی میں ہم اپنی بھرپور بھرپور کوشش کریں گے اور ہم ہر ایسے موقع کی تلاش میں رہیں جو کرناٹک کی طرف سے توجہ ہٹانے میں معاون ثابت ہو"

گینس اور بناجی (GENSE & BANAJI) بڑودہ کے گائیکواڑ جلد اوّل (GAIKWARDS OF -
(BARODA VOL. I

جانب سازباز نہ کرے۔ اس لیے وہ چاہتے تھے کہ اگر وہ ان کا اتحادی نہ بن سکے تو غیر جانبدار رہے۔ رگھوناتھ راؤ اور جانوجی کی وجہ سے مادھو راؤ غیر جانبدارانہ پالیسی اختیار کرنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ ورنہ دوسری صورت میں یہ کچھ بعید نہ تھا کہ وہ اس جنگ کا فائدہ اٹھا کر حیدر کو پوری طرح نیست و نابود کرنے کی کوشش کرتا۔ یہی پالیسی تھی جس پر اس نے سنہ [illegible]ء کے اواخر میں اپنی تیسری مہم کے دوران عمل کرنے کی کوشش کی تھی۔

ضمیمہ ب

حیدر اور بمبئی کی حکومت

بمبئی کی حکومت کے فورٹ سینٹ جارج کی حکومت کے مقابلے میں حیدر سے زیادہ دوستانہ تعلقات تھے۔ 1779ء اور 1780ء کے دوران بمبئی کے ولیم ہارن بائی (W. HORNBY) اور اس کے رفقاء کے رویّہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان میں مختلف پریسیڈینسیوں میں انگریزوں کی خارجہ پالیسی میں علاقہ پرستی پہلی انگریز مرہٹہ جنگ تک ختم نہیں ہوئی تھی اور دوسری انگریز میسور جنگ ایک ہی پالیسی میں ضم ہوگئی تھی۔ حکومت مدراس حیدر کی مخالفانہ روش کے سبب مرہٹوں کے ساتھ صلح کی متمنی تھی جبکہ دوسری طرف ہارن بائی کی حکومت مرہٹوں سے برسرِپیکار ہونے کی بنا پر حیدر کی دوستی کی خواہاں تھی اور اگر ممکن ہوتا تو وہ جنگ میں اس کا تعاون بھی چاہتے تھے۔ بمبئی کی حکومت کی ڈپلومیسی مدراس کی ڈپلومیسی سے نمایاں طور پر متضاد تھی لیکن انگریزوں کے خلاف عظیم وفاق کی تشکیل نے بمبئی کی حکومت کے لیے کسی حکمت عملی کی گنجائش نہیں چھوڑی تھی۔

مئی 1780ء میں بمبئی کونسل اور پریسیڈنٹ نے حیدر کے دربار میں ایک ریزیڈنٹ مقرر کرنے کی تجویز رکھی تھی تاکہ وہ ولندیزیوں اور فرانسیسیوں کے منصوبوں پر ضرب لگا سکے (ص د 196) 18 فروری 1780ء اپنی کارروائی کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے ہارن بائی جدید سیاسی واقعات کے پیش نظر اس اقدام کی فوری ضرورت پر زور دیتا ہے۔ اس کی تجویز تھی کہ حیدر کے پاس ایک سربرآوردہ شخص کو بھیجا جائے تاکہ اس کی دوستی اور تعاون حاصل کیا جا سکے۔ اُسے یقین تھا کہ اس سے واقعات موافقانہ موڑ لے لیں گے جو گوڈرڈ کے فوجی اقدامات کے موافق ہوگا اور انگریز اپنے نئے مقبوضات میں مؤثر استحکام حاصل کر لیں گے۔ اس کا خیال تھا کہ وہ اس طرح حیدر کو انگریزوں کے ہاتھوں میں کھیلنے پر آمادہ کرے گا کیونکہ مرہٹہ طاقت اس کے

رشک اور حسد کا ایک اہم نشانہ تھی لیکن سب سے پہلے مالابار کے علاقے میں تمام سرگرمیاں ختم کرنا اور مالابار میں اس طرح معاملات طے کرنا بہت ضروری تھا جو انگریزوں کے تجارتی مفادات کے مطابق ہوں۔ اس مشن کے لیے اس نے اونور میں جارج ہارسلے (GEORGE HORSLEY) کو متعین کرنے کی تجویز رکھی۔ کونسل نے پریسیڈنٹ سے اتفاق کیا اور مدراس اور کلکتہ سے مشورہ کرنے میں وقت ضائع کرنا مناسب نہیں سمجھا اور اس کی فوری منظوری دے کر حیدر کو اپنے فیصلہ سے آگاہ کر دیا اور اس سے مناسب اجازت نامہ کی درخواست کی لیکن حیدر نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ چنانچہ جارج ہارسلے کی مجوزہ تقرری مجبوراً ختم کرنا پڑی (SEC & POL. DIARY 22/1780 PP. 79-83; 89-91)

اگر جارج ہارسلے حیدر سے ملنے گیا ہوتا تو شاید اس کے ساتھ بھی وہی سلوک ہوتا جو مارچ ۱۷۸۰ء میں گرے کے ساتھ ہوا تھا جو حیدر کے پاس مدراس سے آیا تھا لیکن ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ تیلی چری میں بمبئی پریسیڈنسی کی ماتحت کام کرنے والی فیکٹری نے مشکلات پیدا کر دی تھیں جس نے حیدر کو مزید مشتعل کر دیا تھا۔ اگرچہ جارج ہارسلے اونور میں بے کار ہی راہ داری کا انتظار کرتا رہا پھر بھی یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ بمبئی حکومت کی ہدایات کے مطابق تیلی چری کے کارخانے داروں نے مالابار میں ہونے والے ہنگامہ کے سلسلے میں ایک دلچسپ عرضداشت تیار کی تھی تاکہ ہارسلے سرنگاپٹم میں ہونے والی گفت و شنید کے وقت اس سے استفادہ کر سکے۔ اس دستاویز کی ایک تلخیص حسب ذیل ہے:

(SEC & POL. DEPT. DIARY No 22/1780 PP. 297-305)

۱۷۶۶ء میں حیدر نے چیرکل کے شہزادہ کو معزول کر دیا جو تیلی چری چلا گیا جہاں وہ مارچ ۱۷۷۱ء تک بیکار پڑا رہا۔ اس زندگی سے تنگ آکر وہ حیدر علی کے پاس چلا آیا جہاں ماہر لسانیات ڈومنگو روڈریگز (DOMINGO RODRIGUEZ) کے رسوخ سے اسے کوٹی اوٹ کا علاقہ مل گیا۔ وہ دوبارہ پھر ۱۷۷۴ء میں سرنگاپٹم گیا اور کولاسٹریا کی جاگیر حاصل کر لی۔ اب وہ ایسٹ انڈیا کمپنی کا مخالف تھا۔ مارچ ۱۷۷۸ء میں اس نے ایک فوجی دستہ بھیجا جس نے انگریزی علاقہ میں لوٹ مار کی اور بعض باشندوں کو پکڑ لیا۔ بہرکیف اس کو اپنی دشمنانہ اور مخالفانہ سرگرمیوں سے باز رہنے پر آمادہ کر لیا گیا۔ اکتوبر ۱۷۷۹ء میں اس کے لوگوں نے پھر مطالبہ کیا کہ ان اضلاع کے سوا جو فرانسیسیوں کے حوالے کر دیے گئے ہیں بقیہ تمام اضلاع کی ملکیت ان کے حوالے کر دی جائے۔ جب مالابار کے علاقے میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان جنگ شروع ہو گئی تو اسے حیدر کی جانب سے ہدایت ملی کہ وہ ماہی کے فرانسیسیوں کی مدد کرے۔ کارٹناڈ کے بوڑھے بادشاہ چار نمبیار اور دوسرے نائر سرداروں نے خفیہ طور سے تیلی چری کے کارخانے داروں کو یقین دلا دیا تھا

کہ اگرچہ حیدر کی جانب سے انھیں فرانسیسیوں کی مدد کرنے کی ہدایت کی گئی ہے تاہم وہ ایسا نہیں کریں گے بلکہ ضرورت پڑنے پر وہ اس کی بجائے انگریزوں سے کھلم کھلا آملیں گے۔ کوٹی اوٹ کے سابق حکمراں نے جو جنگل میں چھپا تھا انگریزوں کا ساتھ دینے کی پیشکش کی اور یہ وعدہ کیا کہ وہ اس کے علاقے میں جو مراعات چاہیں گے وہ ان کو دے گا بشرطیکہ تیلی چری کے ارباب حل و عقد اس کو تحفظ دیں اور اس کی مدد کریں۔ دوسری طرف چیری کول کے شہزادہ فرانسیسیوں کی مدد کرنے لگا۔ فروری ۱۷۷۹ء میں اس نے اپنے علاقے کے مقبوضات سے انگریزوں کو جانے والی تمام ضروریات اور رسد روک دی۔ کوٹی اوٹ کے بوڑھے حکمراں، کارٹناڈ کے بوڑھے بادشاہ اور چار نمبیاروں نے اکٹھے ہوکر چیری کول پر حملہ کر دیا۔ ان کو انگریزوں کی طرف سے کچھ فوجی ساز و سامان بھی فراہم کیا گیا تھا۔ جب انگریزوں نے ماہی کا محاصرہ شروع کیا تو چیری کول کے حاکم نے ان کے پاس سامان اور رسد پہنچنے نہیں دی۔ انگریزوں کی مدد سے شورش پسند سردار اس کو چیری کول سے باہر نکالنے میں کامیاب ہوگیا۔ اب رسد کی فراہمی تیزی سے ہونے لگی اور ۱۹ مارچ ۱۷۷۹ء کو انگریز ماہی پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ چیری کول کے حاکم پر حریف سردار کا اتنا شدید دباؤ پڑ رہا تھا کہ اس کو کافی نقصان اٹھانے کے بعد نٹور کی طرف مجبور ہوکر لوٹ آنا پڑا۔ اور اس کو اس وقت نجات ملی جب حیدر کی طرف سے بلونت راؤ کمک لے کر پہنچا۔ پھر چیری کول کا حاکم اور بلونت راؤ کوٹی اوٹ کے راجہ نے اس کے حلیفوں پر حملہ کرکے ان کو منتشر کر دیا۔ اس کے بعد وہ کارٹناڈ گئے اور بوڑھے بادشاہ کو معزول کرکے اس کی جگہ اس کے بھتیجے کو تخت نشین کر دیا۔ کوٹی اوٹ اور کارٹناڈ کے ہنگاموں کے دوران بہت سے باشندوں نے کوئی اوٹ اور کارٹناڈ کے سرداروں کی ناکامی کے بعد انگریزی علاقے میں پناہ لے لی تھی "کیونکہ پڑوسی علاقوں کے باشندوں کو ہمیشہ اس جگہ تحفظ ملا تھا۔ اور خاص طور سے ۱۷۶۶ء اور ۱۷۷۴ء کے برسوں میں جب نواب بغیر کسی آزردگی و خفگی کے خاص سبب کے اس علاقے میں آگ اور تلوار کا کھیل کھیلتا ہوا داخل ہوا تھا۔" افواہ گرم تھی کہ چیری کول کا حاکم اکتوبر ۱۷۷۹ء میں تیلی چری پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس نے رہندتیرہ (RHANDETERRAH) کے صوبے میں جنگ و جدل کا آغاز کر دیا تھا۔ ایک طرف انگریز اور دوسری جانب چیری کول کے حاکم اور کارٹناڈ کے نئے حکمراں کے درمیان جنگ جاری رہی۔ بہرکیف وہ انگریزوں پر فوقیت حاصل نہ کر سکے۔ تیلی چری کے دفاع کے لیے فیکٹری والوں نے یہ ضروری خیال کیا کہ کوڈل کے قلعہ سے لے کر مویلان کے قلعہ تک "کے انگریزی علاقے کے ارد گرد دفاعی چوکیوں کا ایک جال بچھا دیا جائے۔ چونکہ ان کی فوجی تعداد کم تھی اس لیے انھوں نے کوٹی اوٹ کے دو ہزار نائروں کی خدمات حاصل کرلیں جو انگریزوں کے مخالف حاکموں کے علاقوں سے گزر کر آئے تھے۔

ان حالات میں بارسلے کو مجوزہ سفارت کے لیے تیار رہنے کو کہا گیا تھا۔ کارخانہ داروں سے مزید کہا تھا کہ "جب چرکا کا حاکم فرانسیسیوں کی مدد کر رہا تھا اس وقت کوٹی اوٹ کے حاکم نے اس پر حملہ کر دیا جس سے نواب کے دل میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ خفیہ طور سے ہم نے اس علاقہ میں انتشار کو ہوا دی ہے"۔ انھوں نے یہ بھی کہا تھا کہ "نواب نے گذشتہ فروری (۱۷۸۰ء) میں ریسیڈنٹ کو لکھا تھا کہ اگر اصلی مجرم حاکم چیزی کول کے حوالے کر دیے جائیں تو ہنگامے فرو ہو جائیں گے لیکن یہ بہانہ تسلیم نہیں کیا جائے گا کہ ان میں سے بہت سے مر چکے ہیں اور بقیہ اپنے خاندانوں کے ساتھ علاقہ چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں"۔ یہ واقعات کافی حد تک حیدر کے اس الزام کی تائید کرتے ہیں کہ تیلی چیری کے لوگ مالابار میں ہنگاموں کو ہوا دے رہے تھے۔

ضمیمہ ج

حیدر، کوٹ گفت وشنید

سر آئر کوٹ نے فروری ۱۷۸۲ء میں اپنی حکومت کو مطلع کیا کہ پریسیڈینسی میں مقیم حیدر کے قدیم وکیل نے اپنے ایک ملازم کو ایک خط میں لکھا ہے کہ انگریزوں کے ساتھ مصالحت کر لی جائے۔ حیدر کا خیال تھا کہ اپنی جانب سے سلسلہ جنبانی ہونے . . . . سے اسے انگریزوں کے صحیح جذبات . . . . کا پتہ چل جائے گا۔ کوٹ کے خط کا مفہوم یہ تھا کہ حیدر انگریز فوج، انگریز قوم اور انگریزی بحریہ کی طاقت سے آگاہ ہے اور وہ اس سے بھی پوری طرح باخبر ہے کہ کیا کیا ہو چکا ہے۔ قدیم وکیل کے خط کا مطلب یہ تھا کہ "حیدر خاص طور سے امن و دوستی کا ایک معاہدہ کرنا چاہتا ہے" اور وہ انگریزوں کے ارادوں کو جاننے کا خواہشمند ہے۔ کوٹ نے اپنے جواب میں کہا تھا کہ مدراس آنے کے فوراً بعد اس نے تجویز رکھی تھی کہ قیدیوں کا باہمی تبادلہ کر لیا جائے یا اس شرط پر عام رہائی کا اعلان کیا جائے کہ جنگ کے دوران وہ اس کے خلاف نہیں لڑیں گے اور اس نے قیدیوں کے ساتھ عام بے رحمانہ اور غیر انسانی سلوک کا بھی حوالہ دیا تھا۔ حیدر نے تب یہ تجاویز یہ کہہ کر رد کر دی تھیں کہ وہ ہندوستانی اقدار و روایات کے مطابق نہیں ہیں لیکن وہ حیدر کو اس شرط کے منوانے کے لیے اصرار کر رہا تھا تاکہ اس کی دوستی کا ایک واضح ثبوت مل جائے اور وہ بنگال کی حکومت سے درخواست کر سکے کہ اس کے اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے درمیان ایک دوستانہ معاہدہ کر لیا جائے۔ (خفیہ روئدادیں مورخہ ۴ مارچ ۱۷۸۲ء ص ۴۴۸)۔

کوٹ کے اس مراسلہ کے جواب میں سیکرٹ کمیٹی نے اسے مطلع کیا کہ چونکہ پیشوا کے ساتھ معاہدہ ہو گیا ہے اور ویسا ہی معاہدہ حیدر کرنا چاہتا ہے۔ ممکن ہے کہ اس گفت وشنید سے پونا کی حکومت کو غلط فہمی ہو جائے لہٰذا اس کو شریکِ معاہدہ کرنے سے پہلے تمام شرائط پیشوا کو بھیج دی جائیں تاکہ وہ ان پر غور و خوض کر سکے۔ مزید برآں وہ اس جنگ میں بغیر کسی ایسے دعوے یا مطالبہ کے شریک

ہوا تھا۔ لہٰذا انگریز بھی کسی نقصان کی تلافی کا کوئی مطالبہ نہ کریں۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ فرانسیسیوں سے قطع تعلق کرلے اور اپنی مدد کے لیے بلائی ہوئی فرانسیسی فوج کو معطل کردے۔ کوٹ کو مزید اطلاع دی گئی تھی کہ "تمھیں اس بات کا بھی دھیان رہنا چاہیئے کہ عین ممکن ہے کہ اس خط کے تمھارے پاس پہنچنے سے پہلے مرہٹوں کے ساتھ عملی طور پر معاہدہ کی تکمیل ہو چکی ہو جو ہم کو یقیناً حیدر علی کے ساتھ کسی علیحدہ یا براہ راست معاہدہ کرنے سے باز رکھے گا۔" (خفیہ روئدادیں ۱۸ مارچ ۱۷۸۲ء)۔ یہاں اس بات کا تذکرہ مناسب ہوگا کہ انگریز، مرہٹہ معاہدہ کے سلسلہ میں گفت و شنید تو کافی عرصے سے چل رہی تھی لیکن یہ معاہدہ مئی ۱۷۸۲ء سے پہلے نہیں ہو سکا اور اس کی توثیق پونا دربار نے مزید سات ماہ بعد کی تھی۔

۱۹ جون ۱۷۸۲ء کو محمد عثمان نامی ایک شخص حیدر کی طرف سے انگریز جنرل سے ملاقات کے لیے پہنچا۔ اس کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ انگریز جنرل کو مطلع کردے کہ حیدر مصالحت کرنے پر آمادہ ہے اور وہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ساتھ ایک دوستانہ معاہدہ کرنا پسند کرے گا۔ جواب میں کوٹ نے کچھ عرصہ پہلے ہونے والے معاہدہ سلبائی کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ بات چیت کرنے کے لیے اس معاہدہ کو بنیاد بنایا جا سکتا ہے لیکن اس سے پہلے وہ کرناٹک سے اپنی تمام فوجیں واپس بُلالے اور فرانسیسیوں سے رشتہ توڑ لے۔ محمد عثمان نے کہا کہ اس میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی بشرطیکہ ترچنا پلی پر میسور کے مطالبے کی توثیق معاہدہ کی ان شرائط کے مطابق کردی جائے جو اس ضمن میں مذکور ہیں۔ کوٹ نے اعلیٰ حکومت کو لکھا کہ "میں یہ جاننا چاہتا ہوں اس وقت جبکہ یورپ میں حالات سے نپٹنے کے لیے ہمیں توازن کی سخت ضرورت ہے کیا اس قسم کا کوئی معاملہ ہماری قومی اہمیت کو کم تو نہیں کردے گا۔" (خفیہ روئدادیں ۸ جولائی ۱۷۸۲ء)۔

وارن ہیسٹنگز اور کونسل نے جواب میں لکھا (خفیہ روئدادیں، ۸ جولائی ۱۷۸۲ء) کہ "کرناٹک میں امن کا قیام چاہے جتنا ضروری ہو اور اس مقصد کے حصول کے لیے چاہے جتنی قربانیاں دینی مناسب معلوم ہوں تاہم ہم کو کسی طرح حیدر کے ساتھ ایسی نئی شرائط طے نہیں کرنی چاہیئں جن سے اس علاقہ میں وہ اسی طرح پاؤں جمائے رہے یا ہمیں اس کو مزید علاقہ دینا پڑے۔ ترچنا پلی اس کے حوالے کرنے سے کرناٹک کے جنوبی علاقے میں اُسے جو اقتدار حاصل ہو جائے گا اس سے اُسے تقویت ملے گی اور از سر نو جنگ چھیڑنے پر آمادہ ہو جائے گا اور وہ اپنے آپ کو برتر سمجھنے لگے گا۔ اس لیے حیدر کی اس درخواست اور اسی قسم کی دوسری درخواستوں کا قطعی جواب نفی میں دیا جائے اور اس سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ پیشوا کے ساتھ کیے گئے معاہدہ کی اس دفعہ کو بالکل چُپ چاپ اور بغیر کسی شرط کے تسلیم کرلے جو بحالت موجودہ اس سے متعلق ہے۔"

کوٹ کے نام حیدر نے اپنے خط مورخہ یکم جولائی ۱۷۸۲ء (SEE. PROGS مورخہ ۱۷ اگست ۱۷۸۲ء ص ۵، ۴۴۴) لکھا تھا کہ "اس کے خط کے موصول ہونے سے پہلے چار پانچ خط مجھے موصول ہوئے تھے لیکن نہ تو ان میں نہ ہی اس خط میں اور نہ ہی محمد عثمان کے ساتھ زبانی گفت و شنید میں صلح و دوستی کی شرائط واضح کی گئیں۔ یہ پوری طرح ظاہر ہے کہ برسوں کی جنگ جس میں بہت زیادہ خوں ریزی ہوئی ہے بلاوجہ نہیں لڑی گئی تھیں۔ آپ سمجھ بوجھ اور عقل و فہم والے آدمی ہیں اور اگر آپ امن چاہتے ہیں تو سری نواس راؤ کو ان شرائط سے مطلع کر دیجئے جن پر صلح کی جا سکے۔"

کرنل بریتھ ویٹ کو بھی حیدر نے سلسلہ جنبانی کا ذریعہ بنایا تھا اور اسے بھی برطانوی جنرل نے مطلع کیا تھا (SEE. PROGS ۱۲ اگست ۱۷۸۲ء ص ۸، ۲۴۴) کہ "موجودہ گفت و شنید کی بنیاد وہ سابق معاہدہ ہونا چاہیئے جو ہمارے اور مرہٹوں کے درمیان ہوا تھا اور جس میں نواب بہادر حیدر علی خاں بھی شامل ہیں۔ اگر یہ معاملہ طے ہو جاتا ہے تو دوسرے معاملات پر غور کیا جا سکتا ہے۔"

حیدر علی اور کوٹ کے نمائندہ وکیل سری نواس راؤ کے درمیان ایک ملاقات میں (فارسٹ III) حیدر نے اپنے مطالبات میں نرمی پیدا کر دی تھی اور وکیل سے کہا تھا کہ "میں یہ نہیں کہتا کہ ترچناپلی اور مدورا مجھے دے دیے جائیں لیکن بعض جگہوں پر چونکہ صوبۂ ڈنڈیگل کے خطے کی حدود ضلع ترچناپلی کی حدود سے خلط ملط ہیں لہٰذا میں یہ چاہتا ہوں کہ معاملہ مناسب طریقے سے سلجھا لیا جائے۔" اس نے محمد علی اور سنڈرس کے درمیان ہونے والے واقعات کا ذکر بھی کیا۔

ان حالات میں کوئی واضح تصویر ابھر کر سامنے نہیں آ سکتی تھی اور گفت و شنید کا خاتمہ تقریباً ناگزیر ہو گیا تھا۔ پورنیا کے بیان کی بنیاد پر ولکس لکھتا ہے کہ دسمبر ۱۷۸۲ء میں حیدر نے انگریزوں کے جنگ کرنے پر افسوس کا اظہار کیا تھا۔ جو الفاظ اس کی طرف دراصل منسوب کیے گئے یہ ہیں: "میں نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ میں نے شراب کا ایک گھونٹ ایک لاکھ پگوڈا کا خریدا ہے۔ میرے اور انگریزوں کے درمیان رنجش اور بدگمانی تو تھی تاہم جنگ کے لیے کوئی کافی سبب نہ تھا۔ محمد علی کے بجائے میں ان کو اپنا دوست بنا سکتا تھا۔" اگر حیدر کے سوچنے کا انداز سچ مچ یہ ہی تھا تو فروری سے اگست ۱۷۸۲ء کے درمیان جب اسے موقع ملا تھا تو وہ حالات کے پیش نظر جنگ ختم کر سکتا تھا لیکن اس کے برعکس وہ تجور ترچناپلی کے خطے میں اپنے علاقائی مطالبات کا برابر حوالہ دیتا رہا۔ ایک سیاستدان کو اگر سچ مچ یقین ہو جائے کہ وہ اب تک غلط پالیسی پر عمل پیرا رہا ہے تو وہ اس طرح افسوس کا اظہار نہیں کرتا۔ یہ الفاظ یا تو پریشانی کے عالم میں اس کے منہ سے نکل گئے ہوں گے یا ان کا مفہوم کچھ دوسرا ہوگا۔ سفرن نے اس کا اعتماد بحال کر دیا

تھا اور ایک فوج کے ساتھ بسی کی متوقع آمد نے اس کی بے جان اُمیدوں کو نئی زندگی اور تازگی بخش دی تھی۔ وہ اب کوٹ کے ساتھ اپنی گفت و شنید میں ان مطالبات کا حوالہ دے سکتا تھا جو وہ فرانسیسیوں سے کر رہا تھا اور انگریزوں کے مطالبات ردّ کر سکتا تھا۔

"ایشیا میں سابق جنگ کی یادداشتیں" کے مصنف (دوم ص ۳۴۴-۴۴۰) صلح کی اس گفت و شنید کو ایک نیا رنگ دیتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ کوٹ جسے امن و جنگ کے اختیارات حاصل تھے حیدر کو معاہدہ سلبائی کا پابند بنانا چاہتا تھا اور لارڈ میکارٹنی اور مدراس کی حکومت سے آزاد ہو کر گفت و شنید جاری رکھنے کے لیے کوٹ نے مدراس سے کوچ کیا اور حیدر سے رابطہ قائم کیا لیکن ڈپلومیسی کے فن میں وہ میسوری حکمران کا مدمقابل نہیں تھا۔ وہ اس سے دھوکہ کھا گیا۔ حیدر نے بات چیت کا سلسلہ اتنا طویل کر دیا کہ کوٹ کی فوج نہ صرف اپنے چاول کے ذخائر کھا گئی بلکہ محافظ افواج کے ذخائر بھی ختم کر دیے۔ اس کے بعد حیدر نے گفت و شنید سے کنارہ کشی کر لی اور جنرل کو بے دست و پا بنا دیا۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ گفت و شنید فروری ۱۷۸۲ء سے جاری تھی اور ایک مرحلہ پر کوٹ حیدر کی شرائط پر ایک معاہدہ کرنے کے لیے کوشاں تھا۔ جو کچھ یہ مصنف کہتا ہے اگر وہ صحیح ہے تو اس فقرے کا اطلاق گفت و شنید کے آخری مرحلہ پر ہو سکتا ہے۔

ضمیمہ د

جنگی قیدیوں کے ساتھ سلوک

پلور کی پہلی جنگ اور انا گڈی کے مقام پر بریتھ ویٹ کی شکست کے بعد برطانوی فوج کے کچھ افسر اور سپاہی حیدر علی نے قید کر لیے۔ سفرن نے بھی بہت سے بحری سپاہیوں اور ملاحوں کو قید کر کے حیدر علی کے حوالے کر دیا تھا۔ حیدر نے بنگال فوج کے سرجنٹ کرسٹی کی طرح انگریزوں کی فوج سے بچھڑ جانے والے یا پیچھے رہ جانے والے سپاہیوں کو بھی پکڑ رکھا تھا۔ ۱۷۶۹ء میں ایروڈ میں پکڑے جانے والے دو انگریزوں نے میسور میں اسلحہ سازی کا پیشہ اپنا لیا تھا۔ وہ اپنے آپ کو حیدر کا قیدی سمجھتے تھے۔ قید کیے جانے والے بہت سے سپاہیوں نے لالچ میں آ کر حیدر کی ملازمت اختیار کر لی تھی۔ ہندوستان میں عام سپاہیوں کو قیدی بنانے کا دستور نہیں تھا۔

"ایشیا میں سابق جنگ کی یادداشتیں" کا مصنف ان یورپی جنگی قیدیوں کی تکالیف کے بارے میں بہت تفصیل سے لکھتا ہے جو حیدر کے ہاتھوں قید ہو گئے تھے۔ پہلا الزام غیر انسانی سلوک کا ہے۔ بیلی کی شکست کے بعد حیدر کے سپاہیوں نے زخمیوں کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی اور بعض انگریزوں کو مجبور کیا کہ وہ اپنے ہم وطنوں کے بریدہ سروں کو لے چلیں لیکن وہ یہ بھی کہتا ہے (جلد دوم ص ۳) کہ "انسانی جذبہ سے متاثر ہو کر حیدر نے یہ حکم صادر کر رکھا تھا کہ جب انگریز اُس کے پاس موجود ہوں تو انگریز فوجیوں کے سر کاٹ کر اُس کے سامنے نہ لائے جائیں۔" جب ہم اس پر لگائے جانے والے بہیمانہ سلوک کے الزامات کا جائزہ لیتے ہیں تو ہم کو چند دلچسپ فقرے ملتے ہیں۔ "بعض انگریز افسروں کو پالکی میں بلا پردہ لے جایا گیا۔" پالکی یا ڈولی غیر انسانی سواری ہے۔ "ہر شخص کو ایک سیر چاول، تھوڑا کچا گوشت، ایک چمچہ گھی، شوربا تیار کرنے کا تھوڑا سا سامان، آدھا چمچہ نمک اور دو یا تین لکڑیاں بطور راشن دی جاتی تھیں" (ص ۲۲) ان افسروں کے ہر ملازم کو روزانہ

تین ٹکے، ایک سیر چاول اور تھوڑا سا نمک" ملتا تھا۔ ایک جگہ وہ بڑی نمایاں مضحکہ خیزی کے ساتھ یہ لکھتا ہے کہ افسروں کو شراب، چائے، شکر یا دوسری سہولیات کے بغیر گذارہ کرنا پڑا۔ سب سے زیادہ سنگین الزامات یہ ہیں کہ ان کو بعض اوقات ننگی زمین پر سونا پڑا اور ان کو بیڑیاں پہنادی گئیں۔

حیدر نے خود بڑے غصے کے عالم میں اس الزام کی تردید کی کہ اس نے یورپی قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ اس نے سر آئرکوٹ کے وکیل سری نواس راؤ کو بتایا تھا کہ "انھیں کھانے پینے اور اوڑھنے پہننے کی کوئی کمی نہیں ہے۔ اپنی جانب سے آپ کسی کو معائنہ کرنے کے لیے بھیج دیجیے۔ بریتھ ویٹ جو تنجور کے علاقے میں مقید ہوا تھا وہ لشکرگاہ میں موجود ہے۔ اسے آپ خود دیکھ سکتے ہیں۔ ایک بھیڑ دس آدمیوں کو روزانہ خوراک ہے اور بعض لوگ جب آپ کے ساتھ تھے تو دُبلے پتلے تھے اور جب سے وہ میرے پاس ہیں موٹے تازے ہو گئے ہیں۔ انھوں نے جو کچھ بھی آپ کو بتایا ہے وہ سب غلط ہے۔ ان کو یقیناً بڑھیا اور عمدہ کپڑے نہیں مہیا کیے جاتے ہیں۔ ان کو گزارہ لائق سفید سوتی کپڑے فراہم کیے جاتے ہیں"۔ (فارسٹ جلد دوم)۔

بعض نوجوان قیدیوں کا ختنہ کرا دیا گیا اور انھیں مسلمانوں کی پوشاک پہنائی گئی اور ان کو یورپی مسلمان کہا گیا۔ ان میں سے ہر ایک کو رسد اور کپڑوں کے ساتھ ساتھ روزانہ ایک قدیم فنم دیا جاتا تھا اور ان کو چیلا بٹالین کو تربیت دینی پڑتی تھی۔ حیدر نے یورپی قیدیوں کو ترغیب دی تھی کہ وہ اس کے پاس ملازمت کرلیں۔ حیدر نے "ایشیا میں جنگ" کے مصنف کو جو اُس وقت اُس کی قید میں تھا یہ پیشکش کی تھی کہ اگر وہ اُس کی ملازمت اختیار کرلے تو وہ اس کو تین سو روپیہ ماہوار تنخواہ دے گا۔

اس بات کے مدِنظر کہ اپنے قیدیوں کے ساتھ ٹیپو کی بدسلوکی کے بارے میں بہت کچھ سنا گیا ہے۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض کو زہر دینے کا الزام بھی عائد کیا گیا ہے یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ یہی مصنف کہتا ہے کہ ٹیپو نے اپنے ولیعہدی کے زمانے میں اپنے قیدیوں کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔ (ص ۸۳) اور ان کی طرف ضروری توجہ کی (ص ۱۱۴) MS. EUR. E. 87 ہم کو یورپی قیدیوں کے ساتھ حیدر کے سلوک کے بارے میں حسب ذیل بیان دیتا ہے: "حیدر بعض اوقات اپنے قیدیوں کے ساتھ معمول سے زیادہ سختی کا سلوک کرتا تھا۔ اُس نے حکم دیا تھا کہ تمام یورپی قیدیوں کو بیڑیوں میں رکھا جائے ۴۲ افسروں کو بنگلور میں سوفیٹ کی ایک رہائش گاہ میں قید کیا گیا تھا جس کی دیواروں کے ساتھ انھیں چھوٹی جھونپڑیاں بنانے کی اجازت دی گئی تھی جو دو آدمیوں کی رہائش کے لیے کافی تھیں۔ ہر شام انھیں احاطے میں گھومنے پھرنے کی اجازت دی جاتی تھی تاکہ ان کی صحت ٹھیک رہے۔ ہر شخص کو چاولوں کی ایک

خاص مقدار اور تھوڑا سا گھی ملتا تھا۔ اس کے علاوہ ان کو روزانہ چار بیڑیں دی جاتی تھیں۔ اس کے علاوہ ہر ایک قیدی کو صرف ۹ کیش دیے جاتے تھے جبکہ ۱۲ کیش کا ایک مدراسی فنم ہوتا ہے۔ اُن کی کپڑوں کی الماری میں کھادی کے موٹے کپڑے کی چند قمیصیں اور تہبند ہوتے تھے۔ ان کے پاس جُوتے نہیں تھے لیکن عادی ہو جانے کے بعد انھیں اس پریشانی و دِقّت کا احساس بھی نہیں ہوتا تھا۔ ان کے محافظ ان سے تہذیب سے پیش آتے تھے۔")

ضمیمہ س

کتابیات:

انگریزی: غیر مطبوعہ دستاویزات:

نیشنل آرکائیوز آف انڈیا

محکمہ خارجہ کی دستاویزات:

سلیکٹ کمیٹی کی روئدادیں ۱۷۶۶ء تا ۱۷۷۲ء

خفیہ روئدادیں ۱۷۷۳ء تا ۱۷۸۲ء

عملی طور پر ۱۷۶۶ء سے پہلے حیدر علی سے متعلق کوئی دستاویز نہیں ہے۔ ۱۷۸۰ء تا ۱۷۸۲ء کی خفیہ روئدادوں میں منسلک سر آئر کوٹ اور سر ایڈورڈ ہیوز کے سرکاری خطوط سے دوسری انگریز میسور جنگ کے متعلق انگریزوں کے نظریات اور ان کی رائے یکطرفہ ہونے کے باوجود انتہائی تسلی بخش ہیں۔

حکومتِ مدراس کا محکمہ دستاویزات:

فوجی مشاورتیں، ۱۷۶۰ء تا ۱۷۸۲ء

فوجی محکمہ: انگلستان کو بھیجے جانے والے مراسلات ۱۷۵۶ء سے

فوجی محکمہ: انگلستان سے آنے والے مراسلات ۱۷۵۹ء سے

مدراس کے محکمہ کی دستاویزات میں حیدر کے متعلق کافی معلومات ہیں۔ ان میں دیسی طاقتوں سے برطانوی تعلقات کا نہایت تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ ۱۷۶۹ء تک انگریزوں اور حیدر کے تعلقات کے بارے میں ہمارا واحد ماخذ مدراس کی دستاویزات ہیں۔

فوجی مشاورتوں میں ہمیں نہ صرف فوجی معاملات کے بارے میں اہم معلومات ملتی ہیں بلکہ فرانسیسیوں

کے ساتھ حیدر کے روابط، نظام سے اس کے تعلقات، انگریز دشمن وفاق کی تشکیل، اس کے محاصل، اس کے فرانسیسی ملازمین کا ذکر اور دوسرے اہم موضوعات پر بھی قابل قدر معلومات ملتی ہیں۔

انڈیا آفس:

اورمے مخطوطات:

نمبر ۸ - مورخہ ۵ مارچ ۱۷۷۰ء کو حیدر علی اور مرہٹوں کے درمیان جنگ کے بارے میں مسٹر اسٹوارٹ کی رائے۔

نمبر ۳۳ - گورنر اور بمبئی کونسل کے نام جان اسٹریچی کے اقتباسات مورخہ ۲۱ اکتوبر ۱۷۶۵ء

نمبر ۳۳ (۵)- جوزف اسمتھ بنام اورمے- حیدر علی کے خلاف مہم

نمبر ۳۳ (۷)- ستمبر ۱۷۶۶ء اور اکتوبر ۱۷۶۷ء کے درمیان ہونے والے واقعات - اس کا ثبوت کہ حیدر علی کے ساتھ ہونے والی مہمات میں اورمے اپنی تاریخ کا سلسلہ جاری رکھنا چاہتا تھا۔

نمبر ۳۳ (۹)- جنرل جوزف اسمتھ کے استعفے کی پیشکش سے متعلق خط و کتابت

نمبر ۴۰ - حیدر علی کے ساتھ جنگ کے دوران کرنل وڈ کے فوجی کردار کا خاکہ۔ مدراس دستاویزات سے اقتباسات۔

نمبر ۹۴ (۲)- ۶ جون سے ۲۵ جولائی ۱۷۶۸ء تک حیدر کے ساتھ ہونے والی پہلی جنگ کا بیان

نمبر ۹۴ (۳)- مل باگل کی پہاڑی پر حملہ کے بارے میں کیپٹن میتھیوز کے تاثرات

نمبر ۷۱ - حیدر کے ساتھ جنگ کا بیان آغاز جنگ سے ۲۳ فروری ۱۷۶۹ء تک مدراس کا ایک خط۔

نمبر ۷۲- حیدر کے کردار کا ایک خاکہ از پارکنسن

نمبر ۹۲ - اورمے کے نام حیدر کا نجی خط حیدر کی بڑھتی ہوئی عظمت کا حوالہ دیتا ہے۔ بتاریخ فروری ۱۷۷۵ء۔

نمبر ۲۱۵- بریگیڈیر جنرل جوزف سمتھ کا جرنل اور آرڈرلی بک - ۱۵ فروری ۱۷۶۷ء - ۲ اپریل ۱۷۶۹ء

مخطوطہ FUR.E ۸۶:

حیدر علی خاں کے ساتھ دوسری جنگ کا بیان ص ۲۵۸

یہ بیان ۱۲ اگست ۱۷۸۰ء سے ۲ ستمبر ۱۷۸۲ء تک کے عرصہ کا احاطہ کرتا ہے جو مندرجہ ذیل ادھورے جملے کے ساتھ ختم ہوتا ہے۔ "سات بجے شام فرانسیسی بحری بیڑہ جنوب کی جانب روانہ ہوا۔ وہ اب بھی

ہمارے جہاز کے عقب میں ......"

اس تصنیف کی کوئی تاریخ نہیں ملتی لیکن بعض جنگوں کا بیان سر آئر کوٹ کے بیان سے اس قدر ملتا ہے کہ اس میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا کہ مصنف کی سرکاری رپورٹوں تک رسائی ہوگی۔ دستاویز پر پنسل سے لکھا ہے "میسور کی جنگ سے متعلق میکارٹنی کے کاغذات ۴۲۹ ۳۲"

محکمۂ دستاویز حکومت بمبئی:

بمبئی آرکائیوز میں حیدر علی سے متعلق دستاویزات کی ایک مکمل فہرست مجھے ڈاکٹر وی، جی، ڈیگھے نے ارسال کی تھی۔ میں نے اس فہرست کے بعض مخطوطات کی ٹائپ شدہ نقلیں بھیجنے کی درخواست کی تھی، جسے فوری شرف قبول ملا۔ بمبئی آرکائیوز میں موجود بعض دستاویزات کی نقول مدراس آرکائیوز میں بھی دستیاب ہیں۔ میرا خیال تھا کہ بمبئی کے دستاویزات انگریزوں کے خلاف وفاق کی تشکیل پر زیادہ روشنی ڈالیں گے لیکن مجھے مایوسی ہوئی۔

انگریزی مطبوعہ تصانیف:

اورمے، ہندوستان میں فوجی معاملات کی تاریخ، جلد اول و دوم

اورمے جن واقعات کا بیان کرتا ہے ان کا وہ عینی مشاہد ہے۔ اس تواریخ میں ۱۷۶۱ء تک کے حالات ہی اس میں درج ہیں۔ حیدر کے متعلق اس نے جو کچھ لکھا ہے وہ اصل واقعات پر مبنی ہے اس لیے وہ اور بھی گراں قدر ہیں۔ اس وقت کے حالات میں ابہام کے باوجود اورمے اس دور کی واضح تصویر کشی کرنے میں کامیاب ہوا ہے۔

آنند رنگا پلائی کی ڈائری:

"اس حوصلہ مند اور ذہین ہندوستانی کا مشاہدہ بہت اچھا تھا۔ وہ پانڈیچری میں ہونے والے واقعات ضبط تحریر میں لاتا رہا اور ایسے دوسرے تاریخی واقعات بھی لکھتا رہا جن کا اثر ہندوستان میں فرانسیسی دارالخلافہ پر ہوتا تھا۔ اس ڈائری کی انگریزی میں ۱۲ جلدیں ہیں لیکن میرے لیے صرف جلد ہفتم و جلد دوازدہم ہی کارآمد ثابت ہوئیں۔ اس ڈائری کا مصنف بعض اوقات بازاری افواہیں بھی قلمبند کر دیتا ہے اور کئی جگہ معمولی واقعات کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کر دیتا ہے۔ ان صورتوں میں ہماری رہنمائی صرف قرائن سے ہی ہو سکتی ہے۔

ولکس: میسور کے تاریخی حالات جاننے کے لیے جنوبی ہند کے تاریخی خاکے تین جلدیں ۱۸۱۰ء تا ۱۸۱۴ء۔

ولکس کہتا ہے کہ تاریخی حالات جمع کرنے کی اسے ترغیب ہوئی لیکن "اس کا مقصد صرف اتنا تھا کہ

ہم عصروں کے پاس جو عینی مشاہدہ پر مبنی تاریخی معلومات ہیں ان کو مستقبل کے مؤرخین کے لیے محفوظ کر لیا جائے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ تحریری مواد کا جائزہ بھی لینا پڑا۔ ولکس کی جلدیں ہمارے لیے صرف تحریری مواد کے لحاظ سے زیادہ قیمتی نہیں ہیں لیکن جہاں ہم عصروں کے عینی مشاہدات اور بیانات کا ذکر ہے وہ حصّہ بہت ہی اہم اور قیمتی ہے۔ "میں نے صرف انھیں ذہین لوگوں کے بیانات قلمبند کیے ہیں جن کا مشاہدہ بہت تیز تھا اور جنھوں نے واقعات کا خود مشاہدہ کیا تھا۔" "یہ کھانڈے راؤ کے خاندان اور خاص طور پر بوچے راؤ کا بیان ہے جو اس وقت ۱۶ سال کا تھا اور جسے پوری صراحت سے تفصیلات یاد ہیں۔" "رانی لچھمی جس سے راجہ نے سنہ ۱۷۶۰ء میں شادی کی تھی ایک حساس اور دلکش بوڑھی خاتون تھی جس کے اپنی ذاتی زندگی کے واقعات سے متعلق بیانات بہت زیادہ دلچسپ اور ذہانت پر مبنی ہیں۔" ایسے بیانات ولکس کی تصنیف میں کثرت سے ملتے ہیں۔ اندرونی تاریخ یعنی ذاتی اختلافات اور رقابتوں کا جال جو شاید دوسری صورت میں ظاہر نہ ہو پاتا اب ایک زندہ تصویر کی طرح نمایاں ہے۔ ان میں مختلف طاقتوں کے اپنے مفادات کے لیے وضع کردہ اصولوں، ان کی حکمت عملی اور طریقہ کار کے متعلق بھی کافی مواد جمع ہے۔ معلومات کے یہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کہیں کہیں نامکمل، مبہم اور غیر واضح ہیں اور بعض اوقات متضاد بھی ہیں۔ کبھی کبھی ہمارے پاس اس کے سوا اور کوئی متبادل نہیں رہ جاتا کہ ہم موازنہ کریں اور قیاس سے کام لیں۔ تاہم بہت سے نمایاں قصوں کی قیمتی تفصیلات کو صرف اسی طریقے سے محفوظ رکھا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ہمارے پاس حقائق کی معلومات بہتر ہوں لیکن ولکس ہم کو ایک جیتی جاگتی تصویر فراہم کرتا ہے۔

"ایشیا میں سابق جنگ کی یادداشتیں اور ہمارے افسروں اور سپاہیوں کی تکالیف اور قید و صعوبت کے بیان"۔ اس کا مصنف کرنل بیلی کی فوج کا ایک افسر ہے۔ لنڈن ۱۸۹۶ء

مصنف کا مقصد یہ تھا کہ وہ "نہ صرف ہماری اپنی بلکہ ہمارے دشمنوں کی بہادری اور شجاعت کو بیان کرے اور ہماری فوج میں اپنے ہم وطنوں اور دوسروں کی خصوصیات اور مشکلات کو خاص طور سے بیان کرے۔" اس نے مواد اور معلومات کے لیے انتہائی قابل اعتماد تحریری یادداشتوں اور انتہائی دیانتدار اشخاص پر بھروسہ کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ حیدر کے یوروپی قیدیوں کے سلسلہ میں یہ اہم ترین ماخذ ہے۔

۴ ستمبر ۱۷۹۹ء کو گورنر جنرل اور کونسل کے حکم کے مطابق تیار کردہ ملک کے اندرونی انتظام، وسائل اور حکومت میسور کے مصارف کی رپورٹ۔ از لفٹینٹ کرنل مارک ولکس، فورٹ ولیم مورخہ ۴ مئی ۱۸۰۴ء۔

حیدر علی کے عہد میں ملکی انتظام و انصرام کے لیے یہ کتاب ایک ناگزیر ماخذ ہے۔ وہ اکثر و بیشتر

حیدر کے دورِ حکومت میں نافذ انتظامی نظام کا حوالہ دیتی ہے۔ میں نے نیشنل آرکائیوز آف انڈیا میں اس کتاب کا نسخہ دیکھا ہے۔

بارہ محل دستاویزات: حصہ پنجم۔ جائداد۔ مدراس ۱۹۱۴ء

یہ حکومت مدراس کے محکمۂ دستاویز کی اشاعت ہے اور اس میں ۱۷۹۲ء تا ۱۷۹۸ء ارضی محاصل کے انتظام کے متعلق کیپٹن منرو، کیپٹن میکلیوڈ ایسے ماہرین کے بیانات شامل ہیں۔ یہ دستاویزات انعامی امداد پر کافی روشنی ڈالتی ہیں۔ ان میں حیدر کے انتظامیہ کے متعلق کثرت سے حوالے دیے گئے ہیں۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کے معاملات کے متعلق ہاؤس آف کامنز کی سیکرٹ کمیٹی کی پانچویں رپورٹ ۱۸۱۲ء ایڈیشن ڈبلیو، کے، فرمنگر جلد سوم (آر، کیمبرے)

ضمیمہ نمبر ۲۳، ۲۴، ۲۵ اور ۲۶ مالابار اور کنارا میں حیدر کے انتظامیہ کے بارے میں ہم کو اہم معلومات بہم پہنچاتے ہیں اور حیدر کی پالیگار پالیسی پر کافی روشنی ڈالتے ہیں۔

فارسی خط و کتابت کی تقویم۔ جلد ۵، ۶۔ محکمۂ شاہی دستاویز:

۱۷۷۹ء تا ۱۷۸۲ء کے مرہٹہ میسور تعلقات کے لیے یہ ہماری معلومات کا اہم ترین ماخذ ہے۔ اس میں سب سے اہم خطوط وہ ہیں جو مدھوجی بھونسلے کو لکھے گئے یا مدھوجی بھونسلے کی جانب سے بھیجے گئے تھے۔

۱۷۹۲ء اور ۱۷۹۳ء میں صوبہ مالابار کے حالات کا جائزہ لینے کے لیے بنگال اور بمبئی کے مشترک کمیشن کی رپورٹ۔ فورٹ سینٹ جارج گزٹ پریس۔ طبع دوم ۱۸۶۲ء۔

اگر یہ رپورٹ سرجان شور کے ۱۴ر فروری ۱۷۹۳ء کی یادداشت (نیشنل آرکائیوز آف انڈیا' او' سی' فروری ۱۴ر ۱۷۹۴ء) کے ساتھ پڑھیں تو مالابار میں حیدر کے انتظام و انصرام کی ایک اطمینان بخش تصویر فراہم ہو سکتی ہے۔

ایسٹ انڈیا کا فوجی خزانہ (ڈم ڈم ۱۸۲۲ء تا ۱۸۲۴ء) ٹی۔ ڈی۔ پیرس کے خطوط۔

برطانوی ہند کا فوجی خزانہ ۱۸۲۲ء

بنگال کے توپ خانہ کے متعلق کرنل تھامس ڈین پیرس کی یادداشت۔

فارسٹ، گورنر جنرل وارن ہیسٹنگز کے سرکاری کاغذات سے انتخاب، ۲ جلدیں، کلکتہ ۱۸۹۰ء

فارسٹ، خطوط، مراسلات اور دوسرے سرکاری کاغذات کا انتخاب (مرہٹہ سیریز) بمبئی ۱۸۸۵ء

لو، قدیم مدراس کے آثار، ۲ جلدیں، لندن ۱۹۱۳ء
ڈبلیو، جے، ولسن، مدراس فوج کی تاریخ جلدیں اوّل و دوم، مدراس ۱۸۸۲ء
جینس اور بناجی، پُونا کو تیسری انگریزی سفارت، مشتمل بر ڈائری و خطوط موسٹن
" " " بڑودہ کے گائیکواڑ (انگریزی دستاویزات) جلد ۱۔۳
رام چندر راؤ، حیدر اور ٹیپو کے سوانح (۱۸۴۹ء) مترجمہ سی، پی، براؤن
ہینڈرسن، حیدر علی اور ٹیپو سلطان کے سکّے، مدراس ۱۹۲۱ء
کالڈویل، ٹانٹی ولی کی تاریخ
پانیکر، مالابار اور ولندیزی، ۱۹۳۱ء
مل، برطانوی ہند کی تاریخ، جلد سوم و چہارم (پانچواں ایڈیشن)
ایم، ایم، ڈی، ایل، ٹی، حیدر شاہ اور ٹیپو سلطان کی تاریخ (ترجمہ پر نظرِ ثانی اور تصحیح از شہزادہ غلام محمد) کلکتہ ۱۹۰۸ء۔
اسٹوارٹ، حیدر علی کے سوانح، ۱۸۰۹ء
رالبسن، حیدر علی، ۱۷۸۱ء
ایشیاٹک سالانہ رجسٹر، ۱۸۰۰ء۔ اس میں حیدر علی خاں کے عروج کی کہانی بیان کی گئی ہے۔
ولنگٹن کے مراسلات کا انتخاب، اوون، کلیرنڈن پریس ۱۸۸۰ء
فیلڈ مارشل ڈیوک ولنگٹن کے مراسلات، ۱۷۹۹ء تا ۱۸۱۸ء، لفٹیننٹ کرنل گرووڈ جلد اوّل لندن ۱۸۳۷ء۔
میسور گزیٹیر، رائس، دوسرا ایڈیشن ۱۸۹۷ء
شمالی ارکاٹ کا ایک کتابچہ۔ اے، ایف، کوکس ۱۸۸۱ء
جنوبی ارکاٹ " " ۔ جے، ایچ، گرسٹن ۱۸۷۸ء
چنگل پٹ ضلع " " ۔ چارلس اسٹوارٹ کرول ۱۸۷۹ء
حیاتِ منرو۔ جلد اوّل، دوم، سوم۔ جی، آر، گلیگ ۱۸۳۰ء
حیات سر آئر کوٹ۔ ایچ، سی، وائلی ۱۹۲۲ء
مالابار کے متعلق معاہدوں، سمجھوتوں اور دوسرے اہم کاغذات کا انتخاب۔ لوگن
ہندوستان میں برطانوی سیاست اور منرو۔ کے، این، وی، شاستری ۱۹۳۶ء

پرتگالی:

ماہر آثار قدیمہ شولیر پنڈورنگا پسر لسنکر نوواگوا نے مجھے نایاب پرتگالی دستاویزات کی نقلیں اور طبع ثانی نوواگوا اور لزبن سے بھیجے ہیں۔ ایک بیاسیہ فہرست بھی اس سے منسلک ہے۔ یہ تمام چیزیں اس کی مطبوعہ تصنیف انٹی گلاس جلد اول، فیسی کلو اول، حصّہ ، اور جلد اول فیسی کلو دوم میں ملیں گی۔ مسٹر اسٹانسلو میسافونٹے سوسا نے ان دستاویزات کا ترجمہ کرنے میں میری مدد کی۔ ان میں حسب ذیل بہت اہم ہیں:

دستاویز نمبر ۱: مورخہ جنوری ۱۷۶۳ء، حیدر کی ترقی کی رپورٹ۔ تحریر شدہ از پرتگالی وائسرائے کاؤنٹ آف ایگا۔

دستاویز نمبر ۲: وائسرائے کا مورخہ ۲۶ جنوری ۱۷۶۴ء کا سرکاری خط۔ جو حیدر علی کے عروج کا ایک خاکہ پیش کرتا ہے۔ مترجمہ از ڈاکٹر ایس، این، سین اور اس کی کتاب "کنہوجی انگرے کا ابتدائی عہد اور دوسرے مضامین" میں شامل۔

دستاویز نمبر ۴، ۵ : حیدر علی کے عروج کو بیان کرنے والے ہم عصر بیانات۔

دستاویز نمبر ۶ : سلطنت سنڈا کے متعلق۔

دستاویز نمبر ۷ تا ۱۰ : پرتگالیوں کے ساتھ حیدر کے تعلقات کے بارے میں دوسرے ہم عصر کاغذات

پیکسوٹو : نواب حیدر علی خاں بہادر کی تاریخ، مرتبہ چارلس فلپ براؤن MS. EUR. D ۲۹۶ انڈیا آفس۔

براؤن نے ایک ایسے شخص کی انگریز تصنیف کا ترجمہ کیا ہے جس کو اسلوب پر قدرت حاصل نہ تھی۔ اصل نسخہ پرتگال میں لکھا گیا تھا۔ پیکسوٹو پرتگالی تھا اور غالباً اس کی ماں کناری تھی۔ وہ حیدر کے پاس توپ خانے کا ایک کمان دار بن گیا تھا اور اس حیثیت میں اس نے ۱۷۵۸ء تا ۱۷۶۶ء اور پھر ۱۷۶۹ء سے ۱۷۸۰ء تک خدمات انجام دیں۔ وہ مرہٹہ میسور روابط کے بارے میں اور مالابار میں حیدر کی پہلی مہم کے بارے میں قیمتی معلومات فراہم کرتا ہے۔ ۱۷۶۰ء اور ۱۷۶۱ء کے نازک برسوں کے مفصل حالات معلوم کرنے کے لیے یہ واحد ذریعہ ہے۔ براؤن جیسا کہ قدرتی ہے اس کتاب میں اپنی اہمیت بہت بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہے حالانکہ اس کے کام کی اہمیت دوسرے محققین سے زیادہ مختلف نہیں۔

ولنڈیزی:

مدراس کے محکمۂ دستاویز کی تصانیف نمبر ۵ و ۱۳

مدراس کے محکمۂ دستاویز: کوچین سے مرسلہ خطوط مورخہ: ۵ر اکتوبر ۱۷۷۵ء، ۱۷ر نومبر ۱۷۷۵ء، ۱۷ر دسمبر ۱۷۷۵ء، ۱۷ر اکتوبر ۱۷۷۶ء، ۱۳ر اگست ۱۷۸۰ء، ۲ر اکتوبر ۱۷۸۰ء، ۱۳ر اکتوبر ۱۷۸۱ء، ۱۲ر دسمبر ۱۷۸۱ء۔

فادر فروٹیر نے میرے لیے ان خطوط کا ترجمہ کیا۔ وہ حیدر کی مالابار مہم کے بارے میں نئی معلومات فراہم کرتے ہیں اور اس خطے میں ولندیزیوں سے اس کے تعلقات پر روشنی ڈالنے والا اہم ترین ماخذ ہے۔

فرانسیسی:

بسی کا جرنل (۲۱ر نومبر ۱۷۸۱ء سے ۱۳ر مارچ ۱۷۸۳ء) مرتبہ پی' اے' مارٹینو' پانڈیچری ۱۹۳۲ء

حیدر کے فرانسیسیوں سے روابط کے بارے میں میرا باب بڑی حد تک اسی اصل ماخذ پر مبنی ہے۔ یہ جرنل ڈیچی من اور ہافلز کے زیر کمان فرانسیسی فوج کی کاہلی اور سستی کو پوری تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے صفحہ ۳۱۶ اور ۳۲۶ پر فرانسیسیوں کے ساتھ حیدر کے رویّے کا اس کے جانشین کے رویّے سے موازنہ کیا گیا ہے۔ "ٹیپو نہ تو باپ کی سی سوجھ بوجھ رکھتا تھا اور نہ صلاحیت اور اس پر مستزاد کہ اس کے دوست بہت کم تھے۔ فرانسیسی فوج کو سامان کی فراہمی کے سلسلہ میں بیٹے کے مقابلے میں باپ فیاضی کا پیکر تھا" مجھے اس کے کارآمد اقتباسات کا انگریزی ترجمہ آنجہانی ڈاکٹر پی' سی' بگچی نے کر کے دیا تھا۔

ہندوستان میں فرانسیسی اقتدار کے متعلق دستاویزات کی فہرست۔ گودرت' ای

نواب حیدر علی خاں کی مہم' سرنگاپٹم سے واپسی کے بعد (مون کونس کے وروسے نمبر ۱۶۱ ب' اوراق ۹ ۴۶) فرانسیسی متن لیپر لنکر کے انٹی گوہلاس کی جلد اوّل فیسک دوم میں چھپا ہے اور انگریزی ترجمہ اسلامک کلچر ۱۹۴۱ء میں۔

سرجادو ناتھ سرکار نے اس فرانسیسی تصنیف کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے جس کا مسودہ انھوں نے ازراہِ کرم عنایت فرمایا ہے۔ اس جرنل کے اندراجات حیدر کی ملازمت میں رہنے والے کسی فرانسیسی کے لکھے ہوئے ہیں۔ ان میں ۲۸ر مئی سے ۴ر نومبر ۱۷۸۰ء تک کے حالات ملتے ہیں۔ بدقسمتی سے ارکاٹ کے زوال پر قصہ اچانک ختم ہو جاتا ہے۔

میخاڈ: ہسٹری ڈی پروگریس ایٹ ڈی لا۔ میسور کے دو بادشاہوں حیدر علی اور ٹیپو صاحب کے عروج کی کہانی۔ پیرس ۱۸۰۱ء تا ۱۸۰۹ء باب دوم۔

میخاڈ کی یہ کتاب ہمدردانہ جذبہ کے تحت لکھی گئی ہے اور میرے مطالعہ میں آنے والی غالباً سب سے اہم کتاب ہے۔ کتاب کے کئی اقتباسات کا ترجمہ ازراہِ کرم آنجہانی ڈاکٹر پی' سی بگچی نے میرے لیے کیا تھا۔

مارٹینو: ڈوپلے جلد دوم۔

مراٹھی:

کھرے: ایتہاسک لیکھ سمگرہ (تاریخی مضامین کا مجموعہ) جلدیں دوم تا ہفتم۔

راجوڈے: جلد اوّل، چہارم و پنجم۔ اتہاس سمگرہ (تاریخی مضامین) از پرس نیس۔

پیشوا کے دستاویزات کا انتخاب: جلد ۲۰، ۲۷، ۲۸، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹۔

مراٹھی ماخذ کے بارے میں مجھے صرف یہ کہنے کی ضرورت ہے کہ ان سے مجھے ایک نیا انداز فکر ملا ہے اور ایتہاسک لیکھ سمگرہ اور پیشوا کے دستاویزات کے انتخاب کا جو وسیع و کافی استعمال میں نے کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ مواد کتنا ناگزیر ہے۔

تامل، تیلگو اور کناری:

مخطوطاتِ میکنزی: مقامی دستاویزات جلد ۱۱، ص ۵۱

" " جلد ۱۳، ص ۳۴۵

" " جلد ۲۲، ص ۳۴۵

مضامین: سری رنگاپٹم کے کوائف اور حیدر کی کیفیات

دستاویز نمبر ۵-۱۱-۷، اکرناٹکا راجکل سوستراچریتم۔ تامل، دو اقتباسات۔

مقامی دستاویزات: جلد ۲۴

حیدر کی کیفیات، بدرارو کی کیفیات

کناری: حیدر کیفیات نمبر ۱۵-۱۸

ہم کو حیدر کے بارے میں مختلف دیہات میں جا بجا بکھرے ہوئے اکا دکا معلومات کو نظر انداز کرنا پڑا ہے۔ ان کاغذات میں موجودہ مواد کو ملکی انتظام و انصرام کے باب میں پوری طرح استعمال میں لایا گیا ہے۔

حیدر نامہ: ایک کناری مخطوطہ جس کے کچھ حصے میسور کے آرکیالوجکل ڈپارٹمنٹ کی سالانہ رپورٹ اور انڈین ہسٹری کانگریس کے تیسرے سیشن کی روئداد میں چھپ گئے ہیں۔ اس تصنیف کی تاریخ ۲۹ جون ۱۷۸۴ء تھی۔ مطبوعہ حصوں سے اس دعوے کی تصدیق نہیں ہوتی کہ یہ کتاب مروجہ بیانات کی تصحیح کرتی ہے۔

فارسی:

رائل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال، مخطوطہ نمبر ۲: نشانِ حیدری از حسین علی کرمانی مترجمہ کرنل مائلس۔

میں نے کرنل مائلس کے ترجمہ کو ایشیاٹک سوسائٹی کے مخطوطہ سے موازنہ کرکے دیکھا اور جہاں جہاں میں نے اصل سے بہت زیادہ اختلاف نہیں دیکھا وہاں میں نے مائلس کو نقل کیا ہے لیکن اس فارسی تصنیف میں ہمیں وہ خوبی نہیں ملتی جس کی ہمیں بہترین فارسی تصنیفات سے توقع ہو سکتی ہے۔ اس کا سلسلۂ واقعات درست نہیں ہے اور جغرافیائی محل وقوع قابل اعتماد نہیں ہے اور واقعات کی ترتیب اکثر و بیشتر غلط ہے۔ جب بھی مصنف حیدر کے مرہٹوں سے تعلقات بیان کرتا ہے وہاں ارادتاً غلط ترجمانی کی گئی ہے۔ حیدر کے ابتدائی عہد کے بارے میں اس کے بیانات کو میں نے بڑی احتیاط کے ساتھ قبول کیا ہے۔

رائل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال مخطوطہ نمبر ۲۰۱ : تاریخ کورگ ماخذ از کناری و فارسی ماخذاز حسین خاں۔ مہاراج ویرراجندر ویدیار کے حکم پر لکھی گئی تھی۔ اس میں ۱۶۳۳ء سے ۱۸۰۷ء تک کورگ کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔

برٹش میوزیم مخطوطہ نمبر ۱۸۹۵ء، تاریخ تصنیف نومبر ۱۷۸۵ء۔
حیدر کی ایک ہم عصر سرگزشت، جو بالکل بیکار ہے۔ اس مخطوطہ سے تاریخی مواد نکالنا "کوڑے کرکٹ کے ڈھیر سے سگریٹ کا ایک ٹکڑہ ڈھونڈ نکالنے کے مترادف ہے"

تزک والاجاہ، پہلی اور دوسری جلد۔ انگریزی ترجمہ اور شائع کردہ مدراس یونیورسٹی۔
میرا خیال تھا کہ اس سے حیدر کے ابتدائی عہد پر کچھ روشنی پڑے گی اور محمد علی کے ساتھ اس کے تعلقات کی کچھ تفصیلات مہیا ہوں گی۔ ہمارے مقصد کے لیے یہ جلدیں کس قدر بیکار ثابت ہوئی ہیں اس کا اندازہ ایک اقتباس سے بخوبی کیا جا سکتا ہے۔ جلد دوم ص ۱۰۳: ۔ حیدر نائک کی تربیت سرا کے قلعہ دار عباس قلی خاں کے گھر میں ہوئی تھی)۔ مالک کے گھر میں چوری ہونے کے سبب حیدر سزا کے خوف سے بھاگ نکلا اور کراچوری نندراج کا ایک خادم بن گیا"۔ غالباً اس سے زیادہ ارادتاً جھوٹ نہیں بولا جا سکتا۔

ایک فارسی مخطوطہ تاریخ میسور کا تعارف مسٹر عبدالقادر نے میسور یونیورسٹی کے ششماہی جنرل کا شمارہ ستمبر ۱۹۴۲ء میں کرایا ہے۔ یہ مخطوطہ ان کتابوں کے مجموعے میں پایا گیا تھا جو ادارہ ادبیات اُردو حیدرآباد دکن کو تحفے میں محمد عباس سیٹھ نے پیش کی تھیں۔ اس کا دعوے ہے کہ اس میں ۱۷۱۳ء سے ۱۷۹۹ء تک میسور کی تاریخ درج کی گئی ہے لیکن اس کے مضامین کی تفصیل سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اس میں کوئی نئی چیز بھی ہے۔

فتح المجاہدین: ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کا فارسی مخطوطہ نمبر ۱۶۵۰
وہ ٹیپو کی فوج کی مختلف شاخوں کی جنگجوئی، فوجی قواعد اور تنظیم کے بارے میں کچھ معلومات مہیا کرتا ہے۔ حیدر کے فوجی نظام پر میرا باب صرف اس کے عام خاکے دیتا ہے۔ یہ مخطوطہ اس مصنف کے لیے کارآمد ثابت ہو سکتا ہے جو حیدر اور ٹیپو کے فوجی نظام پر زیادہ تفصیلات کے ساتھ لکھنا چاہتا ہو۔

ہماری مطبوعات

جدید سیاسی فکر	سید انوار الحق حقی / ڈاکٹر محمد ہاشم قدوائی	14/25
جدید ہندوستان کے معمار	آئی، سی، ایچ، آر / ڈاکٹر قیام الدین احمد	14/-
جغرافیہ کی ماہیت اور اس کا مقصد	ایس۔ ڈبلیو وولرج / انیس احمد صدیقی	19/-
جدید ہندوستان کے سماجی و سیاسی افکار	ڈاکٹر محمد ہاشم قدوائی	47/-
اورنگ زیب کے عہد میں مغل امراء	محمد اطہر علی / امین الدین	28/-
بادشاہ	میکاولی / ڈاکٹر محمود حسین	14/-
برطانیہ کا دستور اور نظام حکومت	محمد محمود فیض آبادی	36/-
تاریخ آصفی	مرزا ابو طالب / ڈاکٹر ثروت علی	10/-
تاریخ اور سماجیات	عائشہ بیگم	10/50
اسلامی تہذیب و تمدن	عماد الحسن آزاد فاروقی	14/-
اسلامی سماج	ریو بن لیوی / ڈاکٹر مشیر الحق	60/-
اکبر سے اورنگ زیب تک	ڈبلو ایچ مورلینڈ / جمال محمد صدیقی	21/50
البیرونی کے جغرافیائی نظریات	ڈاکٹر حسن عسکری کاظمی	11/-
تاریخ فلسفہ سیاسیات	پروفیسر محمد مجیب	18/-
تاریخ ہندی فلسفہ	ایس۔ این داس گپتا	12/50
تحریک آزادی ہند	ظہور محمد خاں	2/25
تحریک خلافت	قاضی محمد عدیل عباسی	65/-
قدیم ہندوستان میں شودر	ڈاکٹر رام سرن شرما / جمال الدین محمد صدیقی	14/50
مہاتما گاندھی	بی۔ آر۔ نندا / علی جواد زیدی	60/-
مغلیہ سلطنت کا عروج و زوال	ڈاکٹر ریاض احمد خاں شیروانی	37/-
مغل دربار کی گروہ بندیاں اور ان کی سیاست	ڈاکٹر ستیش چندر /	22/-
(دوسری طباعت)	ڈاکٹر قاسم صدیقی	

فسانۂ آزاد (جلد سوم، حصہ اوّل)	رتن ناتھ سرشار / امیر حسن نورانی	67/50
فسانۂ آزاد (جلد سوم، حصہ دوم)	رتن ناتھ سرشار / امیر حسن نورانی	67/50
فسانۂ آزاد (جلد چہارم، حصہ اوّل)	رتن ناتھ سرشار / امیر حسن نورانی	50/-
فسانۂ آزاد (جلد چہارم، حصہ دوم)	رتن ناتھ سرشار / امیر حسن نورانی	50/-
فکر و تحقیق (۱) جنوری تا جون 1989	قومی اردو کونسل	15/-
فکر و تحقیق (۲) جولائی تا دسمبر 1989	قومی اردو کونسل	15/-
فکر و تحقیق (۳) جنوری تا جون 1990	قومی اردو کونسل	15/-
فکر و تحقیق (۴) جولائی تا دسمبر 1990	قومی اردو کونسل	15/-
فکر و تحقیق (۵) جنوری تا جون 1992	قومی اردو کونسل	20/-
فکر و تحقیق (۶) جولائی تا دسمبر 1992	قومی اردو کونسل	20/-
فکر و تحقیق (۷) جنوری تا جون 1997	قومی اردو کونسل	30/-
فکر و تحقیق (۸) جولائی تا دسمبر 1997	قومی اردو کونسل	30/-
آہنگ و عروض	ڈاکٹر کمال احمد صدیقی	18/-
املانامہ	مرتب: پروفیسر گوپی چند نارنگ	9/-
اردو تصویری لغت	شیاملا کماری / ڈاکٹر علی رفاد فتیحی	30/-
اردو صرف و نحو	ڈاکٹر اقتدار حسین خاں	16/-
اردو افعال	سونیا چر نیکوا	24/-
اردو املا (دوسری طباعت)	رشید حسن خاں	زیر طبع
اردو انسائیکلوپیڈیا (حصہ اوّل)	پروفیسر فضل الرحمٰن	300/-
اردو انسائیکلوپیڈیا (حصہ دوم)	پروفیسر فضل الرحمٰن	450/-
اردو انسائیکلوپیڈیا (حصہ سوم)	پروفیسر فضل الرحمٰن	450/-
اسکول لائبریری	سید حسین رضا رضوی	20/-